ماہنامہ
جوابِ عرض
PDFBOOKSFREE.PK

ماہنامہ جواب عرض لاہور — اس شمارے کی جھلکیاں

جواب عرض کی کسی کہانی، نا قابل فراموش واقعات یا کسی بھی عنوان کے تحت شائع کسی مراسلے یا اس کے کسی حصہ کو بطور ثبوت یا سند کسی بھی عدالتی کارروائی میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ جواب عرض میں شائع ہونے والی تمام کہانیوں کی صداقت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہوتی ہے۔ ایسی تمام کہانیوں کے تمام نام واقعات قطعی طور پر تبدیل کر دیے جاتے ہیں جن سے حالات میں کوئی پیچیدگی پیدا ہونے کا امکان ہو تو اس کا ایڈیٹر، رائٹر، ادارہ یا پبلشر ذمہ دار نہ ہوگا۔

(پبلشر شہزادہ عاشیر - پرنٹر: زاہد تبسیر - ریٹی گن روڈ، لاہور)

ماہنامہ جواب عرض لاہور — اس شمارے کی جھلکیاں

جواب عرض کی کسی کہانی، نا قابل فراموش واقعات یا کسی بھی عنوان کے تحت شائع کسی مراسلے یا اس کے کسی حصہ کو بطور ثبوت یا سند کسی بھی عدالتی کارروائی میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ جواب عرض میں شائع ہونے والی تمام کہانیوں کی صداقت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہوتی ہے۔ ایسی تمام کہانیوں کے تمام نام واقعات قطعی طور پر تبدیل کر دیے جاتے ہیں جن سے حالات میں کوئی پیچیدگی پیدا ہونے کا امکان ہو تو اس کا ایڈیٹر، رائٹر، ادارہ یا پبلشر ذمہ دار نہ ہوگا۔

(پبلشر شہزادہ عاشیر - پرنٹر: زاہد تبسیر - ریٹی گن روڈ، لاہور)

میرا پہلا پیار

-----تحریر۔نائیلہ طارق۔لیہ۔قسط نمبر ۱-----

اس کے ساتھ کوئی ادھیڑ عمر کا آدمی تھا اور ساتھ ایک بچہ بھی تھا جو پیدل چلتا ہوا آ رہا تھا اس نے بچے کی انگلی پکڑ رکھی تھی اس نے چہرے پر نقاب کیا ہوا تھا صرف آنکھیں ہی دکھائی دے رہی تھی میں نے اس کی آنکھوں کو پہچان لیا وہ وہی تھی ہاں وہی تھی اس نے میرے قریب سے گزرتے ہوئے مجھے نظریں اٹھا کر دیکھا تھا اور پھر دوسری تیسری بار بھی دیکھا تھا میں سمجھ گیا تھا کہ اس نے مجھے پہچان لیا ہے وہ تیزی سے میرے قریب سے گزر گئی تھی اور اسی گھر کے دروازے پر کھڑی ہو گئی تھی اس کی نظریں مجھ پر ہی تھیں وہ بوڑھا شخص اندر چلا گیا تھا اور وہ باہر ہی کھڑی تھی بچہ بھی اس کے پاس تھا اس نے بچے کے ہاتھ میں کوئی چیز پکڑائی تھی اور خود اندر چلی گئی تھی میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں میں سوچوں کے جنجال میں پھنس کر رہ گیا یہ بوڑھا کون ہے یہ شخص وہ تو نہ تھا جس سے وہ پیار کرتی تھی وہ تو کوئی اور تھا پھر یہ اس کے ساتھ کیوں ہے میں ابھی یہی سوچ رہا تھا کہ وہ دوبارہ باہر دروازے تک آئی اور مجھے دیکھنے لگی میں محسوس کرنے لگا کہ اس کے دل کی بے تابی بڑھتی جا رہی تھی اس کو بیتا ہوا وقت یاد آ گیا تھا وہ مجھے پہچان گئی اور شاید اس کو یقین نہیں ہو رہا تھا کہ یہ میں ہوں جو اس کے گھر کے سامنے کھڑا ہوں وہ بچہ ایک دکان میں چلا گیا تھا جہاں سے اس نے کچھ خریدا تھا اور واپس چل دیا بچہ پانچ سال کا تھا اور اس کی طرح بہت ہی خوبصورت تھا میں نے بچے کو روک لیا اور اس کے گالوں کو بوسہ دے دیا بچہ حیرت زدہ مجھے دیکھنے لگا تھا اس کی سوچ میں بھی یہ بات نہ تھی کہ میں اس کو کیوں پیار کر رہا ہوں وہ بس مجھے دیکھے جا رہا تھا میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور میرے ہاتھ میں پانچ ہزار کا نوٹ آ گیا جو میں نے اس کو پکڑا دیا اور کہا اپنی ماما کو دے دینا۔وہ دروازے کے سامنے کھڑی تھی اور ہمیں دیکھ رہی تھی اس کی حالت بے چینی تھی اس نے جان لیا تھا کہ میں نے بچے کو پیسے دیئے ہیں کتنے دیئے ہیں یہ وہ جان نہ سکی تھی بچہ اسی طرح اپنے پیارے سے انداز میں چلتا ہوا دروازے تک پہنچا تو اس نے جلدی سے اس کے ہاتھ سے پیسے پکڑ لیے اس کو ایسا ہی کرنا چاہے تھا کیونکہ اگر بچہ اندر پیسے لے جاتا اور سب کو دکھا دیتا تو شاید گڑبڑ ہو جاتی وہ سمجھدار تھی میری جیسی سوچ اس کی بھی تھی اسی لیے اس نے پیسے اس کے ہاتھ سے لے لیے تھے اور میرے سامنے ہی اس نے وہ پیسے دوپٹے کے پلو میں باندھ لیئے تھے اور بچے کو لے کر اندر چلی گئی تھی۔ایک سنسنی خیز اور پیار و محبت میں ڈوبی ہوئی کہانی۔

زندگی میں انسان کے ساتھ رنگ رنگ کی کہانیاں رونما ہوتی رہتی ہیں اور ایسی ایسی کہانیاں رونما ہوتی ہیں کہ جسے سن کر انسانی سوچ حیران رہ جاتی ہے کچھ لوگ پیسے کے پیچھے بھاگتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں ان کے نزدیک پیار و محبت کچھ نہیں ہوتا ہے صرف پیسہ ہوتا ہے اور ان کا یہ کہنا ہوتا ہے تو اگر انسان کے پاس پیسہ تو اپنی مرضی کا پیار حاصل کر لیتا ہے ہو سکتا ہے ان کی سوچ بھی ٹھیک ہو کیونکہ آج کل ایسا ہی دیکھنے میں آ رہا ہے لیکن پیار مرتا نہیں ہے یہ تو زندہ رہتا ہے بعض اوقات پیار کے آگے پیسہ بھی ہار جاتا ہے اور ایسا ہوتا ہوا بھی میں نے دیکھا ہے زمانے میں ہر قسم کے لوگ موجود ہیں کچھ پیار کے پجاری ہیں تو کچھ پیسہ کے ان کے نظریے بھی اس حساب سے ہوتے ہیں ان کو بھی غلط نہیں

کہا جا سکتا ہے میری کہانی بھی ایسی ہی ہے اس میں بھی پیسے اور پیار کی جنگ ہے ایک طرف پیسہ ہے تو دوسری طرف پیار ہے جیت کس کی ہوتی ہے یہ آپ قارئین کو کہانی پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا یہی کہانی بہت طویل ہے اس کی ایک ایک بات میں سچائی چھپی ہوئی ہے اور میں جانتی ہوں کہ اگر صرف میری یہ کہانی ایک بار ہی شائع ہو جائے تو شاید کسی اور کی کہانی شائع نہ ہو سکے اس وجہ سے میں اس کی کچھ قسطیں بنا کر روانہ کر رہی ہوں اس کو قسط وار شائع کر دینا تا کہ دوسرے ساتھیوں کی بھی کہانیاں شائع ساتھ ہو سکیں۔ جب پیار ہو جاتا ہے تو پھر وہ کچھ نہیں دیکھتا اس کی نظروں میں محبوب سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں ہوتا ہے محبوب پاس ہو تو اس کے دیدار سے آنکھوں کی پیاس بجھائی جاتی ہے اور اگر پاس نہ ہو تو اس کی یادوں سے دل کو بہلایا جاتا ہے یہی پیار کرنے والے کرتے ہیں یہی ان کی زندگی ہوتی ہے یہی انکا جیون ہے۔ اور اسی میں وہ خوش رہتے ہیں۔

❁❁❁

مجھے سو فیصد یقین ہے کہ وہ وہی تھی میری آنکھیں دھوکہ نہیں کھا سکتی ہیں میں نے اس کو غور سے دیکھا ہے وہ وہی ہے لیکن اگر وہ وہی ہوتی وہ بھی مجھے دیکھتی اس نے تو مجھے سرسری نظروں سے دیکھا تھا اس کے بعد دروازہ بند کر لیا تھا میں جان بوجھ کر دروازے سے کچھ دور کھڑا رہا تھا میں سمجھ رہا تھا کہ وہ ایک مرتبہ پھر باہر نکلے گی لیکن وہ دوبارہ باہر نہ آئی تھی۔ کیا میں اسے غلط تو نہیں سمجھ رہا ہوں کیا وہ کوئی اور تو نہیں ہے لیکن نہیں وہ کوئی اور نہیں ہے وہ وہی ہے مجھے پورا یقین ہے کہ وہ وہی ہے سات سالوں میں وہ کتنا بدل چکی ہے نہ وہ حسن رہا نہ وہ شخصیت نہ وہ نکھار اور نہ ہی وہ ادائیں۔ بالکل اس نے خود کو بدل لیا ہے اس کی تو بہت بڑی کوٹھی تھی پھر وہ ایک کچے مکان میں کیوں رہ رہی ہے ایک ایسے مکان میں جس کے بارے وہ کہا کرتی تھی کہ نجانے یہ لوگ ایسے مکانوں میں کیسے زندگی بسر کر لیتے ہیں مجھے تو ان کو دیکھ کر وحشت سی ہونے لگتی ہے۔ لیکن اب وہ خود۔۔ نہیں یار نہیں۔ میں خود سے خود کلامی کے انداز میں بولا۔ یہ وہ نہیں ہے وہ مر تو سکتی تھی لیکن کچے مکان میں نہیں رہ سکتی تھی یقیناً میں نے کسی اور کو دیکھ لیا ہے۔ مجھے ایک بار پھر اس کے پاس جانا ہوگا اور دل کو تسلی دینا ہوگی کہ وہ سب میری نظر کا دھوکہ تھا یا وہ وہی تھی ہاں میں کل پھر جاؤں گا۔ میں نے فیصلہ کر لیا۔ اور ٹیبل پر پڑا ہوا پانی کا گلاس اٹھا کر اپنے منہ کو لگا لیا۔

❁❁❁

ہیلو فریسہ کیسی ہو۔ میں نے فون کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ میں تو ٹھیک ہوں لیکن تم بتاؤ تم ابھی تک سوئے کیوں نہیں ہو تم تو کہتے تھے کہ تم تھکے ہوئے تھے اور تم کو شدید نیند آ رہی ہے پھر یہ سب کیا ہے میں نے تو جان بوجھ کر فون نہیں کیا تھا کہ تمہاری نیند میں خلل نہ ڈالوں لیکن اب سونے لگی تھی تو سوچا کہ تم کو ایک مرتبہ تمکو مس کال کر دیتی ہوں تا کہ تم جب صبح اٹھو تو تم کو معلوم ہو سکے کہ میں نے تم کو یاد کیا تھا لیکن تم کو جاگتا ہوا دیکھ کر میں حیران رہ گئی ہوں بتاؤ کیوں جاگ رہے ہو فریسہ بولتی چلی گئی اور میں اس کی سنتا چلا گیا۔ اگر تم کچھ دیر کے لیے چپ ہو جاؤ تو میں کچھ بولوں میں نے کہا تو وہ بولی ہاں بولو میں سننا چاہتی ہوں کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو یقیناً کوئی بہانہ بناؤ گے کوئی ایسی بات کر دو کہ میں ہر روز کی طرح مطمئن ہو جاؤں گی۔ اس کی بات سن کر میں نے ایک گہری سانس لی اور کہا نہیں یار ایسی کوئی بات نہیں ہے میں تم سے کوئی بھی بہانہ نہیں بناؤں گا لیکن تم بتاؤ تم کیوں جاگ رہی ہو ٹائم دیکھو آدھی رات سے زیادہ بیت گئی ہے اور تم ابھی تک جاگ رہی ہو۔ ہاں تم میرے بارے میں اچھی طرح جانتے ہو کہ میں رات کو پڑھتی ہوں ابھی پڑھ کر ہٹی ہوں تو سونے لگی تھی لیکن تم تو پڑھ نہیں رہے تھے۔ ہاں میں نہیں پڑھ رہا تھا اور میں گہری نیند سویا ہوا تھا کہ ایک ڈراؤنا سپنا دیکھ کر اٹھ گیا ہوں۔ کیا کیا کیسا سپنا دیکھا ہے مجھے بتاؤ مجھے ڈراؤنے سپنوں سے بہت پیار ہے۔ اس کی بات سن کر میں ششدر رہ گیا کہ اب کیا بہانہ بناؤں میں اس کی عادت کو اچھی طرح جانتا تھا وہ جس بات کے پیچھے پڑ جاتی تھی اس کی گہرائی میں اترنے کی

پوری پوری کوشش کرتی تھی اب بھی وہ ایسا ہی چاہ رہی تھی میں نے کہا تمہیں نیند آ رہی ہے تم سو جاؤ صبح بتا دونگا۔ وہ تیزی سے بولی نہیں نعمان نہیں پہلے مجھے بتاؤ پھر میں سو جاؤں گی بس یار کیا بتاؤں مجھے یوں لگا تھا کہ کوئی میرا گلا دبا رہا ہے سو میں اٹھ گیا اور یوں لگا کہ میرا حلق خشک ہو رہا ہے سو پانی پی رہا تھا کہ تمہاری کال آ گئی بس یہی کچھ دیکھا تھا۔ میں نے صاف جھوٹ بول دیا۔ اس کو کیا بتاتا کہ میں کسی کے بارے میں سوچ رہا ہوں کسی ایسی لڑکی کے بارے میں جو آج سے دس سال پہلے میری زندگی میں آئی تھی اسے میں نے دیکھا ہے اور اس کی سوچوں میں کھویا ہوا تھا۔ او شٹ یار اس نے عجیب سے انداز میں کہا میں تو سمجھی تھی کہ کوئی جن بھوت دیکھ لیا ہوگا کوئی ایسا چہرہ دیکھ لیا ہوگا جو بہت ہی ڈراؤنا ہو جس کی شکل بگڑی ہوئی ہوگی لمبے لمبے کان ہوں گے موٹی موٹی سرخ آنکھیں ہوں گی کالی سیاہ رنگت ہوگی اور ہونٹوں سے باہر نکلے ہوئے چمک دار دانت ہوں گے لیکن تم نے تو کچھ بھی نہیں دیکھا ہے بس کسی کو گلا دباتے ہوئے دیکھا اور ڈر کر اٹھ گئے ڈرپوک کہیں کے۔ اس کی باتیں سن کر میں گہری سانس لے کر رہ گیا اور کہا اچھا چھوڑو ان باتوں کو کل کے بارے میں کیا سوچا ہے۔

سوچنا کیا ہے ہم نے اسی پارک میں ملنا ہے جہاں ہر روز ملتے ہیں کالج کا ایک بہانہ ہوتا ہے میں نے تمہارے ساتھ ہی دن گزارنا ہوتا ہے۔ اس کی بات سن کر میں مسکرا دیا اور کہا ہاں جان میں جانتا ہوں کہ تم میرے بغیر ایک دن بھی نہیں رہ سکتی ہو لیکن دیکھو پھر بھی سوچ لو میری زندگی تمہارے سامنے ہے میں نے اپنے آپ کو تمہارے سامنے ایک کھولی ہوئی کتاب کی مانند رکھ دیا ہے۔ یہاں شہر میں میرا کوئی بھی گھر نہیں ہے ایک کمرے میں رہتا ہوں۔ پلیز نعمان ایسی باتیں نہیں کرتے ہیں مجھے نہ تو تمہاری دولت سے پیار ہے اور نہ ہی کسی اور چیز کی طلب ہے مجھے بس تمہاری خواہش ہے تمہاری ضرورت ہے میرے پاس کس چیز کی کمی ہے خدا نے ہر چیز دے رکھی ہوئی ہے۔ جان یہی تو میں کہتا ہوں کہ تم میرے بارے میں اچھی طرح سوچ لو۔

میں نے جو سوچنا تھا سوچ لیا ہے مجھے تمہارے علاوہ کچھ بھی نہیں چاہیے۔ یوں سمجھ لو کہ میں نے تمہارے حق میں فیصلہ دے دیا ہوا ہے میں جانتی ہوں کہ کوئی بھی گھر کا فرد تم سے شادی کا نہیں مانے گا لیکن میں نے جب بھی شادی کی تو تم سے ہی کروں گی چاہے اس کے لیے مجھے کورٹ کا سہارا ہی کیوں نہ لینا پڑے۔ اس کی باتیں سن کر میں نے کہا ٹھیک ہے اگر تم نے میرے حق میں فیصلہ دے دیا ہے تو میں بھی تیار ہوں لیکن مجھے تمہارے بھائیوں سے۔۔۔ پلیز جان پھر وہی ڈرنے والی باتیں شروع کر دیں تم نے۔ تم جانتے ہو کہ پیار اندھا ہوتا ہے یہ کچھ بھی نہیں دیکھتا ہے موت سے بھی لڑ پڑتا ہے اور تم۔۔ لگتا ہے کہ تمہارے اندر مجھے اپنانے کا حوصلہ نہیں ہے مجھے دیکھو میں ایک لڑکی ہو کر کسی سے بھی نہیں ڈرتی ہوں لیکن تم مرد ہو کر بھی ڈر رہے ہو اگر ڈرنا ہی تو تھا تو پھر پیار کیوں کیا تھا۔ اس وقت تو تم میری راہوں میں کھڑے رہتے تھے اور آتے جاتے مجھے دیکھتے رہتے تھے بہت بہادر بنے ہوئے تھے مجھے تمہاری چھ ماہ پہلے والی ایک ایک بات یاد ہے میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم نے ایک دس روپے کے نوٹ پر اپنا فون نمبر لکھ کر تیزی سے میرے ہاتھ میں تھما دیا تھا اور تیزی سے ایک طرف کو چل دیئے تھے میں تمہارے اس فعل پر بہت خوش ہوئی تھی کیونکہ میں خود بھی چاہتی تھی کہ تم سے رابطہ کا کوئی وسیلہ بنے جواب بن گیا تھا۔ میں نے اسی شام فون کر دیا تھا اور تمہیں آزمانے کے لیے کہ تمہارے دل میں میرے لیے سچا پیار ہے کہ نہیں کہہ دیا تھا کہ دیکھو مسٹر تم جو کوئی بھی ہو مجھے تمہارا میری راہوں میں کھڑا ہونا ذرا بھی اچھا نہیں لگتا ہے اگر اب تم میری راہوں میں کھڑے ہوئے تو سوچ لینا کہ میرے سات بھائی ہیں۔ اور پاپا بھی ہائی پرسنلٹی والے ہیں اور ماما تو اتنی سخت ہیں کہ ان کی بات ہی عجیب ہے سب بھائی ان سے ڈرتے ہیں اور پھر تم یہ بات بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ ہم لوگ معمولی نہیں ہیں ہماری اپنی کوٹھی ہے جو دو کنال میں ہے جس میں تین گاڑیاں کھڑی رہتی ہیں۔ میرا لہجہ روکھا تھا لیکن میں نے تم کو سب کچھ بتا دیا تھا کہ میرے کتنے بھائی ہیں میرے ماما پاپا ہیں اپنا مکان ہے

سب کچھ بتا دیا تھا لیکن تم میری کسی بھی بات کو سمجھ نہ سکے تھے تم ڈر گئے تھے میرے بھائیوں کے بارے میں جان کر خوفزدہ ہو گئے تھے تمہاری زبان لڑکھڑانے لگی تھی تم نے صاف کہہ دیا تھا کہ او کے میڈم میں اب کبھی بھی تمہاری راہوں میں کھڑا نہ ہوں گا۔ تمہارے اس جواب نے غصہ سے میرا پارہ چڑھا کیونکہ مجھے تم سے ایسے جواب کی توقع نہ تھی میں تو یہ سمجھ رہی تھی کہ مجھے اپنانے کے لیے کہہ دو گے کہ میں تم سے پیار کرتا ہوں اور تمہیں اپنانے کے لیے میں کچھ بھی کر گزروں گا لیکن تم بزدل تھے کچھ بھی نہ کہہ سکے بس مجھ سے جان چھڑانے کی کی۔۔ لیکن تم یہ بات بھی نہ جان سکے تھے کہ میں نے تمہارے ہاتھ سے دس روپے کا نوٹ پکڑتے ہوئے لبوں پر مسکراہٹ سجائی تھی جو میری محبت کی نشانی تھی میں نے تو پہلے روز سے ہی تمہیں پسند کر لیا تھا۔

جب تم ہر روز میری راہوں میں کھڑے رہنے لگے تھے تو میری خوشی کا کوئی بھی ٹھکانہ نہ تھا میں نے اپنا دل تمہارے نام تو پہلے ہی کر دیا تھا اپنی سوچیں بھی تمہارے نام کر دیں میں راتوں کو تمہارے بارے میں سوچنے لگی پڑھائی میں بھی دل نہ لگتا تھا کتابوں میں تمہارے چہرے کا عکس ابھرنے لگتا تھا۔ بس یہی جی چاہتا تھا کہ میں جلدی سے اپنی گلی کے موڑ پر جا پہنچوں جہاں تم کھڑے ہوتے تھے لیکن ایسا نہ کر سکتی تھی کیونکہ میں جانتی تھی کہ تم صبح اور دوپہر کے وقت ہی اس جگہ کھڑے ہوتے تھے کیونکہ تم کو میرے کالج آنے جانے کے اوقات کا معلوم ہو چکا تھا۔ وہ بولتی جا رہی تھی اور میں اس کی باتیں سنتا جا رہا تھا میں جانتا تھا کہ وہ کسی بھی موضوع کو لے کر بیٹھ جائے تو اس کا مکمل کر کے ہی جان چھوڑتی تھی اب بھی وہ اپنی بات کو پورا کرنا چاہتی تھی اور اس نے بات کو پورا کر کے ہی دم لیا اور فیصلہ کچھ بھی نہ نکلا کیونکہ اس کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ میں ڈرپوک انسان ہوں ایسی باتیں کر کے وہ مجھے ہمت دینا چاہتی تھی مجھے جذباتی کرنا چاہتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ میں وہی کروں جو وہ چاہتی ہے اور میں چاہتا تھا کہ میں اس کو عزت کے ساتھ اپنی دلہن بناؤں لیکن وہ کہتی تھی کہ عزت سے دلہن بننے کی خواہش کبھی بھی پوری نہ ہو گی کیونکہ کوئی بھی گھر والا نہیں مانے گا جو بھی کرنا ہے ہم دونوں نے مل کر کرنا ہے اور ایسا کرتے ہوئے مجھے ڈر لگتا تھا۔

سو گئے ہو یا میری باتیں سن رہے ہو۔ اس نے بات کرتے کرتے کہا سن رہا ہوں یار جو جو تم نے کہا ہے ایک ایک بات سن لی ہے میری بات سن کر اس نے گہری سانس لی اور بولی نعمان اس وقت میں کھڑکی کے سامنے کھڑی ہوں تم بھی کھڑکی کے سامنے آؤ دیکھو آج کا چاند کس قدر روشن ہے۔ اس کی بات سن کر میں نے کہا ہماری باتوں میں چاند کی روشنی کہاں سے آ گئی۔ میری اس بات پر وہ ہنس دی اور بولی ہاں یہ بھی بات ٹھیک کی ہے لیکن مجھے چمکتے چاند سے بہت پیار ہے جب بھی چاند اپنے پورے جوبن پر ہوتا ہے تو میں اس کو دیکھتی رہتی ہوں اور اس وقت تک دیکھتی رہتی ہوں جب تک مجھے نیند نہ آ جائے۔ چلو اب سو جاؤ اس نے کہا اور فون بند کر دیا۔

❀❀❀

اس پرانی سی کٹیا کے سامنے میں اپنی موٹر بائیک پر کھڑا تھا۔ وہ وہی کچا مکان تھا جہاں میں نے کل اس کو دیکھا تھا میں اپنے دل کا شک دور کرنے آیا تھا جہاں میں کھڑا تھا وہاں اس کے گھر کا دروازہ واضح اور صاف دیکھائی دیتا تھا۔ اور یہ ایسی جگہ تھی کہ کسی کو کوئی شک بھی نہیں ہوتا تھا چار پانچ دکانیں تھیں جہاں لوگ آتے جاتے تھے یہ سب دکانیں کریانہ کی تھیں اور اتنی بڑی نہ تھیں لیکن جتنی بھی تھیں ان میں کھانے پینے کا پورا پورا سامان انہوں نے رکھا ہوا تھا۔ تھا تو یہ شہر کا ہی حصہ لیکن یہ کچی آبادی کے نام سے مشہور تھا۔ آدھا گھنٹہ مجھے ہو گیا تھا وہاں کھڑے ہوئے لیکن وہ ایک بار بھی باہر دروازے پر نہیں آئی تھی اور میں دعائیں کر رہا تھا کہ وہ ایک بار صرف ایک بار باہر دروازے پر آئے اور میں اس کو دیکھ سکوں اور جان سکوں کہ وہ وہی ہے جو سات سال قبل کہیں گم ہو گئی تھی۔ میری نظریں بار بار اس کے دروازے کی طرف اٹھ رہی تھیں مجھے اس کا صرف اس کا انتظار تھا لیکن مجھے یوں لگ رہا تھا کہ میرا یہ انتظار صرف انتظار ہی بن کر رہ جائے گا وہ باہر

نہیں آئے گی اور شاید ایسا ہی تھا۔ میں نے اپنا بند موبائل آن کر دیا۔ موبائل آن کرتے ہی فریسہ کا فون آ گیا میں نے جلدی سے اسے او کے کیا۔ ہیلو جان کیسے ہو۔ ٹھیک ہوں میں نے آخری بار اس کے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا کدھر گم ہو اور یہ تم نے موبائل کیوں بند کر رکھا تھا میں صبح سے فون کر کر کے پاگل ہو رہی تھی ایک پل بھی سکون نہ تھا تمہارا فون بند ہو جانا یوں سمجھ لو کہ میری سانسیں بند ہو جانا ہے۔ بتاؤ کدھر ہو۔ میں نے کہا ایک دوست کے پاس آیا ہوں۔ او تو جناب دوستوں کی محفل سجائے ہوئے بیٹھے ہیں اور فون اس لیے بند کر رکھا ہے کہ میں تم کو ڈسٹرب نہ کروں۔ نہیں یار ایسی بات نہیں ہے۔ ایسی بات نہیں ہے تو پھر کیا ہے کیا میرے علاوہ بھی کسی کا فون آتا ہے۔ نہیں تو۔ میں نے کہا تو بولی پھر میرے لیے ہی فون بند کیا تھا ناں۔

بولو ٹھیک ہے بند رکھو یا کھلا رکھو میں نہیں کرتی اتنا کہہ کر اس نے غصہ سے کال بند کر دی میں ہیلو ہیلو ہی کرتا رہ گیا۔ لیکن وہ فون بند کر چکی تھی میری ہیلو کی آواز وہ سن نہ پائی تھی۔۔ بہت عجیب قسم کی لڑکی تھی یہ جب سے اس سے میرا رشتہ تعلق بنا ہے تب سے ہمارے درمیان باتوں کی جنگ ہوتی رہتی تھی وہ یہی چاہتی تھی کہ میں تمام دنیا کو چھوڑ کر صرف اس سے باتیں کرتا رہوں اس کے حسن کی تعریفیں کرتا رہوں۔ میرے موبائل میں اس نے بیلنس کبھی ہونے ہی نہ دیا تھا مجھے بیلنس کی ذرا بھی پرواہ نہ ہوتی تھی وہ ہر روز مجھے لوڈ بھیج دیا کرتی تھی اور جب ملاقات ہوتی تھی تو ملاقات کا تمام خرچہ بھی وہ خود برداشت کرتی تھی بلکہ جاتے ہوئے کچھ نہ کچھ مجھے دے بھی جایا کرتی تھی کبھی ہزار روپے تو کبھی پانچ سو روپے پانچ سو سے کم اس نے آج تک مجھے نہ دیئے تھے میرے دوست اکثر کہا کرتے تھے کہ تمہارے ہاتھ تو سونے کی چڑیا لگ گئی ہے قسمت والے ہو جو تم کو ایسی لڑکی مل گئی ہے ورنہ ہماری محبوبائیں تو ہمارا ہی خرچہ کرواتی ہیں ان سے ملتے ہوئے ہمیں کئی بار اپنی جیب کو دیکھنا پڑتا ہے کہ کچھ جیب میں ہے بھی یا نہیں۔ ان کی باتیں سن کر میں ہنس دیا کرتا تھا کیونکہ وہ ٹھیک ہی کہتے تھے کہ میرے ہاتھ میں سونے کی چڑیا لگ گئی تھی اور چھ ماہ میں میں نے اپنے آپ میں تنگی نہ دیکھی تھی دوسرے تیسرے دن بعد ہماری ملاقات ضرور ہوتی تھی اور میری جیب میں پانچ یا ہزار روپے ضرور ڈال دیتی تھی میں انکار کرتا تھا تو آگے سے وہ گرم ہو جایا کرتی تھی کہ تم کون ہوتے ہو مجھے منع کرنے والے تم مانگتے تھوڑی ہو یہ میرا اپنا شوق ہے اور میں اپنا شوق ضرور پورا کرتی ہوں۔

اس کی یہ باتیں سن کر میں چپ ہو جاتا تھا اور وہ چاہتی بھی یہی تھی کہ میں اس سلسلہ میں کچھ بھی نہ بولا کروں ۔موٹر سائیکل بھی اس نے مجھے لے کر دی تھی اسے میرا پیدل چلنا اچھا نہیں لگتا تھا اور پھر وہ چاہتی تھی کہ وہ میرے پیچھے جب موٹر سائیکل پر بیٹھتی ہے تو اسے بہت سکون ملتا ہے۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ میرے دوست ہماری دوستی سے جیلس ہو رہے تھے ان کی کوشش تھی کہ ہم دونوں کے درمیان مخالفت پڑ جائے اور وہ اس کی طرف راغب ہو جائیں اور وہ ان کو بھی ملاقات پر پانچ سو یا ہزار روپے دیا کرے اور میری طرح انکے پاس بھی موٹر سائیکل ہو میں انکی باتوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا ان کی چالوں کو جانتا جا رہا تھا میرے دو ہی دوست تھے جو میرے آفس کے تھے میرے ساتھ ہی بیٹھا کرتے تھے انہوں نے اسے دیکھا بھی ہوا تھا کیونکہ ایک روز وہ آفس آ گئی تھی بقول اس کے کہ آج وہ اپنے آپ کو بہت تنہا محسوس کر رہی تھی اس کو کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا دل بجھا بجھا سا تھا اور ایک لمحہ کے لیے بھی اس کو سکون نہ تھا اور قدرتی بات تھی کہ اس دن باس نہیں آیا تھا سو میں اس کے ساتھ باہر چلا گیا تھا اور پورا دن اسکے رہا تھا تب سے میرے دوستوں کی نظریں اس پر تھیں کیونکہ وہ اپنی کار میں آئی تھی۔ جس کو میرے دوستوں نے دیکھ لیا تھا اور پھر اس کا لباس بھی ایسا تھا اور چہرے کی رنگت بھی ایسی تھی کہ وہ کسی بھی طرح کہیں سے بھی غریب دکھائی نہیں دیتی تھی۔ ایک بہترین شخصیت کی مالک دکھائی دیتی تھی اور تب سے میرے دوستوں کی نظریں اس پر تھیں وہ یہی چاہتے تھے کہ ہم دونوں میں نفرت پڑ جائے شاید ان سے یہ سب برداشت نہ ہو سکا تھا اور شاید میرے دل کی سادگی بھی اس میں شامل تھی کہ میں ان کو ہر بات بتا دیا کرتا تھا کہ وہ جب

بھی مجھے ملتی ہے نہ صرف کھانا کھلاتی ہے بلکہ مجھے کچھ نہ کچھ دے کر جاتی ہے اور میرے ہاتھ میں جو مووی کیمرے والا موبائل ہے یہ بھی اس نے ہی نیا خرید کر مجھے دیا ہوا ہے یہ اس کی طرف سے پہلا گفٹ تھا۔ مجھے کیا خبر تھی کہ میرے دوست میری باتوں سے خوش نہیں ہوتے تھے بلکہ جیلس ہوتے تھے اور یہی چاہتے ۔تھے کہ میں جیسے تنگدسی میں زندگی گزار رہا تھا ویسے ہی زندگی گزاروں۔

یہ تم نے کال کیوں کاٹ دی تھی میں نے اسے اسی وقت کال کرتے ہوئے کہا۔ تمہیں میری ضرورت ہو تو میں تم سے باتیں کروں تم کو تو اپنے دوستوں سے پیار ہے۔ جس کی وجہ سے فون بند کر دیا تھا یار ایسی بات نہیں ہے مجھے خبر ہی نہیں ہوئی تھی کہ میرا موبائل بند ہے میں تو خود حیران ہو رہا تھا کہ صبح سے تمہاری کال کیوں نہیں آ رہی ہے میں یہی سمجھتا رہا تھا کہ آج تم بزی ہو گی کیونکہ آج کالج سے چھٹی ہے اور تمہارے سب گھر والے گھر میں ہوں گے بس یہی سوچ رہا تھا لیکن اب جب میں نے موبائل کی طرف دیکھا تو کانپ سا گیا کہ یہ تو بند ہے میں نے جلدی سے اسے آن کیا ہے تو تمہاری کال آ گئی۔ بہت جھوٹ بولتے ہو تمہاری رگ رگ میں جھوٹ بسا ہوا ہے اس نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ نہیں یار یہ جھوٹ نہیں ہے سچ ہے میری بات کا کبھی تو یقین کر لیا کرو۔ کیسے یقین کر لوں میرا تو صبح سے جی چاہ رہا تھا کہ میں یہ موبائل ہی توڑ دوں کم از کم یہ کوفت تو مجھے نہ اٹھانا پڑے۔ ایسا نہیں کہتے جان دیکھو ایک تم ہی تو ہو جو میرا سکون ہو میرا چین ہو میری زندگی ہو میری محبت میرا پیار ہو۔ میری یہ باتیں سن کر وہ کھل ہی گئی واقعی یہ سب کچھ سچ ہے۔ لو بھئی اس میں بھی تم کو جھوٹ نظر آنے لگا ہے اگر یہ سچ نہ ہوتا تو میں جلتی ہوئی دھوپ میں تمہاری راہوں میں کھڑا کیوں رہتا تھا تمہیں دیکھنے کے لیے نہ میں دھوپ کی پرواہ کرتا تھا نہ بارش کی اور نہ ہی تیز آندھی کی تم جانتی ہو ایک مرتبہ موسم بہت خراب تھا یہ یکدم خراب ہو گیا تھا تم کالج جا چکی تھی اور بعد میں یکدم موسم میں تبدیلی آ گئی تھی تیز ہوائیں چلنے لگی تھیں جنہوں نے ایک خوفناک آندھی کا روپ دھار لیا تھا اور میں اس تیز آندھی میں تیرے کالج جا پہنچا تھا۔ تم بھی اپنی دوستوں کے ساتھ کالج کی کنٹین میں کھڑی تھی تم نے مجھے دیکھ لیا تھا اور تمہارے چہرے پر کہکشاؤں کے رنگ بکھرنے لگے تھے تمہیں یقین ہو گیا تھا کہ میں تم سے سچا پیار کرتا ہوں۔

ہاں ہاں نعمان مجھے سب یاد ہے وہ خوشی سے بولی مجھے ایک ایک بات یاد ہے میں کچھ بھی نہیں بھولی ہوں اور بھولنا بھی نہیں چاہتی ہوں۔ تمہاری ان باتوں نے ہی تو مجھے تمہارا دیوانہ بنا رکھا ہے نعمان میری جان میں صرف تمہارا ہی سوچتی ہوں صرف تم سے ہی پیار کرتی ہوں مجھے تمہارے علاوہ کسی اور کا چہرہ دکھائی ہی نہیں دیتا ہے تم میرا پہلا پیار ہو اور پہلا پیار کبھی بھی مرجھا نہیں سکتا ہے زندگی بیت جاتی ہے لیکن پہلا پیار یاد رہتا ہے۔ اس کے پہلے پیار کی بات سن کر میری نظریں ایک بار پھر اس کچے مکان کی طرف اٹھ گئیں اس گھر میں بھی تو میرا پہلا پیار چھپا ہوا تھا جس کے لیے میں کئی گھنٹوں سے یہاں کھڑا تھا۔ سات سال پہلے مجھ سے بچھڑا تھا اور کل ہی اسے دیکھا تھا ان سات سالوں میں اس کو بھولا تو نہ تھا لیکن اتنا جانتا تھا کہ میں مایوس ہو گیا تھا کہ وہ کسی اور کی بن چکی ہے خود کو اکیلا سمجھنے لگا تھا اور ایک سوچ بار بار دل میں آتی رہی تھی کہ اگر اس نے مجھے چھوڑ کر کسی اور کو اپنا لیا تھا تو میں بھی ایسا ہی کر لیتا ہوں اس کا انتظار کرنا شاید میرے لیے بیکار ہے یہ سوچتے سوچتے سات سال میں نے گزار دیئے تھے اور پھر فریسہ کو اپنی زندگی میں لے آیا تھا فریسہ کا چہرہ بہت معصوم تھا اس کی آنکھوں میں بہت کشش تھی رنگت سفید تھی اور پر کشش تھی میں نے ایک روز سرسری اسے دیکھا تھا اور پھر وہ میری تڑپ بن گئی تھی میں اسکی طرف بڑھنے لگا تھا وہ کئی بار کار میں جاتی تو کئی بار اپنی دوستوں کے ساتھ پیدل ہی جاتی تھی یہ جب بھی جاتی تھی میری نظریں اس کا تعاقب کرتی تھی میں چاہتا تھا کہ یہ میرے سامنے رہے اور میں اسے دیکھتا رہوں لیکن یہ ہوا کے جھونکے کی طرح میرے سامنے آتی تھی اور اپنی خوشبو بکھیر کر چلی جاتی تھی میں کئی لمحات تک اس کی خوشبو میں محو رہتا تھا اور سوچتا تھا کہ یہ خوشبو میرے لیے نہیں ہے اس کا اپنا شوق ہے لیکن دھیرے دھیرے میں اس کی خوشبو کو اپنے

لیے محسوس کرنے لگا تھا کیونکہ میں محسوس کرنے لگا تھا کہ وہ بھی مجھے دیکھنے لگی ہے دور نکل جانے کے بعد پیچھے مڑ کر دیکھتی تھی اور اس کا دیکھنا میرے دل کو پاگل کرتا جانے لگتا تھا۔ اور پھر میں نے ایک دن ہمت سے کام لیا اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں اس کو اپنے دل کا حال بتاؤں گا اور کہوں کہ میری سوچوں میں وہ رہنے لگی ہے اور شاید میں اسے پیار بھی کرنے لگا ہوں سو میں نے ایسا کر دیا۔

کیا سوچ رہے ہیں آپ۔ مجھے اس کی آواز سنائی دی تو میں چونک کر ہنس دیا اور کہا تمہارے بارے میں ہی سوچ رہا تھا وہ دن یاد آنے لگے تھے جب ہم دونوں ایک دوسرے کو چاہنے لگے تھے میری بات سن کر وہ خوشی سے بولی واقعی جان تم بھی بیتے ہوئے دنوں کو یاد کرتے ہو۔ ہاں اس میں سوچنے والی کون سی بات ہے جب تنہائی ہوتی ہے تو بہت کچھ سوچوں میں آتا جاتا ہے خیالات کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں۔ ہاں جان یہ بات تو ہے کہ تنہائی میں انسان خود سے باتیں کرتا ہے میں بھی جب تنہا ہوتی ہوں تو خود سے باتیں کرنے لگ جاتی ہوں اور سوچوں اور باتوں میں بہت دور نکل جاتی ہوں یہاں تک کہ واپسی کے تمام راستوں کو بھول جاتی ہوں۔ جان تمہیں ملنے کو بے تاب ہونے لگی ہوں کئی دنوں سے تمہیں دیکھا نہیں ہے دیکھنے کو جی چاہنے لگا ہے میں اس کی بات سن کر ہنس دیا اور کہا آ جاؤ ناں پھر۔ کیا کہا۔ وہ خوشی سے بولی کیا کہا تم نے۔ واقعی میں آ جاؤں۔ میں ہنس دیا اور کہا ہاں آ جاؤ ناں۔ وہ ہنس دی اور بولی ہمیشہ کے لیے۔ اس کی اس بات پر میں نے ایک قہقہہ لگایا۔ اور وہ بھی زور زور سے ہنسنے لگی۔ جان آج میں بہت خوش ہوں تمہیں ہنستا ہوا دیکھتی ہوں تو دل کو ایک روحانی سی خوشی مل جاتی ہے۔ بس ایسے ہی ہنستے رہا کرو۔ میں نے کہا تم بھی ہنستی رہا کرو مجھے بھی بہت اچھا لگتا ہے۔

۞۞۞

ہمارے پورے علاقے میں اس کا مکان سب سے اونچا اور سب سے خوبصورت تھا۔ وہ خود بھی بہت خوبصورت تھی گاڑیوں میں آتی جاتی تھی کئی لوگوں کی نظریں اس پر جمی رہتی تھیں وہ کسی کی بھی طرف نہیں دیکھتی تھی شاید سب کو وہ حقیر سمجھتی تھی یا پھر کسی کو دیکھنا اس کو اچھا نہیں لگتا تھا۔ گلی کی نکڑ پر اس کا گھر تھا گھر کیا تھا ایک محل تھا اونچا محل پوری گلی والی ان لوگوں کو کوٹھی والے کہہ کر پکارتے تھے کوئی بھی بات ہوتی تھی تو کہا جاتا تھا کوٹھی والوں کے گھر جاؤ انکے مکان کو تین گلیاں لگتی تھیں پچھلی گلی تک انکا مکان پھیلا ہوا تھا نیچے تقریباً بیس دکانیں تھیں جو سب کی سب کرایہ پر چڑھی ہوئی تھیں اگر انکے کوئی بھی فرد کماتا نہ ہو تب بھی ان کی گزر بسر بہت اچھے طریقے سے ہو جاتی تھی لیکن سب ہی کمانے والے تھے ہر کوئی اپنی اپنی گاڑی میں جاتا تھا اس کے دو بھائی تھے اور یہ ان کی اکلوتی بہن تھی اس کا نام فروا تھا یہ نام میں نے اس سے نہ پوچھا تھا گلی کی عورتوں سے سنا تھا کہ اس کا نام فروا تھا ایک شان سے وہ سکول جاتی تھی اور اتوار کا دن وہ اپنے گھر کی چھت پر گزارتی تھی یہ اس کی عادت تھی کہ چھٹی والے دن وہ اوپر لی چھت پر رہتی تھی کبھی اس طرف اور کبھی اس طرف وہ چھت پر گھومتی تھی اور جب تھک جاتی تھی بیٹھ جایا کرتی تھی۔ میں نے آج بہت غور سے اسے دیکھا تھا ہم گلی میں کچھ لڑکے کرکٹ کھیل رہے تھے کہ گیند ان کی چھت پر چلی گئی تھی اور کوئی بھی جانے کو تیار نہ تھا یہ کام مجھے ہی کرنا پڑا ان کے گھر سامنے پہنچ کر میں نے گیٹ پر بیل دی تو وہ گیٹ پر آئی تھی میں نے اسے دیکھا تو بس دیکھتا ہی رہ گیا تھا اف وہ غضب کی حسین تھی اسے دیکھتے ہی اس کی آنکھوں میں ڈوب جانے کو جی چاہنے لگا جی بولیں کس سے ملنا ہے اس کی آواز سنائی دی جس نے مجھے ہوش کی دنیا میں واپس آنے پر مجبور کر دیا ہوں۔ ہاں۔ میں بس اتنا ہی کہہ سکا۔ کس سے ملنا ہے اس بار اس کا لہجہ ترش ہو گیا تھا شاید وہ زیادہ دیر تک گیٹ کے سامنے رکنا نہیں چاہتی تھی وہ گیند آپ کی چھت پر آئی تھی وہ لینی تھی۔ اس نے زور سے گیٹ کا وہ پلڑا بند کر دیا جس کو کھول کر وہ باہر آئی تھی اور مجھے دیکھ کر پوچھا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ مزاج کی بہت سخت ہے یا پھر میں اسے عام سا انسان لگا تھا مجھ سے بات کرنا اسے اپنی توہین لگا تھا یہی بات ہو سکتی تھی میں مایوس ہو کر واپس چل

اور دوستوں کے سامنے شرمندگی بھی اٹھانا پڑی کہ ہم نے منع کیا تھا کہ وہاں جو بھی گیند چلی جاتی ہے وہ واپس نہیں آتی ہے لیکن میرا دھیان ان کی باتوں پر نہ تھا میرے سامنے اس کا حسین چہرہ تھا سیاہ آنکھیں تھیں کھلے ہوئے سنہری بال تھے وہ شاید اس وقت کنگھی کرتے کرتے باہر نکل آئی تھی بال نہ صرف سنہری تھے بلکہ لمبے بھی تھے بہت ہی خوبصورت تھی۔ اگر اس کے حسن کے بارے میں شاعری کی جاتی تو کئی دیوان لکھے جا سکتے تھے وہ مجسمہ پیکر تھی۔ ہم لوگ اسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے اور میں جانتا تھا کہ میرے دوست ابھی تک میرا مذاق اڑا رہے تھے کہ اڑتی ہوئی گیند ہمارے قریب آن گری جو اچھلتی ہوئی گلی میں گھوم رہی تھی سب نے اوپر کوٹھی کی طرف دیکھا تو وہ چھت کی منڈیر پر کھڑی تھی اور ہمارے دیکھنے سے وہ ایک طرف کو ہو گئی تھی اس کے اس فعل نے دوستوں کی نظروں میں میرا مقام بنا دیا تھا جو مذاق وہ کچھ دیر قبل کر رہے تھے اب انکے لبوں پر خاموشی چھا چکی تھی اور میں انکو ایسے دیکھ رہا تھا جیسے میں کامیاب ہو گیا تھا وہ مجھ سے شرمندہ ہونے لگے تھے واؤ یار کمال ہو گیا زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ انکے گھر سے گیند واپس آئی ہے ورنہ کبھی بھی نہیں آئی تھی اور حیرت والی بات یہ ہے کہ گیند پھینکی بھی اس نے ہے۔

یار کیا چکر ہے کہیں وہ تم سے۔ ان کی باتیں سن کر میں مسکرا دیا اور جی چاہا کہ خوب چھوڑوں لیکن ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے میں ایک مرتبہ پھر انکی نظروں سے گر سکتا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس نے کس قدر غصہ سے دروازہ بند کیا تھا اور پھر یہ بھی ہو سکتا تھا کہ جب بھی گیند ان کی چھت پر جاتی مجھے ہی کہتے کہ گیند لے کر آؤ تم جاؤ گے تو گیند وہ نیچے پھینک دے گی۔ اور میں ایسی بے عزتی نہیں کروانا چاہتا تھا۔ میں نے کہا چکر وغیرہ تو کوئی نہیں ہے یہ تو اس کی مہربانی ہے کہ اس نے گیند پھینک دی ورنہ پہلے کی طرح یہ بھی ہضم ہو جاتی۔ اور پھر ایک دن پھر گیند اس کی چھت پر چلی گئی چھٹی والے دن ہم گلی کے لڑکے گیند بیٹ لے کر گلی میں جمع ہو جاتے تھے اور پورا دن انجوائے کرتے رہتے تھے۔ ایک بار پھر گیند اس کی چھت پر چلی گئی اور اس بار سب کی نظریں مجھ پر تھیں وہ سب ہی مجھے یوں دیکھ رہے تھے جیسے کہہ رہے ہوں کہ نعمان تم جاؤ گے تو گیند ملے گی ورنہ نہیں۔ میں سمجھ گیا تھا اور دل میں آیا کہ چلو یار ایک مرتبہ پھر اس کے دروازے پر چلے جاتے ہیں گیند ملے یا نہ ملے اسے دیکھ تو لوں گا یہ سوچ کر میں نے کہا ٹھیک ہے بھائی ٹرائی کرتا ہوں اگر مل گئی تو ٹھیک نہ ملی تو پھر اور لے آئیں گے یہ کہہ کر میں چلتا ہوا ان کے دروازے پر جا پہنچا اور بیل دے دی یہ میری قسمت تھی کہ گیٹ اس نے ہی کھولا مجھے دیکھتے ہی وہ چونک سی گئی جیسے اس کو یقین نہ آیا ہو کہ گیٹ سامنے میں ہوں آج اس نے سرخ جوڑا پہنا ہوا تھا دیکھنے میں شہزادی لگ رہی تھی دوپٹہ اس نے گلے میں ڈال رکھا تھا چہرے پر وہی نکھار تھا وہی معصومیت تھی وہی حسن و نکھار تھا جو کسی بھی انسان کو اپنی طرف کھینچ سکتا تھا میں بار بار اسے دیکھ رہا تھا اور وہ بھی شاید آج مجھے اپنا آپ دکھانا چاہتی تھی۔

وہ۔ وہ۔ وہ جی۔ مجھ سے بولا نہ گیا تو وہ ہنس دی اور ایک طرف گیٹ سے ہٹ کر کھڑی ہو گئی شاید اس نے کسی کو آتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ پھینکتی ہوں میں اس نے عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا اس کے دیکھنے کا انداز میرے دل کو بہت بھایا تھا۔ جی شکریہ میں نے کہا اور جلدی سے واپس چلنے کی کیونکہ میں جان گیا تھا کہ میرے دل کے دھڑکنوں کی رفتار بہت تیز ہو گئی تھی اور میں نہیں چاہتا تھا کہ اس رفتار کی گونج اس کو بھی سنائی دے اور وہ میرے دل کا حال نہ جان لے آج میں بہت خوش تھا کیونکہ آج اس کا لہجہ تلخ نہ ہوا تھا بلکہ لبوں پر مسکراہٹ تھی اور اس نے بہت ہی اچھے اور پیار بھرے انداز میں کہا تھا کہ پھینکتی ہوں۔ اس کے اس لہجے کو میں اپنے لیے پیار سمجھنے لگا تھا۔ اور پھر میں دوستوں کے پاس آ گیا اور کہا کہ گیند مل جائے گی اور پھر ایسا ہی ہوا وہ ہمیں چھت پر نظر آئی گیند اس کے ہاتھ میں تھی اور وہ چھت کی منڈیر کے ساتھ کھڑی تھی اس کی نظریں مجھ پر ہی تھیں سب ہی اسے دیکھ رہے تھے اور وہ مجھے دیکھ رہی تھی اور پھر اس نے گیند بھی میری طرف اچھال دی جسے میں نے کیچ کر لیا۔ پھر وہ واپس چلی گئی میں اس کی سوچ میں ڈوب گیا کہ اس نے گیند کو میری طرف

ہی کیوں پھینکا ہے اور پھر دروازے والا واقعہ بھی میرے لیے بہت اہم تھا آج وہ مجھے دیکھ کر مسکرائی تھی نہ تو اس نے غصہ کیا تھا اور نہ ہی مجھے آتشی نظروں سے دیکھا تھا کیا اسے مجھ سے۔۔۔ اس سے آگے کا سوچ کر میرے دل کو سکون سا ملنے لگا تھا میں بار بار اوپر چھت پر دیکھتا رہا کھیل کی طرف میرا دھیان کم تھا۔ وہ رات میری اس کی سوچوں میں گزری رات بھر مجھے نیند نہ آئی۔ اس کا چہرہ میری نظروں سامنے گھومتا رہا یہ پہلا دن تھا کہ میں کسی کے لیے جاگ رہا تھا اور میں محسوس کر رہا تھا کہ جیسے مجھے اس سے محبت ہو گئی ہے اپنے دل کو بہت سمجھا تا رہا تھا کہ میں اس منزل میں نہ پڑوں کیونکہ اس کا اور میرا دور کا بھی جوڑ نہ تھا وہ کوٹھی میں رہتی تھی جبکہ ہم لوگ عام سی زندگی بسر کر رہے تھے۔ میرے دل میں ایک ڈر تھا کہ اگر ان کی فیملی میں سے کسی کو بھی خبر ہو جاتی تو نجانے کیا کچھ ہو جاتا میرے ساتھ میرے گھر والوں کا بھی نجانے کیا حال ہوتا۔ یہ ایسا خوف تھا جو میرے قدم روک رہا تھا میں آگے بڑھنے کی بجائے پیچھے ہٹنے کو ترجیح دی اور یہ سوچ کر سو گیا کہ میں اس کا کبھی بھی تصور اپنے دل میں نہیں لاؤں گا لیکن یہ میری خام خیالی تھی صبح ہوتے ہی میں رات والی بات کو بھول گیا اور یاد رہا تو اس کا چہرہ اس کی مسکراہٹ اس کی آنکھوں کی گہرائی اور پھر دل کے معاملے میں ہر کوئی ہار جاتا ہے میں بھی ہار گیا تھا۔

وہ مجھے شدت سے یاد آنے لگی یہی جی چاہتا کہ اس کو صرف ایک بار دیکھ لوں چاہے وہ کوئی بھی بات نہ کرے بس ایک بار میرے سامنے آ جائے میری شدت اتنی بڑھنے لگی تھی کہ میں صبح ہوتے ہی گلی میں ادھر ادھر چکر لگانے لگتا تھا کسی کو بھی معلوم نہیں ہونے دیتا تھا کہ میں کیونکر چکر لگا رہا ہوں اسے سب صبح کی سیر کہتے تھے جبکہ میں جانتا تھا کہ یہ صبح کی سیر نہیں ہے سیر کے پیچھے کوئی اہم راز پوشیدہ ہے جسے میرے علاوہ کوئی بھی نہیں جان سکتا ہے۔ لیکن وہ تھی کہ ایک بار بھی مجھے دکھائی نہ دی تھی نہ چھت پر اور نہ ہی گیٹ پر نجانے وہ کہاں چلی گئی تھی یا پھر اس کو میرے دل کی خبر نہ تھی اگر خبر ہوتی تو مجھے اپنا دیدار ضرور کروا دیا کرتی۔ اور پھر ہو سکتا ہے کہ اس کے دل میں میرے لیے ذرا بھی کوئی بھی تڑپ نہیں ہے اگر ہوتی تو میری طرح اس کے دل میں بھی بے چینی ہوتی وہ بھی میری طرح کبھی چھت پر اور کبھی گیٹ تک آتی یہ تڑپ صرف میرے دل میں ہے اور میں اکیلا تنہا ہی اس پیار کی آگ میں جل رہا ہوں ایک ایسی آگ۔ میں۔ جس کی تپش دوسروں تک نہیں صرف میرے خود تک ہی محدود ہے میں سوچنے لگا تھا کہ یہ مجھے کیا ہو گیا ہے میں نے اپنی ایسی حالت کیوں بنا لی ہے دوسرے لڑکوں کی طرح میں اپنی زندگی کو انجوائے کیوں نہیں کر رہا ہوں کیوں خود کو اداس کر لیا ہے کیوں اس راستے پر چل پڑا ہوں۔ جس میں نہ کھانے کا ہوش رہتا ہے نہ پینے کا اور نہ ہی کچھ اور کرنے کا بس سوچوں میں کھویا رہا جاتا ہے مجھے سنبھل جانا چاہیے کیونکہ اس محبت کا کیا فائدہ۔ جس کی تڑپ دوسروں تک نہ پہنچ پائے۔ جس کا اثر دوسروں کو نہ ہو ایسے کئی فیصلے میں نے کر لیے لیکن ان پر پورا نہ اتر سکا مرض بڑھتا گیا جوں جوں دعا کی، میری مثال ایسی ہو گئی تھی میں اس کی یادوں سے چھٹکارا چاہتا تھا اتنا ہی وہ مجھے بے بس کر رہی تھی جی چاہتا تھا کہ جا کر اس سے کہہ دوں کہ خود تو آرام سے سوتی ہوں میری نیند چرالی ہے۔ آہ میں کیا کروں۔ کہاں جاؤں کس سے اس کا حل تلاش کروں تنہا ہی محبت کی آگ میں جلتا جا رہا تھا۔ اور شاید تنہا ہی اب مجھے جلنا تھا۔

❀❀❀

ارے بھئی کہاں گم ہو فریسہ نے مجھے جھنجوڑا میں یکدم ہوش کی دنیا میں آ گیا وہ میرے کمرے میں چلی آئی تھی۔ تم تم یہاں میں نے حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ میری بات سن کر وہ مسکرا دی اور بولی کیوں میرے یہاں آنے پر کوئی پابندی ہے۔ نہیں نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے لیکن مجھے کہہ دیا ہوتا میں خود ہی آ جاتا۔ آپ کو کیسے کہہ دیتی یہ دیکھو۔۔۔ یہ دیکھو اس نے میرا موبائل میری جیب سے باہر نکالتے ہوئے اس کی شاید آپ کو ضرورت نہیں رہی ہے یہ بند ہے تو بند ہے صبح سے ٹرائی کر رہی ہوں اور صبح سے ہی بند جا رہا ہے میں پریشان ہو رہی تھی کہ خیریت تو ہے کہ اتنی دیر تک تمہارا موبائل کبھی

بھی بند نہیں ہوا یہ اور آج بند ہی جا رہا ہے میں تو تمہاری خیریت جاننے کے لیے آ گئی تھی اس کی بات سن کر میں نے ایک سرد آہ بھری اور جلدی سے اس کے ہاتھ سے موبائل لے کر چارج پر لگا دیا سوری جان واقعی میں بھول گیا تھا کہ یہ بند ہے یا کھلا ہوا ہے دیکھو نعمان میں کئی دنوں سے محسوس کر رہی ہوں کہ تمہارا ساتھ کوئی مسئلہ ہے جو تم میرے ساتھ ایسا کر رہے ہو کیا کوئی اور مل گئی ہے۔ اس کی اس بات پر میں اچھل پڑا جیسے اس نے میری چوری پکڑ لی ہو۔ یہ یہ تم نے کیا کہہ دیا ہے تمہارے ہوتے ہوئے مجھے کسی اور کی بھلا کیسے طلب ہو سکتی ہے تم نے ایسا سوچا بھی کیوں ہے۔ میری اس بات پر اس نے ایک گہری سانس لی اور بولی نعمان عورت کی چھٹی حس بہت تیز ہوتی ہے وہ بہت جلد سمجھ جاتی ہے کہ کچھ ایسا ہو رہا ہے جو وہ نہیں چاہتی ہے تمہاری حرکتوں کو میں کئی دنوں سے نوٹ کر رہی ہو تم مجھ سے باتیں کرتے کرتے کہیں کھو جاتے ہو اور میرے پوچھنے پر مجھے ٹال جاتے ہو بتاؤ کیوں کر رہے ہو میرے ساتھ ایسا میرے اندر کون سی کمی تم نے دیکھی ہے میری چاہتوں میں میری محبتوں میں کونسی کمی دیکھی ہے۔ نہیں جان ایسی کوئی بھی بات نہیں ہے تم ایسا کیوں سوچنے لگی ہو بس سر میں درد سا رہنے لگا ہے میں خود بھی سمجھ نہیں پا رہا ہوں کہ میرے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے یہ درد یکدم ہی شروع ہو جاتا ہے اور پھر بڑھتا ہی چلا جاتا ہے اور یوں دل چاہتا ہے کہ بس لیٹا ہی رہوں کوئی بھی مجھے بلانے والا نہ ہو میں ہوں اور میری تنہائی ہو۔

میری بات سن کر اس کی آنکھیں بہنے لگیں اتنی بڑی اذیت سے گزر رہے ہو اور مجھے بتایا تک نہیں گیا غیر سمجھنے لگے ہو مجھے نہیں یار ایسی بات نہیں ہے میں تمہارے دل کو جانتا ہوں میں جانتا ہوں کہ تم ہر بات کو دل میں لگا لیتی ہو اس لیے تمہیں کچھ بھی نہیں بتایا ہے۔ چلو اٹھو آؤ میرے ساتھ میں تم کو خود اچھے سے ہسپتال میں لے کر چلتی ہوں پتہ کرواتی ہوں کہ تمہارے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ اوہ جان میں نے رپورٹ لی ہے ڈاکٹروں کو دکھایا ہے کہتے ہیں بی پی کا مسئلہ ہے اور کچھ بھی نہیں ہے اوہ۔ اس نے ایک گہری سانس لی اور بولی جان اپنا دھیان رکھا کرو اپنے اوپر توجہ دیا کرو تم جانتے ہو ناں کہ میری زندگی تم سے جڑی ہوئی ہے تمہیں کچھ تکلیف ہو درد مجھے ہوتا ہے جان اپنے آپ کو تنہا نہ رکھا کرو جب بھی خود کو تنہا محسوس کرو میرے پاس چلے آیا کرو یا مجھے بلا لیا کرو میں کس لیے ہوں۔ اس کی اس بات پر مجھے اس پر بہت زیادہ پیار آنے لگا میں نے کہا۔

فریسہ میری جان تم جیسا کوئی بھی اس دینا میں نہیں ہے تمہارے پیار کی انتہا کو دیکھ کر کبھی کبھی میں خود بھی کانپ جاتا ہوں کہ اگر تم مجھے نہ ملی تو میرا کیا ہو گا۔ میرے یہ الفاظ کہنے کی دیر تھی کہ اس نے جلدی سے میرے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا نعمان۔۔ نعمان۔ دوبارہ ایسی بات نہ کرنا میں صرف تمہارے لیے ہوں تم میرا پہلا پیار ہو اور ہمیشہ پہلا پیار ہی رہو گے دیکھو میں تمہارے پاس ہوں اگر چاہو تو ابھی میں تمہارے ساتھ کورٹ جانے کو تیار ہوں ابھی نکاح کرنے کو تیار ہوں۔ میرے اندر ذرا بھی کسی کا ڈر نہیں ہے موت تو آنی ہے جیسے بھی آئے پھر ڈر کیسا رات کے پچھلے کی اندھیری راتوں میں بھی مجھے پکارو گے تو میں بھاگتی ہوئی چلی آؤں گی نہ اندھیروں کے خوف کو دیکھوں گی اور نہ ہی یہ دیکھوں گی کہ کوئی میرا اپنا اٹھ گیا ہے اور مجھے دیکھ رہا ہے۔ اس کی باتیں سن کر مجھے بہت زیادہ حوصلہ ملا اور میں سوچنے لگا کہ وہ ایک لڑکی ہو کر کسی سے بھی ڈرتی نہیں ہے اور میں مرد ہو کر بھی ڈرتا رہتا ہوں میرے ساتھ ایسا کیوں ہے شاید میں شروع ہی سے ڈرپوک انسان تھا محبت تو کر بیٹھا تھا لیکن جب اپنانے کی بات ہوتی تھی تو مجھے ڈر لگنے لگ جاتا تھا کہ اگر کسی کو معلوم پڑ گیا تو ہمارا کیا حال ہو گا ہمیں بے موت مار دیا جائے گا اور موت کا تصور ہی میرے دل کو ایک کچھا ؤ لگا جاتا ہے اور میں سر سے پاؤں تک کانپ کر رہ جاتا تھا لیکن وہ۔ وہ تو موت سے لڑنے کو تیار تھی زندگی کی مشکل اور دشوار راہوں پر چلنے کو تیار تھی اس کے نزدیک ایک ہی بات تھی جب پیار کیا تو ڈرنا کیا۔ اور میں کہتا تھا کہ پیار میں بھی ہوش سے کام لینا چاہیے۔ پھر کہیں کھو گئے اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ میں مسکرا دیا اور کہا جان تمہاری ہی باتوں میں کھو گیا ہوں کہ مجھ میں اتنا حوصلہ

کیوں نہیں ہے جو تمہارے اندر ہے میں اس قدر ڈرپوک کیوں ہوں۔ میری بات سن کر اس نے ایک سرد آہ بھری اور بولی میں تمہارے اس خوف کو ختم کر سکتی ہوں تم کو سب سے زیادہ خوف میرے بھائیوں سے ہے ناں۔ ہاں ہاں مجھے سب سے زیادہ خوف تمہارے بھائیوں سے ہے میں ہر وقت یہی سوچتا ہوں کہ اگر انہوں نے مجھے کہیں ایک ساتھ دیکھ لیا تو ہمارا وہ حال کریں گے کہ دیکھنے والے بھی محبت سے توبہ کر لیں لیکن تم میرا خوف کیسے ختم کرو گی۔ میری بات سن کر وہ بولی کہ میں آج ہی جا کر بھائیوں سے کہہ دیتی ہوں کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں اور تم مجھ سے محبت کرتے ہو پھر وہ تمہارے پاس آئیں گے اور جو کچھ بھی انہوں نے تمہارے ساتھ کرنا ہوا کریں گے۔ کیا کیا۔۔ کیا مطلب ہے تمہارا مجھے مروانا چاہتی ہو۔ ہاں جان اب یہ ہی حل بچا ہے تمہارے دل سے خوف کرنے کا تم کو ان کا سامنا کرنا ہو گا۔ تم تم پاگل ہو گی ہو بہت بڑی پاگل۔ جو بات میں چھپانا چاہتا ہوں وہ تم خود ہی ان کو بتانا چاہتی ہو تم ایسا کچھ بھی نہیں کرو گی۔ میرے دل کو ایک جھٹکا لگا تھا میری بات سن کر وہ ہنس دی اور بولی۔

میں نے پیار بھی کیا تو ایک ایسے انسان سے جو دینا کا سب سے بڑا ڈرپوک انسان ہے یار ہمت کرو کچھ بھی نہیں ہو گا دیکھو میں نے تمہارے منع کرنے پر خود کو روکا ہوا ہے تمہاری ہر خواہش کا احترام کرنا میں ضروری سمجھتی ہوں اگر تم نے مجھے منع نہ کیا تو میں اپنی محبت کے چرچے اب تک کر دیے ہوتے میں لوگوں کو بتانا چاہتی ہوں کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں اور بہت زیادہ کرتی ہوں۔ نہیں یار تم ابھی ایسا کچھ بھی نہیں کرو گی میں نے منع کیا ہے تو تم منع ہی رہو گی۔ ہماری محبت صرف تمہارے اور میرے درمیان ہی رہنی چاہیے کسی کو بتا کر ہم کیوں کر تماشہ بنیں۔ کیا فائدہ ہو گا میں نے تم کو دوستوں کی باتیں بتائیں ہیں کہ جب سے ان کو پتہ چلا ہے کہ تم مجھ سے پیار کرتی ہو تو تب سے وہ مجھ سے جیلس ہو رہے ہیں اور جان تم جانتی ہو ناں کہ جیلس لوگ کچھ بھی کر سکتے ہیں کسی بھی حد تک جا سکتے ہیں ان کی زندگی کا ایک ہی مقصد ہوتا ہے اگر وہ چیز ان کے پاس نہیں ہے تو کسی اور کے پاس بھی نہ رہے میں سب کچھ دیکھ رہا ہوں لوگوں کی عادت سے واقف ہوتا جا رہا ہوں میں نے تو بہت فخر سے بتایا تھا کہ میں تم کو تم مجھ سے پیار کرتی ہو اور جب میں نے یہ بتایا کہ تم نے آج تک میرا کوئی بھی خرچہ نہیں کروایا جب بھی آتی ہو نہ صرف کھانا کھلاتی ہو بلکہ میری جیب میں کچھ نہ کچھ ڈال دیتی ہو اور میں جو یہ موبائل یوز کر رہا ہوں یہ بھی تم نے لے کر دیا ہے تب تو ان کو آگ سی لگ گئی تھی اور تب سے وہ یہی چاہنے لگے کہ کاش تمہاری اور میری محبت یہیں رک جائے یہیں ختم ہو جائے اور ہو سکتا ہے کہ وہ ایسا کرنے کے لیے کچھ بھی کر گزریں کیونکہ ان کے دلوں میں کھوٹ پڑ گیا ہے۔

میری باتیں سن کر فریسہ نے ایک گہری سانس لی اور بولی جان لوگ کیا کہتے ہیں کیا سوچتے ہیں ان کی فکر نہ کرو اور ان کی باتوں پر توجہ نہ دیا کرو کوئی بھی مجھے تم سے جدا نہیں کر سکتا ہے اور جدا کر بھی کیسے سکتا ہے کیونکہ میں تمہارے بارے میں بہت آگے تک جانا چاہتی ہوں اور جو میں چاہتی ہوں وہ تم کر نہیں رہے ہو دیکھو میں اپنا نام تمہارے نام کے ساتھ جوڑنا چاہتی ہوں میں چاہتی ہوں کہ میرے نام کے آگے تمہارا نام آئے اور میں کالج میں تو ایسا کر لیتی ہوں لیکن دوسروں کے سامنے ایسا نہیں کر سکتی ہوں جب بھی ایسا کرنے لگتی ہوں تمہاری باتیں مجھے روک دیتی ہیں۔ جان میں تمہیں اپنانا چاہتی ہوں میں اپنی محبت کو حاصل کرنا چاہتی ہوں بس تم ایک کام کر دو کہ اپنا نام میرے نام سے جوڑ دو پھر جو جو کہو گے میں کروں میری یہ خواہش پوری کر دو اس کے لیے چاہے مجھے کورٹ لے چلو چاہے یہاں ہی لوگوں کو اکٹھا کر کے نکاح کر لو چاہے جو مرضی کر لو بس مجھے اپنا نام دے دو۔ دیکھو نعمان میں تمہاری بیوی بن کر رہنا ہوں اور میں یہ بھی کر گزروں کہ کسی کو بھی نہیں بتاؤں گی اپنوں میں رہوں گی جب تک تم مجھے اپنوں میں رکھو گے۔ میں رہوں گی بس مجھے اپنا نام دے دو۔ وہ بہت سنجیدہ ہو گئی تھی۔ اور اس وقت اس کی وہ حالت ہو گئی تھی کہ اس کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے تھے۔ میں اس کی محبت کو اس کی چاہت کو دیکھ رہا تھا میں دیکھ رہا تھا کہ وہ مجھ سے کتنا پیار کرتی ہے کتنا چاہتی ہے مجھے میرے

علاوہ کسی اور کا سوچ بھی نہیں سکتی ہے اسے میرا نام چاہیے تھا وہ میری بیوی بن کر رہنا چاہتی تھی اور یہی اس کی سب سے بڑی خواہش تھی۔ جسے پورا کرتے ہوئے میں ڈرتا تھا میں نہیں چاہتا تھا کہ اس کی عزت لوگوں کی نظروں میں گر جائے میں تو یہی چاہتا تھا کہ کوئی ایسا کام ہو جائے کہ میں اس کو عزت سے گھر لے آؤں لیکن یہ بھی شاید ممکن نہ تھا کیونکہ اس نے صاف کہہ دیا تھا کہ نعمان اگر تم یہ چاہتے ہو کہ میرے گھر والے تمہارے ساتھ میرا نکاح کریں تو یہ کبھی بھی نہیں ہو سکتا ہے ہمیں جب بھی ملنا ہے کسی اور طرح سے ملنا ہے اور جو راستہ وہ بتاتی تھی میں جانتا تھا کہ اس کی اور میری موت بن سکتا تھا وہ اکیلی نہ تھی اس کے سات بھائی تھے اور سات بھائیوں کی وہ اکلوتی بہن تھی ہر کوئی اس کے ناز نخرے اٹھاتا تھا۔ وہ سب کی لاڈلی تھی ضرورت کی ہر چیز اس کو دیتے تھے اور ان کو اس پر پورا پورا اعتماد تھا کہ ان کی بہن ہمیشہ ان کی عزت کا خیال رکھے گی اور اگر ان کو پتہ چل جاتا کہ ان کی بہن نے باہر شادی کر رکھی ہے تو پھر کیا ہوگا وہ اپے سے باہر ہو جائیں گے اور پھر۔۔۔ یہ باتیں سوچ کر میں کانپ جاتا تھا۔

دیکھو فریسہ۔ جو کچھ تم چاہتی ہو یہی کچھ میں بھی چاہتا ہوں میں بھی چاہتا ہوں کہ تم میری بیوی بنو میری زندگی میں میرے پاس رہو لیکن۔۔۔ لیکن کو چھوڑ نعمان لیکن وہ چھوڑ وہ تیزی سے لیکن خوش ہوتے ہوئے بولے لیکن ویکن ہمیشہ انسان کو الجھا کر رکھ دیتا ہے بس ہمیں ایک ہونا ہے اور یہ کام ہم کو جلد کرنا ہے دیکھو میں تمہارے ہوں تمہارا ساتھ دینے کو تیار ہوں اور میں سب سے بڑی خواہش سب سے بڑی خوشی یہ ہے تو پھر ڈر کس بات کا اگر تم کو کوئی ڈر ہے تو میں یہ ڈر بھی ختم کر دوں گی میں کورٹ میں کہہ دوں گی کہ ہمیں اپنوں سے خطرہ ہے ہمارا تحفاظت کیا جائے۔ اس کی بات سنکر میں حیران سارہ گیا واقعی ایسا ہو سکتا تھا اس نے یہ بات بہت ٹھیک کہی تھی میرے دل کو لگی تھی میں نے اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں تھام کر چوم لیا اور کہا فریسہ آئی لو یو۔ تم نے بہت اچھی بات کی میرے دل کا خوف ختم کر دیا ہے۔ وہ مسکرا دی شکر ہے یار تم کو کوئی تو میری بات اچھی لگی۔

اس کا مطلب ہے کہ اب تم نے جلد مجھے اپنا نام دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ہاں فریسہ میری جان میں نے فیصلہ کر لیا ہے بس اب دیکھو میں یہ کام کتنی جلدی کرتا ہوں تم بس مطمئن ہو جاؤ اور آج سے تم اپنے آپ کو میری بیوی ہی سمجھو میری اس بات پر اس نے ایک گہری سانس لی اور بولی نعمان بیوی تو میں نے خود کو اس وقت سے سمجھ لیا تھا جب میں نے اپنا دل تمہیں دیا تھا اسی وقت میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ دلہن بنوں گی تو صرف اور صرف تمہاری اور اب تو میرے دل کو خوشی ہو رہی ہے کہ تم نے حامی بھر لی ہے اور میں جانتی ہوں کہ اب تم یہ کام ضرور اور جلد کرو گے اور ساتھ ہی اس نے اپنا پرس کھول دیا اور اس میں سے کافی سارے ہزار ہزار کے نوٹ باہر نکالے اور میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے بولی نعمان تمہیں اس کام کے پیسوں کی ضرورت پڑے گی یہ پیسے تم اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے رکھ لو میں نے انکار کرنا چاہا تو بولی یار غیروں والی باتیں نہ کیا کرو ایک طرف تو بیوی کہتے ہو اور دوسری طرف غیروں والی شروع کر دیتے ہو میرے پاس ہیں تو تمہارے لیے ہی ہیں میں نے ان کو کیا کرنا ہے۔ اور ہاں نعمان تم پیسوں کی فکر نہ کرنا میں بہت زیادہ انتظام کر لوں گی۔ جانتے ہو میری ماما نے میری شادی کے لیے میرے لیے کافی سارا زیور تیار کر رکھا ہوا ہے انکی خواہش تھی کہ وہ لڑکے والوں سے زیور نہیں لیں گے اپنی بیٹی کو خود اپنے گھر سے پہنا کر بھیجیں گے وہ سارا زیور میں لے آؤں گی اور جتنے بھی پیسے میرے ہاتھ لگے وہ بھی میں لے آؤں گی تم انکو بیچ کر ایک چھوٹا سا مکان لے لینا چاہے ایک کمرے کا ہی کیوں نہ ہو ہمارا اپنا تو ہوگا ناں دیکھنا ہم اس کو اپنے پیار کی خوشبو سے مہکا دیں گے اس کی باتیں سن کر میں ہنس دیا اور کہا پگلی ایسا نہیں کہتے میں اتنا کر لوں گا کہ ایک چھوٹا سا مکان بنا لوں میری پیچھے گاؤں میں کچھ زمین ہے جو بیکار پڑی ہوئی ہے میں اس کو بیچ دونگا اور اس سے اپنا گھر بنا لوں گا میری بات سن کر وہ بولی اگر وہ بیکار پڑی ہے تو پھر دیر کس بات کی جلدی بیچوا سے تم جانتے ہو کہ شہروں میں اگر کوئی چیز تیزی سے مہنگی ہوتی ہے تو وہ جگہ ہی ہوتی ہے جس کا ریٹ آج کچھ ہوتا ہے اور کل

کچھ۔ میں نے کہا ہاں میں ایسا ہی کرتا ہوں کیونکہ تم سے پیار کرنے سے پہلے میں نے تو یہی سوچا تھا کہ اس چھوٹے سے کمرے میں اپنی پوری زندگی بسر کر دوں گا لیکن اب مجھے اپنی سوچ کو بدلنا ہوگا میں ایک دو دن میں گاؤں جاتا ہوں اور اس کا گاہک لگواتا ہوں۔ اور جان آئی لو یو میں جانتی تھی کہ جس طرح میں تم کو چاہتی ہوں تم بھی اسی طرح مجھے چاہتے ہو اگر میری خواہش تم کو حاصل کرنے کی تھی تو تمہاری خواہش بھی مجھے حاصل کرنے کی ہے میں آج بہت خوش ہوں آج تم نے مجھے بہت بڑی خوشی دی ہے وہ خوشی سے اٹھتے ہوئے بولی اور کہا اچھا اب بس چلتی ہوں میں گھر میں سہیلی کو ملنے کا کہہ کر آئی تھی اتنا کہہ کر وہ باہر نکل گئی۔

❁❁❁

آج پھر میں اس کچی بستی میں کھڑا تھا اس کا گھر میری نظروں سامنے تھا مجھے خود معلوم نہیں کہ میں یہاں کیوں آ جاتا ہوں ایسی کون سی بات ہے جو مجھے یہاں کھینچ لاتی ہے حالانکہ وہ نہیں تھی جو میرا پیار ہوتی تھی جس کے بغیر میں خود کو ادھورا سمجھتا تھا جو میری زندگی کا ایک اہم حصہ تھی یہ کوئی اور تھی بس مجھے وہ لگی تھی جو مجھے بار بار اس تک لے آ رہی تھی وہ آج پھر گھر کے دروازے پر نہیں آ رہی تھی کیا وہ یہاں مہمان بن کر تو نہیں آئی تھی اس گھر والے اس کے رشتہ دار تو نہیں ہیں یہ ایک نئی سوچ تھی جس نے مجھے پریشان کر دیا ہاں ہو سکتا ہے کہ وہ یہاں مہمان بن کر آئی ہو اور میں اس کو اس کا گھر سمجھ رہا ہوں لیکن اگر وہ مہمان بن کر آئی ہوتی تو اس کے جسم پر کپڑے صاف ہوتے عام گھریلو کپڑے نہ ہوتے وہ تو ایسے دکھائی دی تھی جیسے وہ غربت کی ماری ہوئی ہو اس نے چند لمحوں کے لیے باہر جھانکا تھا وہ بہت بدلی ہوئی لگی تھی یوں جیسے اس نے اپنی تمام اناؤں کا گلا گھونٹ دیا ہو۔ جیسے اس کو دولت کوٹھیوں سے کوئی لگاؤ نہ ہو۔ میں ایسی ہی سوچیں سوچ رہا تھا کہ وہ ایک طرف سے مجھے آتی ہوئی دکھائی دی۔

اس کے ساتھ کوئی اڈھیر عمر کا آدمی تھا اور ساتھ ایک بچہ بھی تھا جو پیدل چلتا ہوا آ رہا تھا اس نے بچے کی انگلی پکڑ رکھی تھی اس نے چہرے پر نقاب کیا ہوا تھا صرف آنکھیں ہی دکھائی دے رہی تھی میں نے اس کی آنکھوں کو پہنچان لیا وہ وہی تھی ہاں وہی تھی اس نے میرے قریب سے گزرتے ہوئے مجھے نظریں اٹھا کر دیکھا تھا اور پھر دوسری تیسری بار بھی دیکھا تھا میں سمجھ گیا تھا کہ اس نے مجھے پہنچان لیا ہے وہ تیزی سے میرے قریب سے گزر گئی تھی اور اسی گھر کے دروازے پر کھڑی ہو گئی تھی اس کی نظریں مجھ پر ہی تھیں وہ بوڑھا شخص اندر چلا گیا تھا اور وہ باہر ہی کھڑی تھی بچہ بھی اس کے پاس تھا اس نے بچے کے ہاتھ میں کوئی چیز پکڑائی تھی اور خود اندر چلی گئی تھی میرے دل کی ڈھرکنیں تیز ہو گئیں میں سوچوں کے جھنجال میں پھنس کر رہ گیا یہ یہ بوڑھا کون ہے یہ شخص وہ تو نہ تھا جس سے وہ پیار کرتی تھی وہ تو کوئی اور تھا پھر یہ اس کے ساتھ کیوں ہے میں ابھی یہی سوچ رہا تھا کہ وہ دوبارہ باہر دروازے تک آئی اور مجھے دیکھنے لگی میں محسوس کرنے لگا کہ اس کے دل کی بے تابی بڑھتی جا رہی تھی اس کو بیتا ہوا وقت یاد آ گیا تھا وہ مجھے پہنچان گئی اور شاید اس کو یقین نہیں ہو رہا تھا کہ یہ میں ہوں جو اس کے گھر کے سامنے کھڑا ہوں وہ بچہ ایک دکان میں چلا گیا تھا جہاں سے اس نے کچھ خریدا تھا اور واپس چل دیا بچہ پانچ سال کا تھا اور اس کی طرح بہت ہی خوبصورت تھا میں نے بچے کو روک لیا اور اس کے گالوں کو بوسہ دے دیا بچہ حیرت زدہ مجھے دیکھنے لگا تھا اس کی سوچ میں بھی یہ بات نہ تھی کہ میں اس کو کیوں پیار کر رہا ہوں وہ بس مجھے دیکھے جا رہا تھا میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور میرے ہاتھ میں پانچ ہزار کا نوٹ آ گیا جو میں نے اس کو پکڑا دیا اور کہا اپنی ماما کو دے دینا۔ وہ دروازے کے سامنے کھڑی تھی اور ہمیں دیکھ رہی تھی اس کی حالت بے چینی تھی اس نے جان لیا تھا کہ میں نے بچے کو پیسے دیئے ہیں کتنے دیئے ہیں یہ وہ جان نہ سکی تھی بچہ اسی طرح اپنے پیارے سے انداز میں چلتا ہوا دروازے تک پہنچا تو اس نے جلدی سے اس کے ہاتھ سے پیسے پکڑ لیئے اس کو ایسا ہی کرنا چاہیے تھا کیونکہ اگر بچہ اندر پیسے لے جاتا اور سب کو دکھا دیتا تو شاید گڑبڑ ہو جاتی وہ سمجھدار تھی میری جیسی سوچ اس کی بھی تھی اسی لیے اس نے پیسے اس کے ہاتھ سے لے لیے تھے

اور میرے سامنے ہی اس نے وہ پیسے دوپٹے کے پلو میں باندھ لیئے تھے اور بچے کو لے کر اندر چلی گئی تھی۔ میری نظریں ابھی تک دروازے پر لگی ہوئی تھیں مجھے یقین نہیں ہو رہا تھا کہ یہ وہی ہے جو غریب انسان کو انسان نہ سمجھتی تھی ان سے ہمیشہ دور رہتی تھی۔

اف خدایا۔ یہ کیسی زندگی جی رہی ہے۔ اس کے ساتھ ایسی کون سی کہانی ہے جس نے اسے ایک خوبصورت کوٹھی سے ایک کچے مکان میں لا پھینکا تھا۔ میں اس کے بارے میں سوچتا ہوا گھر کی طرف چل دیا آج میرا دل بہت دکھی ہو گیا تھا اس کی حالت دیکھ کر میں اندر سے ٹوٹ گیا تھا وہ جو بھی تھی میری محبت تھی میری چاہت اس نے مجھ سے محبت نہ کی تھی مجھے غریب ہی سمجھتی رہی تھی لیکن میں تو اس سے پیار کرتا تھا وہ میرا پہلا پیار تھا اور یہ بات حقیقت ہے کہ انسان اپنے پہلے پیار کو کبھی بھی بھول نہیں پاتا ہے اور خاص کر جب وہ دوبارہ دکھائی دے اور اس روپ میں ملے جو اس کے لیے بہت عجیب سا ہو اگر وہ کسی گاڑی میں کسی اونچے مکان میں نظر آتی تو شاید میری سوچوں میں اتنی گہرائی پیدا نہ ہوتی جواب ہوئی تھی کیونکہ اس کے پچھلی زندگی میرے سامنے تھی میں اس کی سوچوں کو جانتا تھا اس کے تصورات کو جانتا تھا اس لیے اسے ایسے روپ میں دیکھ کر کئی کہانیاں میرے دل و دماغ میں گھومنے لگیں تھیں کئی سوالات جنم لینے لگے تھے اور میں اس کے بارے میں جاننا چاہتا تھا۔

میں اس سے پوچھنا چاہتا تھا کہ یہ سب کیسے ہوا ہے وہ محل سے نکل کر ایک کچے مکان میں کیسے آ گئی ایسی کیا مجبوری تھی جو اس کو اس جگہ لے آئی تھی یہ سب کچھ میں جاننا چاہتا تھا میرا دل بجھا بجھا تھا کچھ بھی کرنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ جی چاہ رہا تھا کہ میں اپنی موٹر سائیکل سارخ ایک مرتبہ پھر اس کے گھر کی طرف موڑلوں اور اس کے گھر میں جا کر اس سے سب کچھ پوچھوں لیکن ایسا کرنا میرے لیے مشکل تھا لیکن اب یہ بات بھی میں جان گیا تھا کہ اس کو معلوم ہو گیا تھا کہ میں اس کے گھر سے سامنے آتا رہتا ہوں اب وہ ہر روز میرے لیے باہر نکلا کرے گی۔ عجیب سی سوچوں میں میں پھنسا ہوا گھر کی طرف جا رہا تھا میری نظروں سامنے اس کا اجڑا ہوا چہرا تھا وہی چہرہ جو کبھی کھلا ہوا مہکتا ہوا رہتا تھا۔ اس کی زندگی ایسی کیوں ہو گئی ہے میں یہ سب جاننے کے لیے بے چین ہو رہا تھا۔ میں اس کی گہری سوچوں میں ڈوبتا جانے لگا سات سال پہلے کی دنیا میں کھوتا جانے لگا جہاں اس کا روشن اجلا مہکتا ہوا چہرہ دکھائی دینے لگا۔

(اس کے بعد کیا ہوا یہ سب جاننے کے لیے اگلا شمارہ ضرور پڑھیے۔)

❀❀❀

زندگی

زندگی ایک ایسے درخت کی مانند ہے جس کے پھول تو راحت دیتے ہیں لیکن اس کے کانٹے اذیت دینے سے باز نہیں آتے۔ زندگی انسان کے ساتھ کیا بھیانک کھیل کھیلتی ہے یہ انسان کبھی سوچ بھی نہیں سکتا۔ یہ زندگی کا سفر بہت کٹھن راستہ ہے، اس راستے میں خوش نصیب ہوتے ہیں جو اپنی منزل طے کر لیتے ہیں۔ اکثر اس سفر میں تکلیفیں ہوتی ہیں۔ کوئی کسی کی جدائی میں تڑپتا ہے۔ کوئی کسی کے انتظار میں یہ سفر طے کر لیتا ہے۔ کوئی محبت کے سہارے زندگی بسر کرتا ہے۔ کسی کو اپنوں نے برباد کیا ہوتا ہے، کسی کو دشمنوں نے۔ پھر انسان کے لئے یہ سفر بڑی مشکل سے طے ہوتا ہے۔ اسے جب تمام صدمے نچھاور ہو جائیں تو وہ اپنے آپ کو بھول جاتا ہے۔ انہیں اپنے آپ سے نفرت ہو جاتی ہے۔

☆.....آر ساگر گلزار کنول

لاوارث لڑکی

----تحریر۔حمیرہ سعد۔لاہور۔آخری قسط----

سیما کے دل کی کیفیت بہت پرسکون ہوگئی تھی اسے یقین ہونے لگا تھا کہ جس طرح میں ان کے لیے روتی ہوں
وہاب کہاں ہے وہ ٹھیک تو ہے ناں۔میری باتیں سن کرانہوں نے اٹھ کر مجھے گلے سے لگالیا۔اور پھوٹ پھوٹ
کررودیں ماما کیابات ہے وہاب ٹھیک تو ہے۔بیٹی دس دن ہوگئے ہیں وہ قبر میں لیٹا ہوا ہے وہ زندہ نہیں بچ
سکا تھا مجھے یوں لگا جیسے میری نظروں سامنے اندھیرا پھیلنے لگا ہو میں گرنے لگی تھی کہ ماما نے مجھے سنبھال لیا
اور پھر میں پھوٹ پھوٹ کررودی اور روتی ہی چلی گئی دس دن ہوگئے ہیں آپ لوگوں نے مجھے بتایا نہیں ہے
میرے اس سوال کا ان کے پاس جواب تو تھا لیکن وہ کچھ بھی نہ کہہ سکیں خاموش رہیں ماما مجھے انکے پاس لے چلو
میں نے روتے ہوئے کہا۔اور انکا بازو کھینچنے لگی اور پھر انکے ساتھ گھر سے باہر نکل گئی ہم دونوں ہی روتی جا رہی
تھیں مجھے ایک لمحہ کو بھی سکون نہ تھا میں لٹ چکی تھی میں جینا نہیں چاہتی تھی یہ بات میں نے وہاب کی قبر کے
پاس کھڑے ہوکر کہہ دی وہاب مجھے بھی اپنے پاس بلا لو دیکھو میں کتنی اکیلی ہوکر رہ گئی ہوں میرا سب کچھ
تمہارے ساتھ تھا اگر تم نہیں ہو تو پھر مجھے زندہ رہنے کا کوئی بھی حق نہیں۔ہے میں اپنی زندگی کا خاتمہ کرلوں میری
باتیں سن کر ماما تڑپ گئی۔ایک سنسنی خیز سچی کہانی۔

مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا میرا دل ڈوبتا جا رہا تھا میری حالت دیکھ کر ممی پاپا بھی پریشان ہونے لگے بولے
بیٹی پریشان نہ ہو وہ کہیں گیا ہوگا آجائے گا واپس۔پاپا اس کا فون بھی بند ہے پہلے کبھی بھی ایسا نہیں ہوا تھا وہ
جہاں بھی جاتے تھے مجھے بتا دیا کرتے تھے اگر بتا کر نہ بھی جاتے تو فون کردیتے تھے لیکن اب نہ تو انہوں نے کچھ بتایا ہے
اور نہ ہی اتہ پتہ معلوم ہے میں ہر طرف فون کرچکی ہوں لیکن کچھ بھی پتہ نہیں چلا ہے رات گہری ہوتی جا رہی ہے۔ابھی ہم
لوگ باتیں کرہی رہے تھے کہ ان کی گاڑی کے ہارن کی آواز سنائی دی میں تیزی سے کمرے سے باہر نکل کر باہر کی طرف
بھاگی گیٹ کیپر گیٹ کھول رہا تھا ان کو دیکھ کر میں نے شکر ادا کیا اور وہ ابھی گاڑی اندر ہی لے کر آئے تھے کہ میں نے ان پر
سوالوں کی بوچھاڑ کردی۔

کہاں چلے گئے تھے آپ دیکھو میرا کیا حال ہوا ہے پورے گھر والے تمہاری وجہ سے پریشان ہیں اور میری حالت کو
تو تم جانتے ہو مجھ پر کیا بیت رہی تھی۔میری باتیں سن کر وہ مسکرادیا اور بولا۔ارے پاگل بازار چلا گیا تھا ایک دوست
آگیا تھا اور اس کے ساتھ کافی دور تک چلا گیا تھا موبائل کی بیٹری بند ہوگئی تھی اس لیے بند ہوگیا تھا فکرمند ہونے کی
ضرورت نہیں ہے دیکھو میں بالکل ٹھیک ہوں۔اس کی باتیں سن کر مجھے کچھ سکون سا ملا میں اس کے ساتھ ہی کمرے میں
آگئی اور پھر اس کے کپڑے تبدیل کئے اور نوکر کو کھانے کو کہہ دیا جلد ہی کھانا لگ گیا میرے ممی پاپا کو بھی سکون ہوگیا تھا کہ
وہاب خیریت سے گھر آگئے تھے ورنہ وہ جانتے تھے کہ میں اس کی تلاش میں گھر سے باہر بھی جا سکتی تھی۔کھانے سے فارغ
ہوکر میں نے کہا چلو آؤ بازار چلتے ہیں کچھ شاپنگ وغیرہ کرتے ہیں وہ بولے ارے بھئی خیر تو ہے کہ اس وقت یاد آگیا ہے
شاپنگ کا میں نے کہا۔ہاں جان میرا موڈ بنا ہوا ہے کچھ دیر تمہارے ساتھ گھومنے پھرنے کا کہیں بھی چلتے ہیں میری بات
سن کر وہ بولا ٹھیک ہے جی جیسے آپ کا حکم۔ہم تو حاضر ہیں اتنا کہتے ہی وہ کمرے سے باہر نکل گیا اور میں بھی اس کے ساتھ
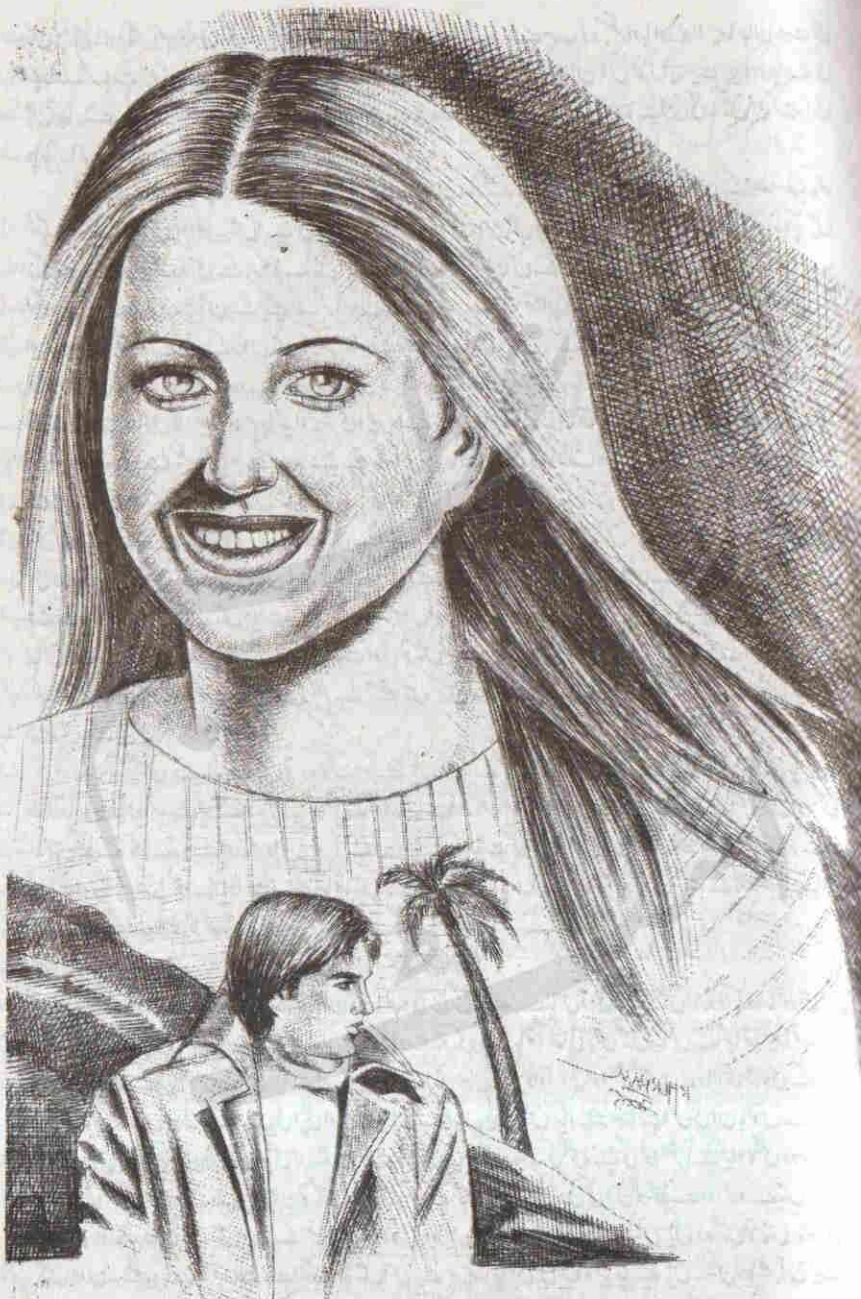
چل پڑی۔ اور پھر ہم دونوں لمبی ڈرائیو پر چل پڑے وہاب کیسا لگ رہا ہے سب وہ مسکرا دیا اور بولا سیما جان بہت ہی اچھا لگ رہا ہے سیما جان میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ ہم دونوں کے درمیان اس قدر اپنائیت پیدا ہو جائے گی میں تمہارے لیے نہیں لڑا ہوں تم میرے لیے لڑی ہو تم نے ثابت کر دیا ہے کہ پیار کیا چیز ہوتا ہے اس کی باتیں سن کر میرا جی چاہا کہ اس کے سینے پر سر رکھ کر گہرا سکون لوں۔

میں نے کہا ہاں وہاب میری جان میں جانتی تھی کہ کچھ دن ہمارے لیے پریشانی کے ہوں گے اس کے بعد سب کچھ ٹھیک ہو جائیگا ایسا ہی ہوا تھا۔ میں اپنے ممی پاپا کو اچھی طرح جانتی ہوں میں جانتی تھی کہ وہ میرے بغیر زندہ نہیں رہ پائیں گے میں مانتی ہوں کہ وہ کسی کے بہکاوے میں آ گئے تھے لیکن پھر بھی انہوں نے میری کمی کو شدت سے محسوس کیا ان سب لوگوں کے منہ بند کر دیئے جن کے پیچھے لگ کر انہوں نے مجھے گھر سے نکالا تھا اور وہ اب تک پچھتا رہے ہیں کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا تھا تم نے ان کے دلوں میں جو گھر بنالیا ہے وہ ہر لمحہ تمہاری باتیں کرتے ہیں اب وہ کہتے ہیں کہ میرا فیصلہ ٹھیک تھا اگر عدیل کے ساتھ مجھے بیاہ دیتے تو شاید کچھ بھی نہ بچتا سب کو وہ ہتھیا کر۔ لے جاتا اس کا مجھ سے شادی کرنے کا مقصد مجھ سے پیار نہ تھا اس کا مقصد تمام جائیداد فیکٹری وغیرہ اپنے نام کروانا تھا وہ چاہتا تھا کہ وہ شادی سے پہلے ہی میرے پاپا کی سیٹ سنبھال لے لیکن پاپا ایسا نہیں چاہتے تھے کچھ اس کی عادتوں سے وہ واقف ہو چکے تھے۔ میری باتیں سن کر اس نے ایک گہری سانس لی اور بولا ہاں شاید تم ٹھیک کہتی ہو کہ عدیل ایسا کر سکتا تھا میں نے اس کو بہت قریب سے دیکھا ہے اس کے بارے میں جاننے کی کوشش کی ہے اس نے ایک بار کہا تھا کہ تم سیما کے پیچھے اس لیے لگے ہوئے ہو کہ تمہیں اس کی دولت چاہیے تم جانتے ہو کہ وہ ماں باپ کی اکلوتی بیٹی ہے۔ میں نے اندازہ لگایا تھا کہ اس نے یہ بات کیوں کی تھی اس کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ میں دولت کی خواہش رکھتا ہوں اور شاید میرے بارے میں بھی اس کی یہی رائے تھی اور تم تو جانتی ہو کہ مجھے دولت سے محبت نہ تھی اگر مجھے محبت ہوتی تو میں تم سے رنگ رنگ کی فرمائش کرتا لیکن میں نے ایسا کچھ بھی نہ کیا۔ پلیز جان چھوڑو یہ کون سا موضوع ہم لے بیٹھے ہیں ہمیں کچھ اور سوچنا چاہیے کچھ اپنے مستقبل کے سوچنا چاہیے ۔میری بات سن کر وہ مسکرا دیا اور بولا۔

جان مستقبل کے بارے میں تو وہ لوگ سوچتے ہیں جن کے پاس گزرا کرنے کے لیے کچھ ہو ہمارے پاس تو خدا تعالیٰ کا دیا ہوا سب کچھ ہے۔ ہاں یہ بھی تم نے ٹھیک کہا ہے ادھر پھر ہم ادھر ادھر کی باتیں کرتے ہوئے کبھی کہیں اور کبھی کہیں گھومتے پھرتے رہے اور پھر واپس گھر آ گئے آج نجانے کیا بات تھی کہ میرا دل اس کے ساتھ باہر گھومنے پھرنے کو چاہا تھا اور پھر خوب انجوائے ہوا تھا بس پھر کیا تھا میں نے اس سے کہہ دیا کہ اب ہر روز ہم دونوں شام کے بعد گھر سے باہر جایا کریں گے اور رات کا کھانا باہر ہی کھا کر آیا کریں گے اور ہم ایسا ہی کرنے لگے۔

❁❁❁

نجمہ کی باتوں نے مجھے آج بہت پریشان کر دیا تھا وہ آج صبح ہی میرے پاس آ گئی تھی اور میں اور وہ ایک ساتھ ہی گھر کے لان میں بیٹھی رہی تھیں اور وہاں ہی بار بار چائے اور جو جو جی چاہ رہا تھا کھاتی رہی تھیں۔ اس نے کہا تھا سیما تمہاری شادی کو چھ ماہ سے زیادہ عرصہ بیت گیا ہے اور میں محسوس کر رہی ہوں کہ تم کو اولاد کی خواہش نہیں ہے حالانکہ شادی کے بعد ہر عورت کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی اپنی اولاد ہو اولاد سے میاں بیوی میں پیار پختہ ہوتا ہے اس کی ان باتوں نے مجھے سوچوں میں ڈال دیا تھا وہ تو چلی گئی تھی اور میں سوچتی رہ گئی تھی کیا واقعی وہاب کی بھی بچے کی خواہش ہے کیا وہ بھی دوسرے مردوں کی طرح اولاد کے لیے پریشان تو نہیں ہیں کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ اولاد کی کمی اس کو مجھ سے دور کر دے میں ان کو دور نہیں ہونے دوں گی۔ میں ان کے بغیر ادھوری ہوں وہ ہیں تو میرے لبوں پر مسکراہٹیں ہیں وہ نہیں تو میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ مجھے وہاب کا شدت سے انتظار تھا میں اس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ پھر آج لیٹ

آنے کو کہہ رہے تھے میں جتنا چاہتی تھی کہ وہ جلدی گھر آ ئیں اتنا ہی ان کو فیکٹری میں کام تھا میرا ایک ایک لمحہ اذیت میں گزر رہا تھا۔ اور میری یہ اذیت اس وقت کم ہوئی جب وہ گھر میں داخل ہوئے ہم نے پہلے کھانا کھایا کھانے کے دوران میں ان کی طرف دیکھتی جا رہی تھی وہ مجھے کسی گہری سوچوں میں گم دکھائی دیے تھے وہ کیا سوچ رہے تھے میں ممی پاپا کے سامنے پوچھ نہیں سکتی تھی اس کے لیے مجھے اپنے کمرے میں جانے کا انتظار تھا اور ہم اپنے مخصوص وقت پر اپنے کمرے میں چلے گئے۔

تم آج بہت پریشان ہو میں نے کمرے میں جاتے ہی ان سے پوچھ لیا میری بات سن کر وہ ہلکے سے مسکرا دیا اور بولا نہیں یار ایسی کوئی بات نہیں ہے بس ایسے ہی کچھ نہ کچھ ذہن میں آ جاتا ہے۔ وہاب آج میں بھی پورا دن پریشان رہی ہوں ۔میری بات سن کر وہ بولے کیوں کیا بات ہے کیوں پریشان رہی ہو میں نے کہا آج نجمہ آئی تھی اس نے ایک ایسی بات کی تھی جو نہ میں نے سوچی تھی اور نہ ہی شاید کبھی آپ نے کہی تھی۔ کیسی بات۔ اس نے میری طرف گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو میں نے کہا اس نے کہا تھا کہ مردوں کو شادی کے بعد اولاد کی خواہش ہوتی ہے کیا تم کو بھی اولاد کی خواہش ہے ۔میری اس بات پر وہ مسکرا دیے اور بولے ہاں سیما ایسی خواہش میرے دل میں ہے اور میں چاہتا ہوں کہ ہمارے گھر میں بھی کوئی رونق ہو لیکن یہ سب تو قدرت کے کھیل ہوتے ہیں ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ نہیں وہاب۔ کچھ کام ہم بھی جان بوجھ کر کرتے ہیں۔ کیا مطلب وہ چونکے تو میں نے کہا۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو تمہاری یہ خواہش میں جلد پوری کروں گی میں تو سمجھ رہی تھی کہ ابھی ہماری عمر ہی کیا ہے ابھی ہمیں زندگی کو انجوائے کرنا چاہیے لیکن جب سے نجمہ نے باتیں کی ہیں میں سوچوں میں الجھی رہی ہوں اور میں سمجھتی تھی کہ تمہاری اور میری سوچیں ایک جیسی ہوں گی لیکن اب پتہ چلا کہ تم بھی بچے کی خواہش رکھتے ہو تم مجھے بتا دیتے یار۔ میں نے کہا تو وہ ہنس دیا اور بولا جان مجھے تو تمہاری خوشی چاہیے تھی میں تو چپ اس لیے تھا کہ چلو کچھ نہیں ہوتا ہے لیکن خیر اور سناؤ آج کہیں جانے کا موڈ نہیں ہے نہیں جان آج میرا موڈ کہیں بھی جانے کو نہیں کر رہا ہے۔ میں آج سونا چاہتی ہوں۔ وہ مسکرا دیا اور پھر میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ وقت گزرتا چلا گیا ایک سال شادی کو ہو گیا۔ لیکن میں محسوس کر رہی تھی کہ خدا نے ہمیں اس نعمت سے محروم رکھا ہوا تھا میں خود بھی پریشان رہنے لگی تھی حالانکہ وہاب کہتے تھے کہ اس میں پریشان ہونے والی کوئی بات نہیں ہے اولاد قسمت میں ہوئی تو مل جائیگی اگر نہ ہوئی تو خدا کی مرضی ہے لیکن نجانے کیا بات تھی کہ مجھے اس کی باتیں محض دلاسہ لگتی تھیں میں دیکھ رہی تھی کہ اندر سے وہ ٹوٹتا جا رہا تھا صرف وہی نہیں بلکہ ماما بھی پریشان ہو رہی تھیں انہوں نے مجھے ڈاکٹروں سے رابطہ کرنے کو کہا اور میں نے فوری طور پر ڈاکٹروں سے رابطہ کیا اور اپنا چیک اپ کروایا اور پھر جو رپورٹ مجھے ملی میں کانپ کر رہ گئی کیا واقعی میں زندگی میں کبھی بھی ماں نہیں بن سکوں گی کیا میں وہاب کی یہ خواہش کبھی بھی پوری نہیں کر سکوں گی میں رو دی۔ میں نے سب کچھ امی کو بتا دیا وہ بھی میری باتیں سن کر پریشان ہو گئیں اور بولیں اس بات کا وہاب کو پتہ نہیں چلنا چاہیے اسے اپنے دل میں دفن کر لو کیونکہ میں دیکھ رہی ہوں کہ تم اس کے بغیر نہیں رہ سکتی ہو اگر اس کو معلوم پڑ گیا تو ہو سکتا ہے کہ وہ تم سے دور ہونے کی کوشش کرے۔ امی کی یہ بات سن کر میں کانپ کر رہ گئی نہیں امی نہیں وہ ایسا کبھی بھی نہیں کریں گے وہ مجھے نہیں چھوڑ سکتے ہیں انہیں میری خوشی چاہیے ان کو مجھ سے پیار ہے مجھے وہ چاہتے ہیں وہ کبھی بھی مجھ سے دور ہونے کا سوچ بھی نہیں سکتے ہیں۔

ہاں شاید تم ٹھیک کہہ رہی ہو لیکن میں جانتی ہوں کہ مردوں کی کیا کیا خواہشات ہوتی ہیں تیرے پاپا اب بھی مجھے کہتے ہیں کہ کاش ہمارا بھی کوئی بیٹا ہوتا۔ جو تم کو آپی اور ہمیں ماما پاپا کہتا ان کی باتیں سن کر میں چپ کر جاتی ہوں کیونکہ یہ خدا کی قدرت تھی کہ تیرے بعد ہم مزید اولاد کو ترستے رہے تھے۔ امی کی باتوں نے میرے دل میں خوف سا پیدا کر دیا۔ کیونکہ میں تو سوچ رہی تھی کہ میں وہاب آتے ہیں تو ان سے کہہ دوں گی کہ میں ڈاکٹروں کے پاس گئی تھی انہوں نے یہ کچھ کہا ہے

لیکن اب میں کبھی بھی ایسا نہیں کہوں گی میں وہاب کو کبھی بھی کھونا نہیں چاہتی ہوں۔ میں نے بہت مشکل سے ان کو حاصل کیا ہے بھلا پھر میں ایسا کیسے ہونے دے سکتی تھی۔

❁❁❁

آج گھر میں مکمل خاموشی کا راج تھا وہاب بہت تھکے ہوئے نظر آ رہے تھے انکی طبیعت کچھ خراب تھی میں نے رات ان کے سرہانے بیٹھ کر گزاری تھی ان کا سر دباتی رہی تھی ان کو کیا ہوا تھا میں جان نہیں سکی تھی جانتی بھی کیسے انہوں نے مجھے کچھ بتایا بھی تو نہ تھا۔ میں چاہتی تھی کہ وہ مجھ سے باتیں کرتے اپنے دل کا حال مجھے کہتے لیکن ان کے لبوں پر مکمل خاموشی تھی وہاب کیا بات ہے رات سے آپ چپ ہیں نہ کچھ کھایا ہے نہ پیا ہے اور نہ ہی کسی سے بات کی ہے ماما نے بار بار پوچھا ہے کہ وہاب کو کیا مسئلہ ہے۔ میری بات سن کر اس نے ایک گہری سانس لی اور بولے نہیں سیما ایسی کوئی بھی بات نہیں ہے بس اندرونی بخار تھا جو اب اتر گیا ہے میں اب ٹھیک ہوں یہ آپ کو یکدم بخار کیسے ہو گیا تھا اگر ہوا تھا تو مجھے بتا دیتے میں آفس میں کسی ڈاکٹر کو بھیج دیتی میری اس بات پر وہ بولے نہیں یار ایسی بات نہیں ہے میں نے سوچا تھا کہ اتر جائے گا لیکن اترنے کے بجائے وہ مزید تیز ہوتا گیا۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو میں تم کو دیکھ رہا ہوں تم مجھے اکثر کھوئی کھوئی سی دکھائی دیتی ہو یوں لگتا ہے جیسے کسی بہت بڑی الجھن کا شکار ہو۔ مجھے یوں لگا جیسے ان نے میرے دل کی کیفیت کو جان لیا ہو میں کانپ کر رہ گئی اور تیزی سے بولی نہیں یار ایسا تو نہیں ہے میں ٹھیک ہوں مجھے بھلا کیا ہونا ہے میری بات سن کر وہ ہلکے سے مسکرائے اور بولے جھوٹ بولنا کب سے سیکھ لیا ہے تم کیا سمجھتی ہو کہ مجھے کسی بات کی سمجھ نہیں ہے میں کئی دنوں سے دیکھ رہا ہوں تم نہ صرف کھوئی سی رہتی ہو بلکہ تم اپنی طرف توجہ بھی نہیں کرتی ہو تمہارے چہرے کا حسن آہستہ آہستہ ماند پڑتا جا رہا ہے پہلے تم ہر روز کپڑے بدلا کرتی تھی لیکن اب وہ بھی خیال نہیں رکھتی ہو بتاؤ کیا پریشانی ہے تم کو میں تمہارے ساتھ ہوں اس کے باوجود بھی تم مجھ سے بہت کچھ چھپانے لگی ہو۔ اس کی بات سن کر جی چاہا کہ میں پھوٹ پھوٹ کر رو دوں اور کہہ دوں کہ وہاب دو سال شادی کو ہو چکے ہیں لیکن ہمارا آنگن سونا ہے اور ہمیشہ ہی سونا رہے گا یہاں سے کسی بھی بچے کی آواز نہیں آئے گی ہمیں اپنی زندگی بغیر بچوں کے ہی گزارنی ہوگی۔ لیکن پھر میں ضبط کر گئی مجھے امی کی بات یاد آ گئی تھی کہ اگر اسے پتہ چل گیا کہ میں اس کے بچے کو کبھی بھی پیدا نہیں کر سکوں گی تو وہ مجھ سے دور ہو جائے گا اور میں تنہا رہ جاؤں گی۔ اس کو ڈھونڈتی رہ جاؤں گی لیکن وہ کسی اور کے پاس چلا جائے گا کسی اور کا تصور کرتے ہی میں سر سے پاؤں تک کانپ گئی نہیں نہیں میں ایسا نہیں ہونے دوں گی میں وہاب کو کسی اور کے ساتھ کبھی بھی نہیں دیکھ سکوں گی۔ وہ میرا ہے اور میرا ہی رہے گا۔ مجھے دنیا کی ہر چیز ہی کیوں نہ بیچنا پڑی میں بیچ کر اپنے وہاب کو واپس لے آؤں گی۔ کیا سوچنے لگی ہو سیما میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا ہے مجھے وہاب کی آواز سنائی دی جس نے مجھے خوفناک سوچوں سے باہر نکالا اور کہا وہاب میں جانتی ہوں کہ تم کو اولاد کی آرزو ہے اور تم سے زیادہ خواہش مجھے بھی ہے لیکن بتاؤ میں کیا کروں میں نے اپنا چیک اپ بھی کروایا تھا میں بالکل ٹھیک تھی یوں سمجھ لیں کہ قدرت کی طرف سے یہ سب ہے میں نے صاف جھوٹ بول دیا کیونکہ میں جانتی تھی کہ میں ٹھیک نہیں ہوں اور نہ ہی میری رپورٹ ٹھیک آئی ہے اپنا پیار بچانے کے لیے مجھے یہ جھوٹ بولنا تھا جو میں نے بول دیا میری بات سن کر اس نے ایک سرد سی آہ بھری اور بولا۔

سیما میں جانتا ہوں کہ اولاد کی خواہش مجھے جنون کی حد تک ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم اپنا خیال رکھنا بھی چھوڑ دو مجھے تمہارا یوں ہر وقت کھویا رہنا ذرا بھی اچھا نہیں لگتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جب بھی میں گھر آؤں تم مجھے فریش ہو کر ملا کرو تمہارے لبوں پر اداسی نہ ہو بلکہ مسکراہٹ ہو وہی مسکراہٹ جو آج سے دو سال پہلے ہوا کرتی تھی چلو سو جاؤ دیکھو آدھی سے زیادہ رات بیت گئی ہے۔ اتنا کہہ کر وہ ایک طرف کروٹ بدل کر لیٹ گیا اور میں چپکے چپکے روتی رہی مجھے بھلا کیسے نیند آ سکتی تھی کہتے ہیں کہ اولاد کے بغیر عورت ادھوری ہوتی ہے یہی حال میرا تھا میں بھی ادھوری تھی اور یہ ادھورا پن

شاید قبر تک میرے ساتھ ہی جاتا۔ میرا ایک ایک لمحہ اذیت بن کر بیت رہا تھا میں نے تقریباً دو گھنٹوں بعد اٹھ کر اس کی طرف ہو کر دیکھا تو مست سویا ہوا تھا۔ میں اس کے چہرے کو دیکھتی رہی کتنا کرب تھا اس کے چہرے پر کتنی خواہشات تھیں اس کے چہرے پر جو شاید کبھی بھی پوری نہیں ہو سکتی تھیں۔

وہاب میں نے اس کے بالوں میں انگلیوں کی کنگھی کرتے ہوئے مجھے چھوڑ کر کبھی بھی مت جانا دیکھو میں تم سے کتنا پیار کرتی ہوں کتنا چاہتی ہوں تمہیں ایک ایک پل تمہاری جدائی میں گزارنا مشکل ہو جاتا ہے کتنے ہی فون کرتی ہوں جب تم آفس میں ہوتے ہو میری زندگی کا مقصد تمہارے لبوں پر مسکراہٹ دیکھنا ہوتا ہے لیکن وہاب دیکھو میں کتنی مجبور ہوں کہ تمہاری خواہش کو پورا نہیں کر سکتی ہوں یہ سب کچھ اگر دولت سے ملتا میں ایک منٹ بھی نہ لگاتی فوری لے آتی لیکن یہ چیزیں بازاروں میں نہیں ملتی ہیں۔ اور پھر بیٹھے بیٹھے ایک اور سوچ میرے دل میں آئی کہ سیما تو نے صرف ایک ہی ڈاکٹر سے چیک اپ کروایا ہے اس نے تم کو مایوس کر دیا ہے کسی اور ڈاکٹر سے پتہ کرواؤ ہو سکتا ہے اس کی رپورٹ ٹھیک آئے۔ ہاں مجھے ایسا ہی کرنا چاہیے۔ میں صبح ہی یہ کام کروں گی۔ اس بات سے میں کچھ مطمئن سی ہو گئی تھی کیونکہ میں نے سوچ لیا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ ان کی رپورٹ غلط ہو اس سوچ نے میرے اندر کچھ خوشی کی لہر ڈال دی تھی اور میں پرسکون ہو کر سو گئی صبح جب وہاب آفس چلے گئے تو میں نے بھی اپنی گاڑی نکالی اور ایک بہت ہی اچھے کلینک میں چلی گئی جس کے بارے میں مشہور تھا کہ ان کی رپورٹ سو فیصد ٹھیک ہوتی ہے میں لیڈی ڈاکٹر سے ملی اور اس کو اپنا مسئلہ بتایا اور مسئلہ کے ساتھ اپنی کچھ کچھ کہانی بھی سنا دی کہانی سنانے کا مقصد یہ تھا کہ وہ اصل رپورٹ مجھے دے اس نے بہت گہرائی سے میری کہانی سنی اور پھر میرے ٹیسٹ لے لیے اور بتایا کہ کل آ کر رپورٹ لے جانا میں دعا کروں گی کہ رپورٹ تمہاری خواہش کے مطابق ہو میں نے کہا کاش ایسا ہی ہو اتنا کہہ کر میں واپس چلی آئی میرا ذہن عجیب سی الجھنوں میں پھنسا ہوا تھا پہلے تو میں نے کبھی بھی ایسا نہیں سوچا تھا لیکن اب اس سوچ کے علاوہ کوئی اور سوچ مجھے آتی ہی نہیں تھی تنہائی میں بیٹھ کر میں نہ صرف سوچتی تھی بلکہ روتی بھی تھی کہ یا اللہ کس امتحان میں ڈال دیا ہے مجھے سب کچھ مجھے دے کر اس نعمت سے محروم رکھا ہوا ہے اگر یہ نعمت بھی مجھے دے دیتا تو آج میرا چہرہ مرجھایا ہوا نہ ہوتا میں یوں بکھری بکھری نہ ہوتی۔ میں نے وہاب کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے آج خود کو بنا سنوار لیا تھا میں اس پر اب کچھ بھی ظاہر نہ ہونے دینا چاہتی تھی کیونکہ رات کی باتوں سے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ جان گیا تھا کہ میں پریشان کیوں رہتی ہوں مجھے کیا دکھ ہے میں خود کو بنا سنوار کر کیوں نہیں رکھتی ہوں وہ مجھے مرجھایا ہوا دیکھنا نہیں چاہتا تھا تو پھر میں کیوں اس کے سامنے ٹوٹی ہوئی بکھری ہوئی دکھائی دوں آج جب وہ آئے تو میرے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی یہ تو میں ان کے لیے مسکرائی تھی اندر سے میں جانتی تھی کہ میں کرب سے گزر رہی ہوں اس کی جدائی کا تصور ہی میری موت بنا ہوا تھا۔

مجھے مسکراتا ہوا اور بنا سنورا دیکھ کر وہ مسکرا دیا اور بولا واؤ سیما بہت خوب بس ایسے ہی رہا کرو بہت اچھا لگا ہے مجھے تم کو اس حال میں دیکھ کر میں تو سوچنے لگا تھا کہ تم کو شاید زندگی سے پیار نہ ہو۔ نہیں جان ایسی بات نہیں ہے میں جانتی ہوں کہ تم کو میرا بناؤ سنگھار اچھا لگتا ہے لیکن پھر سوچتی ہوں جب انسان دل میں بس جائے تو چہروں کی رنگت اس پر کچھ بھی اثر نہیں رکھتی ہے۔ ہاں سیما تمہاری یہ بات تو درست ہے پیار کرنے والے چہروں کو نہیں دیکھتے ہیں ان کو بری شکل والا دنیا کا سب سے حسین ترین انسان دکھائی دیتا ہے لیکن فریش رہنا بھی زندگی کو بڑھاتا ہے چلو آؤ کہیں گھومنے پھرنے چلتے ہیں آج رات کا کھانا باہر جا کر کھاتے ہیں اس کی بات سن کر میں ہنس دی اور کہا کیوں نہیں جناب آپ کہیں اور میں نہ جاؤں۔ یہ بھلا کیسے ہو سکتا ہے میری بات سن کر وہ ہنس دیا اور پھر ہم دونوں ہی لانگ روٹ پر نکل گئے نجانے کہاں کہاں تک ہم جا پہنچے تھے وہ مجھے سمجھاتے رہے تھے انکی باتیں میرے دل پر گہرا اثر چھوڑتی جانے لگی لیکن دل میں وہی کسک تھی کہ میں ماں بن سکوں گی کہ نہیں۔ رات گیارہ بجے ہماری واپسی ہوئی اور ہم واپس آ رہے تھے کہ وہ کلینک

جہاں میں آئی تھی وہ بند ہو رہا تھا اور ڈاکٹر اپنی گاڑی کے پاس کھڑی تھی نجانے کیا بات تھی کہ وہاب نے وہاں گاڑی روک دی۔ بولا اوشٹ یار میں چاہتا تھا کہ اس کلینک سے سر درد کی دوا لے لوں لیکن یہ تو بند ہو گیا ہے میں نے کہا کیا ہوا ہے آپ کو وہ مسکرا دیا اور بولا بس کبھی کبھار درد ہونے لگتی ہے۔ میں یہ سن کر کانپ سی گئی اور کہا تم نے مجھے بتایا نہیں ہے وہ بولا نہیں یار اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے کبھی کبھار ایسا ہوتا ہے وہ بھی اس دن جس دن کام زیادہ ہوتا ہے آج کام زیادہ تھا اس لیے محسوس کر رہا تھا کہ لے لوں خیر کوئی بات نہیں ہے اتنا کہہ کر وہ گاڑی سٹارٹ کرنے والا تھا کہ لیڈی ڈاکٹر کی نظر مجھ پر پڑ گئی اس نے مجھے پہچان لیا۔

ہائے مس سیما اس نے دور سے ہی کہا اور ساتھ ہی چلتی ہوئی ہماری گاڑی کے پاس آنے لگی وہاب نے گاڑی سٹارٹ کر کے روک دی۔ میرے دل میں خوف سا ابھرا کہ کہیں غلط رپورٹ ہو تو یہ وہاب کے سامنے کہہ نہ دے میں نے جلدی سے گاڑی سے باہر نکلنے کی کی۔ اور جاتے ہی اس کے گلے لگ گئی میں نے یہ جان بوجھ کر کیا تھا کہ وہاب کو کسی بھی قسم کا کوئی بھی شک نہ گزرے وہ بس یہی سمجھے کہ ہم دونوں گہری سہیلیاں ہیں اس مقصد میں کامیاب بھی رہی کیونکہ وہ بھی ایسے باتیں کرنے لگی تھی جیسے میں بھی اس کی گہری سہیلی ہوں سیما۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ اچھی خبر نہیں ہے۔ اسکا اشارہ میں سمجھ گئی تھی وہ جو کہنے والی تھی میں جان گئی تھی جانتی بھی کیوں نہ میرے ساتھ یہ کھیل پہلے بھی کھیلا جا چکا تھا یہ تو بس دل کو تسلی دینے والی تھی لیکن دل کی تسلی نہ ہوئی۔ وہ میرے میاں ہیں میں نے اس کے پوچھنے سے پہلے ہی بتا دیا کیونکہ وہ باتوں کے دوران بار بار وہاب کو دیکھ رہی تھی اور یقیناً پوچھنا بھی چاہ رہی تھی۔ ہاں مجھے ایسے ہی لگا تھا کہ تمہارے شوہر ہیں کیونکہ جس طرح تم کیوٹ ہو اسی طرح تمہارے شوہر بھی کیوٹ ہیں۔ اور ساتھ ہی بولی میری کوشش تھی کہ تمہاری رپورٹ تمہاری خواہش کے مطابق ہو لیکن رپورٹ تو رپورٹ ہوتی ہے جو انسان کے اندر ہوتا ہے وہی ظاہر کرتی ہے میں نے کہا ٹھیک ہے ڈاکٹر میں صبح آ کر رپورٹ لے جاؤں گی اتنا کہہ کر میں گاڑی میں بیٹھ گئی تو وہاب بولا لگتا ہے بہت گہری سہیلی ہے تمہاری۔ ہاں ایسا ہی ہے کافی عرصہ بعد ملی ہے اس لیے وہ تو چاہتی تھی کہ میں کھانا بھی اس کے ساتھ ہی کھاؤں لیکن میں نے پھر کبھی کا کہہ کر جان چھڑائی ہے آپ گاڑی چلائیں اور کسی اچھے سے ہوٹل میں چلتے ہیں۔ میری اس بات پر وہ ہنس دیا اور بولا کبھی کبھی تو میرے دل کی بات کہہ دیتی ہو میں بھی یہی چاہتا تھا کہ بہت تھک گئے ہیں کسی اچھے ہوٹل میں جا کر بیٹھتے ہیں۔ اتنا کہتے ہی اس نے گاڑی چلا دی اور پھر ادھر ادھر سڑکوں پر گاڑی کو ڈالتے ہوئے ایک ہوٹل کے سامنے اس نے گاڑی کو جا روکا۔ جہاں ہم نے کھانا کھایا اور پھر گھر کی طرف چل دیئے۔

❁❁❁

میرا جی چاہتا تھا کہ میں بس روتی ہی چلی جاؤں۔ نجمہ مجھے دلاسہ دیے جا رہی تھی میں اس کو اپنی کہانی سنا چکی تھی اس کو بتا چکی تھی کہ میں کبھی بھی ماں نہیں بن سکتی ہوں ایک دو تین۔ نجانے کتنے ڈاکٹروں کو میں چیک کروا چکی ہوں سب کی ایک ہی رپورٹ تھی کہ میں ماں نہیں بن سکوں گی۔ وہ گہری سوچوں میں گم تھی میرے آنسوؤں کو دیکھ کر وہ خود بھی رو رہی تھی اسے دلی طور پر مجھ سے ہمدردی تھی بولی سیما میری جان بڑوں سے میں نے سنا ہے کہ جو کام دواؤں سے نہ ہو وہ دعاؤں سے ہو جاتا ہے۔ کیا مطلب میں نے چونکتے ہوئے کہا۔ مطلب یہ کہ تم کو اب کسی بزرگ کے پاس جانا ہوگا اس کو اپنی کہانی بتانا ہوگی اور پھر اس سے دعا کروانی ہوگی اس کی بات سنکر میں جیسے اچھل ہی پڑی۔ ہاں نجمہ ہاں۔ میں ایسا ہی کروں گی مجھے بچہ چاہیے اس کے لیے مجھے چاہے کچھ بھی کرنا چاہیے جانتی ہو وہاب کی یہ دلی خواہش ہے اور میں اس کی اس خواہش کو ہر حال میں پورا کرنا چاہتی ہوں وہ راتوں کو سوتا نہیں ہے ہر پل جاگتا رہتا ہے وہ راتوں کو سوتا ہوگا کہ کیا وہ کبھی بھی اولاد کا منہ نہیں دیکھ سکے گا۔ بات کرتے کرتے میں رو دی پاگل مت بنو سیما۔ کب تک روتی رہو گی کب تک اندر ہی اندر کڑھتی رہو گی یہ سب ہو جانا اس میں تمہارا کیا قصور ہے۔ ہاں جانتی ہوں میرا کوئی قصور نہیں ہے لیکن میں کسی بھی

وہاب کو کھونا نہیں چاہتی ہوں اس کی جدائی میری موت بن جائے گی میں بیوی ہو کر اس سے عشق کرتی ہوں میرے پیار کی میرے عشق کی یہ انتہا ہے کہ وہ میں راتوں کو سوتی نہیں ہوں وہ سو جاتا ہے تو میں اس کے چہرے کو دیکھتی رہتی ہوں میری نظریں اس کے چہرے پر ٹکی رہتی ہیں اور ایسے ہی رات بیت جاتی ہے میری باتیں سن کر وہ ہنس دی اور بولی مجھے لگتا ہے کہ تم کسی روز پاگل ہو جاؤ گی۔

ہاں تم نے ٹھیک کہا ہے میں پاگل ہو جاؤں گی لیکن اب نہیں اس پاگل ہوں گی جب وہ مجھے چھوڑ دے مجھے کسی نے بتا دیا ہے کہ جب مرد کو اولاد نہ ملے تو وہ دوسری عورتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ اور یہ بات تو تصور میں آتے ہی میں کانپ جاتی ہوں میں تصور میں ہی اپنے آپ کو ایسے سمجھنے لگ جاتی ہوں جیسے میں زندہ نہیں ہوں مردہ ہوں میری زندگی وہاب کے ساتھ ہے وہ ہے تو میں ہوں وہ نہیں ہے تو میں بھی نہیں ہوں جس دن اس نے مجھے چھوڑا اسی دن میں اپنی جان سے کھیل جاؤں گی۔ یار تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو وہ تیرا محبوب نہیں ہے خاوند ہے تیرا تم سے نکاح کیا ہوا ہے اس نے اور پھر تمہارا بزنس وہ چلا رہا ہے بھلا ایسے کیسے چھوڑ سکتا ہے ایسا سوچنا بھی چھوڑ دو بس تم میرے ساتھ میری نظر میں ایک بزرگ ہے جس کے ہاتھ میں خدا نے بہت شفا دے رکھی ہوئی ہے وہ دعا کے ساتھ دوا بھی دیتا ہے اور وہ دوا دم کی ہوتی ہے لوگوں کے مرضوں کو وہ ختم کرتا ہے اس کے پاس ہر بیماری کا علاج ہے بڑی سے بڑی بیماری کا علاج اس سے ہو جاتا ہے بس تم میرے ساتھ چلو۔ ہاں چلو۔ میں نے کہا اور گاڑی نکال لی اور اسکی طرف ہمارا سفر شروع ہو گیا۔

❁❁❁

شہر سے ہٹ کر یہ ایک کچی بستی تھی جہاں عام لوگ اپنی زندگی جی رہے تھے میں پہلی مرتبہ اس علاقے میں آئی تھی اور نجمہ شاید کئی مرتبہ آئی ہو گی اس کو ایک ایک گلی کا پتہ تھا گاڑی کو ہم نے ایک جگہ روک دیا تھا کیونکہ آگے گاڑی کے جانے کا راستہ نہ تھا گلیاں تھیں۔ جو کچی تھیں ہم دونوں ان گلیوں میں چلتی ہوئی آگے ہی آگے بڑھتی جا رہی تھیں سیما مجھے یقین ہے کہ تمہارا مسئلہ وہ حل کر دیں گے کیونکہ ان کے پاس جو بھی گیا ہے وہ ہی شفایاب ہوا ہے خدا کرے ایسا ہی ہو۔ نجمہ اگر ایسا ہو گیا میں ماں بن گئی تو پھر دیکھنا میں خیرات کے منہ کھول دوں گی اس بستی کے لوگوں میں پیسے بانٹنے میں خود آؤں گی میری بات سن کر وہ ہنس دی اور بولی۔ ہاں یار خیرات کرنی بہت ہی اچھی بات ہوتی ہے بس ایسی ہی باتوں میں ہم لوگ بابا جی کے ڈیرے پر جا پہنچے یہ ایک چھوٹا سا گھر تھا اس کی سادگی کی انتہا یہ تھی کہ اس کے بیرونی دروازے پر ٹاٹ کا پردہ لگا ہوا تھا اور اندر ایک ہی کچا کمرہ تھا جو لوگوں سے بھرا ہوا تھا یوں لگتا تھا کہ ہماری باری شام تک ہی آئے گی۔ عورتیں ایک طرف بیٹھی ہوئی تھیں اور مرد ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے ہم بھی عورتوں کی طرف جا کر بیٹھ گئیں بزرگ نے ایک نظر ہمیں دیکھا اور پھر اپنے کام میں لگ گئے نجمہ نے ٹھیک کہا تھا کہ کچھ لوگوں کو وہ دم کر کے پھونکیں مار کر فارغ کر دیتے تھے اور کچھ لوگوں کو وہ ساتھ دوائیاں بھی دیتے تھے دوائیاں ایک ہی شیشی میں رکھی ہوئی تھیں وہ ہی سب کو دیتے تھے اور ساتھ چینی پر دم کرتے تھے میں نے ایک عورت کے ہاتھ میں چینی دیکھی تو اس سے پوچھا کہ یہ چینی کیوں لائی ہو وہ بولی دم کروانی ہے اتنا کہہ کر اس نے میری طرف گہری نظروں سے دیکھا اور کہا تم چینی لے کر نہیں آئی ہو میں نے کہا میں پہلی مرتبہ آئی ہوں مجھے نہیں پتہ تھا اگر پتہ ہوتا تو ضرور لے کر آتی میری بات سنکر وہ کچھ سوچنے لگی اور پھر اس نے اپنا ہینڈ بیگ کھولا اس میں سے چینی کا شاپر نکالا اور میرے ہاتھ میں دے دیا اور بولی کہ بزرگ چینی پر دم ضرور کرتے ہیں اگر پاس نہ ہو تو لانی پڑتی ہے اور پاس کوئی شاپ بھی نہیں ہے۔

اسکی بات سن کر میں نے چینی پکڑتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر اپنی باری کا انتظار کرنے لگی وہ عورت بھی چینی دم کروانے کے بعد چلی گئی اب میری باری تھی میں نے چپکے سے انکو اپنی کہانی سنا دی میں نے محسوس کیا کہ وہ ہر کسی کی بات بہت غور سے سنتے تھے میری تمام باتیں بھی انہوں نے بہت غور سے سنیں اور پھر بولے بیٹی پریشان نہ ہو تمہارا یہ مسئلہ حل

ہو جائے گا خدا کے گھر میں دیر ہے اندھیر نہیں ہے اتنا کہہ کر انہوں نے میرے ہاتھ سے چینی لے کر اس کو دم کیا اور پھر اسی شیشی سے دوائیاں نکالیں اور ان پر دم کرنے لگے دم کرتے ہوئے وہ اپنے سر کو ہلاتے تھے جیسے سر کو کسی نے جھٹکا دیا ہو انہوں نے وہ گولیاں ایک کاغذ میں لپیٹ کر مجھے دے دیں اور کہا جاؤ بیٹی تمہارا مسئلہ انشاءاللہ حل ہو جائے گا۔ میں نے انکا شکریہ ادا کیا اور ان کے پاس پڑے ہوئے گلے میں کئی نوٹ ڈال دیئے اور اٹھ کر نجمہ کے ساتھ واپس آ گئی آج میرا دل بہت مطمئن تھا ایک روحانی سکون مجھے ملا تھا یوں لگا تھا میرے دل میں جو بوجھ تھا وہ ختم ہو گیا ہے۔

❁❁❁

جو کام ڈاکٹر نہ کر سکے تھے وہ بزرگ نے کر دیا آج میری خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا خدا نے میری سن لی تھی میں نے اپنی رپورٹ چیک کروائی تھی میری رپورٹ بالکل ٹھیک آئی تھی میں ماں بننے والی تھی میرے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے میں چاہتی تھی کہ میں آفس فون کر کے یہ خوشخبری سنا دوں پھر سوچا کہ رات کا انتظار کرتی ہوں گھر میں خوشیوں کا سماں تھا ماما بہت ہی خوش تھی لیکن ساتھ حیران بھی تھیں کہ ڈاکٹروں نے تو کہا تھا کہ میں کبھی بھی ماں نہیں بن سکوں گی پھر یہ سب کیسے ہو گیا میں نے انکو ساری بات بتا دی جسے سن کر ان کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا تھا وہ بولی وہاب کو جلدی سے اطلاع کر دو میں نے کہا چاہتی تو میں بھی یہی ہوں لیکن سوچتی ہوں کہ وہ رات کو آئیں گے تو ان کو سرپرائز دوں گی میری اس بات پر ماما ہنس دیں اور پھر اپنے کاموں میں لگ گئیں اور مجھے رات کا انتظار تھا میں نے کئی بار وہاب کو فون کیا اور یہی کہا کہ آج دن زیادہ لمبا نہیں ہو گیا۔ ختم ہونے کا نام ہی لے رہا ہے میری بات سن کر وہ ہنس دیتا تھا اور بولا چھوڑو یار دن کو میں ابھی آ جاتا ہوں اور پھر وہ آ گیا۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی اور میرے لبوں پر مسکراہٹ تھی ہاں تو جان کیا بات تھی جو تم نے اتنے سارے فون کر دیئے۔ میں نے کہا آج تمہارے بغیر دل نہیں لگ رہا تھا میں چاہتی تھی کہ تم میرے سامنے رہو اور میں تم کو دیکھتی رہوں میری اس بات پر وہ ہنس دیا اور بولا بس پاگل ہو۔ ہاں یار میں پاگل ہوں اور میں پاگل ہی رہنا چاہتی ہوں۔ میری اس بات پر وہ ہنس دیا اور بولا آج بہت چہک رہی ہو کیا بات ہے کوئی لاٹری لگ گئی ہے۔ ہاں وہاب لاٹری لگ گئی ہے آج واقعی میں بہت خوش ہوں۔ بہت ہی زیادہ خوش اگر تم کو بتا دوں تو شاید تمہاری خوشی کا بھی ٹھکانہ نہ ہو گا میری یہ بات سن کر وہ حیران سا رہ گیا اور سمجھنے لگا کہ ہو سکتا ہے کہ واقعی کوئی لاٹری لگ گئی ہے بولا ہاں بولو کیسی خوشخبری ہے۔ میں نے کہا سوچو کیا ہو سکتی ہے وہ بولا ارے پگلی مجھے کیا پتہ ہے کیا ہو سکتی ہے۔ تم بتاؤ گی تو پتہ چلے گا۔ میں بھی اس کو زیادہ سسپنس میں نہیں رکھنا چاہتی تھی کیونکہ میں خود بھی بے تاب ہو رہی تھی کہ میں جلدی سے بس کہہ دوں اور پھر میں نے سب کچھ کہہ دیا میری بات سن کر وہ خوشی سے جیسے اچھل ہی پڑا مجھے بازوؤں میں لے کر گھمایا اور بولا جان جان تم نے واقعی مجھے بہت بڑی خوشخبری سنائی ہے آج واقعی میری خوشی کا ٹھکانہ نہیں ہے۔ کل تک میرا وہ حال تھا کہ یوں لگ رہا تھا جیسے تو بھی اور میں بھی ادھورا ہوں لیکن آج۔ اور پھر یکدم وہ سنجیدہ ہو گیا۔ نجانے کیا بات تھی کہ وہ کچھ سوچنے لگا تھا میں اس کو یکدم سوچوں میں الجھا ہوا دیکھ کر پریشان ہو گئی اور کہا کیا بات ہے تو وہ بولا جان ایک بات کہوں برا تو نہیں مانو گی۔ میں نے کہا ہاں کہو کیا بات ہے۔

وہ بولا کچھ دن پہلے میں تمہاری دوست ڈاکٹر کے پاس گیا تھا سر درد کی دوائی لینے کے لیے اس نے شاید مجھے پہچان لیا تھا بولی تم سیما کے خاوند ہو ناں میں نے کہا ہاں۔ تو اس نے مجھے تمہاری کہانی سنائی تھی کہ تم اس کے پاس گئی تھی اور پھر وہ بات کرتے کرتے چپ ہو گیا۔ میں نے ایک سرد آہ بھری اور کہا ہاں جان وہ ٹھیک کہتی تھی میں نے کئی ڈاکٹروں سے رپورٹ لی تھی ہر کسی نے مجھے مایوس کیا تھا میں اندر سے ٹوٹ گئی تھی تم کہا کرتے تھے ناں کہ میں نے بننا سنورنا کیوں چھوڑ دیا تھا یہی وجہ تھی کہ میں مایوس ہو چکی تھی میں جان گئی تھی کہ میں تمہاری یہ خواہش کو کبھی بھی پورا نہیں کر سکوں گی لیکن پھر ایک دن نجمہ میرے پاس آئی میرا رونا اس سے برداشت نہ ہوا اور اس نے مجھے ایک بزرگ کا بتایا بتایا کیا وہ مجھے خود ان

کے پاس لے کر گئی اور خدا کا کرشمہ دیکھو کہ ڈاکٹروں کی تمام رپورٹس کو ان بزرگ نے غلط ثابت کر دیا ہے میری باتیں سن کر وہاب حیران سا رہ گیا اس کو یقین نہیں ہو رہا تھا کہ میں ایسا بھی ہو سکتا ہے وہ بولا جان مجھے اس بزرگ کے پاس لے چلو تم نہیں جانتی ہو کہ اس نے مجھے کتنی بڑی خوشی دی ہے میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایسی خبر مجھے ملے گی آئی لو یو جان آئی لو یو۔ تم نے آج واقعی بہت بڑی خوشی دی ہے میں کیسے تمہارا شکریہ ادا کروں جان ہمارے درمیان یہی ایک کمی تھی اور بہت بڑی کمی تھی۔

اس کی باتیں سن کر میں نے ایک سکون کا سانس لیا اس کا مطلب تھا کہ میں نے اپنے پیار کو بچا لیا تھا ورنہ وہ مجھ سے مایوس ہو کر کچھ بھی کر سکتا تھا میں خدا کا شکر ادا کرنے لگی جس نے مجھے محبوب کی شوہر کی جدائی سے بچا لیا اور پھر وہ میرا ہر طرح سے دھیان رکھنے لگے انکی چاہتوں میں روز بروز اضافہ ہونے لگا اور مجھے احساس ہونے لگا کہ ان کو کتنا لگاؤ تھا اولاد سے۔ اگر خدانخواستہ۔۔۔ میں آگے کا سوچ کر کانپ جاتی اور پھر وقت گزرتا چلا گیا ہماری خوشیوں بھری منزل قریب آنے لگی۔ اور پھر ایک دن مجھے یوں لگا جیسے میری دنیا اندھیر ہو گئی ہو شاید مجھے اولاد کی خوشی راس نہیں آئی تھی وہ مجھے ہزاروں تسلیاں دینے کے بعد بار بار سمجھانے کے بعد کہ یہ کرنا ہے وہ کرنا ہے۔ آفس چلے گئے لیکن آج پہلا دن تھا کہ ان کے آفس جانے کے بعد میں میرے دل کو کچھاؤ سا ہونے لگا یوں لگنے لگا جیسے میرا دل بار بار ڈوب رہا ہو ایسا کیوں تھا میں سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا کہ جیسے کچھ ہونے والا ہے اور پھر ایسا ہی ہوا کہ مجھے ایک کال موصول ہوئی نمبر کوئی غیر تھا میں نے اسے اوکے کیا تو دوسری طرف سے کسی مرد کی آواز سنائی دی وہ کہہ رہا تھا یہ نمبر وہاب صاحب کے موبائل میں تھا اور جتنے بھی نمبر تھے ہم نے سب کو کال کی ہے آپ کو بھی کال کر رہے ہیں کہ وہاب صاحب کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے وہ ہمارے ہسپتال میں ایمرجنسی وارڈ میں ہیں اس کے بعد میں کچھ بھی سن پائی تھی ایک چیخ کے ساتھ میں نیچے گری اور پھر مجھے اپنا کچھ بھی ہوش نہ رہا تھا مجھے نہیں پتہ میرے ساتھ کیا کچھ ہوتا رہا ہے جب ہوش آیا تو میں ہسپتال کے ایک بیڈ پر موجود تھی ماما میرے پاس موجود تھی ماما میں نے ہوش میں آتے ہی ان سے پوچھا وہاب کیسا ہے اس کو زیادہ چوٹیں تو نہیں لگی ناں میری بات سن کر وہ ایک سرد آہ بھر کر رہ گئیں۔ اور بولی پتہ نہیں سیما ہمیں کس کس امتحان سے گزرنا پڑے گا وہ ابھی تک ہوش میں نہیں آیا تھا سر پر گہری چوٹیں لگی ہیں ایک سائیکل سوار کو بچاتے بچاتے ایکسیڈنٹ کر بیٹھا ہے دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے پلیز ماما ایسا نہ کہو وہ ٹھیک ہو جائیں گے مجھے پورا یقین ہے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ اتنا کہہ کر میں بیڈ سے اٹھ گئی اور کہا کیا یہ وہی ہسپتال ہے جہاں وہ داخل ہیں۔ ہاں بیٹی وہی ہے تمہارے پاپا اس کے پاس ہیں دیکھو کتنی عجیب بات ہے ایک بیڈ پر بیٹی تو دوسرے بیڈ پر داماد ہے ایک طرف میں تو دوسری طرف تمہارے پاپا۔ ماما کی بات سن کر میں نے کہا مجھے کچھ نہیں ہوا ہے میں ٹھیک ہوں آؤ ان کے پاس چلیں مجھے ان کے پاس لے جائیں میں ان کو دیکھنا چاہتی ہوں میں ان کو کچھ بھی نہیں ہونے دوں گی چاہئے مجھے اپنی زندگی کا سودا ہی کیوں نہ کرنا پڑے میں کروں گی مجھے ان کی زندگی کو بچانا ہے اور میں ان کی زندگی کو بچا کر رہوں گی۔

اتنا کہہ کر میں اٹھ گئی اور ماما کے ساتھ چلنے لگی۔ میری آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں اور یہی حال ماما کا تھا وہ بھی مرجھائی ہوئی تھیں ان کے چہرے پر بھی دکھ کی شکنیں موجود تھیں وہ غم سے نڈھال ہو چکی تھیں انکو میری فکر زیادہ تھی جبکہ مجھے وہاب کی فکر زیادہ تھی کیونکہ ان کے ساتھ ہی میری زندگی جڑی ہوئی تھی ان کی سانسوں کے ساتھ میری سانسیں چل رہی تھیں پھر میں کیسے یہ سب برداشت کر سکتی تھی ہم دونوں چلتے ہوئے اس وارڈ میں چلے گئے جہاں ان کا ایک ہی بیڈ تھا یہ خاص کمرہ تھا جو پاپا نے لیا ہوا تھا پاپا انکے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے اور وہ بے ہوش پڑے ہوئے تھے انکو دیکھتے ہی میرا جی چاہا کہ میں پھوٹ پھوٹ کر رو دوں۔ لیکن پاپا نے اشارے سے منع کر دیا کہ ان کے پاس کوئی بھی شور نہ کیا جائے میں چپکے چپکے آنسو بہانے لگی انکے سر پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں جو چہرے تک آ گئی تھیں پٹیاں ان کے خون سے سرخ ہو رہی تھیں پاپا

یہ بچ تو جائیں گے ناں میں نے آنسو بہاتے ہوئے کہا۔ پتہ نہیں بیٹی انہوں نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا صبح سے اب تک ان کے پاس ہوں لیکن ایک لمحہ کے لیے بھی ان کو ہوش نہیں آیا ہے ڈاکٹر تو کہتے ہیں کہ فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہوش آ گیا تو یہ ٹھیک ہو جائیں گے۔

پاپا آپ لوگ گھر جائیں میں آ گئی ہوں ناں اب آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں ان کی زندگی بچانے کے لیے ہر وہ کام کر گزروں گی جو میرے بس میں ہو یا نہ ہو۔ میری بات سنکر وہ بولے بیٹی گھر جا کر ہم نے کیا دیواروں سے باتیں کرنی ہیں ہمارا سارا خزانہ تو یہاں ہی ہے تم یہاں ہو وہاب یہاں ہے پھر ہم گھر جا کر کیا کریں گے ہم بھی یہاں ہی رہیں گے جب تک یہ ٹھیک نہیں ہو جاتا۔ تین خون کی بوتلیں لگ چکی ہیں اور امید ہے کہ اب یہ زندگی کی طرف لوٹ آئے گا۔ پاپا نے کہا تو میں نے کہا خدا کرے ایسا ہی ہو۔ صبح سے شام ہو گئی لیکن وہاب کو ہوش نہ آیا اس دوران کئی بار ڈاکٹرز نے ان کو چیک بھی کیا انکے چہروں پر پریشانی تھی وہ شاید جان چکے تھے کہ اس کے بچنے کی امید بہت کم ہے لیکن وہ اس کے باوجود بھی ہمیں تسلیاں دے رہے تھے دو دن تک وہ بے پڑے رہے اور دو دن تک میں سوئی نہ تھی ان کے سرہانے بیٹھی بس آنسو بہاتی رہی تھی اور میری حالت ایسے ہو گئی تھی کہ میری آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں طبیعت بھی خراب ہو گئی تھی میری حالت دیکھ کر ماما بولی بیٹی خدا نے چاہا تو یہ ٹھیک ہو جائے گا تم میرے ساتھ گھر چلو کچھ آرام کر لو نہیں ماما مجھے بھلا آرام کیسے آئے گا میرا آرام تو ان کے ساتھ ہے اگر یہ ٹھیک ہو جاتے ہیں تو مجھے آرام ہی آرام ہے وہ بولیں بیٹی یہ ٹھیک جائے گا ڈاکٹروں نے تسلی دی ہوئی ہے چل اٹھ آ میرے ساتھ وہ مجھے زبردستی گھر لے گئی میں نے آتے ہوئے پاپا سے کہا پاپا مجھے ایک ایک پل کی خبر دیتے رہنا۔ اتنا کہہ کر ہم دونوں ہسپتال سے باہر نکل آئیں گاڑی ماما چلانے لگی کیونکہ وہ مجھے دیکھ رہی تھیں کہ میری آنکھیں بار بار بند ہو رہی ہیں کہیں میں کچھ کر ہی نہ بیٹھوں۔ اور یہ بات میں بھی جانتی تھی کہ مجھ سے گاڑی نہیں چلائی جائے گی۔

❁❁❁

رات کا آخری پہر تھا جب میری آنکھ ایمبولنس کے زور زور سے چیخنے سے کھلی تھی یہ آوازیں دور سے سنائی دے رہی تھیں لیکن میری پوری توجہ ان آوازوں کی طرف تھیں میرے دل کو بار بار کھچاؤ لگ رہا تھا میں دعائیں کر رہی تھیں کہ یہ ایمبولنس ہمارے گھر کے سامنے نہ رکے بلکہ کسی کے بھی گھر کے سامنے نہ رکے جہاں سے آئی ہے وہاں ہی واپس چلی جائے اس کی آوازیں تیز سے تیز ہوتی جا رہی تھیں اور ہمارے قریب آ رہی تھیں نجانے کیا بات تھی کہ میرا دل گھبرانے لگا تھا۔ یوں لگنے لگا تھا کہ جیسے میں لٹ گئی ہوں جیسے میں تباہ و برباد ہو گئی ہوں ایسی سوچیں مجھے گھیرے ہوئے تھیں۔ اور پھر میری ساری دعائیں بے کار گئیں وہ ایمبولنس ہمارے گھر کے قریب آ کر رک گئی مجھے یوں لگا جیسے میرا دل بند ہو جائے گا مجھے کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ میں کیا کروں گی اور یہ بات بھی بھول گئی تھی کہ میں زندہ بھی ہوں یا نہیں مجھ پر ایک سکتہ طاری ہو گیا تھا میں سب کچھ دیکھ رہی تھی لیکن یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی خواب ہو وہاب کی لاش کو گاڑی سے اتار کر اندر لایا گیا تھا اور رونے کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں لیکن اس کے باوجود بھی میں خاموش تھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ سب منظر دیکھ رہی تھی میں سوچ رہی تھی کہ لوگ رو کیوں رہے ہیں ان کو کیا ہوا ہے صبح ہونے تک گھر میں لوگوں کا ہجوم بڑھتا چلا گیا تھا عدیل اویس اور اس کی ماما پاپا بھی آئے تھے میری دوستیں بھی آئی تھیں سب کی ہی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں اور میں ان سے پوچھ رہی تھی کہ وہ کیوں رو رہی ہیں کیا ہوا ہے میری یہ باتیں سن کر وہ اور زیادہ رونے لگتی تھیں میری ماں بار بار مجھے جھنجھوڑ رہی تھیں وہ چاہتی تھیں کہ میں ہوش میں آ جاؤں ان کا یوں مجھے جھنجھوڑنا اچھا نہیں لگ رہا تھا میں ان کا ہاتھ جھٹک رہی تھی مجھے یہ سب بہت عجیب سا لگ رہا تھا اور میں ان سب کو دیکھے جا رہی تھی میرے سامنے ہی گھر سے لاش اٹھائی گئی مجھے اس کا چہرہ دکھایا گیا کہا گیا کہ آخری بار اپنے وہاب کا دیدار کر لو پھر یہ دنیا میں تجھے دکھائی نہیں دے گا لیکن

میں ان کی باتوں کا کیا جواب دیتی مجھے کیا پتہ تھا کہ وہ کیا کچھ کہہ رہی ہیں میں تو بس دیکھتی جا رہی تھی یہ مجھے ایک تماشہ نظر آ رہا تھا کوئی رو رہا تھا تو کوئی بین کر رہا تھا بھلا ایسا بھی ہوتا ہے کلمہ کی آواز کے ساتھ جنازہ اٹھا لیا گیا اور گھر سے باہر نکل گئے اس وقت لوگوں کی چیخ و پکار گونجی تھی اور پھر دھیرے دھیرے سب ہی چپ ہونے لگے تھے کوئی بھی مرد مجھے گھر میں دکھائی نہیں دے رہا تھا صرف عورتیں تھیں جو ایک دوسرے سے باتیں کر رہی تھیں میں کبھی اس طرف اور کبھی اس طرف گھوم پھر رہی تھی اور نجانے کتنے دنوں تک میری یہ حالت رہی اس کے بعد میں ٹھیک ہو گئی مجھے سب کچھ یاد آنے لگا مجھے ایمبولینس کی آوازیں سنائی دینے لگی میں تیزی سے ماما کے کمرے میں بھاگی ماما میں نے ان کو جا کر جھنجھوڑ دیا اور جھنجھوڑتی ہی چلی گئی۔

وہاب کہاں ہے وہ ٹھیک تو ہے ناں۔ میری باتیں سن کر انہوں نے اٹھ کر مجھے گلے سے لگا لیا۔ اور پھوٹ پھوٹ کر رو دیں ماما کیا بات ہے وہاب ٹھیک تو ہے۔ بیٹی دس دن ہو گئے ہیں وہ قبر میں لیٹا ہوا ہے وہ زندہ نہیں بچ سکا تھا مجھے یوں لگا جیسے میری نظروں سامنے اندھیرا پھیلنے لگا ہو میں گرنے لگی تھی کہ ماما نے مجھے سنبھال لیا اور پھر میں پھوٹ پھوٹ کر رو دی اور روتی ہی چلی گئی دس دن ہو گئے ہیں آپ لوگوں نے مجھے بتایا نہیں ہے میرے اس سوال کا ان کے پاس جواب تو تھا لیکن وہ کچھ بھی نہ کہہ سکیں خاموش رہیں ماما مجھے انکے پاس لے چلو میں نے روتے ہوئے کہا۔ اور انکا بازو کھینچنے لگی اور پھر انکے ساتھ گھر سے باہر نکل گئی ہم دونوں ہی روتی جا رہی تھیں مجھے ایک لمحہ کو بھی سکون نہ تھا میں لٹ چکی تھی میں جینا نہیں چاہتی تھی یہ بات میں نے وہاب کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر کہہ دی وہاب مجھے بھی اپنے پاس بلا لو دیکھو میں کتنی اکیلی ہو کر رہ گئی ہوں میرا سب کچھ تمہارے ساتھ تھا اگر تم نہیں ہو تو پھر مجھے زندہ رہنے کا کوئی بھی حق نہیں ہے میں اپنی زندگی کا خاتمہ کر لوں میری باتیں سن کر ماما تڑپ گئی اور پھر مجھے سمجھانے لگی ایسی باتیں نہیں کرتے تم کچھ بھی نہیں کرو گی جانتی ہو تم وہاب کے بیٹے کی ماں بننے والی ہو۔ امی کی باتیں سنکر میں چپ ہو گئی۔ میں کچھ بھی نہ کہہ سکی اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں وہاب کے بیٹے کو پیدا کروں گی اور اپنی ساری زندگی اس کے نام پر گزار دوں گی اور پھر میں نے ایسا ہی کیا خدا نے مجھے بیٹا دیا جس کا نام میں نے وہاب ہی رکھ دیا وہ وہاب کی نشانی تھا اور وہاب نام میری زندگی تھا بس مجھے اس سے بڑھ کر کوئی بھی نام پسند نہ تھا۔

اب میرا بیٹا جوان ہو چکا ہے میں نے شادی نہیں کی تھی ماما پاپا دنیا سے چلے گئے ہیں میرے سر میں چاندی ابھرنے لگی ہے میں ہر روز وہاب کی قبر پر جاتی ہوں ہر روز ہی فاتحہ خوانی کرتی ہوں جیسا باپ پیارا تھا ویسا ہی بیٹا پیارا ہے ہو بہو باپ کا نقشہ اس نے لیا ہے اور اس پر بھی ایک لڑکی عاشق ہے اس کا نام بھی سیما ہے میں اس سے ملی ہوں بہت ہی پیاری بچی ہے میں نے اس کی منگنی کر دی ہے اور میں چاہتی ہوں کہ جو زندگی ہم جیتے رہے ہیں ویسے ہی پیار و محبت کی زندگی وہ جیئیں اتنا کہہ کر وہ اٹھی اور چلی گئی اور میں اس کو جاتا ہوا دیکھتی رہ گئی وہ میرے کلینک آئی تھی اس کو اندرونی کوئی بیماری ہے جو اس کو دھیرے دھیرے کھائے جا رہی ہے ہر روز ہی وہ میرے کلینک پر آتی ہے میں اس کا علاج کر رہی ہوں لیکن میں جانتی ہوں کہ اس کی بیماری بہت بڑھ چکی ہے میں اس کو کسی ہسپتال میں داخل ہونے کو کہتی ہوں لیکن وہ کہتی ہے کہ مجھے ہسپتال سے ڈر لگتا ہے اس نے میرے وہاب کی زندگی چھینی ہوئی ہے۔ وہ جب تک زندہ ہے کسی بھی ہسپتال میں نہیں جائے گی۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے اور میں اس کی باتیں سن کر چپ کر جاتی ہوں وہ میری سہیلی بن چکی ہے اور ہر بات مجھ سے کر لیتی ہے اب اس کے پاس عام سا مکان ہے وقت نے اس سے سب کچھ چھین لیا ہے ایک بہت امتحان سے وہ گزر رہی ہے اس کا کہنا ہے کہ زندگی ایک امتحان ہے۔ قارئین کرام میں نے سیما کی کہانی آپ تک پہنچا دی ہے کیسی لگی ہے آپکو یہ کہانی اپنی رائے سے نوازیئے گا۔

❁❁❁

قسط: 2

انوکھا سفر

کشور کرن۔ پتوکی

اچانک ماریہ کے منگیتر شان کی لاش گھر آ جاتی ہے۔ ماریہ جو کتنی امیدیں لے کر بیٹھی تھی اس کی ساری امیدوں پہ پانی پھر جاتا ہے۔ اس کے باپ نے بہت مشکل سے اسے سنبھالا ہے۔ وہ اپنا سب کچھ کھو دیتی ہے...... اور اب آگے پڑھئے!

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

ماریہ رو رو کر پاگل ہوتی ہے وہ اپنے شان والا صدمہ برداشت نہیں کر پاتی ہم اسے بہت مشکل سے سنبھالتے ہیں وہ اپنا دماغی توازن کھو بیٹھی ہے۔ ایک دن آیا ہے۔ ہم لوگ اسے ہسپتال لے جانے پر مجبور ہوتے ہیں وہ اکثر بے ہوش رہتی اس کی ماں تو اسے دیکھ دیکھ کر روتی رہتی۔ پھر جب ہوش آتا تو کہتی میری شادی مت کرنا میرا شان مجھے بیوی بنانے سے پہلے ہی بیوہ کر گیا ہے۔ میں اپنے شان کی امانت ہوں مجھے معاف کر دینا شان...... شان شان اور پھر بے ہوش ہو جاتی۔ تقریباً پچیس دن ہو چکے تھے ہم ہسپتال بہت پریشان تھے ایک اور مریض آیا جو ایمرجنسی وارڈ میں داخل کیا گیا وہ کچھ جانا پہچانا سا لگ رہا تھا پوچھا تو ایک عورت بولی۔ یہ میرا شوہر ہے۔ ہاں بی بی یہ آپ کا شوہر ہے مگر اس کا نام کیا ہے یہ کس کا بیٹا ہے بھائی صاحب یہ عبدالکریم کا بیٹا یونس ہے۔ اوہو باجی اسے کیا ہوا؟ بھائی صاحب اسے اپنے باپ کا صدمہ برداشت نہیں ہوا کیا اس کے باپ کو؟ وہ دنیا سے چلے گئے میں مکران کی ڈیتھ باڈی بھی نہیں ملی اف میرے خدایا مجھے شان یاد آنے لگا۔ میں نے اپنے آنسو صاف کئے اور پوچھا۔ باجی اس کے دوسرے بھائی کہاں ہیں۔ وہ کوئی بھی نہیں اس کے ساتھ آئے؟ نہیں بہن بھیا ایسی بات نہیں ہے۔ دراصل وہ باڈی کی تلاش میں ہیں خدا کرے مل جائے۔ بہن لگتا ہے ان کے ساتھ کوئی حادثہ ہوا ہے ہاں وہ فوجیوں کو ٹریننگ دیتے تھے ہیلی کاپٹر میں ہاں یہ تو مجھے پتا ہے مگر حادثہ کیسے ہوا؟ بھائی صاحب ایک دن ہیلی کاپٹر ان کے قابو نہیں ہوا اور ایک لاش تو کھیتوں میں سے مل گئی باقی دو لاشوں کا ابھی تک کوئی پتہ نہیں ہے۔ اچھا میں اس عورت کی باتیں بھی سن رہا تھا اور رو بھی رہا تھا رو اس لئے رہا تھا کہ وہ آدمی میرے ایک دوست کا باپ تھا ہم نے بچپن اکٹھا گزارا تھا۔ اس کے باپ نے جسے اسے رکھا اس سے زیادہ میرا خیال رکھا اگر کبھی میرا دوست مجھے تنگ کرتا اور میں آ کر انکل کو بتاتا تو انکل اسے ڈانٹتے اگر میں تنگ کرتا تو وہ آ کر بتاتا انکل مجھے بڑے پیار سے سمجھاتے۔ آج اتنے عرصے بعد ان کی فیملی سے ملاقات ہوتی تو ان کے بارے میں بہت بری خبر ملی۔ اتنے میں ماریہ کی ماں آئی۔ اٹھو جلدی ڈاکٹر کو بلاؤ۔ ماریہ بیٹی کو ہوش آ گیا ہے اور وہ آپ کا پوچھ رہی ہے میں جلدی سے بھاگا ماریہ ماریہ بیٹی جی ابو میں نے ڈاکٹر کو آواز دی ڈاکٹر میری آواز۔ پورے روم میں گونجی روم میں جتنے بھی لوگ تھے سب میری طرف متوجہ ہوئے اتنے میں وہ عورت بھی آ گئی۔ یونس کی بیوی اور ہمارے

پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ ڈاکٹر جی کیا ہوا مریض کو ڈاکٹر صاحب اسے دیکھیں۔ یہ ہوش میں ہے اور خدا نے بہت اچھا کیا جو یہ ہوش میں آ گئی ورنہ اس کو خطرہ تھا یہ قومہ میں جا سکتی تھی نہیں نہیں خدا نہ کرے ڈاکٹر بولا۔ بھائی آپ کی بیٹی ہوش میں تو آ گئی مگر ابھی آپ کو مزید دس دن اور لگیں گے۔ اس نے اپنے دل پر گہرا اثر لیا ہے، اس کا دماغ پوری طرح کام نہیں کر رہا اور ڈاکٹر میری بچی ٹھیک ہو جائے بس۔ ہیں ہاں ان شاء اللہ ٹھیک ہو جائے گی تم ہمت سے کام لو ڈاکٹر مجھے دلاسہ دے کر چلا گیا۔ وہ عورت بھی ہمارے پاس بیٹھ گئی اور بولی۔ بھیا یہ آپ کی بیٹی ہے؟ ہاں باجی یہ میری بیٹی ماریہ ہے اتنے میں اس کا ٹیلی فون آیا تو وہ دوسری طرف جا کر سننے لگی تھوڑی دیر بعد وہ کچھ خوش تھی میں نے پوچھا تو بولی۔ میرے جیٹھ جی آ رہے ہیں میں نے پوچھا کون کون سے؟ بولی۔ یامین۔ اچھا یامین آ رہا ہے ہاں بھیا مگر تم اسے جانتے ہو؟ ہاں وہ میرا بہت گہرا دوست ہے اچھا پھر تو آپ کی ملاقات بھی ہو جائے گی۔ ہاں شکر ہے خدا کا کہ آج اتنے عرصے کے بعد میں نے اپنے بھائی جیسے دوست کی شکل دیکھی ہے۔ میری بیٹی۔ ابو ابو جی ...... یہ کون ہیں جن سے آپ بات کر رہے تھے۔ بیٹی یہ میرے ایک دوست کی بھابی ہے اور میرا دوست بھی آ رہا ہے جو بیمار ہے۔ وہ یامین کا چھوٹا بھائی یونس ہے اور یہ اس کی بیوی۔ اچھا ابو اس کا مطلب نہ میں بیمار ہوتی نہ یہاں آتی تو آپ کے دوست سے آپ کی ملاقات کیسے ہوتی؟ نہیں بیٹی یہ تو خدا کا ایک کرشمہ ہے جو بچھڑے لوگوں کو ملا دیتا ہے۔ وہ بولی۔ ابو لیکن میرا شان کب ملے گا۔ بس بیٹی بس خاموش اور وہ رونے لگی۔ ابو جی شان کو بھی بلاؤ بیٹی وہ آتا ہی ہو گا اسے پتا ہے کہ ماریہ ہسپتال میں ہے میں نے اسے جھوٹی تسلی دی وہ خاموش ہو گئی اتنے میں کچھ شور ہونے لگا یونس کے بیڈ کے پاس کچھ لوگ کھڑے تھے میں سمجھ گیا کہ یہ یامین ہیں مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں بھی چلا گیا اچانک اپنے سامنے دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔ گلے ملا ارے نذیر تم ہاں یامین یار آنکھیں ترس گئی تھی۔ آج آپ سے مل کر کچھ سکون ملا ہے جیسے ہی میں نے سنا کہ آپ آ رہے ہو تو دل بے چین سا ہونے لگا تھا اور آنکھیں تمہارا رستہ دیکھ رہی تھی یار مجھے تو یقین نہیں آ رہا کہ میں تیرے پاس کھڑا ہوں۔ ہاں مجھے بھی نہیں ہو رہا خیر بھائی صاحب آپ کو کیا مسئلہ ہے۔ یار میری اکلوتی بیٹی ماریہ داخل ہے کیوں کیا ہوا اسے؟ یامین بولا۔ کیا بتاؤں یار ایک لمبی کہانی ہے تم آؤ بیٹھو میں تمہیں اپنی بیوی اور بیٹی سے ملواتا ہوں۔ آیئے یہ ہے تمہاری بھابی اور یہ تمہاری بھتیجی ماریہ اوہو یار کیا کیا ہے اسے کتنی پیاری بچی ہے پتا ہے اس کی پیدائش پر میں آیا تھا اور اسے اٹھا کر چل پڑا تھا کہ یہ میری بیٹی ہے اسے میں لے جاؤں گا ہاں یار سب یاد ہے۔ چھوڑو یار اب سناؤ کہاں رہتے ہو۔ انکل کا سن کر بہت دکھ ہوا۔ ہاں نذیر یار دکھ تو سب کو ہے سب سے زیادہ دکھ تو اس بات کا ہے کہ ان کی ڈیتھ باڈی نہیں ملی کافی دیر افسوس کے بعد میں نے پوچھا کہ اٹھارہ سال بعد ملے ہو کیا کرتے رہے کہاں رہے تھے یار میرا کاروبوار ہی ایسا تھا میں نے ایک کمپنی لے رکھی ہے ساری ذمہ داری مجھ پہ ہے یہ دو میرے ساتھ والے میرے ہیلپر ہیں اور یامین صاحب آپ کے دونوں بیٹے وہ یار ایک تو میرے ساتھ کمپنی میں ہوتا ہے اور چھوٹا باہر گیا ہوا ہے امریکہ وہاں کیا کرتا ہے؟ وہاں پڑھ بھی رہا ہے اور میرے دوست کا اپنا کاروبار ہے کام بھی کرتا ہے ایک لاکھ بیس ہزار روپے ماہانہ آمدنی ہے اس کی اچھی بات ہے دونوں بیٹوں کو قابو میں رکھا ہوا ہے۔ ہاں نذیر میرے بارے میں تو سب کچھ پوچھ لیا اپنے بارے میں نہیں بتایا کہ ماریہ کو کیا ہوا گھر والے کیسے ہیں آپ کیا کرتے ہو۔ ہاں دوست یہ بہت لمبی کہانی ہے پھر کبھی میرے گھر آنا میں سب کچھ بتاؤں گا۔ مگر یہ تو بتاؤ کہ اسے یعنی میری بچی کو کیا ہوا؟ یار آپ کو پتہ ہے ہم نے اس کا رشتہ بچپن سے بھیا کے بیٹے شان سے طے کیا تھا ہاں کیا تھا پھر پھر پہلے تو یہ اس میں بالکل دلچسپی نہیں لیتی

تھی۔ ہم لوگ بہت پریشان تھے ایک دن تو ایک عجیب سا معجزہ ہوا کیا ہوا؟ میری بیٹی اپنی زبان کے مطابق موت کی کشمکش تھی اس کی ٹانگیں بالکل بے جان ہو چکی تھی اور یہ ساتھ ساتھ بتا بھی رہی تھی کہ میرا جانے کا ٹائم ہو گیا ہے۔ ہم رو رہے تھے ڈاکٹر سر پہ کھڑا تھا اور حیران بھی تھا کہ کسی کو پتہ نہیں ہوتا اس نے کب چلے جانا ہے مگر ماریہ نے تین دن پہلے ہی بتا دیا تھا کہ میں مہمان ہوں جس دن یہ واقعہ ہوا صبح سویرے اٹھی نماز قرآن کے بعد اپنا سب کچھ کمرے میں تیار کیا کفن چنے پھول عطر وغیرہ اور دوپہر کے وقت کہتی مجھے مل لو میں جانے لگی ہوں ہمارے پاس آ کر لیٹ گئی اور بتا بھی رہی ہے کہ میں جا رہی ہوں۔ ڈاکٹر بلایا وہ بھی کچھ نہ کر سکا اچانک اس کی ماں بولی کہ ہم شان کو کیا منہ دکھائیں گے۔ ہم نے تمہاری شادی کرنی تھی مگر ہمارے سارے خواب ساری حسرتیں خواہشیں دل میں ہی رہنے دو گی۔ یہ سن کر ماریہ بیٹھ گئی۔ حالانکہ اس کا آدھا جسم بے جان ہو چکا تھا۔ صرف ہلکی سی دھڑکن ہی تھی۔ جب اسے پتہ چلا کہ شان میرا منگیتر ہے تو کہتی ہے ٹھیک ہے ابو میں نہیں جاتی میں تم لوگوں کی عزت کی خاطر اپنا ٹائم آگے کر لیتی ہوں مگر یاد رکھنا میں نے جانا ہے اور جانے کے بعد تین بار آؤں گی اور ہاں ابھی میری شادی نہ کرنا میں پڑھوں گی میری بیٹی کی باتیں سن کر اور زندہ دیکھ کر ہم بہت خوش تھے اور آج ہمیں یہ ڈر ہے کہ کہیں یہ ہمیں چھوڑ نہ جائے۔ شان کا صدمہ برداشت نہیں کر پائی کیا؟ شان کو کیا ہوا؟ اس کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے اور ...... اور کوشش کی مگر ہمت نہیں تھی۔ میں نے روکا نہیں تمہیں یار تم بیٹھے رہو کوئی بات نہیں ویسے یار نذیر تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں ہسپتال میں ہوں اور یار میں پرسوں یہاں سے گیا ہوں اچھا کیوں کیا ہوا تھا وہ تمہاری بھتیجی ماریہ داخل تھی اب ماشاء اللہ بالکل ٹھیک ہے اور بہت خوش بھی۔ اچھا بیٹھو ناں یار یا کھڑے کھڑے چلے جاؤ گے نہیں یار میں تم سے ہی تو ملنے آیا ہوں مہربانی آپ کی جو مجھے یاد کیا اور ملنے چلے آئے۔ دیکھو یونس دوستی میں مہربانی تھینک یو شکریہ نہیں چلتا۔ او سوری یار میں بھول گیا تھا۔ پھر کافی دیر باتیں کرنے کے بعد میں واپس آ گیا۔

تقریباً چار دن بعد ہمارے دروازے پہ ایک گاڑی آ کر رکی۔ ماریہ دوڑ کر گئی اور آ کر کہتی کہ ابو کوئی صاحب لگتے ہیں گاڑی پہ آئے ہیں اور دروازے میں کھڑے ہیں۔ میں جلدی سے گیا وہ میرا دوست یامین تھا اور ماریہ کے لئے بہت کچھ لے کر آیا تھا۔ میں گلے ملا اور اپنے ساتھ گھر لے آیا۔ ماریہ ...... ماریہ بیٹی دیکھو کون ہے! کون ہیں ابو؟ بیٹی یہ تمہارے انکل ہیں میرے بچپن کے دوست جب تم چھوٹی سی تھی تو یہ تمہیں بہت پیار کرتے تھے اور خود اٹھا کے رکھتے کسی کو پکڑنے بھی نہیں دیتے۔ اچھا تو یہ ہیں وہ انکل یامین جن کا آپ اکثر ذکر کرتے تھے۔ ہاں ہاں بیٹی السلام علیکم انکل وعلیکم السلام بیٹی کیسی ہو۔ ادھر آؤ میرے پاس۔ جی انکل۔ بیٹی بیٹھو۔ او کے انکل۔ اچھا یہ بتاؤ میری بیٹی پڑھ رہی ہے یا نہیں۔ انکل پڑھ رہی ہوں۔ کس کلاس میں۔ جی میں 9th میں ہوں کچھ دن بلکہ ایک ڈیڑھ ماہ پہلے داخلہ لیا ہے اور پھر میں بیمار ہو گئی اب ان شاء اللہ جاؤں گی اور دل لگا کر پڑھوں گی۔ اب تو میرا مقصد پڑھنا ہے بس۔ ہاں بیٹی جتنا پڑھ سکتی ہو پڑھ لو جس چیز کی ضرورت ہو مجھے بتانا اور لو میں آپ کے لئے کچھ چیزیں لایا ہوں لیکن انکل یہ سب کچھ کیوں کیا نہیں بیٹی جب تم چھوٹی تھی تو تب بھی میں ایسے ہی کرتا تھا۔ اب تو تو جواب بھی دینے لگی ہے۔ دیکھو میں تمہارے باپ سے نہیں ڈرتا ہم تو ایک دوسرے کی جیب سے پیسے نکال کر کھاتے تھے نہ میرے ابو مجھے خرچے سے تنگ ہونے دیتے نہ تمہارے دادا تمہارے ابو کو۔ ہم نے جو مانگا ہمیں آ ملا۔ دیکھو بیٹی میری اپنی کوئی بیٹی نہیں مجھے اس لئے اچھا لگتا ہے کہ میں بیٹیوں کے لئے کچھ خریدوں آپ میری بیٹی ہو تو میں آپ کے لئے لے آیا اور لاتا رہوں گا اور کبھی مجھے منع نہ کرنا۔ نہیں نہیں ایسی کوئی بات نہیں یامین یار ہم تو چاہتے ہیں کہ آپ کا خرچہ نہ

ہو۔ او یار نذیر اتنے پیسے میں کیا کرنا ہے ان کا اگر یہ استعمال نہیں کیے تو یار یہ چیزیں اپنے بہن بھائیوں کے لئے اپنے بچوں کے لئے ہوتی ہیں میرے دو بیٹے ہیں وہ دولت میں کھیل رہی ہیں۔ ایک بھائی کسی چیز کی کمی نہیں آنے دی اسے اور نہ ہی کام کرنے دیا ہے۔ اتنے سالوں بعد آپ ملے ہو تو مجھے یقین نہیں ہوا کہ میں اپنے یار نذیر سے ملا ہوں اور تو اور آپ کو مل کر اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی مجھے میری گڑیا سے مل کر ہوئی اور اب کوئی بھی منع نہیں کرسکتا کچھ کرنے سے میں کسی دن اپنے بیٹے اور اس کی آنٹی کو لے کر آؤں گا۔ دیکھو اپنی ہی کرتے جاؤ گے یا میری بھی سنو گے۔ اوہ تو آپ بھی کچھ کہنا چاہتے ہو۔ ہاں یار خدا خدا کرکے تم سے ملا ہوں ہمیں ان چیزوں کی دولت کی کوئی ضرورت نہیں ہے ہم کو دوستی کے اور پیار کے بھوکے ہیں دولت تو اتنی ہے پر کھانے والا کوئی نہیں۔ یہ کھیت یہ ساری کھیتوں کی آمدنی اس کے لئے ہے میں نے خود کوئی نوکری نہیں کی کہ میری بیٹی اکیلی ہو جائے گی کھیتوں کے لئے نوکر رکھے ہوئے ہیں اور خود سارا دن اپنی لاڈلی کے ساتھ گزار دیتا ہوں مجھے تو کسی بہن بھائی کی کوئی فکر نہیں ہوتی اس کے علاوہ ماریہ کی ماں جلدی لے آؤ چائے بس بس آ گئی ہیں بھائی صاحب بیٹھو ناں بھابی آپ بھی جی میں پانی لے کر آتی ہوں۔ دیکھو بھابی ہماری بیٹی کو خوش رکھا کرو اور کسی دن تم تینوں میرے گھر آؤ تمہاری بھابی بہت یاد کرتی ہے ٹھیک ہے بھائی جب ماریہ بیٹی کہے گی ہم تیار ہیں۔ بھیا آپ بیٹھو میں کھانا تیار کرتی ہوں۔ نہیں بھابی ہم جلدی میں ہیں پھر کبھی کھائیں گے نذیر یار اب ہمیں اجازت دو ہاں ماریہ کب لگاؤ گی چکر اپنے انکل کے گھر۔ انکل جلد ہی آئیں گے یہ کہہ کر ماریہ خاموش ہوتی ہے اور یامین بھائی چلے جاتے ہیں۔ لیکن ٹیلی فون پہ ہر روز ماریہ سے باتیں ہوتی رہتی ہیں۔

ایک دن میں نے ماریہ کو سکول کے لئے تیار کیا اور موٹر سائیکل پہ چھوڑ کر آ گیا واپسی پہ آئی تو بہت تھکی ہوئی تھی رات کو کافی بخار تھا تین دن تک بخار رہا بھائی یامین کو پتہ چلا تو اپنی فیملی کے ساتھ آ گئے۔ ان کی وائف بھی تھی سلام دعا کے بعد باتیں ہونے لگیں ان کی بیوی تو ماریہ کو دیکھ کر مر بیٹھی اور ہر وقت ماریہ میں نظر رکھتی اور پتہ نہیں یامین کے کان میں کیا کہا وہ بھی مسکرانے لگا۔ ماریہ اپنی امی کے ساتھ کھانا بنانے لگی تو وہ بھی پاس جا کر بیٹھ گئی اور باتیں کرنے لگی ماریہ بیٹی کو کتنے دن بخار رہا ہے۔ آنٹی اب تو ٹھیک ہوں مگر دوائیاں کھاتی رہتی ہوں۔ کوئی بات نہیں بیٹی خدا کا شکر ہے تم ٹھیک ہو گئی لیکن کوئی وجہ بھی ہو گی نہ ہاں آنٹی میں تھک گئی تھی۔ واپسی پہ ابو جان مجھے سکول چھوڑنے کے بعد کھیتوں میں چلے جاتے ہیں اور میں لڑکیوں کے ساتھ آتی ہوں بیٹی اگر برا نہ مانو تو ایک بات کہوں جی آنٹی کل سے تمہارے سکول جانے آنے کا میں مسئلہ حل کر دیتی ہوں۔ نہیں آنٹی ایسی بات نہیں ابو تو کہتے ہیں گاڑی لے لیتے ہیں پر میں خود نہیں مانتی ایک موٹر سائیکل ہے ناں کل سے ابو لے آیا کریں گے۔ نہیں بیٹی پلیز مجھے کرنے دو ناں تم میری بیٹی ہو۔ آنٹی دیکھو میں ابو کے علاوہ کسی کے ساتھ جانا پسند نہیں کرتی۔ کیا اپنے انکل کے ساتھ بھی وہ بھی تو تمہارے ابو جیسے ہیں۔ ہاں آنٹی کیوں نہیں۔ تو پھر وہ تمہیں چھوڑ کے بھی آئیں گے اور لے کر بھی جائیں گے اب تم کبھی ٹینشن نہ لینا۔ او کے آنٹی اور جس دن تم چاہو اپنے انکل کے ساتھ آ جانا۔ او کے آنٹی ویسے ایسی تو کوئی بات نہیں میں جب جہاں کہتی ہوں ابو فوراً تیار ہو جاتے ہیں۔ ہاں بیٹی وہ آپ کو خوش رکھنا چاہتے ہیں۔ ہاں آنٹی میں جانتی ہوں۔ ماریہ بیٹی اٹھو برتن تیار کرو کھانا تیار ہے۔ ٹھیک ہے امی میں ابھی سب کچھ تیار کرتی ہوں۔ آپ انھیں یہاں سے اور آنٹی آئیں آپ بھی کمرے میں چلو بیٹی۔ پھر سب نے مل کر کھانا کھایا اور گپ شپ ہونے لگی۔ ماریہ بہت خوش تھی کہ آج اس کے آنکل اور آنٹی نے ان کے گھر سے کھانا کھایا ہے

اور حیران بھی تھی کہ آنٹی تو انکل سے بھی زیادہ مہربان ہو رہی تھی۔ اتنی دیر میں بھائی یامین بولے بیگم اٹھو چلیں میں نے آفس جانا ہے۔ فون آ رہا ہے ہاں ہاں چلو دونوں نے ماریہ کا ماتھا چوما پیار کیا اور ہمیں مل کر چلے گئے۔

کل صبح سات بجے گاڑی آ گئی۔ ماریہ حیران تھی جلدی سے دیکھا تو اس کے انکل یامین گاڑی میں بیٹھے تھے۔ وہ باہر آئی اور بولی۔ انکل اندر آؤ پلیز کیوں بیٹی سکول نہیں جاؤ گی۔ جاؤں گی انکل پر آپ اندر تو آئیں ابھی تو میں تیار ہونے لگی ہوں۔ آپ اتنی دیر باہر بیٹھے رہیں گے۔ نہیں تو۔ چلو آؤ میں تمہارے ساتھ اندر چلتا ہوں تم جلدی کرو ورنہ سکول سے لیٹ ہو جاؤ گی اور تمہارا لنچ تمہاری آنٹی نے دیا ہے گاڑی میں پڑا ہے۔ او کے ٹھیک ہے انکل۔ ماریہ بولی۔ امی آپ انکل کو چائے دو میں ابھی تیار ہو کے آتی ہوں۔ ہاں بیٹی میں چائے بنا رہی ہوں تم جلدی کرو۔ اتنے میں ماریہ تیار ہو گئی یامین نے چائے بھی پی لی تھی۔ چلیں انکل۔ ہاں چلو۔ دونوں گاڑی میں جا بیٹھے۔ ماریہ کی ماں دیکھتی رہی۔ ماریہ ماں باپ کو بائے بائے کرتی جا رہی تھی راستے میں۔ کیا بات بیٹی تم خاموش کیوں ہو؟ انکل میں سوچ رہی ہوں کہ آپ نے اپنا کام چھوڑا ہے اور مجھے سکول چھوڑنے کے لئے آئے ہیں مجھے کچھ اچھا نہیں لگ رہا۔ نہیں بیٹی مجھے بہت خوشی ہوئی۔ اتنی دیر میں سکول آ گیا۔ لو بیٹی تمہارا سکول آ گیا۔ تھینک یو انکل جی۔ اچھا بیٹی کتنے بجے لینے آؤں۔ آپ دو بجے آ جانا میں آپ کا ویٹ کروں گی او کے بائے انکل۔ بائے بیٹی۔ سکول میں لڑکیوں نے دیکھا کہ ماریہ ایک خوبصورت گاڑی میں آئی ہے تو پوچھنے لگیں۔ ماریہ نئی گاڑی خریدی ہے۔ ماریہ بولی۔ نہیں یار ہم گاڑی تو آج خرید لیں پر ہمارا چلانے والا کوئی نہیں ہے۔ پھر یہ کون تھا جو تمہیں چھوڑ کر گیا ہے۔ یہ میرے انکل ہیں اور اب یہ ہر روز چھوڑ کر بھی اور لے کر بھی جائیں گے۔ واہ کیا بات ہے ماریہ بڑی خوش نصیب ہو۔ ایک دن تھک کے بیمار ہو گئی اور گاڑی مل گئی۔ دیکھو یار مجھے ان چیزوں سے دلچسپی نہیں ہے میں اپنی مستی میں رہتی ہوں اگر میں ابھی کہوں تو ابو ابھی میرے لئے گاڑی لے آئیں۔ چلو چھوڑو آؤ چلیں کلاس کا ٹائم ہو گیا ہے چلو سب مل کر کمرے میں گئیں۔

پھر سارا دن ماریہ چپ رہی چھٹی کا ٹائم ہوا جیسے ہی ماریہ باہر نکلی گاڑی کھڑی تھی۔ ماریہ نے اپنی دوستوں کو گڈ بائے کہا اور گاڑی میں بیٹھ گئی۔ کچھ دیر خاموشی کے بعد ماریہ بیٹی لنچ کیا تھا تم نے۔ جی انکل بہت مزے کا تھا میں نے تو بس کھیر ہی کھائی ہے۔ اچھا تو یہ بتاؤ میرے ساتھ سفر کیسا لگا۔ انکل اچھا سفر ہے پر میں یہ آپ پر زحمت سمجھ رہی ہوں۔ نہیں بیٹی ایسا مت کہو میں اسے اپنی خوشی اور خوش قسمتی سمجھ رہا ہوں۔ او کے انکل۔ اتنے میں گاؤں آ گیا۔ ماریہ بیٹی وہ دیکھو تمہارے امی ابو دروازے میں کھڑے ہیں۔ ہاں انکل وہ دونوں میرے بنا اک منٹ بھی نہیں رہ سکتے۔ کیا پتہ دونوں صبح سے یہاں کھڑے ہوں۔ ہاہاہا اوہ نہیں بیٹی ایسی بات نہیں ان کو پتہ ہے تم سکول میں ہو اور کتنے بجے آؤ گی۔ اتنے میں دروازہ آ گیا تو ماریہ اترو ماں باپ کے گلے ملو۔ او کے انکل۔ بائے بیٹی۔ ماریہ اور ہم تینوں اندر آ گئے بائی یامین چلے گئے پھر کئی دن یہ سلسلہ رہا بھائی یامین آتے اور ماریہ کو سکول چھوڑ کر بھی اور لے کر بھی آتے۔ ماریہ بھی خوش تھی اور ہم دونوں بھی ویسے ہم سب نے کتنی بار منع کیا ہے کہ یامین ایسا نہ کرو لیکن وہ تو جیسے ماریہ کو برسوں بعد تلاش کرنے کے بعد ایک منٹ بھی نہیں چھوڑنا چاہتے۔ خیر دن گزرتے گئے ہمارا معمول بن گیا تھا اب میں بے فکر ہو جاتا صبح سات بجے وہ جاتی اور دو بج کر پچیس منٹ پہ آ جاتی۔

ایک دن یامین کہنے لگا۔ آج ماریہ ہمارے گھر جائے گی، اس کی آنٹی بہت دنوں سے کہہ رہی ہے آج

میں وعدہ کر کے آیا ہوں چھٹی پہ ماریہ کو گھر لے آؤں گا۔ کیوں ماریہ چلو گی۔ انکل میں ابو کی اجازت کے بغیر نہیں جاؤں گی۔ کیوں ابو؟ نہیں بیٹی تم جانا چاہتی ہو تو چلی جانا پر ہمیں بتا دینا۔ ٹھیک ہے ابو۔ بائے بائے۔ خدا حافظ بیٹی۔ اور ماریہ اپنے انکل کے ساتھ سکول کے رستے پہ جانے لگی۔ چھٹی کے وقت وہ سیدھی اپنے انکل کے ساتھ ان کے گھر چلی گئی۔ اس کی آنٹی اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی گلے ملی منہ ماتھا چوما پیار کیا اور اپنے کمرے میں لے گئی۔ ماریہ تو اس گھر میں ایسے تھی جیسے پہلے سے رہتی ہو کیونکہ وہ اپنے انکل اور آنٹی کے ساتھ گھل مل چکی تھی۔ اتنے میں یامین بولے۔ بیگم او بیگم۔ جی بابر آیا ہے یا نہیں۔ نہیں ابھی تک نہیں آیا۔ چلو میں جا کر دیکھتا ہوں۔ ہاں آپ اسے لے آئیں جلدی آج پتہ نہیں کیوں لیٹ ہو گیا۔ اتنے میں ماریہ آنٹی یہ بابر کون ہے؟ یہ میرا بڑا بیٹا ہے تم سے ایک سال بڑا ہے بس جب یہ پیدا ہوا تھا تمہارا باپ بہت خوش ہوا اسے اپنے گھر لے جاتا تمہاری امی ابو اسے بہت پیار کرتے ہیں لیکن آنٹی آپ نے بتایا تو نہیں بیٹی اتنے عرصے بعد ملے ہیں ہمیں اپنے گلے شکوؤں کے علاوہ کچھ یاد ہی نہیں آیا۔ چلو ابھی آیا ہی ہو گا۔ اتنے میں گاڑی نے وسل دی امی امی کیا بات ہے بیٹا آج بہت خوش نظر آ رہے ہو۔ امی آپ کو پتہ ہے کہ آج مجھے پورے دو لاکھ کی پروفٹ ہوئی ہے۔ اچھا پھر تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ ہاں ماں آج اسی لئے میں کچھ دیر لیٹ ہو گیا تھا۔ ماریہ حیران نظر سے دیکھتی رہتی ہے۔ اچانک بابر اسے دیکھ کر چپ ہو جاتا ہے۔ امی ...... امی یہ لڑکی کون ہے؟ یہ کیوں آئی ہے آؤ میں بتاتی ہوں۔ یہ تمہارے انکل نذیر کی بیٹی ماریہ ہے اٹھارہ سال بعد ہم لوگ دوبارہ ملے ہیں۔ یہ اس وقت ایک سال کی گڑیا تھی اور تم دو سال کے تھے جب ہم کو شہر آنا پڑا اور ان سے رابطہ ختم ہو گیا۔ اچھا تو یہ ہے وہ ماری جس کا پاپا اکثر ذکر کرتے ہیں۔ ہاں بیٹا۔ دونوں کا تعارف ہوتا ہے دونوں ہاتھ ملاتے ہیں اور بابر شرماتا ہوا باہر چلا جاتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ماں کھانا دو۔ بیٹا بن گیا ہے تم ہاتھ دھو کر ٹیبل پر چلو سب مل کر کھانا کھاتے ہیں۔ بابر بہت حیرت سے ماریہ کو دیکھتا رہتا ہے اور اپنے دل میں سوچتا ہے کہ خدا نے اسے کتنے فارغ وقت میں بنایا ہے کتنی خوبصورت ہے کیا یہ مجھے ملے گی۔ اتنے میں ماں بولی۔ بیٹا کیا بات ہے تم کچھ پریشان سے لگ رہے ہو۔ نہیں امی میں کچھ سوچ رہا تھا۔ ماریہ۔ آنٹی یہ سوچ رہے ہیں کہ میں تمہارے گھر کیوں آئی ہوں اگر یہ نہ سوچ رہے ہوں تو پھر کہنا آنٹی۔ نہیں نہیں بیٹی یہ ایسا نہیں سوچ سکتا۔ میں بتاتی ہوں کیا سوچ رہا ہے یہ تمہیں دیکھ کر حیران ہو رہا ہے کہ اتنا پیارا چاند آج ہمارے گھر میں کیسے آ گیا۔ ماریہ شرما جاتی ہے۔ ہاں امی میں یہی سوچ رہا تھا کہ یہ لڑکی کتنی پیاری ہے کہاں چھپی ہوئی تھی۔ او بیٹا یہ جہاں بھی تھی اب ہم نے اسے ڈھونڈ نکالا ہے تم کیوں فکر کرتے ہو۔ نہیں ماں میں فکر کیوں کروں آج یہ ادھر ہی رہے گی۔ نہیں بیٹا اس کے ماں باپ گھر سے باہر بیٹھے ہوں گے جب تک یہ نہیں جائے گی وہ اندر نہیں جائیں گے اور نہ ہی کچھ کھائیں گے۔ اتنے میں ماریہ کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ صاف کرتی ہے۔ ہاں آنٹی اب مجھے چلنا چاہئے پتہ نہیں ابو امی نے کھانا کھایا یا نہیں۔ دیکھو بیٹی تم تیار ہو جاؤ میں اور بابر تمہیں چھوڑ آتے ہیں۔ ماریہ اپنا بیگ پکڑ کر بولی آنٹی میں تیار ہوں۔ بابر بیٹا گاڑی نکالو۔ اچھا ماں۔ چلو بیٹی۔ وہ تینوں گاڑی میں بیٹھ کر چلے جاتے ہیں ادھر ماریہ کے امی ابو دروازے میں ہی کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ دیکھو ماری بیٹی اپنے دیوانے ماں باپ کی طرف۔ ہاں آنٹی کتنا پیار کرتے ہیں مجھ سے۔ پیار کیسے نہ کریں تم ہو ہی اتنی خوبصورت لو ماریہ بیٹی جاؤ اور اب ہمیں اجازت دو۔ وہ ماریہ کو چھوڑ کر چلے گئے۔ ماریہ ابو جی سچ پوچھو تو آنٹی اور انکل بہت ہی اچھے ہیں انہوں نے اپنی اولاد سے زیادہ مجھے پیار کیا ہے۔ ہاں بیٹی وہ تمہیں بچپن میں بھی بہت پیار کرتے تھے۔ پھر ماریہ اپنی ماں کے ساتھ گپ شپ

لگانے سے فارغ ہو کر سکول کا کام کرنے لگی۔ ابو آج میں ذرا بھی نہیں تھکی۔ ہاں بیٹی اگر تمہیں اچھا لگا ہے تو ہمیں بہت خوشی ہوئی کہ تو خوش ہے۔

اسی طرح دن گزرے رہے۔ کبھی ماریہ کو اس کے انکل سکول چھوڑ کر اور لے کر آتے اور کبھی بابر۔ بابر ماریہ میں دلچسپی لینے لگا۔ ایک دن ہمت کر کے کہتا ہے ماریہ اک بات کہوں اگر مائنڈ نہ کرو تو۔ ہاں بولو۔ ماریہ میں تمہیں کیسا لگتا ہوں؟ تم اچھے ہو۔ اور میری باتیں؟ اچھی ہیں۔ اور میرے کام؟ وہ بھی تمہاری طرح اچھے ہیں۔ پھر تم مجھ سے شادی کرو گی؟ یہ بعد کی بات ہے سوچوں گی، مشورہ کروں گی۔ کس سے مشورہ؟ اپنے ماں باپ سے۔ لیکن وہ تمہیں ہم سے ملنے سے روکیں گے؟ نہیں وہ کبھی نہیں منع کریں گے۔ او کے ٹھیک ہے لیکن یاد رکھنا میں نے پہلی نظر میں تمہیں اپنے دل میں اتار لیا ہے۔ اب تم انکار کرو یا اقرار میں پیچھے نہیں ہٹنے والا۔ تم میرے لئے ایک اہم لڑکی ہو۔ او کے لو ماریہ تمہارا گھر آ گیا۔ تھینک یو بابر جی۔ باہر گیٹ بند کرتے ہوئے کل بھی میں آؤں؟ پتہ نہیں۔ ماریہ بولی۔ کیا مطلب؟ مطلب آپ آؤ یا انکل مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔ بس مجھے اتنا پتہ ہے کہ میں نے سکول جانا ہے۔ بابر ماریہ کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا۔ ماریہ اندر چلی گئی۔ ماں باپ کو سلام کیا، بستہ رکھا، کھانا وغیرہ کھا کر بیٹھ گئی۔ شام ہو گئی۔ ہیلو بیٹی آپ خوش ہو ناں۔ جی ابو جان میں خوش ہوں پر ابو میں نے آپ دونوں سے ایک بات کرنی ہے؟ کیا بیٹی بولو؟ ابو جی وہ بابر ہے ناں وہ مجھے کچھ غلط نظروں سے دیکھتا ہے۔ اچھا یہ بات ہے تو تم نے کیا سوچا؟ ابو مجھے اچھا تو لگا ہے پر میں یہ سوچتی ہوں کہیں میری وجہ سے کسی کے جوان بیٹے کو کچھ نہ ہو جائے۔ نہیں بیٹی ایسا نہیں کہتے تم کیوں سوچتی ہو یہ سب اگر تمہیں بابر پسند ہے تو ٹھیک ہے ہم اپنی بیٹی کے لئے کچھ ایسا ہی کریں گے اور وہ کریں گے جو تم چاہو گی اور کہو گی۔ ابو جی ایک بات کہوں؟ ہاں بولو بیٹی۔ ابو لوگ تو مجھے منحوس کہتے ہیں۔ نہیں تم خبردار ایسا لفظ اپنے منہ سے نکالا تو انسان کی قسمت خدا بناتا ہے جس کو جتنی زندگی ملی ہو وہ اتنی ہی گزار کر جاتا ہے لوگ تو پتہ کیا کیا کہتے ہیں۔ لوگوں کی باتوں کو دل میں نہیں رکھتے۔ او کے ابو۔ اب مجھے نیند آ رہی ہے گڈ نائٹ۔ ٹھیک ہے بیٹی تم آرام کرو میں بھی سوتا ہوں۔ ماریہ بیٹی دودھ رکھا ہوا ہے پی کر سونا۔ ٹھیک ہے امی۔

اپنے ٹائم کے مطابق گاڑی آئی ماریہ تیار تھی بابر ہارن بجاتا رہا ماریہ آئی اور دونوں روانہ ہو گئے۔ کچھ خاموشی کے بعد بابر بولا۔ ماریہ کیا سوچا؟ کچھ نہیں ابھی تو فرصت ہی نہیں ملی لیکن تم اپنے دل سے فیصلہ کر لو بعد میں بات کرنا۔ ماریہ میں اپنے امی ابو کو بھیجوں اگر تم کہو تو۔ یار میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی آپ نے جو کرنا ہے کرو لیکن میں پڑھنا چاہتی ہوں۔ ماریہ تم جتنا چاہے پڑھو اگر کہو تو میں تمہیں کسی بیرونی ملک پڑھنے کو بھیج دیتا ہوں۔ نہیں نہیں ابھی ادھر تو پڑھ لوں۔ او کے دیکھو میں تمہیں پیار محبت کے چکر میں نہیں ڈالوں گا۔ بس تمہاری رضامندی چاہئے۔ ٹھیک ہے میں خوش ہوں۔ او کے تھینکس ماریہ آئی لو یو۔ اتنا لفظ سنتے ہی ماریہ خوش ہو گئی پھر کچھ نہ بولی۔ سکول آیا تو بابر بولا۔ ماریہ تمہارا سکول آ گیا۔ ماریہ اتری بابر کی طرف دیکھا تو بابر بولا۔

ہو کے انسان تو محبت سے بچے گا کیسے
اس خطا پر تو فرشتوں نے بھی سزا پائی ہے

پھر ماریہ تیزی سے سکول چلی گئی اور بابر اسے دیکھتا رہا۔ جب وہ اندر چلی گئی تو باہر واپس آ گیا۔ واپسی پہ پھر وہی باتیں ماریہ بولی کہ تم اگر مجھے محبت کرتے ہو تو نبھا لو گے؟ تم کیا سمجھتی ہو میں ایسا ویسا

ہوں۔ ماریہ بولی۔ کٹھن سفر ہے محبتوں کا سراب رستے میں سوچ لینا وہ چھوڑ جاتے ہیں اک قدم پہ جو ساتھ چلتے ہیں سوچ لینا۔ یہ ریت تم ناں نبھاہ سکو گے ناں سنگ رہنے کی بات کرنا کہ عشق والوں کی راہ گزر میں سراب آتے ہیں سوچ لینا تمہیں کہا تھا کہ بن کے اپنا فریب دیتا ہے یہ زمانہ تمہیں کہا تھا کہ آستینوں میں سانپ پلتے ہیں سوچ لینا۔ بابر بولا۔ او کے ماریہ اس کا جواب تجھے کل دوں گا اب تمہارا گھر آ گیا ہے اسی طرح بابر اپنی محبت میں کامیاب ہوتا گیا اور ماریہ کے دل میں اپنی جگہ بنا لی۔ پھر تو وہ دونوں ہر روز سکول کے بعد انجوائے کرنے کسی پارک میں یا کسی ریسٹورنٹ میں چلے جاتے ان دونوں کے ماں باپ بے فکر تھے ایک دن بابر نے اپنی امی ابو کو بھیجا اس کی امی نے آتے ہی ماریہ کو پیار کیا منہ چوما گلے لگایا اور اپنے پاس ہی بٹھا کر بیٹھ گئی اور باتیں کرنے لگی ہم سب بہت خوش تھے آپس میں گپ شپ بھی ہو رہی تھی۔ اچانک خاموشی ہو گئی اور اس خاموشی کو توڑتے ہوئے بھائی یامین بولے۔ دیکھو نذیر یار ہم آئے ہیں پوچھو گے نہیں کہ کیوں آئے ہو۔ اوہ یار یہ کیا بات ہے تم اپنا گھر نہیں سمجھتے؟ نہیں نہیں ایسی بات نہیں ہے میرا بات کرنے کا مقصد ہے کہ ہم لوگ آج ایک خاص کام کے لئے آئے ہیں سب چپ تھے بتاؤ کیا کام ہے؟ تم انکار نہیں کرو گے دیکھو جو میرے پاس ہے تیرا ہے جو نہیں اس کی معافی چاہتا ہوں۔ او کے تو پھر ہمیں ماریہ بیٹی کی بھیک چاہئے پلیز دے دو۔ ہم نے بہت رشتے دیکھے ہیں مگر میری بیگم اور بیٹے کو تو ذرا بھی پسند نہیں آئے لیکن ماریہ تو ہم سب کا سکون ہے۔ ہمارے گھر میں سب کچھ ہے مگر ایک ماریہ اور اس کے پیار کی ضرورت ہے۔ دیکھو یامین بھائی میرے جگر کا ٹکڑا ہے ہمیں تو اس کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔ ہاں ہم جانتے ہیں اولاد سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتا مگر ہم اپنی بیٹی سے تو پوچھ لیں۔ ہاں کیوں نہیں تم پوچھو اتنے میں ماریہ ابو آپ جو مرضی کرو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ واہ واہ ماریہ ہمیں خوش کر دیا۔ ایک دوست کو دوسرے دوست سے ہمیشہ کے لئے ملا دیا۔ شاباش بیٹی شاباش پھر ماریہ کے گھر والوں کا منہ میٹھا ہوا ایک دوسرے کو مبارکباد ملی سب بہت خوش تھے۔ ایک بار پھر اس گھر میں خوشیوں کا ستارہ چمکا۔ ایک بار پھر ماریہ کے مایوس چہرے کو مسکراہٹیں آنی شروع ہو گئیں۔ وہ لوگ بڑی امید لے کر آئے تھے خوشیاں لے گئے اور خوشیاں دے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد منگنی کا پروگرام ہوا بابر کے گھر والوں نے ایک جشن منایا۔ بہت امیر امیر لوگ آئے ادھر ماریہ کے سارے رشتہ دار آئے ہوئے تھے۔ ماریہ کی منگنی ایک شاندار خوشی بن گئی۔ ماریہ خوش تھی مگر اس کے دل میں ایک ڈر تھا ایک خوف تھا وہ جانتی تھی کیا ہونا ہے مگر ہو سکتا ہے۔ خدا مہربانی کر دے وہ اپنی زبان پہ کوئی لفظ نہیں لانا چاہتی تھی اُدھر بابر کے تو پاؤں زمین پر نہیں لگ رہے تھے۔ خیر خوشی کا موقع گزر گیا۔

ایک دن بابر آپ کو بولا۔ انکل میں ماریہ کو لے جاؤں ہم گھومنا چاہتے ہیں۔ منگنی کی خوشی میں ہمیں تھوڑا وقت دے دیں ہم شام کو آ جائیں گے مگر ماریہ مایوس رہنے لگی بابر نے دیکھا کہ ماریہ چپ ہے تو پریشان ہو گیا انکل پلیز ماریہ کو بھیجو ماریہ بیٹی جاؤ بابر تمہیں لینے آیا ہے لیکن بیٹی جلدی آ جانا اچھا ابو جی ماریہ تیار ہو گئی وہ دونوں بہت خوش تھے آخر بابر نے ماریہ کو خوش کر ہی دیا اس کی مایوسی کو دکھ کو ایک الجھن جو شان والی اس کے دل میں تھی اس کے مٹانے میں کامیاب ہو گیا۔ بابر ماریہ کو خوش دیکھ کر بہت خوش رہتا تھا وہ پہلے مارکیٹ گئے اپنی اپنی پسند کی شاپنگ کی پھر ایک بہت بڑی پارک میں گئے۔ خوب انجوائے کیا۔ دونوں بہت تھک گئے تھے۔ شام ہونے والی تھی۔ سارے دن میں شان نے ماریہ کے ساتھ وہی وعدے قسمیں قول کئے جو شان نے کئے تھے ماریہ چہرے پر مسکراہٹ اور دل میں ڈر سا رہتا تھا شام گھر آ کر جلدی سو گئی۔ صبح سکول جانا تھا اپنے معمول کے مطابق سکول جاتی اور آتی۔ ایک دن بھائی یامین آئے بولے۔ نذیر بھائی ایک

مسئلہ ہے پوچھا کیا بولے میرے چھوٹے بیٹے کا فون آیا ہے کہ بھائی کو بھیجو۔ پھر؟ پھر ہم چاہتے ہیں کہ ان دونوں کی جلدی شادی کر دیں اور وہ چاہتے تو ماریہ کو لے جائے چاہے تو ادھر چھوڑ جائے۔ نہیں یامین ہم اس کی شادی ابھی نہیں کریں گے ابھی وہ پڑھنا چاہتی ہے تم اسے پڑھنے دو پلیز۔ دیکھو بھائی جوان خون ہے ہم چاہتے ہیں ان کا فرض ادا ہو جائے مگر آپ مان نہیں رہے۔ ماریہ کی ماں بولی۔ ہاں بھائی یامین سچ کہہ رہے ہیں مگر ہم نے ابھی سوچا بھی نہیں ہے۔ نہ ہی کچھ بتایا ہے لیکن ماریہ بیٹی آتی ہے تو پوچھ کر بتائیں گے۔ ہاں ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں اتنے میں بیل بجی اور بابر ماریہ کو لے کر آ گیا۔ ہیلو انکل کیسے ہیں آپ؟ جی بیٹی میں ٹھیک ہوں۔ آپ سناؤ میں بھی ٹھیک ہوں پھر ماریہ فریش ہو کر آئی اور بیٹھ گئی۔ ماریہ کی ماں بولی۔ ماریہ بیٹی تمہارے انکل شادی کے لئے کہہ رہے ہیں۔ ماریہ جانتی تھی کیا ہونے والا ہے بولی نہیں میں ابھی پڑھوں گی ابھی میری شادی کا نام مت لو۔ یامین بولا۔ دیکھو بیٹی بابر نے اپنے بھائی کے پاس جانا ہے ہم چاہتے ہیں کہ بابر کو شادی کر کے بھیجیں۔ مگر انکل آپ اسے بھیج دیں میں ابھی دو سال شادی نہیں کروں گی۔ بیٹی اگر تم اجازت دیتی ہو تو ہم اسے بھیج دیتے ہیں۔ ہاں انکل مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ٹھیک ہے بیٹی اب مجھے اجازت دیں مجھے میں جلدی میں تھا۔ او کے انکل۔ ہاں تو بھائی صاحب ہماری بیٹی خوش رہنی چاہئے ٹھیک ہے بھائی ہم اسے پورا خوش رکھنے کی کوشش کریں گے او کے۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ بابر کے باہر جانے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ دس دن بعد اس نے چلے جانا ہے ماریہ چپ چپ رہنے لگی۔ آخر بابر چلا گیا۔ دو سال کے لئے ماریہ نے ایف اے کے بعد آگے پڑھنے کی خواہش کی تو منظور ہو گئی۔

ہوتے ہوتے بابر کو دو سال ہونے والے تھے ہم بھی شادی کی تیاریاں کر رہے تھے۔ ماریہ بہت خوش تھی کہ وہ اپنے بابر کو ملے گی۔ ہم نے شادی کی مکمل تیاری کر لی تھی کہ جیسے ہی بابر آئے گا تو شادی کریں گے۔ بھائی یامین بھابی کا آنا جانا ویسے ہی رہا اور ہم بھی جاتے رہے۔ ایک دن ہم لوگ ادھر ہی تھے کہ یامین کے چھوٹے بیٹے کا فون آیا۔ ہیلو کون جی میں ماریہ ہوں۔ اچھا آپی امی سے بات کرواؤ۔ او کے آنٹی آپ کا فون جی آئی۔ ہیلو کیسے ہو بیٹا؟ امی میں ٹھیک ہوں آپ کا کیا حال ہے؟ ہم سب بھی ٹھیک ہیں تو بیٹا آپ کا بھائی کب آ رہا ہے؟ امی وہ کل یہاں سے روانہ ہو جائیں گے اور وہ اپنی فیملی بھی لے کر آ رہا ہے۔ کیا فیملی جی امی اس نے یہ بات آپ کو بتانے سے منع کیا تھا۔ اس نے یہاں آنے کے آٹھ ماہ بعد شادی کر لی تھی اس کا ایک بیٹا بھی ہے۔ بس کرو بیٹا بس کرو۔ گھر میں ہلچل مچ گئی۔ ماریہ تک خبر آئی ماریہ نے اپنے آنسو صاف کئے ماں باپ کو لے کر گھر آ گئی۔ ادھر جب بابر اپنے بچے اور بیوی کو لے کر پہنچا تو سب کو بہت دکھ ہوا کہ ماریہ تو اس کا رستہ دیکھ رہی تھی وہ پہلے ہی ٹوٹ کر بکھری ہوئی تھی۔ ہم نے اسے بڑی مشکلوں سے کلوز کیا اب اس کو کیا جواب دیں گے۔ ہم نے اسے اتنے سپنے دکھائے کتنا سکون دینے کے وعدے کئے کیا وہ ایک لڑکی اپنے سپنوں کو آنسوؤں میں بدل کر خوش رہے گی۔ کیا وہ لڑکی سکون برباد کر کے جی سکے گی۔ کیا وہ لڑکی اپنی ساری خواہشیں مسکراہٹیں کھو کر اب کبھی مسکرا سکے گی۔ یہ سب سوال کرنے پر بابر بولا۔ مجھے کسی سے کوئی غرض نہیں اب میرا بچہ ہے اور میں اپنا گھر سنبھالوں گا بس۔ ادھر ماریہ کی پھر وہی حالت تھی جو شان کے بعد ہوئی تھی۔ اس کے ماں باپ اس کے مجرم تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ اپنی بیٹی کو ایسی جگہ چھپا لیں جہاں سے کوئی اسے نہ دیکھے۔ خیر ماریہ روتی رہی اپنی قسمت کو دوش دیتی رہی، اپنے خدا سے معافی مانگتی رہی۔

(ماریہ کی زندگی کے بقیہ حالات جاننے کے لئے اگلی قسط پڑھئے!)

❋◆❋

محبت ہوگئی تم سے جاناں!

......انتظار حسین ساقی-تاندلیانوالہ

ہم بہت پیچھے چھپ کر یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ مجھے بہت خوف آ رہا تھا کہ مگر اس کو کوئی خوف نام کی چیز دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ پھر اس نے ایک قبر پہ بہت سارے پھول نچھاور کئے اور اتنے پھول تھے کہ قبر دکھائی نہیں دے رہی تھی ایسے لگتا تھا جیسے پھولوں کا کوئی ڈھیر ہو۔ پھر اس نے وہاں پہ ایک چراغ روشن کیا اور دعا مانگی اور واپس آنے لگی۔ اس نے نقاب اتارا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں جو چراغ تھا اس سے اس کا چہرہ دکھائی دیا ...... ایک سچی محبت کی انوکھی داستان

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

قارئین! مجھے سردی کا موسم بہت اچھا لگتا ہے اور اس شوق کو پورا کرنے کے لئے جب بھی مری میں برف باری ہوتی ہے میں ضرور مری جاتا ہوں۔ اس بار دسمبر کا سارا مہینہ بارش اور برف باری کے بغیر گزرا جا رہا تھا مگر میری دعا قبول ہوگئی۔ میں نے دعا مانگی تھی۔ دسمبر گزرنے سے پہلے بارش بھی ہو اور مری میں برف باری بھی ہو۔ ایسا ہی ہوا۔ دسمبر اپنے آخری ہفتہ میں تھا کہ آسمان پہ بہت زیادہ گہرے بادل آئے اور بارش کا سلسلہ شروع ہوگیا اور ساتھ مری میں برف باری کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا۔ میں صبح جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ میں نے اپنے بیگ میں اپنا ضروری سامان اور چند ضروری چیزیں رکھ لی تھیں کہ مری سے ہی ایک دوست ارسلان کا فون آ گیا۔ اس نے کہا۔ انتظار بھائی جلدی سے جلدی مری آ ؤ ایک تو آپ کی جان موسم سرما کی برف باری شروع ہے اور دوسرا آپ کے لئے آپ کے جواب عرض کے لئے اور آپ کے تمام دوستوں کے لئے میرے پاس ایک سچی اور حقیقت پر مبنی کہانی ہے جو میں آپ کو اپنے ساتھ لے جا کر دکھاؤں گا اور پھر تم اس کو اپنے قلم سے لکھنا۔

میں دوسرے دن مری پہنچ گیا۔ خوب انجوائے کیا میرے دوست ارسلان نے کہا۔ کل آپ کو آپ کی سٹوری کے متعلق بتاؤں گا۔ میں بہت سسپنس میں تھا کہ آخر وہ کون سا ایسا واقعہ ہے وہ کون سی ایسی کہانی ہے جو ارسلان مجھے بتائے گا۔ صبح ہم بہت جلدی تیار ہوئے اور ارسلان کے ساتھ مری سے باہر ایک وادی میں آ گئے۔ ہم پہاڑوں سے نیچے اتر کر اک ویران اور سنسان سی جگہ پر آئے مجھے تو بہت خوف آ رہا تھا۔ اتنا مشکل اور خوفناک راستہ تھا کہ کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ مگر مجھے شوق تھا اک سچی داستان کا ایک انوکھی کہانی کا۔ آخر دل پر قابو رکھا اور سفر جاری رکھا۔ ہم تقریباً ایک گھنٹہ کا سفر کر کے ایک اجاڑ سے قلعہ میں آئے۔ قلعہ تو بہت پرانا خستہ اور سنسان تھا مگر وہاں زندگی بڑی خوشگوار نظر آئی۔ وہاں پہ کوئی دربار تھا اور بہت سارے لوگ جمع تھے، ہر طرف لوگ ہی لوگ میں تو حیران ہوگیا کہ یہ لوگ اتنی مشکل سے یہ سفر طے کر کے یہاں تک پہنچے ہیں۔ پھر وہاں پہ بہت عجیب غریب منظر دیکھے جیسے جیسے میں دربار کی طرف بڑھ رہا تھا میری حیرانی اور پریشانی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

پہاڑوں کے درمیان اس دربار پہ بہت سی لڑکیاں اور ہر عمر کے لوگ اکٹھے تھے۔ میں نے دیکھا چند لوگ اک جگہ پر اک آگ کے ڈھیر کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے، دھواں فضاؤں میں عجیب منظر پیش کر رہا تھا۔ ان لوگوں کے کپڑے بہت لمبے لمبے تھے اور ساتھ میں ان کے سروں کے بال بھی بہت لمبے لمبے تھے اور وہاں کے لوگ ان کو اپنی زبان میں مالنگ بولتے تھے اور پھر وہاں پر بہت ساری لڑکیاں بھی ایسی تھیں جن کے کپڑے مردوں جیسے تھے اور وہ بھی لمبے لمبے تھے۔ وہ سارے لوگ ساتھ میں ذکر بھی کر رہے تھے ایسا لگتا تھا جیسے یہ ساری وادی کسی نشہ میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اس دربار کے ساتھ ہم نے اک چھوٹا سا قبرستان بھی دیکھا جس میں بہت پرانی قبریں بھی تھیں اور چند نئی قبریں بھی تھیں اور کچھ قبروں کی حالت اتنی خستہ ہو چکی تھی کہ جیسے یہ صدیوں سے یہاں پر ہیں مگر ان کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ پھر ہم نے اک قبر ایسی دیکھی جو تھی تو بہت خستہ اور کچی مگر ایسا لگتا تھا جیسے اس پر روز کوئی پھول پھینکتا ہے، روز اس کی صفائی کرتا ہے، اس پہ بہت سارے پھول اور گلاب کی پتیاں اس وقت بھی موجود تھیں۔

شہر خموشاں میں ٹوٹی ہوئی قبروں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ہم دربار تک پہنچ گئے۔ وہ دربار کسی ''مائی صاحبہ'' کے نام پہ تھا۔ یعنی وہاں اس دربار کی گدی نشین کوئی مرد نہیں بلکہ ایک عورت تھی جس کو مائی صاحبہ بولتے تھے۔ مائی صاحبہ کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ جو بھی دعا مانگتی ہے وہ قبول ہو جاتی ہے شاید اس لئے وہاں پر بہت سارے لوگوں کا رش تھا۔ جب ہم دربار میں داخل ہوئے تو وہ مائی صاحبہ اپنے مردیوں میں بیٹھی ہوئی تھی اور ہم کو اک شخص نے روک لیا کہ جب مائی صاحبہ اپنے مریدوں سے فارغ ہوں گی تو آپ کی باری آئے گی۔ مائی صاحبہ نے ایک بہت بڑا برقع زیب تن کیا ہوا تھا۔ وہ صرف لوگوں کو دعا دیتی تھی کبھی کسی نے اس کو دیکھا نہیں تھا۔ ہم نے بھی اس سے دعا کروائی۔ جب ہماری باری آئی تو پھر ارسلان نے کہا۔ انتظار بھائی یہ مائی جو اس دربار کی گدی نشین ہے اس کا ایک منظر میں آپ کو رات کو دکھاؤں گا اور وہ یہی اصل کہانی ہو گی۔ سردی بہت تھی مگر ہم اس مائی صاحبہ کے بارے میں جاننا چاہتے تھے کہ آخر یہ معاملہ کیا ہے؟ کیونکہ میں نے آج تک کسی لڑکی کو کوئی دربار چلاتے یا مریدوں کے درمیان نہیں دیکھا تھا۔

ہم دربار پہ ایک کوٹھری میں کچھ دیر ٹھہر گئے شام ہوئی اور پھر آہستہ آہستہ رات ہو گئی ساری وادی اندھیروں کے سمندر میں ڈوب گئی، سب لوگ اپنی اپنی عبادت اور ذکر اذکار میں مصروف ہو گئے اور کچھ لوگ سو گئے۔ ہم دونوں سوئے ہوئے مگر نیند نہیں آ رہی تھی۔ ہماری نظریں مائی صاحبہ کے حجرے کی جانب تھیں۔ رات کافی گزر چکی تھی اور سردی کی وجہ سے سارے لوگ سو چکے تھے، اچانک ایک نقاب پوش عورت مائی صاحبہ کے حجرے سے نکلی اور سیدھی اسی قبرستان میں آ گئی جہاں ٹوٹی ہوئی پرانی اور نئی قبریں ہم دیکھ چکے تھے۔ ہم دونوں دبے قدموں کے ساتھ ساتھ اس کے پیچھے پیچھے چلتے رہے اور وہ مائی صاحبہ قبرستان میں داخل ہوئی اور سب سے پہلے اس نے نفل ادا کیے یعنی نماز پڑھی مگر اس وقت کون سی نماز کا ٹائم تھا۔ یقیناً اس نے نفل ادا کیے ہوں گے۔ پھر اس نے قرآن پاک پڑھنا شروع کیا۔ ہم بہت پیچھے چھپ کر یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ مجھے بہت خوف آ رہا تھا کہ مگر اس کو کوئی خوف نام کی چیز دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ پھر اس نے ایک قبر پہ بہت سارے پھول نچھاور کیے اور اتنے پھول تھے کہ قبر دکھائی نہیں دے رہی تھی ایسے لگتا تھا جیسے پھولوں کا کوئی ڈھیر ہو۔ پھر اس نے وہاں پہ ایک چراغ روشن کیا اور دعا مانگی اور واپس آنے لگی۔ اس نے نقاب اتارا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں جو چراغ تھا اس سے اس کا چہرہ دکھائی دیا۔ میں تو دیکھ کر حیران اور پریشان ہو گیا کہ اتنی خوبصورت اور دلکش لڑکی اور اتنی نازک اور نفیس لڑکی رات کے اس سناٹے میں اور رات کی اس خوفناک خاموشی میں اکیلی اس ویران اور اجاڑ قبرستان میں، بڑی بہادر ہے۔ ہم سارا قصہ دیکھ چکے تھے ہم سارے قصے کو جاننا چاہتے تھے کہ یہ کون ہے؟ اس کا اصل نام کیا ہے؟ اور

یہ قبر کس کی ہے؟ اس قبر سے اس کا تعلق کیا ہے؟ یہ ساری باتیں ذہن میں رکھ کر ہم نے اس سے سلام کیا اور روک کر پوچھا۔ پہلے تو وہ بہت پریشان ہوئی کہ آپ کون ہیں پھر جب ارسلان نے اس کو بتایا کہ میں ادھر ہی کا رہنے والا ہوں اور یہ میرا دوست انتظار حسین ساقی اک رائٹر اور شاعر ہے۔ پھر اس نے کہا۔ آپ چاہتے کیا ہیں؟ ہم یہ جاننا چاہتا ہیں کہ آپ شکل و صورت سے تو بہت خوبصورت اور پڑھی لکھی فیملی کی چشم و چراغ لگتی ہیں مگر آپ کا یہ روپ کیا ہے؟ اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور اپنی داستان کچھ یوں بیان کی۔

اس نے کہا۔ یہ قبر میرے والد صاحب کی ہے اور میں ہر رات کو یہاں آتی ہوں۔ قرآن پاک کی تلاوت کرتی ہوں اور اپنے باپ کے لئے دعا کرتی ہوں اور اپنے باپ کی قبر پہ چراغ جلاتی ہوں اور پھول چڑھاتی ہوں۔ ہم نے پوچھا۔ آپ یہ سب کچھ رات کو کیوں کرتی ہیں، دن کو بھی تو یہ سب کچھ آپ کر سکتی ہیں۔ اس نے بتایا بھائی جان! دن کو میں باہر نہیں آتی کیونکہ میں پردہ کرتی ہوں۔ اس دربار کی جو خاتون گدی نشین ہے جس کو سب مائی صاحبہ بولتے ہیں اور لوگ ان سے دعاؤں کے لئے آتے ہیں وہ میری ماں ہے۔ میں اور بھی پریشان ہو گیا کیونکہ میں اس کو وہی مائی صاحبہ سمجھ رہا تھا کیونکہ وہ اسی حجرے سے نکلی تھی جہاں وہ اپنے مریدوں کے درمیان دن کو بیٹھی تھی۔ میرا نام ثانیہ ہے اور میری امی کا نام ماہم ہے اور میرے والد صاحب کا نام ذیشان ہے۔ پھر وہ لڑکی اپنی امی ماہم کے پاس لے کر گئی اور اس کی ماں ماہم نے اپنی داستان غم سنائی۔

ہم سب لوگ کراچی میں رہتے تھے، میرے گھر والے مجھ سے بہت پیار کرتے تھے، میرے ابو کراچی کے چند امیر تاجروں میں شمار ہوتے تھے، ہمارے پاس سب کچھ تھا زندگی کی ہر چیز جس کی انسان کو ضرورت ہوتی ہے موجود تھی گاڑی، بنگلہ، نوکر پیسہ سب کچھ۔ میرے چار بھائی تھے جو سب بڑے تھے اور میں ان کی سب سے چھوٹی سسٹر تھی۔ سارے گھر والے مجھ سے بہت پیار کرتے تھے۔ چاروں بھائیوں کی شادیاں ہو چکی تھیں میری شادی ہونا باقی تھی۔ میری شادی بھی ہو جاتی اگر میں اپنی تعلیم ابھی مکمل نہ کر رہی ہوتی۔ مجھے ابھی تک اپنی پڑھائی کے سوا کچھ خبر نہ تھی۔ پیار محبت چاہت کیا ہوتی ہے۔ میں بس اپنی دنیا میں مگن رہتی تھی۔ کالج سے گھر اور گھر سے کالج لیکن میری زندگی کا ایک کام بہت ضروری تھا وہ تھی صبح کی سیر کرنا چاہے جو بھی ہو میں صبح کی سیر ضرور کرتی تھی۔ اس لئے کہ ساحل سمندر ہمارے بنگلے سے دور نہیں تھا۔ اس لئے میں صبح کی سیر ساحل سمندر پہ آ کر کرتی تھی۔ ساحل سمندر کی گیلی گیلی ریت پر ننگے پاؤں چلنا بہت پسند تھا اور دل کو بہت سکون ملتا تھا اور پھر سمندر کی لہریں جب پاؤں سے ٹکراتی تھیں تو دل میں پھول سے کھل اٹھتے تھے۔ مجھے ساحل سمندر پر جانا اتنا اچھا لگتا تھا کہ میں سردیوں کے موسم میں جب شدید سردی ہوتی ہے، میں تب بھی وہاں جاتی تھی۔ نجانے کیوں مجھے ساحل سمندر سے، سمندر کی گیلی ریت سے اور سمندر کی لہروں سے اور ٹھنڈی چلنے والی ہوا سے مجھے اتنی محبت تھی مجھے چین نہیں آتا تھا جب میں صبح کا سورج سمندر کے پانی سے طلوع ہوتا ہوا نہیں دیکھتی تھی۔ ایک دن میں صبح صبح ساحل سمندر پر آئی ریت پر چلتے چلتے بہت دور تک آ گئی۔ میں نے دیکھا ایک لڑکا روز ہی وہ بھی میری طرح ساحل سمندر پہ آتا ہے کیونکہ میں اسے روز دیکھتی تھی لیکن کبھی توجہ نہیں کی تھی اور آج بھی میں نے اس کی طرف توجہ نہیں کی تھی مگر وہ تھا کہ میرے ساتھ ساتھ چل رہا تھا جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو مگر کسی وجہ سے کہہ نہ رہا ہو۔ آخر میں نے ہمت کر کے پوچھ لیا۔ اے مسٹر! کیا بات ہے آپ کیوں میرے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں آخر آپ کو مسئلہ کیا ہے، بات کیا ہے؟ اس نے بڑے پیارے سے انداز سے کہا۔ میڈم پہلی تو بات یہ ہے کہ میرا نام ذیشان ہے اور رہی بات میں آپ کے پیچھے پیچھے کیوں چل رہا ہوں اس میں بھی اک راز ہے۔ کیا راز ہے؟ جلدی سے بتاؤ۔ میں نے بڑے غصے سے کہا۔ وہ بڑے پیار سے پھر بولا۔ میڈم آپ کی ایک بہت خوبصورت اور بہت انمول چیز میرے پاس ہے مگر آپ کو معلوم نہیں ہے۔ اگر آپ وہ

اپنی قیمتی اور انمول چیز لینا چاہتی ہیں تو آپ کو ایک کام کرنا پڑے گا۔ آپ کو اپنی یہ جیکٹ لیدر کی جو آپ نے پہنی ہوئی ہے یہ مجھے دینا پڑے گی۔ مجھے اس پہ بہت غصہ آ رہا تھا کہ یہ کیا بکواس کرتا جا رہا ہے۔ مگر مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر وہ کون سی چیز ہے جو میری اس کے پاس ہے جبکہ میں اس کو جانتی نہیں کبھی اس سے بات نہیں ہوئی۔ میں نے کہا۔ اچھا ٹھیک ہے آپ مجھے میری چیز بتائیں۔ میں آپ کو اپنی لیدر کی یہ جیکٹ اتار کر دیتی ہوں وہ ہلکا سا مسکرایا اور کہا ایسے نہیں پہلے آپ وعدہ کریں۔ مجھے اس پہ بہت غصہ آ رہا تھا۔ میں نے غصے سے بھرے انداز میں کہا اچھا وعدہ ہے اب بتاؤ بھی۔ اس نے اپنی جیب سے پائل نکالی۔ میں دیکھ کر حیران ہو گئی کیونکہ وہ پائل جنوبی افریقہ سے پاپا نے مجھے میری برتھ ڈے پہ گفٹ کی تھی۔ وہ تو گولڈن کی بنی ہوئی تھی۔ وہ میرے لئے بہت انمول تھی۔ میں نے فوراً اپنی جیکٹ اتاری اس کو دے دی اور اپنی پائل لے لی۔ وہ لڑکا بھی کتنا کم ظرف تھا اس نے جیکٹ لے لی اور پائل دے دی۔ جہاں پہ میں نے جوتے اتارے تھے وہاں پہ یہ گر گئی تھی۔ اس نے اٹھالی۔ میں پائل لے کر جلدی ہی واپس آ گئی مگر جب گھر آئی تو اور بھی پریشانی میرا انتظار کر رہی تھی۔ میرا موبائل تو جیکٹ کی جیب میں چلا گیا تھا۔ اف خدایا۔ میں بہت پریشان ہوئی۔ میں نے کال کی تو نمبر آف تھا۔ پریشانی اور بڑھ گئی میں ہر روز ساحل سمندر پر جاتی تھی مگر وہ شخص مجھے کہیں نظر نہیں آیا کافی کوشش کی مگر اس نے نمبر کو آف کر دیا تھا۔ وقت گزرتا گیا۔ میں ساحل پہ روز جاتی مگر اس کو بھی ساتھ تلاش کرتی کہ شاید کبھی اس کا ضمیر اس کو یہاں لے آئے۔ مگر پھر خیال آتا۔ اگر وہ اتنا اعلیٰ ظرف ہوتا تو ایسی حرکت ہی نہ کرتا۔ میری اک دوست تھی عاشی جو میری کلاس فیلو کے ساتھ ساتھ میری ہمراز دوست بھی تھی۔ میں نے اس کو بتایا تو وہ بھی بہت پریشان ہوئی مگر چار پانچ دنوں کے بعد ذیشان کا فون عاشی کے فون پہ آ گیا اور اس نے کہا۔ میں ذیشان بول رہا ہوں۔ میرے پاس ماہم کا موبائل ہے اور اس کا پہلا نمبر آپ کا ہے۔ اگر وہ آپ کی دوست ہے تو پلیز میری اس سے بات کروادو۔ مجھے بہت ضروری بات کرنی ہے۔ جس وقت ذیشان کا فون آیا میں اس وقت عاشی کے پاس ہی بیٹھی تھی۔ فون میں نے پکڑ لیا اور غصے سے کہا۔ آپ بہت کم ظرف انسان ...... آپ کو شرم نہیں آتی ...... آپ بہت ہی گھٹیا انسان ہو...... آپ کو پتہ ہے میں آپ کی اس حرکت کی وجہ سے کتنی پریشان ہوئی ہوں اور میرے تمام گھر والے بھی اب جو بھی ہو آپ نے اچھا نہیں کیا۔ میرا کوئی فون نہ سننا میں آج ہی یہ sim بند کروا دوں گی، رکھو اپنے پاس موبائل اور غصے سے فون بند کر دیا۔ اس کی کوئی بات سنے بغیر۔

کچھ دیر کے بعد اس نے پھر فون کر دیا اور اس نے کہا۔ پلیز ماہم میری بات سن لو باقی جو مرضی کہتے رہنا۔ میں نے غصے سے کہا۔ جی بولو۔ کیا بات ہے؟ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ ذیشان نے کچھ یوں کہا۔ میں ایک ڈاکٹر ہوں اللہ پاک کا دیا ہوا سب کچھ ہے میرے پاس مجھے کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ اگر میری نیت میں کوئی کھوٹ ہوتا تو میں آپ کی اتنی قیمتی پائل کبھی نہ آپ کو واپس دیتا۔ سوچو میں نے آپ کی جیکٹ کو کیا کرنا تھا۔ اصل میں میں بھی روز ساحل سمندر پہ جاتا ہوں اور پھر جب سے آپ کو دیکھا ہے...... مجھے نیند نہیں آتی...... میرا دل صرف آپ کا دیوانہ ہو گیا ہے۔ دل کرتا ہے جلدی جلدی شام ہو رات گزرے دن ہو اور آپ کی زیارت ہو۔ ماہم مجھے تم سے محبت ہے۔ میری بات کا یقین کرنا مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے جاناں۔ میں تو موقع کی تلاش میں تھا کہ کبھی آپ سے بات مگر جب آپ سے جیکٹ لے کر واپس آ رہا تھا تو آپ کی یادوں میں کھویا ہوا تھا کہ میری گاڑی کی ایک اور گاڑی سے ٹکر ہو گئی۔ گاڑی بھی ٹوٹ پھوٹ گئی اور مجھے بھی کافی چوٹیں آ گئیں جس کی وجہ سے آپ سے بات نہ کر سکا اور نہ آپ کا موبائل آپ کو دے سکا۔ میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں آپ کو ضرور میری وجہ سے پریشانی ہوئی ہو گی مگر میں ہسپتال میں تھا اس کے لئے معذرت باقی میں آپ کا مجرم ہوں آپ جو مرضی مجھے سزا دیں، میں حاضر ہوں۔ کل صبح میں آپ کو آپ کا موبائل اور جیکٹ ساحل

سمندر پہ دینے آؤں گا مگر اتنا یاد رکھنا مجھے تم سے محبت ہے اور میں تم سے محبت کرتا رہوں گا۔

ذیشان کی باتیں سننے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ میں نے اس کو غصے میں نجانے کیا کیا بول دیا۔ ذیشان کی باتوں سے نجانے میرے دل پہ کیا اثر ہوا۔ میں بھی بے چینی سے صبح کا انتظار کرنے لگی۔ ساری رات آنکھوں سے دور نیند بھاگتی رہی اور صبح ہو گئی اور میں ساحل سمندر پہ۔ میں بڑی بے چینی کے ساتھ ادھر ادھر دیکھ رہی تھی کہ مجھے ذیشان آتے ہوئے نظر آئے۔ ایسا لگا جیسے مجھے کوئی عجیب سی خوشی کا احساس ہوا ہو۔ وہ جیسے جیسے میرے قریب آ رہا تھا مجھے بہت خوشی ہو رہی تھی۔ مجھے اس سے جتنی نفرت تھی مجھے اس سے اتنا زیادہ پیار آ رہا تھا۔ ماہم جی! یہ ہے آپ کی جیکٹ اور موبائل اور اگر ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔ اس کے ایک ہاتھ پر ابھی تک پٹی بندھی ہوئی تھی۔ آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ میں نے پوچھا۔ آپ نے اتنے پیار سے پوچھ لیا ہے اور ساتھ آپ کو بھی دیکھ لیا ہے۔ اب طبیعت فریش ہو گئی ہے۔ اچھا میں چلتا ہوں۔ وہ تو چلا گیا مگر میں اس کو روکنا چاہتی تھی روک نہ سکی، کچھ پوچھنا چاہتی تھی پوچھ نہ سکی۔ کچھ بتانا چاہتی تھی بتا نہ سکی۔ شاید میری اس کیفیت کا نام محبت تھا اور مجھے ذیشان سے محبت ہو چکی تھی۔ مجھے ذیشان سے محبت ہو گئی۔ میں روز ساحل سمندر پہ تیار ہو کر جاتی جیسے میں کسی پارٹی میں جا رہی ہوں۔ اچھا سے اچھا لباس پہنا کرتی تھی اور بالوں میں برش سب کچھ مجھے بہت اچھا لگتا تھا۔ ہماری روز ساحل سمندر پہ بات ہوتی تھا اور رات کو بھی ہوتی تھی۔

وقت گزرتا گیا۔ ایک دن آیشان نے مجھے کہا۔ یار آپ تو بہت امیر باپ کی بیٹی ہیں، آپ کے گھر میں تو بہت سارے نوکر چاکر ہوں گے۔ یار ایک کام کرنے والی ہی کوئی دے دو۔ میں نے کہا۔ ٹھیک ہے کل آپ کے گھر پہنچ جائے گی۔ آپ اپنا ایڈریس لکھوا دیں اس نے ایڈریس لکھوا دیا۔ کیونکہ وہ تو سارا دن ہسپتال میں ہوتا تھا۔ وہ تو شام کو ہی آتا تھا۔ ہمارے بنگلے سے زیادہ دور اس کا گھر نہیں تھا۔ میں اور عاشی دونوں ذیشان کے بتائے ہوئے ایڈریس پہ ذیشان کے گھر پہنچ گئیں۔ گھر میں اس کی ایک بہن اور ایک ماں تھی اور گھر بہت بڑا تھا۔ میں نے ذیشان کی ماں سے کہا۔ ماں جی میں آج سے آپ کے گھر کے سارے کام کیا کروں گی کیونکہ مجھے ذیشان نے آپ لوگوں کی خدمت کے لئے رکھا ہے۔ مجھے آپ جو جو کام ہیں بتائیں میں آج سے ہی کرتی ہوں۔ ذیشان کی ماں مجھے اور عاشی کو دیکھ کر بہت حیران اور پریشان تھی کہ اتنی خوبصورت نفیس اور نازک سی لڑکیاں اور اتنے اچھے لباس والی لڑکیاں کس طرح کام کر سکتی ہیں۔ انہوں نے سب سے پہلے مجھے ذیشان کا کمرہ صاف کرنے کو کہا۔ ماہم کی بچی یہ تم کیا کر رہی ہو۔ عاشی نے ماہم سے کہا۔ تم نے گھر میں کبھی پانی کا گلاس بھر کر نہیں پیا اور یہاں صفائی کر رہی ہو۔ عاشی بس تم خاموش ہو جاؤ۔ عاشی تم نے وہ نہیں سنا۔ محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔ میں کمرے کی صفائی کرنے لگی۔ میں نے سارے گھر کی صفائی کی اور آتے ہوئے ذیشان کے کمرے سے ایک چیز چوری کر کے اپنے ساتھ لے آئی۔ ذیشان کی ماں نے کہا ٹھیک ہے بیٹا تم کل سے کام پہ آ جانا آپ کی نوکری پکی ہے۔ ذیشان کی ماں نے جتنے پیسے مجھے نوکری کے لئے کہے تھے۔ اس سے دوگنا تو میرا روز کا خرچہ تھا۔ میں گھر آ گئی۔ ذیشان کا شام کو فون آیا۔ اس نے بہت شکریہ ادا کیا کہ آپ نے ہمارے لئے کام کرنے والی کا بندوبست کیا۔ نہیں جی وہ کل سے کام پر نہیں آئے گی کیونکہ وہ کوئی اور نہیں میں خود ہوں ذیشان ہو گیا۔ اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا مگر جب میں نے اسے بتایا کہ میں آتے ہوئے آپ کے کمرے سے آپ کی ایک کتاب سے ایک لیٹر چوری کر کے لے آئی ہوں اگر آپ سننا چاہتے ہیں تو سن لیں۔

کسی سے بات کرنا، بولنا اچھا نہیں لگتا
تجھے دیکھا ہے جب سے دوسرا اچھا نہیں لگتا
تیری آنکھوں میں جب سے میں نے اپنا عکس دیکھا ہے
میرے چہرے کو کوئی آئینہ اچھا نہیں لگتا
تیرے بارے میں سوچتا رہتا ہوں دن بھر میں
تیرے بارے میں کسی سے پوچھنا اچھا نہیں لگتا

جان سے پیاری ماہم! مجھے تم سے محبت ہے جاناں! کیا تمہیں معلوم ہے؟ محبت کی طبیعت میں کیا یہ بچپنا قدرت نے رکھا ہے کہ محبت جتنی پرانی اور مضبوط ہو جائے پھر بھی محبت کو اقرار کی، اظہار کی ضرورت رہتی ہے۔ محبت اگر یقین کی آخری حدوں میں لہلہاتی ہو، نگاہوں سے ٹپکتی ہو، لہو لہو میں جگمگاتی ہو، ہزاروں طرح کے دلکش ہالے بھی بناتی ہوا سے اظہار کے لفظوں کی اجازت اور ضرورت پھر بھی رہتی ہے۔ محبت تو گواہی مانگتی ہے اپنے ہونے کا جیسے کوئی انسان شام کو کوئی پودہ لگائے اور ساری رات اس کو اٹھ اٹھ کر دیکھے کہ اب وہ کتنا بڑا ہو گیا۔ محبت کی طبیعت میں بے چینی سی خوب ہوتی ہے۔ محبت اقرار اور اظہار کے لفظوں کو سننے سے نہیں تھکتی، بچھڑنے کی گھڑی ہو یا ملنے کی ساعت ہو۔ انسان کو بس ایک ہی دھن رہتی ہے کہ کوئی اس سے کہے۔ مجھے تم سے محبت ہے، کہ مجھے تم سے محبت ہے۔ ماہم جی! یہ محبت سمندر سے گہری اور ستاروں سے روشن، پہاڑوں کی طرح قائم، ہواؤں کی طرح دائم رہتی ہے، زمین سے آسمان تک جتنے خوبصورت منظر ہیں۔ محبت کے کنارے ہیں، وفا کے استعارے ہیں اور سب کچھ ہمارے لئے ہیں۔ ماہم جی! ہمارے لئے چاندنی راتیں سنورتی ہیں، سنہرے دن نکلتے ہیں، محبت جس طرف بھی جائے محبت ساتھ ساتھ چلتی ہے کبھی محبت بے سکون بھی کرتی ہے، بے چین بھی کرتی ہے، محبت گمان اور بدگمانی کے آشیانے بھی بناتی ہے۔ محبت عین وصل میں بھی ہجر کے خدشوں میں رہتی ہے۔ محبت کے مسافر جب زندگی کاٹ چکتے ہیں پھر تھکن کی کرچیاں چنتے ہیں۔ وفاؤں کی منزلوں کے نشاں تلاش کرتے ہیں اور ڈوبتی سانسوں کی ڈوری کو تھام کر دھیرے سے آہستہ سے یہ کہتے ہیں۔ محبت تم سے محبت ہے، تم اپنی زباں سے صرف اک بار تو اظہار کرو، صرف اک بار کہہ دو کہ ماہم مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے۔

ماہم نے یہ اظہار محبت آیشان حیدر کو سنایا تو اس کو یقین ہو گیا کہ وہ کس قدر اسے چاہتی ہے۔ ماہم اور ذیشان کی محبت کا علم ابھی کسی کو نہیں تھا۔ وہ روز ساحل سمندر پہ ملتے تھے اور دونوں نے جینے مرنے کی اکٹھے قسمیں اٹھائیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ وعدے کئے ساتھ جینے مرنے کی قسمیں اٹھائیں۔ ہم دونوں محبت میں اتنے آگے جا چکے تھے واپسی کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ مگر مجھے اک بات کا خوف بھی تھا۔ وہ تھا میرے گھر والے کبھی بھی میرے رشتہ کو ذیشان کے لئے نہیں دیتے۔ ذیشان نے نجانے کتنی بار مجھے کہا کہ ماہم میں اپنی امی کو آپ کے گھر رشتہ کے لئے بھیجتا ہوں مگر میں انکار کر دیتی کیونکہ مجھے میرے خاندان کا میرے باپ کی سوچوں کا اندازہ تھا وہ کسی قیمت پر بھی میرا رشتہ ذیشان کو نہیں دیں گے۔ مگر میرے انکار کے باوجود ذیشان کی امی نے رشتہ مانگ لیا۔ میرے گھر والوں نے صاف انکار کر دیا کیونکہ ابو چاہتے تھے میرا رشتہ خاندان میں ہو۔ مجھے بہت افسوس ہوا میں ذیشان سے اتنی محبت کرتی تھی کہ اس سے جدائی تو میں اک پل کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ ذیشان سے جب تک میں مل نہ لیتی تھی، دیکھ نہ لیتی تھی، مجھے چین نہیں آتا تھا اور مجھ سے بڑا دکھ ذیشان کو تھا پھر میری زندگی کا دکھوں کا باب شروع ہو گیا۔

ایک دن میں کالج نہ آ گئی، اپنے کمرے میں سوئی ہوئی تھی۔ امی کمرے میں آئی اور کہا۔ ماہم بیٹا آج تم کالج نہیں گئی ہو۔ میری کچھ طبیعت خراب ہے امی جان۔ میں نے بستر میں کروٹ بدلی اور اٹھی اور بھاگ کر کمرے کے ساتھ باتھ روم گئی اور میرے منہ سے کچھ اس قسم کی چیز نکلی جیسے میری امی نے دیکھ لیا اور میری امی پہ تو جیسے قیامت ٹوٹ پڑی ہو۔ وہ مجھے بہت غصے کے ساتھ دیکھ رہی تھی اور ساتھ ہی اس نے مجھے ایک تھپڑ میرے گالوں پر رسید کر دیا جو کچھ میری ماں نے دیکھا تھا اس کے بعد اس کی جگہ کوئی بھی ہوتی تو وہی کرتی جو میری ماں نے کیا۔ میں نے کہا۔ امی جان آپ کی بیٹی نے کوئی جرم، کوئی گناہ نہیں کیا۔ آپ کی بیٹی پاک دامن ہے آپ کی بیٹی نے کوئی پاپ نہیں کیا۔ اصل میں میں نے ڈاکٹر ذیشان سے رشتہ کے انکار کے بعد نکاح کر لیا تھا اور یہ میرے پیٹ میں میری جائز اولاد ہے کیونکہ میں نے ذیشان سے نکاح کیا ہوا ہے۔ ماہم کی امی

یہ سب سننے کے بعد رونے لگی۔ ماہم تو تم نے کیا کر دیا۔ اب تم زندہ نہیں رہو گی۔ جب آپ کے باپ کو پتہ چلے گا، جب آپ کے بھائیوں کو پتہ چلے گا، خاندان والوں کو پتہ چلے گا تو ہم معاشرے میں خاندان میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔ اگر زندہ رہنا چاہتی ہو تو اس کو ضائع کر دو کچھ نہیں ہو گا۔ نہیں امی جان میں مر تو سکتی ہوں مگر اپنی اس محبت کو اس محبت کی نشانی کو کچھ نہیں ہونے دوں۔ وقت گزرتا رہا ماہم اور اس کی امی روز ایک قیامت سے گزرتی تھیں کہ آخر کیا کیا جائے۔

ایک دن ماہم کالج جانے کے لئے تیار ہو کر جانے لگی کہ بے ہوش ہو کر گر گئی۔ اس وقت اس کا ابو بھی دفتر جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ انہوں نے اس کو گاڑی میں ڈالا، ہسپتال لے گئے کچھ دیر کے بعد ڈاکٹر نے کہا۔ سر! پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے آپ کی بیٹی ماں بننے والی ہے۔ کیا......! ماہم کے ابو کو ایسا لگا جیسے کسی نے جسم سے جان کھینچ لی ہو۔ ماہم کی امی نے ماہم کے ابو کو ساری بات بتائی مگر وہ تھے کہ غصے سے رنگ سرخ ہو رہا تھا۔ مرتا کیا نہ کرتا۔ خاندان میں بدنامی اور معاشرے کی بدنامی سے بچنے کے لئے ماہم کا ابو ذیشان کے رشتہ کے لئے تیار ہو گئے۔ جب ماہم نے ذیشان کو رشتہ کے لئے کہا تو ماہم پہ اک اور قیامت ٹوٹ پڑی۔ ڈاکٹر ذیشان اپنا گھر سب کچھ بیچ کر نجانے کہاں چلا گیا تھا۔ ماہم نے اس کو ہر جگہ تلاش کیا مگر اس کا کہیں پہ کوئی نام ونشان نہ ملا اور اس نے اپنا نمبر بھی بند کر دیا تھا۔ ادھر ماہم ماں بننے والی تھی اور ادھر ڈاکٹر ذیشان اس کو چھوڑ کر نجانے کہاں چلا گیا۔ ماہم کی ماں نے لاکھ کہا کہ اس کو ابھی بھی وقت ہے ختم کر دو مگر ماہم تھی کہ مانتی ہی نہ تھی۔ پھر ایک دن ماہم کی دوست عاشی سے بات کر کے ماہم نے عاشی کے بھائی بلال سے شادی کر لی۔ شادی کی ساری رسمیں ہوئیں مگر نکاح کو سب سے راز میں رکھا گیا بلکہ نکاح ہوا ہی نہیں تھا کہ یہ تو اک دنیا کو بتانا تھا کہ شادی ہو رہی ہے۔ عاشی اور بلال کے ابو ایک مذہبی رہنما تھے اور وہ ایک دربار کے گدی نشین تھے ان کے کافی مرید تھے لوگوں کا ہر وقت ایک ہجوم لگا رہتا تھا ان کے آس پاس اور ان کے دربار پہ جب ساری بات اس کو بتائی گئی تو وہ بہت خوش ہوا کہ ایک اچھے اور نیک کام سے اگر دو زندگیاں بچ سکتی ہیں تو مجھے خوشی ہو گی۔ بلال اور ماہم بلال کے ابو کے دربار جہاں پہ ان کا گھر تھا وہیں پہ رہتے تھے پھر وہ دن بھی آ گیا جب ماہم نے ایک خوبصورت بیٹی کو جنم دیا۔ ماہم بہت خوش ہوئی کہ کیونکہ آج اس کو ذیشان کی محبت کی نشانی اس کی بیٹی مل گئی تھی۔

وقت گزرتا گیا۔ ماہم کی بیٹی تانیہ چلنے پھرنے لگی۔ ماہم کو ذیشان کی فکر مارتی رہتی تھی نجانے وہ کہاں ہو گا۔ اس نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ وہ یہ سب سوچ سوچ کر روز ایک قیامت سے گزرتی رہی۔ وقت نے کروٹ بدلی بلال کے ابو جو گدی نشین تھے دربار کے وہ دنیا سے چلے گئے اور گدی بلال کے پاس آ گئی۔ یوں بلال دربار پر اپنے ابو کی جگہ پیر بن کر اپنے مریدوں کے درمیان بیٹھ گئے۔ بلال صرف ایک ہی بھائی تھا۔ اب بلال کی والدہ اور اس کی بہنیں عاشی یہ چاہتی تھیں کہ بلال کی شادی ہو جائے بلکہ ان کا خنادان آگے چل سکے اور ان کی نسل آگے بڑھ سکے۔ بلال کی شادی دنیا کی نظر میں ہو چکی تھی مگر وہ تو ایک ڈرامہ تھا۔ لوگوں کی زبانوں کی نشتر روکنے کے لئے۔ ایک دنیا اجڑ چکی تھی، ماہم کی۔ ماہم نے فیصلہ کیا تم مجھے ڈیوس کر دو اور تم کسی اور لڑکی سے شادی کر لو کیونکہ میں آپ کی زندگی کو برباد نہیں کرنا چاہتی، آپ کا مجھ پہ بہت احسان ہے۔ ماہم کی بیٹی اب بولنے لگی تھی ماہم نے سب کچھ بھول کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا شروع کر دی تھی کرتی تو وہ پہلے بھی تھی مگر اب تو صرف عبادت کرتی تھی بلکہ وہ تمام دکھوں کو یادوں کو بھول کر یاد خدا میں وقت گزارے۔ ادھر وہ بلال سے ڈیوس لینے والی تھی کہ زندگی نے ایک اور ظلم کر دیا۔

عشاء کی نماز پڑھ کر ماہم اپنی بیٹی کو لے کر جا رہی تھی کہ کسی نے پیچھے سے آواز دی۔ ماہی۔ ماہم بہت حیران اور پریشان ہوئی کہ یہ نام تو صرف ایک ہی شخص جانتا تھا اور وہی پیار سے ماہم کی بجائے ماہی کہتا تھا اور وہ تھا ڈاکٹر ذیشان۔

بر وہ صدیوں بعد ملا بھی تو میرے لب پہ کوئی گلہ نہیں تھا

میری چپ نے اس کو رلا دیا جیسے گفتگو میں کمال تھا ذیشان کی وجہ سے میری زندگی تباہ وہ گئی تھی اور وہ مجھے بتائے بغیر چلا گیا تھا اور اس نے پلٹ کر خبر بھی نہ لی تھی لیکن نجانے کیوں جب وہ سامنے آیا تو ایسا لگا جیسے زندگی پھر سے لوٹ آئی ہو۔ ماہم نے ذیشان کو بغیر گلے شکوے کیے اس کو معاف کر دیا بلکہ قبول کر لیا اور سب کچھ بھول کر اسے اپنے گلے لگا لیا۔ پھر ذیشان نے اپنی بیٹی کو اتنا پیار کیا کہ خوشی کی وجہ سے ماہم اور ذیشان کے آنسو جاری تھے۔ ماہم جب آپ کے ابو نے میرے رشتہ سے انکار صرف اس وجہ سے کیا تھا کہ میں ان کی طرح ایک امیر ترین شخص نہیں تھا تو میں نے دل میں ارادہ کر لیا تھا کہ میں بھی ایک امیر ترین انسان بنوں گا اور ثابت کر دوں گا کہ میں بھی ایک بڑا آدمی ہوں۔ بس اسی وجہ سے میں کچھ غلط لوگوں کے ہاتھ آ گیا اور پھر میں اتنا دور چلا گیا کہ میں سب کچھ بھول گیا۔ یہاں تک اپنی امی اپنی بہن اپنا گھر مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم وہ کہاں ہیں۔ کیونکہ وہ لوگ مجھے اپنے ساتھ دوسرے ملک لے گئے اور آج اک عرصہ کے بعد واپس آیا ہوں۔ میں بہت مشکل سے آپ کو تلاش کر کے یہاں پہنچا ہوں پلیز۔ میں سب کچھ چھوڑ دوں گا۔ تم مجھے صرف ایک بار معاف کر دو۔ یہ کہہ کر ذیشان ماہم کے قدموں میں گر گیا۔ ماہم نے اس کو اوپر اٹھایا اور کہا۔ مجھے تم سے محبت ہے جاناں میں آج بھی تم سے محبت کرتی ہوں میں نے تم کو معاف کر دیا۔ اچھا ماہم تانیہ کا خیال رکھنا۔ میرے کچھ دوست میرا انتظار کر رہے ہیں۔ میں بہت جلدی آپ کو ہمیشہ کے لئے لینے آؤں گا۔ تانیہ کو گلے لگا کر پیار کیا اور ذیشان واپس جانے لگا۔

شکستہ تحریروں کے میرے خط تم جلا دینا
جو ہو سکے زندگی مجھے تم بھلا دینا
تلخیاں پی پی کر زہر آلود نہ ہو جائیں کہیں
سکون دل کی خاطر میری جان تم مسکرا دینا

اتنے عرصہ کے بعد ماہم کو اس کا پیار اور شوہر مل گیا اور ادھر بلال بھی خوش ہو گیا کہ اب ماہم سے طلاق والا ڈرامہ جلدی ہی ختم ہو جائے اور وہ اپنی مرضی سے شادی کر لے گا۔ عاشی کا بھائی بلال چاہتا تھا کہ جلدی جلدی یہ ڈرامہ ختم ہو جائے مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ماہم اور اس کے گھر والے بہت خوش تھے وقت گزرتا گیا مگر ابھی ذیشان پلٹ کر نہیں آیا تھا مگر ایک رات جب رات کا اندھیرا چھا گیا ہر طرف سکوت ہی سکوت تھا تو کسی کی سنائی دی جو بڑی تکلیف میں صرف اتنا کہتا تھا۔ کوئی ہے...... کوئی ہے...... مجھے پانی دو...... مجھے بہت پیاس ہے میں مر رہا ہوں کوئی ہے۔ سکوت کی سناٹے میں جب ہر طرف خاموشی ہی خاموشی ہو تو پھر کسی کی آواز اور اتنی درد بھری آواز۔ ماہم کے کانوں پر پڑی۔ ماہم کو یہ آواز جانی پہچانی لگ رہی۔ ماہم اس آواز کو کیسے بھول سکتی تھی یہ آواز میں اس کی جان تھی وہ آواز ذیشان کی تھی۔ ذیشان کو اس کے ساتھیوں نے بہت مارا تھا کیونکہ ذیشان تمام برے کاموں سے توبہ کر چکا تھا مگر اس کے ساتھی اس کو مجبور کر رہے تھے مگر ذیشان نے ان کی بات ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے ذیشان کو جانے کیوں جان سے مارنا چاہا اور انہوں نے ذیشان کو بہت مارا اپنی طرف سے انہوں نے ذیشان کو مار دیا مگر ذیشان کی ابھی کچھ سانسیں باقی تھیں۔ جب دوڑتا ہوا بھاگتا ہوا ذیشان خون اور لہو میں لت پت سیدھا ماہم کے اس دربار پہ آیا جہاں ماہم رہتی تھی۔ یہاں اس کی بیٹی تانیہ رہتی تھی ذیشان خون میں ڈوبا ہوا زخموں سے چور چور ماہم کو پکار رہا تھا۔ ماہم نے جب ذیشان کی آواز سنی دوڑ کر باہر آئی۔ ہر طرف اندھیرا تھا کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا مگر ماہم کے ہاتھ میں ایک چراغ تھا۔ وہ روشن کر کے تلاش کر رہی تھی کہ قبرستان کی ایک کونے سے آواز آئی ماہم میں ادھر ہوں اگر تم ماہم ہو تو پلیز۔ ماہم مجھے پانی دو۔ ماہم نے دیکھا تو ذیشان لہو میں ڈوبا ہوا تھا اس کا سارا جسم خون سے بھرا ہوا تھا۔ ماہم نے ذیشان کا سر اپنی گود میں رکھا اور روتے ہوئے کہا۔ ذیشان تم کو کیا ہوا ہے ذیشان نے لڑکھڑاتی آواز میں لہو کے گھونٹ پیتے ہوئے کہا۔ ماہم مجھے معاف کر دینا اور میری بیٹی تانیہ کا خیال رکھنا اور اگر ہو سکے تو تانیہ سے بھی کہنا کہ وہ مجھے معاف کر دے۔ ذیشان تم کو کچھ نہیں ہوگا۔ ماہم جب کمرے سے چراغ لے کر باہر آئی تھی تو ساتھ میں بلال، عاشی اور ذیشان اور ماہم کی محبت

کی نشانی تانیہ بھی کھڑی تھی۔ ادھر تانیہ نے کہا۔ ابو ادھر ذیشان کی آخری سانس بھی ٹوٹ گئی۔ تانیہ اپنے والد کے منہ پر منہ رکھ کر رونے لگی۔ ماہم بھی رو رہی تھی۔ عاشی، بلال اور سب گھر والے بھی رو رہے تھے۔ ماہم کی آغوش میں ذیشان کا سر تھا اور وہ سب کو روتا ہوا اپنے خالق حقیقی سے جا ملا تھا۔ ماہم کی دنیا ایک پھر اجڑ گئی تھی۔ ماہم ایک دفعہ پھر اکیلی ہو گئی تھی۔ ماہم کی زندگی پھر اندھیر ہو گئی تھی۔ ذیشان کے لوٹ آنے سے جو ماہم کی زندگی میں خوشی آئی تھی وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے روٹھ گئی۔ ماہم کے ساتھ تانیہ بھی اپنے باپ کی شفقت سے محروم ہو گئی۔ پھر وہ قیامت تک اک منظر تھا جب آیشان کو اسی قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ ہر طرف بین ہی بین تھے۔ ذیشان اپنی بیٹی اور اپنی محبت ماہم کو روتا ہوا چھوڑ کر چلا گیا۔

وقت گزرتا گیا۔ مرنے والوں کے ساتھ کوئی مر نہیں جاتا۔ پھر سب خاندان والوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ماہم کی شادی بلال سے کر دی جائے یعنی نکاح کر دیا جائے اور یوں وہ بلال جو نکاح کے بغیر دنیا کی نظر میں ماہم کا شوہر تھا اور دنیا کی نظر میں اس کی ذیشان کے آنے کی وجہ سے طلاق کرنا چاہتا تھا اسی بلال سے ماہم کا حقیقت میں نکاح کر دیا گیا اور ماہم اب بلال کی بیوی تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ماہم بلال کی بیوی تھی مگر اس نے کبھی ذیشان کو اک لمحہ کے لئے ایک پل کے لئے بھی نہیں بھلایا تھا۔ وہ شادی کے بعد جب سارے لوگ سو جاتے تو وہ بلال سے اجازت لے کر ہر رات قبرستان آتی، ذیشان کی قبر پہ پھول چڑھاتی فاتحہ پڑھتی اور ایک چراغ روشن کرتی تھی اور ذیشان کے لئے دعائے مغفرت کرتی تھی مگر آہستہ آہستہ ماہم نے سب کام چھوڑ دیئے دنیاوی بس ایک اللہ تعالیٰ سے دل لگا لیا۔ نماز پڑھتی اور دعا کرتی اس کی دعا کا اثر اور چرچا اتنا ہوا کہ ماہم نے دربار سنبھال لیا اور یوں وہ دربار مائی صاحبہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ ماہم کے نجانے کتنے مرید ہیں، کتنے پرستار ہیں اور نجانے کتنے ان سے دعائیں کروانے والے ہیں اور ماہم اب کسی سے کوئی بات نہیں کرتی صرف نماز، روزہ اور دین کی باتیں ہی اس کا مقصد ہیں۔ ماہم کے سب کام چھوڑ دینے کے بعد ماہم کی بیٹی نے وہ کام سرانجام دینا شروع کر دیا۔ جب ہر رات قبرستان میں اپنے باپ کی قبر پہ جانا، فاتحہ خوانی کرنا اور پھول چڑھنا اور چراغ روشن کرنا اور آج بھی تانیہ اپنے باپ کی قبر پہ پھول اور فاتحہ خوانی کرنے آئی تھی۔ جب ہماری اس سے ملاقات ہوئی تھی۔

یہ تھی کہانی میں نے اس حقیقت کو آپ کے سامنے رکھ دیا ہے، یہ حقیقت مجھے تانیہ، تانیہ کی امی ماہم جو آج کل اس دربار کی گدی نشین ہے اور اک اچھی اور نیک خاتون ہے، بلال اور عاشی سب نے صبح مجھے بتائی۔ پھر میں نے اپنے دوست سے پوچھا۔ آپ کو کیسے معلوم تھا کہ یہاں ایک کہانی ہے۔ اک دردناک سٹوری ہے تو ارسلان نے مجھے بتایا تو میری عقل دنگ رہ گئی۔ ارسلان نے مجھے بتایا کہ تانیہ اور میں ایک ہی کالج میں پڑھتے ہیں۔ میں تانیہ کو بہت پیار کرتا ہوں اور تانیہ بھی مجھے بہت پیار کرتی ہے مگر جب میں اسے شادی کرنے کا کہتا ہوں تو وہ کہتی ہے میں کبھی تم سے شادی نہیں کروں گی کیونکہ پہلے ایک قیامت سے میرا خاندان گزر چکا ہے۔ میں ایک اور قیامت برپا نہیں کرنا چاہتی۔ تانیہ نے مجھے اپنے گھر کی اپنے ابو اور امی کی محبت سب کچھ تفصیل کے ساتھ بتایا تھا مگر مجھے یقین نہیں آتا ہے۔ پھر میں اُن کے دربار کے پہ گیا سب کچھ دیکھا اپنی آنکھوں سے اور پھر آپ کو بتایا اور آپ کو بھی اپنی آنکھوں سے دکھا دیا ہے۔

جی قارئین! یہ تھی تانیہ، ماہم، بلال، عاشی، ذیشان کی سچی داستان اور پہاڑوں کے دامن میں گھرے اک ایسے دربار کی کہانی جس کی گدی نشین ایک قیامت سے گزر کر اس منزل تک پہنچی ہے اور وہ ہے منزل عشق کی۔ ماہم نہیں چاہتی کہ تانیہ کے ساتھ بھی وہی ہو جو میری محبت کے ساتھ ہوا۔ قارئین آپ کو میری یہ کاوش کیسی لگی اپنی رائے سے ضرور نوازتے رہنا۔

یاد رکھنا ہماری تربت کو
قرض ہے تم پہ چار پھولوں کا

○□○

محبتوں کے اُداس موسم

آمنہ۔ راولپنڈی

فیصل کہیں ایسا تو نہیں تھا کہ تم مجھ سے دامن چھڑانا چاہتے تھے اور تم نے بہانہ بنا کر مجھے چھوڑ دیا؟ اتنی سی بات سے بھلا کوئی انسان کیسے بدل سکتا ہے؟ کیسے وہ تمام محبت کے وعدے عہد و پیمان بھلا سکتا ہے؟ کیسے اک سانسیں لگنے والا شخص سانسیں چھین سکتا تھا؟ کیسے بات بات پہ محبت کا دعویٰ کرنے والا شخص سچی اور بے لوث محبت سے بھاگ سکتا ہے؟ آخر کوئی تو وجہ ہو گی!

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

آ جا کہ ابھی ضبط کا موسم نہیں گزرا
آ جا کہ ابھی پہاڑوں پہ برف جمی ہے
خوشبو کے جزیروں سے ستاروں کی حدوں تک
اس شہر میں سب کچھ ہے بس اک تیری کمی ہے

یہ محبت بھی کیا عجیب چیز ہے۔ جس کے پاس ہے وہ اس کا احترام نہیں کر سکتا اور نہ اس کو سنبھال سکتا ہے اور جس کے پاس نہیں ہے وہ اس کو تلاش کرتے کرتے اپنے آپ کو گنوا دیتا ہے، در بدر کی ٹھوکریں کھاتا ہے۔ صرف اور صرف محبت کی تکمیل کی آخری منزل کو پانے کے لئے۔ محبت میں تو خوشیاں ہوتی ہیں ہر طرف پھول کھل جاتے ہیں۔ محبت انسان کی آنکھوں سے جھلکنے لگتی ہے بولنے لگی ہے۔ محبت کے موسم اتنے خوبصورت ہوتے ہیں، اتنے دل کش ہوتے ہیں تو پھر محبتوں کے اداس موسم کیوں ہو جاتے ہیں۔ کیوں محبتوں کے اداس موسموں کی حکمرانی ہوتی ہے۔ ہمارے خیالات اور جذبات پر شاید اس لئے کہ جب ہماری محبت ہمارے پاس ہوتی ہے ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتی ہے اور ہمیں دنیا جہان کی خبر نہیں ہوتی تو یوں لگتا ہے کہ محبت خوشیوں کا موسم ہے، گیتوں کا موسم ہے، پھولوں کا موسم ہے اور جب وہی محبت ہم سے روٹھ جاتی ہے، ہم کو چھوڑ کر چلی جاتی ہے، ہم تنہا ہو جاتے ہیں تو ہماری آنکھوں میں اداسیاں چھا جاتی ہیں، ہماری آنکھوں میں اشک ٹھہر جاتے ہیں تو پھر ہوتا ہے ہماری محبت پر زوال کا دور اور پھر ہم محبتوں کے اداس موسم میں رہتے ہیں اور جب کوئی کسی محبت کرنے والے کو تنہا چھوڑ دے تو پھر اس پہ محبتوں کا اداس موسم چھا جاتا ہے۔ بلکہ یوں کہنا بجا ہو گا۔ جب تک محبت ساتھ تب تک محبت خوشیوں کا موسم ہوتی ہے اور جب محبت روٹھ جائے تو محبت اداسیوں کا موسم بن جاتی ہے۔ وہ لوگ جو ہماری زندگی ہوتے ہیں جن سے ہم محبت کے بندھن میں بندھ جاتے ہیں جب وہ چھوڑ جاتے ہیں بدل جاتے ہیں تو کتنی دل کو تکلیف ہوتی ہے۔ محبت میں دھوکا اور فریب تو ہوتا ہی ہے مگر جب کوئی وعدے قسمیں اٹھا کر اپنے وعدوں سے اپنے عہد و پیمان سے منہ پھیر لے تو دل ٹوٹ جاتا ہے اور جب دل ٹوٹ جائے تو پھر لاکھ جوڑو بھی تو وہ جڑ نہیں سکتا اگر کبھی جوڑ بھی دیا جائے تو کچھ یوں ہوتا ہے۔

چہرے ٹیڑھے ہو جاتے ہیں
ٹوٹ کے شیشے جب ملتے ہیں

ہر انسان کی محبت اور چاہت کا طریقہ الگ ہوتا ہے۔ محبت اور چاہت جذبہ تو وہی ہے مگر اس کے روپ الگ ہیں۔ اس کو نبھانے والے لوگ اپنے طریقے سے محبت کرتے ہیں۔ آج میں آپ کو اپنی زخمی آپ بیتی سنانے لگی ہوں مجھے یقین ہے میں اپنی زخمی آپ بیتی سناتے سناتے اگر کہیں سے ڈگمگانے لگی تو پلیز مجھے آپ تمام لوگ سہارا دیتے ہوئے مجھے حوصلہ دینا۔ مجھے مضطرب ہونے سے بچالینا۔ اگر میری آنکھوں میں کوئی اشک آئے تو پلیز آپ سب ان کو اپنے آنسو سمجھ کر مجھے محبت کی اس جنگ میں جوش اور ولولہ دینا تا کہ میں اپنے ارادے میں ناکام نہ وہ جاؤں۔ مجھے پورا یقین ہے آپ تمام دوست میرا ساتھ دیں گے اور مجھے زخمی اور مجروح محبت کے دور سے میری انگلی پکڑ کر ساتھ لے کر چلیں گے۔ میری یہ محبت تمام ''جواب عرض'' کے قارئین اور رائٹر کے نام ہے، آپ تمام میرے ساتھ ہولیں۔ میری زخمی آپ بیتی کچھ یوں ہے۔

محبتوں میں ہر اک لمحہ وصال ہو گا یہ طے ہوا تھا
بچھڑ کے بھی ایک دوسرے کا خیال ہو گا یہ طے ہوا تھا
وہی ہوا نہ بدلتے موسم میں تم نے مجھ کو بھلا دیا
کوئی بھی موسم ہو نہ چاہتوں کو زوال ہو گا یہ طے ہوا تھا

وہ چودہ اپریل کی ایک خوبصورت اور سرمئی شام تھی جب سورج سارے دن کا تھکا ہوا اپنی روشنی اور حرارت کو کم کرتا ہوا اپنی منزل مغرب کی جانب گامزن تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کا شور تھا، آسمان پر بادلوں کے سیاہ اور سرمئی رنگ کے بادل ہر طرف دکھائی دے رہے تھے۔ ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ اتنا خوبصوت موسم اور پھر دل میں کسی کے جذبات اور محبت کی آگ بھڑک رہی ہو تو پھر دل کو کب چین آتا ہے۔ آج میں نے سرخ کلر کی ساڑھی زیب تن کی ہوئی تھی، ہاتھوں پہ حنا کے بہت سارے رنگ نمایاں تھے، کھلے بالوں کے ساتھ کانوں میں ایف ایم لگا کر ایک ہاتھ میں چائے کا بڑا سا کپ اور ایک ہاتھ میں موبائل ہے، میں موسم کو انجوائے کرنے کے لئے اپنے گھر کے آنگن سے نکلی اور سیدھی چھت کیا وپر آ گئی۔ ایف ایم پہ ایک خوبصورت گیت بھی چل رہا تھا۔

زندگی میں کبھی کوئی آئے نہ رہا
آئے تو پھر کبھی جائے نہ رہا

میں میوزک کے ساتھ موسم اور اردگرد کے ماحول کو بھی بہت خوبصورت انداز سے انجوائے کر رہی تھی۔ دل کرتا تھا میں ان بادلوں، ان ہواؤں میں اڑتی پھرتی رہوں کیونکہ مجھے کسی سے پیار ہو گیا تھا اور ہر وقت میں اس کی یادوں اسی کی باتوں اور اسی کے خیالوں میں گم رہتی تھی۔ مجھے فیصل سے بے حد پیار ہو گیا تھا اور میری زندگی اب اس کی محبت سے شروع ہوتی تھی اور اسی کے نام پہ ختم ہوتی تھی۔ کچھ دن پہلے میری اور فیصل کی بات فون پہ ہوئی تھی۔ فیصل کو کال میں نے کی تھی صرف دوستی کرنے کے لئے مگر مجھے کیا معلوم تھا یہ دوستی آہستہ آہستہ دل میں اتر جائے گی اور ایک نہ ختم ہونے والا جذبہ محبت کی شکل اختیار کر لے گی۔ مجھے فیصل کی یاد بہت شدت کے ساتھ آ رہی تھی۔ موسم مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ کہیں سے فیصل آ جائے یا پھر فیصل کی کال آ جائے۔ بس میرے دل میں صرف فیصل کی دنیا آباد تھی میں انہی سوچوں میں گم ہی تھی کہ فیصل کی کال آ گئی۔ موسم اور بھی خوبصورت ہو گیا اور میرا دل جیسے ہواؤں میں اڑنے لگا ہو۔ سلام دعا کے بعد فیصل نے پوچھا کیا کر رہی ہو۔ میں تمہیں بہت یاد کر رہی ہوں۔ سچ مجھے مجھے یقین نہیں آتا۔ فیصل نے حیران ہوتے ہوئے کہا۔ فیصل میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں اور جس سے انسان محبت کرتا ہے اس کی یاد سے کبھی ایک لمحے کے لئے بھی غافل نہیں ہوتا۔ پھر ہماری بہت سی باتیں ہوئی نیچے سے امی نے آواز دے دی۔ آمنہ جلدی سے نیچے آ جاؤ بارش بہت تیز ہے اور ساتھ آندھی بھی ہے۔ بارش واقعی بہت تیز ہو چکی تھی اور ساتھ آندھی بھی اپنے پورے زور شور کے ساتھ چل رہی تھی۔ میں نے فیصل سے اجازت لی اور وعدہ کیا کہ رات کو بات ہو گی۔ فون بند کیا اور جلدی جلدی نیچے آ گئی۔

امی مجھ سے بہت ناراض ہوئی کہ دیکھا نہیں کتنی تیز بارش ہو رہی ہے اور آندھی بھی کتنی طوفانی قسم کی ہے اور تم اتنی بن سنور کر چھت کے اوپر کھڑی ہو اور ساتھ گرجتا ہوا بادل کچھ خیال کیا کرو۔ یہ ساڑھی ساری بارش سے بھیگ گئی ہے اسے اتارو اور دوسرے کپڑے پہن لو۔ میں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ جی امی جان۔ پھر میں نے دوسرے کپڑے پہن لئے تب تک بارش بھی تھم چکی تھی اور شام کے سائے بھی ہاتھ پھیلائے رات کو اپنی گود میں لینے کے لئے سینہ تان کے کھڑے تھے۔

فیصل کراچی میں رہتا تھا، اپنے گھر کا بہت لاڈلہ تھا سب گھر والے اس کو پیار کرتے تھے۔ میں فیصل کی تحریریں اکثر پڑھا کرتی تھی اور مجھے بہت اچھی لگتی تھیں اس کی سب تحریریں اور پھر ایک ایسا وقت بھی آ گیا جب مجھے صرف فیصل کی تحریریں ہی پسند آتیں پھر ایک دن میں نے ہمت کی فیصل کو کال کر دی۔ میں نے فیصل سے سلام دعا کے بعد کہا۔ مجھے آپ کی تحریریں بہت اچھی لگتی ہیں اور میں آپ کی تحریروں کو پسند کرتی ہوں۔ سوچا آپ سے بات کر لی جائے اور آپ کی تعریف کر دی جائے آپ کی نوازش ہے۔ آمنہ ورنہ میری تحریروں میں اتنا دم کہاں کہ آپ میری تحریر سے متاثر ہوں۔ یہ تو آپ کی مہربانی ہے اور فراخ دلی ہے جو آپ نے مجھے اس قابل سمجھا۔ آپ کی اس چاہت اور عنایت کا شکریہ۔ فیصل نے بڑے مؤدبانہ انداز سے میرا شکریہ ادا کیا آمنہ آپ کی شاعری بہت کمال کی ہوتی ہے میں تو آپ کا فین ہوں۔ فیصل نے میری بہت تعریف کی۔ میں نے فیصل کا شکریہ ادا کیا اور کہا۔ فیصل اگر آپ کو برا نہ لگے تو میں آپ کو کبھی کبھی فون کر لیا کروں۔ فیصل نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ٹھیک ہے جس وقت آپ کا دل چاہے آپ کال کر سکتی ہیں۔ میری دنیا اور میری ذات کے دروازے آپ کے لئے ہمیشہ کھلے ہیں۔ اس کے بعد میں کبھی کبھی فیصل سے ایس ایم ایس پر اور کبھی کال سے بات کرتی رہتی تھی مگر دو دن سے فیصل کا فون آف جا رہا تھا۔ مجھے بہت پریشانی اور حیرانی ہو رہی تھی کہ کوئی مسئلہ نہ بن گیا ہو مگر آج جب چھت پر بارش کے دوران فیصل کا فون آیا تو دل باغ باغ ہو گیا۔ اس خوشی میں مجھے یاد ہی نہ رہا کہ بارش کتنی تیز ہو رہی ہے اور میں بھیگ رہی ہوں۔

رات کا سناٹا چھا گیا اور میں اپنے کمرے میں آ گئی۔ ساری دنیا اپنے خوابوں میں گم تھی سب لوگ گھوڑے بیچ کر سو گئے تھے اور میں فیصل کی کال کا انتظار کر رہی تھی۔ کافی رات گزر جانے کے بعد فیصل کی کال آئی فیصل نے مجھے بتایا کہ اصل میں میرا فون گم ہو گیا تھا اور ساتھ کچھ مصروفیات کی وجہ سے آپ سے رابطہ نہ ہو سکا۔ اس کے لئے معذرت میری اور فیصل کی دوستی بہت مضبوط ہوتی جا رہی تھی۔ فیصل مجھے ابھی تک ایک بہت اچھی دوست سمجھتا تھا مگر میرے دل میں فیصل کے لئے بہت محبت بھرا جذبہ موجود تھا جسے ابھی میں نے فیصل پہ عیاں نہیں کیا تھا۔ بس ہم دونوں صرف ایک دوسرے سے دوستی نبھاہ رہے تھے۔ اُس رات ساری رات ہماری فون پہ بات ہوتی رہی۔ ہماری دوست اتنی بڑھ گئی کہ ساری ساری رات فون پہ باتیں کرتے رہتے تھے۔ زندگی عجیب موڑ پہ کھڑی تھی۔ میں فیصل سے محبت کرنے لگی تھی مگر اظہار کی ہمت نہیں ہو رہی تھی اور فیصل تھا کہ کچھ اس قسم کی باتیں کرتا ہی نہ تھا۔ ہماری روز رات کو دن کو فون پہ بات ہوتی تھی۔ ایس ایم ایس پر بات اچانک فیصل کے رویے میں تبدیلی آنے لگی۔ ایسا لگا جیسے فیصل کے دل میں میرے لئے کچھ اور ہے اور وہ بھی میری طرح اظہار نہیں کر پا رہا۔

ایک رات ہم باتیں کر رہے تھے چودھویں کا چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا اور آج میں بھی چھت پر چاند کی کرنوں کے سائے میں فیصل سے بات کر رہی تھی۔ آمنہ میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جی فیصل بولیں۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ فیصل نے کہا۔ آمنہ دیکھو آسمان پر چاند آپ کی طرف بھی چمک رہا ہے اور میری طرف بھی میں اس چاند اس چاندنی ان کرنوں کی موجودگی میں ان تمام کو گواہ بنا کر آپ سے کہتا ہوں کہ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے۔ مجھے چین نہیں

آ تا جب تک آپ سے بات نہ ہو جائے۔ ہر وقت آپ کے خیالوں میں گم رہتا ہوں مجھے تمہاری باتیں تمہاری یادیں تمہاری مسکراہٹ ہمیشہ اپنے حصار میں رکھتی ہے۔ پلیز آمنہ میری محبت کا بھرم رکھنا میں تم سے محبت کرنے لگا ہوں اور میں تم سے ایسی محبت کرنے لگا ہوں جو صدیوں گزر جانے کے بعد بھی زندہ رہے گی۔ ہم اس دنیا میں نہ بھی ہوں گے تو دنیا ہماری محبت کی مثالیں دے گی۔ میں فیصل کی تمام باتیں سن کر پریشان اور حیران نہیں ہوئی بلکہ خوش ہوئی کہ جو مشکل مجھے کتنے دنوں سے تھی وہ آج فیصل نے حل کر دی۔ میں نے فیصل کی محبت اور اظہار محبت کا جواب یہ دیا کہ میں تمہیں سوچ کر بتاؤں گی۔ فیصل نے اظہار محبت کر کے میرا دل جیت لیا تھا۔ میں دل میں سوچنے لگی کہ فیصل کو میں اب کیا جواب دوں؟ جبکہ میں فیصل سے پہلے اس سے محبت کرتی تھی مگر کبھی یہ بات میرے ہونٹوں تک نہیں آئی تھی۔ شاید اس لئے کہ فیصل میری محبت کی بات سن کر میری دوستی سے ہی نہ باگ جائے مگر مجھے یہ معلوم نہ تھا جبکہ فیصل بھی میری طرح محبت کی آگ میں جل رہا تھا اور اس کی بھڑک کی گواہی اس نے اظہار کر کے بتا دی تھی۔ میں انہی سوچوں میں گم تھی دو دن بعد فیصل کا فون پھر آیا اور فیصل نے کہا۔

آمنہ آپ نے میری بات کا میرے اظہار کا جواب نہیں دیا۔ کیا آپ کو میری بات بری لگی؟ نہیں نہیں فیصل جی۔ میں نے جلدی سے کہا۔ تو پھر تم جواب کیوں نہیں دیتی ہو؟ میں نے فون بند کر دیا اور ایس ایم ایس کیا۔ Love u so much۔ فیصل نے مجھے پھر کال کی اور میرا شکریہ ادا کیا۔

ہم دونوں کو ایک دوسرے سے جنون کی حد تک محبت ہو چکی تھی۔ میں ہر وقت فیصل سے فون پہ بات کرتی رہتی تھی۔ دن ہو یا رات ہو کبھی ایس ایم ایس پہ تو کبھی فون پہ گھر میں کافی دفعہ فون کی وجہ سے امی نے ڈانٹ بھی سننا پڑی۔ وقت گزرتا گیا فیصل اور میری محبت اس قدر بڑھ گئی کہ ہم نے ایک دوسرے کو دیکھے بغیر ایک پل بھی جدائی برداشت نہ ہوتی تھی۔ فیصل بہت اچھا انسان ہونے کے ساتھ ساتھ بہت پیار کرنے والا انسان تھا۔ وہ ایک سچا اور خوبصورت پیار کرنے والا انسان تھا۔ ہم اکثر فون پہ لڑتے جھگڑتے رہتے تھے مگر پھر چند لمحوں کے بعد چند ساعتوں کے بعد چند گھڑیوں کے بعد ایک دوسرے سے مان بھی جاتے تھے۔ کیونکہ ایک دوسرے کے بغیر گذارا نہیں تھا۔

فیصل نے ایک دن مجھے پرپوز کر دیا۔ میں نے اس کو کہا کہ میں اپنے گھر والوں سے پوچھ کر بتاؤں گی۔ ابھی میں نے فیصل کو کچھ جواب نہیں دیا تھا۔ میں ڈرتی تھی کہیں جب مجھے فیصل ملے مجھے دیکھ کر شادی سے انکار نہ کر دے کیونکہ اکثر جذبات کی آندھی میں کیے گئے فیصلے غلط ثابت ہوتے ہیں۔ باتوں باتوں میں فیصل نے کہا۔ آمنہ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں تمہیں ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں۔ فیصل کی بات تو درست تھی اور میں بھی فیصل کو دیکھنا چاہتی تھی مگر میرے گھر کا ماحول اتنا تنگ اور خوفناک تھا کہ مجھے یہ سوچتے سوچتے بھی ڈر لگتا تھا۔ میں کیسے مل سکتی ہوں میرے لئے یہ بہت مشکل گھڑی تھی مگر فیصل تھا کہ مجھے دیکھنے اور ملنے کی ضد کر رہا تھا۔ میں کیا کرتی آخر میں نے کہا تم کسی روز راولپنڈی آ جاؤ، میں نے اپنی امی کے ساتھ بازار جانا ہے، میں تمہیں بازار بتا دوں گی تم وہاں آ جانا، میں بھی تمہیں ایک نظر دیکھ لوں گی اور تم بھی مجھے ایک نظر دیکھ لینا لیکن اس کے علاوہ کچھ نہیں ہو سکتا۔ نہ میں تم سے مل سکتی ہوں اور نہ بات کر سکتی ہوں اور نہ تمہارے ساتھ بیٹھ سکتی ہوں۔ فیصل نے کہا۔ مجھے تم کو صرف ایک نظر دیکھنا ہے بس۔ ہماری ملاقات کا دن مقرر ہو گیا۔ فیصل کراچی سے راولپنڈی پہنچ گیا۔ میں رات سے ہی بے چین تھی کہ نجانے فیصل کیسا ہو گا۔ مجھے دیکھ کر نجانے کیا کہے گا۔ میں اس کو اچھی بھی لگوں گی کہ نہیں۔ میرے ذہن میں طرح طرح کے سوالات جنم لے رہے تھے۔ میں نے اپنی امی سے کہا کہ مجھے کچھ شاپنگ کرنی ہے آپ میرے ساتھ چلیں۔ میں اور امی شہر آ گئیں۔ میں نے فیصل کو فون کر کے بتا دیا تھا کہ فلاں جگہ سے ہم نے شاپنگ کرنی ہے اس لئے وہ اس شاپنگ

سینٹر میں پہلے سے ہی موجود تھا۔ جب میں اور امی شاپنگ سینٹر میں داخل ہوئیں تو ایس ایم ایس آیا۔ میں نے اس کلر کی پینٹ شرٹ پہنی ہوئی ہے۔ میں نے دیکھا تو شاپنگ سینٹر میں ایک بہت خوبصورت دلکش لڑکا کھڑا تھا اور وہ بار بار اپنے چاروں طرف نظر دوڑا رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے کسی کو تلاش کر رہا ہو۔ جیسے ہی فیصل نے ہم لوگوں کو دیکھا ایس ایم ایس کر کے پوچھا تو میں نے بتایا۔ جی میں آمنہ ہوں اور ساتھ میری امی ہے۔ پھر وہ ہمارے بہت قریب آ گیا۔ فیصل تھا کہ اس کی نظریں میرے چہرے سے ہٹ نہیں رہی تھیں اور میں بہت گھبرا رہی تھی۔ ہم نے کافی شاپنگ کی اور ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ ایسے بات تو نہیں کرتے تھے۔ مگر ساتھ تو تھا ایک دوسرے کو جی بھر کر دیکھا۔ مجھے فیصل بہت پسند آیا جس قسم کا میں نے سوچا تھا وہ میری سوچوں سے کہیں بڑھ کر تھا وہ بہت سندر اور خوبصورت شخصیت کا مالک تھا۔ جب ہم شاپنگ سینٹر سے نکلے تو بہت مسرت بھری نظروں سے فیصل مجھے اور میں فیصل کو دیکھتی رہ گئی۔ میں جیسے ہی گھر پہنچی فیصل کا فون آ گیا۔ آمنہ تم بہت خوبصورت ہو میری سوچوں سے بھی زیادہ خوبصورت میرے دل کا آئیڈیل ہو تم۔ میں نے تمہارے جیسی لڑکی کو نجانے کتنا عرصہ خوابوں میں تراشا ہے۔ آمنہ میں جیسے سوچتا تھا تم بالکل ویسی کی ویسی ہو۔ میرے دل کی رانی ہو تم۔ آمنہ میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اب مجھ سے تمہارے بغیر جیا نہیں جائے گا۔

جب سے تم کو دیکھا صنم کیا کہیں
کتنے ہیں بے چین ہم

آمنہ میں تمہیں زندگی کی ہر خوشی دوں گا۔ میں آسمان سے تارے توڑ کر تمہاری مانگ میں بھر دوں گا۔ میں چاندنی کو تمہارے ماتھے کا جھومر بنا دوں گا۔ میں چاند کو تمہارا کنگن بنا دوں گا۔ فیصل مجھے دیکھ کر بہت پاگل ہو گیا تھا اور پاگلوں کی طرح بولتا جا رہا تھا۔ آمنہ شادی کے بعد ہماری اک دنیا ہو گی اور اس دنیا میں کوئی دوسرا نہیں ہو گا۔ صرف تم ہو گی اور میں ہوں گا۔ ہم مسکراہٹ کے گیت گائیں گے آمنہ سب تم میرے ساتھ شادی کرنے کا وعدہ کرو میرے ساتھ جینے کا وعدہ تو کرو میرے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ تو دو میری آنکھوں میں اپنا عکس تو بھرو میرے دل کی دھڑکن تو سنو۔ فیصل اب بس کرو پاگل ہو گئے ہو کیا؟ ہاں آمنہ میں پاگل ہو گیا ہوں تمہیں دیکھنے کے بعد۔ فیصل نے میرے ساتھ بہت وعدے کئیا ور میں نے اپنی امی سے بات کی تو وہ مان گئیں اور یوں فیصل کے گھر والے یعنی اس کی امی اور ابو میرا رشتہ مانگنے راولپنڈی آ گئے۔ گھر والوں نے بڑے شاندار طریقے سے فیصل کے گھر والوں کا استقبال کیا اور میں ن بھی بہت خوبصورت انداز سے بہت خوبصورت سی ساڑھی پہن کر اپنی طرف سے پوری دلہن کی طرح سج سنور کر فیصل کے گھر والوں کو سلام کیا۔ فیصل کے امی ابو کو میں بہت پسند آئی مگر میرے گھر والوں نے میرے والد صاحب نے کہا۔ ہم سوچ کے بتائیں گے۔ وہ تو چلے گئے مگر میرے لئے اور فیصل کے لئے بہت سارے سوالات چھوڑ گئے۔ میں نے سوچا اگر میری فیملی نے انکار کر دیا تو اس سے فیصل کے گھر والے برا نہ مان جائیں۔ ایسی کشمکش میں دن گزرتے گئے میری اور فیصل کی محبت میں کمی نہ آئی گر فیصل مجھے ہر روز دیوانوں کی طرح چاہتا تھا۔ فون کرتا ڈھیروں باتیں کرتا ڈھیروں بار لڑتا اور خود ہی مان جاتا۔ یعنی زندگی بہت خوبصورت گزر رہی تھی۔

شاید کسی روز وہ لوٹ آئے آوارہ مزاج
اسی آس پہ رکھتے ہیں کھلے در شام کے بعد

فیصل کے گھر والے روز پوچھتے تھے میرے رشتہ کے بارے میں مگر میرے گھر والوں نے خاص کر کے میرے ابو نے انکار کر دیا۔ ابو چاہتے تھے کہ ہم فیصل اور اس کے گھر والوں کو خاندان کو اچھی طرح جان کر کچھ فیصلہ کریں مگر فیصل کے گھر والوں کو نجانے کس بات کی جلدی تھی اور یوں بات بنتی بگڑ گئی یعنی میرے گھر والوں نے انکار کر دیا مگر فیصل کی دوستی اور محبت میں کبھی کوئی فرق نہ آیا۔ انکار کے بعد بھی وقت ہمارا بہت اچھا

گزر رہا تھا۔

میرے بس میں اگر ہوتا اٹھا کر چاند تاروں کو
میں نیلے آسمان پہ بس تیری آنکھیں بنا دیتی
شجر ہوتا تو لکھ لکھ کر تمہارا نام پتوں پر
تمہارے شہر کی جانب ہواؤں میں اڑا دیتی

فیصل اور میری فون پہ ہر روز بات ہوتی رہتی تھی اور ساری ساری رات بھی بات ہوتی رہتی تھی۔ میرے رشتہ کے انکار کے بعد بھی فیصل نے ایسی کوئی بات گلے شکوے والی کبھی نہ کی جس سے فیصل کی ناراضگی ظاہر وہ۔ میں نے فیصل کو یقین دہانی کرائی کہ فیصل تم پریشان نہ ہونا میں بہت جلد اپنے گھر والوں کو راضی کرلوں گی تم بس میرے ساتھ رہنا، میرے ہوکر رہنا، میری محبت بن کر رہنا، میری چاہت بن کر رہنا، میرے دل میں دھڑکتے رہنا، مجھے قدم قدم پہ سہارا دینا، میرے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنا، میرے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر چلنا، میری سوچوں میں رہنا، میرے خوابوں میں رہنا، میرے خیالوں میں رہنا، میری آنکھوں میں عکس بن کر رہنا۔ میرے ہمراز بن کر رہنا اور میرا ہمسفر بن کر رہنا۔ فیصل میری زندگی میں یہ دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے میں تم سے محبت کرتی ہوں اور کرتی رہوں گی اور ٹھکرا دوں گی جب کبھی ہماری محبت پہ ایسا وقت آیا تو میں ساری دنیا کو چھوڑ کر تیری محبت کا دامن تھام لوں گی۔ فیصل بس تم کچھ دن انتظار کرو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ میرے گھر والوں نے رشتہ سے انکار اس لئے نہیں کیا کہ وہ تمہیں پسند نہیں کرتے بلکہ انکار کی وجہ یہ ہے کہ وہ اچھی طرح سے تمہیں اور تمہارے خاندان کو جاننا چاہتے ہیں۔ جان میں تمہارے لئے جان تک دے دوں گی تم مجھ سے کبھی مانگ کر دیکھنا۔

اُس کی آنکھوں میں محبت کا ستارہ ہو گا
اک دن آئے گا وہ شخص ہمارا ہو گا
جس کے ہونے سے میری سانسیں چلا کرتی ہیں
کس طرح اُس کے بغیر رہنا گوارا ہو گا

میں نے فیصل کو یقین دہانی کرائی میں ہر وقت ہر قدم پہ ہر منزل پہ ہر موڑ پہ ہر موسم میں ہر جیون میں اس کی ہوں میری زندگی کی ابتدا اور انتہا صرف اور صرف فیصل ہے۔ فیصل I Love U۔

اس شرط پہ کھیلوں کی پیا پیار کی بازی
جیتوں تو تجھے پاؤں ہاروں تو پیا تیری

فیصل میری باتوں کو بڑے غور سے سنتا رہا اور پھر ایک لمبی اور سرد آہ بھری اور کہا۔ آمنہ میں تمہیں کسی قیمت پہ کھونا نہیں چاہتا میں ہر وقت تمہارا انتظار کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا بس تم میرا ساتھ دینا میں کبھی نہیں ہار سکتا اگر تم میرے ساتھ ہو تو۔ آمنہ بس جلدی جلدی تم اپنے گھر والوں کو راضی کرواب مجھ سے انتظار نہیں ہوتا، اب مجھ سے جدائی برداشت نہیں ہوتی۔ بس چاہتا ہوں کہ وہ وقت بہت جلد آئے جب تم میری بانہوں میں ہو، ہماری جلدی شادی ہو، شہنائیاں ہوں دھوم دھام سے شادی کی تیاری ہو۔ آمنہ میری زندگی تم ہو اور یاد رکھنا اگر تم مجھے نہ ملی تو یہ زندگی ...... اس سے آگے کچھ مت کہنا فیصل، آمنہ صرف تمہاری ہے اور ہر مشکل گھڑی میں تمہارے ساتھ ہے اور ساتھ رہے گی۔ بس تم دعا کرنا کہ امی ابو مان جائیں آپ کے رشتہ کے لئے۔ فیصل میں تم سے اتنا کہنا چاہتی ہوں — میرے لہو میں میرے جگر میں ...... میرے دل میں نظر میں ...... میرے بستی میں گھر میں ...... میرے شام و سحر میں ...... میری دھرتی میں میرے امبر میں ...... میری سوچوں کے بھنور میں ...... میری ذات کے ہر اک منظر میں ...... میرے بتوں کے نگر میں ...... میرے دل کے شہر میں ...... میری منزل کے سفر ...... تیری یادوں کے اجالے میں ...... میری دھڑکن میری سانسیں ...... فیصل میں تیری محبت کو ...... سلام کرتی ہوں سلام کرتی ہوں ...... میں اپنی اناؤں کو نیلام کرتی ہوں ...... اپنی محبت تیرے نام کرتی ہوں۔

وقت گزرتا گیا، میری اور فیصل کی محبت پروان چڑھتی رہی۔ ہماری بات تو ہر وقت ہوتی رہتی تھی مگر رات دس بجے ہر رات ہر قیمت پر بہت ہوتی تھی۔ آج میں صبح اٹھی امی نے کہا۔ آمنہ ناشتہ کر کے گھر کی صفائی کرو اور

ساتھ سارے کمروں کی صفائی بھی کردو کیونکہ آج آپ کے ماموں اور ان کے بچے ہم لوگوں سے ملنے آ رہے ہیں۔ گھر میں بہت سارے کام تھے گھر میں مہمانوں کی وجہ سے بہت مصروفیت تھی اور میں اس قدر مصروف ہوگئی مجھے کوئی بھی چیز یاد نہیں تھی اور گھر میں اتنے زیادہ لوت تھے دل بہت کر رہا تھا کہ فیصل سے بات کروں مگر وقت ہی نہیں مل رہا تھا۔ ایس ایم ایس پہ بھی بات نہیں ہو رہی تھی۔ شام کو بچوں نے ضد کردی کہ ہم نے پارک جانا ہے، میں کیسے انکار کر سکتی تھی پھر ہم سارے فیملی کے لوگ امی ابو میں ماموں لوگ سب کے سب پارک چلے گئے۔ وہاں خوب ہلہ گلہ کیا خوب انجوائے کیا اور تھکے ہارے گھر پہنچے۔ جب میں اپنے روم میں گئی اپنا سیل دیکھا اس پہ فیصل کی بے شمار کالیں تھیں اور بہت سارے ایس ایم ایس۔ مجھے بہت افسوس ہوا اب تو رات بھی بہت زیادہ ہو چکی ہے میں بھی کتنی پاگل ہوں مصروفیت میں اتنا بھی مجھے یاد نہیں رہا کہ فیصل کو ایک ایس ایم ایس کر دوں۔ جب میں نے فیصل کو کال کی اس نے پہلے تو کال pick ہی نہ کی میں بار بار کال کر رہی تھی پھر فیصل نے کال لے کر مجھے بہت کھری کھری سنائیں۔

نامہ بر اپنا ہواؤں کو بنانے والے
اب نہ آئیں گے پلٹ کر کبھی جانے والے
در و دیوار پہ مسرت سی برستی ہے
جانے کیسے دیس گئے پیار نبھانے والے

فیصل نے خوب غصہ کیا مجھ سے لڑتا رہا مگر میں چپ چاپ سنتی رہی۔ وہ سچا تھا اپنی جگہ اور میں اپنی جگہ سچی تھی مگر اس نے اپنے دل کا سارا لاوا اگل دیا۔ جبن بہت دیر کے بعد بہت کچھ کہنے کے بعد اس نے سانسیں لیں تو میں نے کہا۔ سوری فیصل جان ...... فیصل! یہ سب کچھ اچانک ہو گیا میں تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم کو میری وجہ سے پریشانی ہو۔ مہمانوں کی وجہ سے ایسا ہوا۔ پلیز فیصل مجھے معاف کر دو۔ دیکھو میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں پلیز مجھے معاف کر دو۔ آج کے بعد ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ فیصل پلیز آپ مان جاؤ۔ میں فیصل کے سامنے اپنی محبت کی بھیک مانگ رہی تھی مگر وہ تھا کہ کچھ سنتا ہی نہیں تھا۔ وہ تو جیسے پتھر کا انسان بنا سب کچھ سن رہا تھا مگر کچھ کہہ نہیں رہا تھا، کوئی جواب نہیں دے رہا تھا۔ میں فیصل کو منانے کے لئے منتیں کر رہی تھی اس کے آگے رو رہی تھی معافی مانگ رہی تھی مجھے تقریباً گھنٹے سے زیادہ ٹائم ہو گیا تھا اپنی محبت کو مناتے ہوئے معافی مانگتے ہوئے اور روتے ہوئے مگر فیصل تھا کہ ٹس سے مس تک نہ ہوا تھا۔ آخر جب میں نے بات ختم کردی میری ہچکیاں بلند ہوئیں تو وہ شخص یوں بولا۔ آمنہ آج کے بعد تمہاری اور میری محبت اور چاہت سب کچھ ختم ہے اوکے بائے اور فون بند کر دیا۔

گلے سے مجھ کو لگا کے نڈھال رکھتا تھا
عجیب شخص تھا کیا کمال رکھتا تھا
کہا جب میں نے میری زندگی تم ہو
اس کے بعد وہ صرف اپنا خیال رکھتا تھا

فیصل پہ میرے اشکوں کا میری بھیک مانگی محبت کا کوئی اثر نہ ہوا اور اس نے بات کرنا بھی گوارا نہ کیا اور فون بند کر دیا۔ میں ساری رات فون کرتی رہی مگر اس نے فون آف کر دیا۔ میں ہر وقت فیصل کا نمبر ڈائل کرتی مگر اس کا نمبر آف ملتا۔ ایسا کبھی پہلے ہوا نہیں تھا۔ تنے دن اس کا نمبر بند نہیں ہوا تھا مگر اس بار تو اس نے حد کر دی۔ شاید وہ میرا امتحان لے رہا تھا یا بدلہ پہلے بھی کبھی کبھی ہمارا لڑائی جھگڑا ہو جاتا تھا مگر فیصل کبھی مجھے اور کبھی میں فیصل کو منا لیتی تھی۔ وقت گزرتا گیا ایک ہفتہ ہو گیا فیصل کا کوئی فون یا ایس ایم ایس نہ آیا اور نہ اس کا فون آن ہوا۔ میں بہت پریشان ہوئی کہ آخر میں نے کون سا ایسا جرم کر دیا تھا جس کی سزا وہ مجھے اتنی دے رہا ہے۔ میرا بہت برا حال ہو گیا کچھ نہ کاتی نہ پتی مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔ میں چند دنوں کے بعد بیمار سی رہنے لگی میری صحت پر اتنا گہرا اثر پڑا کہ میں صدیوں کی بیمار نظر آنے لگی۔ فیصل کی اس حرکت کی وجہ سے میں نے دل پہ اتنا اثر لیا کہ میں ہمیشہ کی مریض بن گئی۔ گھر والے بھی بہت پریشان تھے کہ آخر اس کو ہوا کیا ہے۔ سب نے پوچھا اور آخر میں نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر امی کو

سب کچھ بتادیا۔ امی نے ابو کو بتادیا اور یوں میری حالت کو دیکھ کر امی ابو نے کہا۔ بیٹا آمنہ اگر تم اس کے ساتھ خوش رہ سکتی ہو اگر وہ تمہیں اچھا لگتا ہے تو پلیز بیٹا اپنا حال برامت کرو اس کو کہو کہ وہ اپنے والدین کو ہمارے گھر ایک بار پھر بھیجے ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میرے گھر والے راضی ہو گئے ہیں۔ میں بہت خوش ہوئی کہ اب ہماری محبت ضرور رنگ لائے گی، اب ہماری شادی ضرور ہو گی شادی اور فیصل کے خواب میں بننے لگی مگر فیصل تھا کہ اس کو میری کوئی پرواہ نہ تھی میں صبح سے شام کر دیتی فیصل کا نمبر ڈائل کرنے میں لیکن مسلسل اس کا نمبر آف ہوتا۔ جب بھی میرے فون پہ کوئی ایس ایم ایس آتا کوئی کال آتی میں بڑی بے چین ہو کر دیکھتی کہ شاید فیصل کی کال ہو لیکن ہر بار مایوسی ہوتی۔ میں فیصل کو خوشخبری دینے کے لئے بہت بے چین تھی کہ میرے گھر والے ہمای شادی کے لئے رضامند ہو گئے ہیں۔ دل میں خوشیوں کا سمندر دوڑ رہا تھا۔ میری صحت اب پہلے سے بہتر ہو رہی تھی۔ مجھے ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ خوش رہا کرو، یہی آپ کے لئے بہتر ہے اور میرے گھر والوں کو بھی کہا گیا تھا کہ اس کو خوش رکھا کرو۔ اس لئے میری فیملی نے میری شادی فیصل کے ساتھ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

کب ہوئی پیار کی برسات ہمیں یاد نہیں
خوف میں ڈوبی ہوئی ملاقات ہمیں یاد نہیں
ہم تو مدہوش تھے اتنے اس کی چاہت میں
اس نے کب چھوڑ دیا ساتھ ہمیں یاد نہیں

فیصل تم یہاں ہو اب تو گھر والے بھی مان گئے ہیں، اب تو لوٹ آؤ۔ میں تمہارا بہت شدت کے ساتھ تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ فیصل خطاؤں اور غلطیوں کی اتنی بھی سزا نہیں دیتے۔ دیکھو فیصل آج تقریباً سات ماہ ہونے کو ہیں تمہیں اپنا نمبر بند کئے ہوئے اور کوئی خبر نہیں لی تم نے میری۔ فیصل تم تو کہتے تھے آمنہ تم میری زندگی ہو تم میری محبت ہو تم میرا زندہ رہنے کا جواز ہو تم سے تو میرے دل کی دنیا آباد ہے۔ میں تم سے بات کر کے زندہ ہوں۔ فیصل تم ہی کہتے تھے کہ آمنہ زندگی ختم ہو سکتی ہے مگر میری محبت نہیں۔ فیصل تم تو مجھے اپنی زندگی کہا کرتے تھے۔ اب کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ بھلا کوئی اتنی چھوٹی سی بات سے بھی کوئی اتنا ناراض ہوتا ہے۔ پلیز اب بس کرو، اب تو میں ہار گئی، میری آنکھیں تیرا انتظار کر کر کے، تیرے فون کا انتظار کر کے تھک گئی ہیں۔ پلیز فیصل تم جہاں بھی ہو صرف اک بار لوٹ آؤ۔

میں نے کبھی درختوں پہ اپنا اور تمہارا نام نہیں لکھا ...... میں نے کبھی کوئی پھول شاخ سے توڑ کے ...... اپنی کتاب میں نہیں رکھا...... وہ باتیں جو ہم نے کی تھیں...... ذہن کے دریچے میں چھپا کے رکھ چھوڑی ہیں...... وہ تھے جو تم نے سنائے تھے...... میں نے کبھی نہیں دہرائے ...... وہ راتیں جہاں تم میرے ہمراہ تھے...... وہاں تنہا پلٹ کر جانے کا حوصلہ نہ ہوا...... تمہارے بعد میں مسکرائی...... مگر میرا دل مسکرا نہ سکا...... تمہارے بعد جی رہی ہوں فیصل ...... مگر زندگی گزرنے کا حوصلہ نہیں ہے ...... کبھی تمہیں فرصت ملے تو تجدید محبت کے دن...... غلط فہمیوں کی دیوار ڈھا کے پلٹ آنا...... لوٹ آنا!

فیصل کہیں ایسا تو نہیں تھا کہ تم مجھ سے دامن چھڑانا چاہتے تھے اور تم نے بہانہ بنا کر مجھے چھوڑ دیا؟ اتنی سی بات سے بھلا کوئی انسان کیسے بدل سکتا ہے؟ کیسے وہ تمام محبت کے وعدے عہد و پیمان بھلا سکتا ہے؟ کیسے اک سانسیں لگنے والا شخص سانسیں چھین سکتا تھا؟ کیسے بات بات پہ محبت کا دعویٰ کرنے والا شخص سچی اور بے لوث محبت سے بھاگ سکتا ہے؟ آخر کوئی تو وجہ ہو گی!

جواز ڈھونڈ رہا تھا وہ نئی محبت
وہ مجھ سے کہہ رہا تھا میں اسے بھول جاؤں گی

قارئین! یہ تھی میری زخمی اور لہولہو آپ بیتی آپ کو پڑھ کر خوشی کے ساتھ ساتھ ضرور دکھ ہوا ہو گا۔ آپ اپنی رائے ضرور دینا اور قارئین سے اک بات اک سوال کرنا ہے اور پوچھنا ہے۔ امید ہے آپ تمام لوگ میری حوصلہ افزائی کریں گے اور اپنے اپنے انداز سے مجھے میرے سوال کا جواب ضرور دیں گے۔ کیا محبت اس کو کہتے ہیں جو فیصل میرے ساتھ کر رہا ہے، کی وہ اسی کی سچی محبت یہ ہے، کیا فیصل نے جو وعدے اور قسمیں کھائی تھیں جو میرے ساتھ محبت کے وعدے کئے تھے، کیا وہ سب جھوٹ تھے، کیا وہ سب ایک وقت گزاری تھی، کیا اس نے میرے ساتھ صرف چند دنوں کے لئے دل لگی کی، صرف انجوائے کیا؟ اگر وہ مجھ سے محبت نہیں کرتا تھا تو اس نے مجھے مستقبل کے خواب کیوں دکھائے، کیوں میری بے خواب آنکھوں میں اپنی چاہت کے سپنے سجائے، کیوں اپنے گھر والوں کو میرے گھر رشتہ کے لئے بھیجا؟ اگر میری محبت میں کوئی کمی تھی تو وہ ہمیشہ کی طرح سمجھتا پیار سے کہتا مگر اس طرح چھوٹی سی بات سے کوئی اس طرح بھلا ناراض ہوتا ہے؟ وہ فیصل جو میرے ساتھ دن رات بات کرتا تھا، مجھ سے جس دن اس کی بات نہیں ہوتی تھی وہ دیوانوں کی طرح مجنوں کی طرح ہو جایا کرتا تھا؟ میں سوچتی ہوں اب کہاں گیا وہ فیصل کا پیار اور وہ ہمیشہ کہتا تھا آمنہ جس رات تم سے بات نہ ہو اس رات میری نیند آنکھوں سے غائب ہو جاتی ہے۔ جب تک تم سے بات نہ کروں مجھے چین نہیں آتا۔ اب اس کو میرے بغیر کیسے چین آ گیا، کیسے اس کو میرے بغیر نیند آ گئی؟

تیری خاطر جو روتی ہوں تو یہ میری محبت ہے
جو موتی رول دیتی ہوں تو یہ میری محبت ہے
تمہاری یاد کی کرنوں کو اکثر آنکھ میں رکھ کر
میں اپنی نیند کھوتی ہوں تو یہ میری محبت ہے
ہوا احساس خوشبو چاندنی کو دیکھ کر اکثر
تیرے دھوکے میں رہتی ہوں تو یہ میری محبت ہے
فلک پہ چاند تاروں کے میں جھرمٹ کے منظر میں
تیرے چہرے کو تکتی ہوں تو یہ میری محبت ہے
میں اپنی زندگی کے سارے جذبوں کو میری جان
تمہارے نام کرتی ہوں تو یہ میری محبت ہے
کبھی تو دیکھ لے آ کر تو راہ محبت میں
میں خود سے خود ہی لڑتی ہوں تو یہ میری محبت ہے

میری یہ آپ بیتی سب کو کیسی لگی ضرور آئینہ روبرو میں اپنے چند الفاظ میرے نام کر دینا اور آخر میں تمام قارئین سے گزارش کرتی ہوں میری صحت بہت خراب ہے، میرے لئے آپ سب دعا کرو تا کہ میں صحت یاب ہو جاؤں اور آپ سے فیصل سے التماس کرتی ہوں اگر وہ میری یہ سچی محبت کی داستان پڑھے پلیز صرف اک بار لوٹ آؤ۔ مجھے شدت کے ساتھ تمہاری محبت کی ضرورت ہے۔ میں تمہارے بن تنہا ہوں، بے قرار ہوں، بے چین ہوں، اندر سے ٹوٹ چکی ہوں اگر ہو سکے تو صرف اک بار مجھے ٹوٹنے سے بچانے کے لئے مجھے بکھرنے سے بچانے کے لئے میری محبت کا بھرم رکھنا اور واپس آ جاؤ۔ قارئین! اگر آپ میں سے کوئی فیصل کو جانتا ہو تو میری یہ کہانی پڑھ کر فیصل کو ضرور بتائے کہ تمہاری آمنہ تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ میری آنکھیں ہر وقت فون کی طرف لگی رہتی ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ ابھی میرے فیصل کی کال آ جائے یا کوئی ایس ایم ایس آ جائے۔ فیصل! اگر تم واپس نہ آئے، میں اپنی جان سے گزر جاؤں گی۔ پلیز لوٹ آؤ۔ آخر میں تمام دوستوں کو میری طرف سے سلام اور یہ نظم فیصل کے نام کرتی ہوں۔

بچھڑنے سے ذرا پہلے تمہیں بھی سوچ لینا چاہئے تھا ...... کہ یوں کسی کی چاہت کو ٹھکرایا نہیں کرتے ...... کی یوں بیتے دنوں کو بھولنا اچھا نہیں ہوتا ...... کہ یوں انجان سن کر...... چین سے جینا میرے لئے احسان نہیں ہو گا ...... بچھڑتے وقت تمہیں یہ تو سوچ لینا چاہئے تھا...... کہ وہ باتیں وہ یادیں جو ہم ایک دوسرے سے کر چکے ہیں...... اب کبھی واپس نہ آئیں گی ...... کہ وہ لمحے جو ہم ایک دوسرے کی بانہوں میں گزر چکے ہیں ...... پھر کبھی زندہ نہیں ہوں گے ...... بچھڑنے سے پہلے تمہیں سوچ لینا چاہئے تھا...... وہ بات بات پہ روٹھنا...... پھر ساری ساری رات ایک دوسرے کو منانا ...... میں کیسے بھول پاؤں گی ...... وہ خواب جو میری آنکھوں میں تمہارے تھے ...... اب وہ خواب کہاں جائیں گے ...... یقیناً ٹوٹ جائیں گے بکھر جائیں گے ...... اور ساتھ میں بھی ٹوٹ جاؤں گی ...... بکھر جاؤں گی ...... تیرے بغیر فیصل مر جاؤں گی ...... بچھڑنے سے پہلے ذرا سوچ تو لیتے ...... صرف ایک بار سوچ تو لینا تھا!

◆☼◆

محبت اب نہیں ہو

.....دوست محمد خان وٹو-لیہ

بیٹا رانی خدا تمہارے نصیب اچھے کرے میں تمہیں کچھ بھی تو نہیں دے سکا۔ بھلا غریبوں کے پاس بیٹیوں کو دینے کے لئے کیا ہوتا ہے؟ یہ تو اوپر والی ہستی کی عنایت ہے کہ وہ ہم جیسے غریب لوگوں کی بیٹیوں کو اپنے گھر والی بنا دیتا ہے ورنہ ہم تہی داماں کیا کر سکتے ہیں۔ بیٹا تم سدا سہاگن رہو ہمیشہ تمہارے گھر کے آنگن میں خوشیاں تمہارا مقدر ہوں...... ایک سسکتی تڑپتی معاشرتی کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

ٹرین کا آہنی انجن فضا میں سیٹیاں بکھیرتا ہوا منزل کی طرف رواں دواں تھا۔ مجھے ایک شادی کی تقریب میں شرکت کے لئے سکندر آباد جانا تھا لیکن آج خلاف توقع گاڑی میں بہت زیادہ رش تھا لیکن مجھے ایک علیحدہ سنگل سیٹ مل گئی تھی۔ سنگل سیٹ کے ملنے پر جیسے مجھے قارون کا خزانہ مل گیا تھا اور میں اپنی سیٹ پر بیٹھا اپنے آپ کو خوش قسمت تصور کر رہا تھا کیونکہ کافی مسافر سیٹ نہ ملنے کی وجہ سے زمین پر بیٹھ کر سفر کر رہے تھے۔ سیٹوں پر براجمان مسافر ایک دوسرے کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھے کہ اچانک کمپارٹمنٹ کے عقبی حصہ کی طرف سے درد کی لے میں ڈوبی ایک پرسوز آواز میری سماعت سے ٹکرائی —— ''روتے ہیں چھم چھم نین اُجڑ گیا چین ہائے...... میں نے دیکھ لیا تیرا پیار...... ہلیئے میں نے دیکھ لیا تیرا پیار ...... میں نے تم سے پریت لگائی نکلا ظالم تو ہرجائی...... دیتا ہے دل میرا دور دہائی......'' —— گانے کے بول تھے کہ پگھلا ہوا سیسہ جیسے کسی نے کانوں میں انڈیل دیا تھا۔ تمام مسافر جو چند لمحے پہلے خوش گپیوں میں مشغول تھے، وہ ایک دم خاموش ہو گئے اور گانے والی کی دید کے تمنائی تھے مگر وہ نظروں سے اوجھل تھی۔ میری متلاشی نظریں بھی گانے والی کو تلاش کرنے لگی تھیں کیونکہ اس کی آواز میں بلا کا کرب تھا جیسے اس کا دل تپش غم میں پگھلا جا رہا تھا لیکن جب وہ میرے سامنے آئی تو مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ گر پڑے تھے کیونکہ وہ شہر کی خانہ بدوش نازلی تھی —— آج سے کئی سال پہلے نازلی کے حسن نے میرے شہر کے کئی ایک لڑکوں کو پاگل کر دیا تھا۔ نازلی کے حسن کی ضیاء پاش کرنیں دل والوں کو جلا کر راکھ کر گئی تھیں پھر دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے شہر کا ایک رئیس زادہ نازلی کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہو گیا تھا۔ اس رئیس زادہ کی دولت نے کام دکھایا اور پھر چند ماہ بعد اطفان علی کاروں کے لمبے جلوس میں نازلی کو بیاہ کر اپنی اونچی حویلی میں لے آیا تھا —— لیکن آج نازلی کو میں جس حالت میں دیکھ رہا تھا مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

لباس تازہ عطر جاں فزا کافور کی خوشبو
یہ کاندھوں پر جنازہ ہے کہ جاتی ہے بہار اپنی

نازلی کے حسن کا چاند بادلوں کی اوٹ میں چھپ گیا تھا اور وہ نازک اندام کلی سے مرجھایا ہوا پھول نظر آ رہی تھی۔ اس کی حالت اس پھول جیسی تھی جس کی خوشبو زمانے کے باسیوں نے چھین کر پھول کو سرراہ پھینک دیا تھا۔ مگر اس کے نقوش میں تبدیلی نہیں آئی تھی اس کے نقش و نگار پہلے کی طرح دل کو تڑپانے والے تھے۔ اگر چہ اس

میں حالات کی ستم ظریفی کی وجہ سے تبدیلی آ گئی تھی لیکن اس کے باوجود میں نے اسے فوراً پہچان لیا تھا۔ میں اسے اس حالت میں دیکھ کر تجسس میں مبتلا تو تھا ہی اس لئے اپنی سیٹ سے اٹھ کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے اپنی طرف متوجہ کر کے پوچھا۔ تمہارا نام نازلی ہے؟ ایک اجنبی کے منہ سے اپنا نام سن کر وہ حیران رہ گئی تھی۔ پھر قدرے سنبھل کر بولی۔ ہاں میرا نام نازلی ہے لیکن آپ بابو جی مجھے کیسے جانتے ہیں؟ میں تمہیں آج سے کئی سال پہلے سے جانتا ہوں جب تمہاری شادی اطفان علی کے ساتھ ہوئی تھی۔ میں نے یہ کہہ کر اس کی محویت کے بت کو پاش پاش کر دیا۔ وہ اپنا ماضی جان کر کسی سحر زدہ ہرنی کی طرح دیدے پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھنے لگی۔

یہ کون لوگ اندھیروں کی بات کرتے ہیں
ابھی تو چاند تیری یاد کے ڈھلے بھی نہیں

میں نے بات آگے بڑھائی اور اس سے پوچھا۔ مجھے یہ بات سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ تم ایک شریف اور مالدار گھرانہ کی بہو بنی تھی مگر ان حالات تک تمہیں کون سی مجبوریاں لے آئی ہیں کہ تم ہاتھ میں کاسئہ گدائی تھام کر ایسا کرنے پر مجبور ہو گئی تمہارے ساتھ کیا ٹریجڈی ہوئی ہے اور شریفوں کی حویلی سے یہاں تک تمہیں کن حالات نے پہنچا دیا ہے؟ میرا ایک بہت ہی قریبی دوست کہانیاں مختلف میگزین میں لکھتا ہے اور تمہاری زندگی کے اس تماشہ کو لفظوں کا روپ دے کر صفحہ قرطاس پر بکھیر دے گا تاکہ آئندہ اس کے لفظوں کی دھڑکن سن کر کوئی اور حوا کی بیٹی پیسے والوں کے چنگل سے بچ جائے اور ویسے بھی دل کا حال کہہ دینے سے غم کے بادل چھٹ جایا کرتے ہیں اور من کی آتما کو سکون مل جاتا ہے۔

فراق رُت کے تھپیڑوں نے مار ڈالا ہے
بتا کہ زندہ محبت کے خواب کیا لکھتے
جواب یاد تھے ہم کو تمام ہی لیکن
سوال یہ تھا کہ اس کو جواب کیا لکھتے

میری باتیں سن کر وہ خاموش رہی میرے خیال میں اپنی ناکام محبت کو یوں سر عام رسوا کرنا نہیں چاہتی تھی مگر اس کے ساتھ جو دوسری لڑکی تھی وہ لا اُبالی قسم کی تھی اور ایسے لوگ دل کے صاف ہوا کرتے ہیں پھر میں خود بھی اس کا ماضی جاننے کے لئے بے چین تھا۔ اس لئے میرے کافی اصرار پر نازلی نے میرے ساتھ وعدہ کیا وہ کہنے لگی۔ بابو جی! میں اپنے دِل میں سلگتی ہوئی ناکام تمناؤں کی کہانیاں آپ کو ضرور سناؤں گی۔ میرے دل کے اندر مجروح جذبات کا جو طوفان مچل رہا ہے اس کی تپش سے تمہیں آشنا کر دوں گی۔ میری بھی یہ خواہش ہے کہ میں دل پر لگے زخموں کی داستان لوگوں کو چیخ چیخ کر سناؤں تاکہ آئندہ کسی شریف والدین کی بیٹی کا گلشن نہ اجڑے اس کی تمناؤں کے پھول ظالم سماج کی لگائی ہوئی آگ سے محفوظ رہیں لیکن میں ناکام رہی کیونکہ بات بنانے کے رموز میں میری معلومات صفر تھیں۔ میں اَن پڑھ جو تھی اسی لئے تو سیانے لوگ کہہ گئے ہیں لڑکیوں کو تعلیم کے زیور سے بہرہ ور ہونا چاہئے مگر ہمارے جیسے مفلس لوگ ایسی باتوں پر دھیان کم ہی دیتے ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد صدیوں سے اجڈ اور اَن پڑھ چلے آ رہے ہیں اگر میں پڑھی ہوئی ہوتی تو عمر خیام کی رباعی کو پتھریلی زمین پر لکھ دیتی، میں اپنے حقوق کی خاطر واویلا کرتی مگر میں تو کچھ بھی نہ کر سکی۔ طلاق کے ایک بے جان سے کاغذ کے ٹکڑے نے میری زندگی کی خوشیوں میں زہر گھول دیا تھا اور میں اپنی بدنصیبی پر آنسو بہاتی ہوئی اپنے والدین کی جھونپڑی میں آ گئی تھی۔ میرے والدین غریب اور نادار تھے اس لئے وہ بھی میری خوشیاں حاصل کرنے میں ناکام رہے۔

روٹھ جانا تو محبت کی علامت ہے مگر
کیا خبر تھی کہ وہ مجھ سے اتنا خفا ہو جائے گا

ایک رئیس زادہ سے شادی میری بہت بڑی غلطی تھی، میرا جذباتی فیصلہ تھا اور اب مجھے محسوس ہوتا ہے ہمیشہ جذبات فیصلے ٹھوس اور دیرپا نہیں ہوا کرتے۔ میں چونکہ ایک شادی کی تقریب میں شرکت کے لئے جا رہا تھا اس لئے واپسی پر نازلی کے ہاں آنے کا وعدہ کر لیا تاکہ میں مکمل اس کی کہانی سن سکوں نازلی اگلے سٹیشن پر اتر کر چلی گئی اور میرا ذہن ماضی کی گم گشتہ منزلوں میں اُلجھنے لگا۔ ذہن کے

کینوس پر کئی ایک سوچیں مچل اٹھیں۔ ماضی کی تھکی ہاری یادوں کا قافلہ ذہن کے پڑاؤ پر آ کر رک گیا۔ ماضی کے دھندلے دھندلے نقوش آنکھوں کے سامنے محو رقصاں ہو گئے۔ میری نظروں کے سامنے وہ منظر آ گیا جب میں لڑکپن کی گود سے نکل کر جوانی کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔

نازلی کے خاندان نے گلاب دین کی بنجر زمین میں آ کر ڈیرے ڈال دیئے تھے خانہ بدوش لوگوں کی عجیب و غریب قسم کی زندگی ہوا کرتی ہے۔ جہاں جی چاہا چار دن رہ کر پھر کسی اور منزل کی طرف بڑھ گئے۔ خانہ بدوش لوگ ہزاروں میل کی مسافتیں اپنی چاند گاڑیوں پر طے کرتے ہیں ان کے حوصلوں کو نہ ہی موسم کی شرانگیزیاں نیچا دکھا سکتی ہیں اور نہ ہی وقت کا بے رحم دیوتا ان کے منصوبوں میں خلل ڈال سکتا ہے۔ یہ من موجی قسم کے لوگ ہوا کرتے ہیں۔ اُن دنوں جب ہم چند دوست صبح سویرے سکول کو جاتے تو کچھ دیر رک کر ان کی جھونپڑیوں کا نظارہ کیا کرتے تھے کیونکہ وہ ہمارے لئے چڑیا گھر سے کم نہ تھے۔ رنگ برنگے پرندے عجیب و غریب قسم کے جانور ہمیں دیکھنے کو ملا کرتے تھے۔ ہم تمام دوست بہت دلچسپی کے ساتھ ان خانہ بدوش لوگوں کا رہن سہن زندگی دیکھا کرتے تھے۔ یہ ہمارا روزانہ کا معمول تھا۔ نازلی کو پہلی بار میں نے اُن جھونپڑیوں میں دیکھا تھا۔ اس کے حسن کا چاند پوری آب و تاب کے ساتھ نصف النہار پر چمک رہا تھا۔ نازلی کی جوانی کی اٹھان جوار بھاٹا کی طرح بڑھتی جا رہی تھی اس کی سرمگیں آنکھیں خانہ بدوش بستی میں ہونے والی روشنی سے بھی زیادہ روشن تھیں۔ نازلی کا ملکوتی حسن اپنی مثال آپ تھا۔ اس حور شمائلہ کو جھونپڑی میں نہیں بلکہ کسی شیش محل میں ہونا چاہئے تھا مگر یہ تو سب نصیبوں کی بات ہے۔ نازلی کی خانہ بدوش بستی کا کمالا بڑا جی دار اور بانکا سجیلا گھبرو نو جوان تھا۔ گھڑ سواری، نیزہ بازی اور کبڈی کھیلنے میں اس کا کوئی بھی ثانی نہیں تھا۔ ایک دفعہ گاغوں شاہ کے میلہ پر شیدے کے ساتھ اس کی لڑائی ہو گئی تھی کمالا نے شیدے کے سارے کس بل یوں چٹکی بجاتے ہوئے نکال کر رکھ دیئے تھے۔ میں بھی اس وقت میلہ میں موجود تھا۔ شیدا بڑا لمبا تڑنگا جوان تھا وہ لنگوٹ کا بھی پکا تھا مگر اس کے برعکس ہر برا کام اس کی سرشت میں شامل تھا اس کے کئی ایک چیلے چانٹے تھے۔

دیکھ کر میرے ہاتھ کی لکیروں کو وہ نجومی بھی رو پڑا
کہ تجھے وہ لوگ رلائیں گے جنہیں تو خود سے زیادہ چاہے گا

کمالا نازلی کی پھوپھی کا بیٹا تھا اور اس کے دِل میں نازلی کے لئے محبت کا ایک لطیف سا جذبہ انگڑائیاں لے کر جاگ پڑا تھا مگر خلاف توقع نازلی کی شادی ہمارے شہر کے ایک رئیس زادہ کے ساتھ ہو گئی تھی۔ غریب کا بیٹا تہی داماں اور کنگلا تھا اس لئے ناکامی اس کا مقدر بنی تھی۔ ویسے بھی پیسہ میں بڑی طاقت ہے پیسہ بولتا ہے اور پیسہ ہی کے بل بوتے پر انسان دنیا کی ہر چیز خرید سکتا ہے۔ پیسہ ہر دور میں انمول رہا ہے گردش حالات انسان کو بدل کر رکھ دیتے ہیں مگر پیسہ کی طاقت کو آج تک کوئی بھی انسان ختم نہیں کر سکا۔ پیسہ کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے جس کے سامنے رشتوں کی تمام سچائیاں ماند پڑ جایا کرتی ہیں۔ کمالا کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوا تھا اس کی تمناؤں کی کلیاں پھول بننے سے پہلے ہی کملا گئی تھیں۔ آس اور امیدوں کا چمن اجڑ کر رہ گیا۔ اس کی تمناؤں کے پھول جل کر خاکستر ہو گئے تھے۔ نازلی کی جدائی کے ناچتے شعلوں نے اس کے جیون میں آگ لگا دی تھی۔ وہی کمالا جو کبھی جواں مردی اور جی داری کا سمبل ہوا کرتا تھا، نازلی کے غم کو بھلانے کی خاطر نشہ کی لت میں پڑ گیا تھا۔ زندگی کے دل اس کے لئے سوہان روح بن گئے تھے۔ وہ ہر پل نازلی کے فراق میں تڑپنے لگا تھا مگر نازلی تو ایک زردار کی حویلی کا چاند بن گئی تھی اور زمانہ بھر کی نفرتیں کمالا کے حصہ میں آ گئی تھیں۔ کمالا تو پہلے ہی قلاش تھا زیادہ نشہ کرنے کی وجہ سے وہ مختلف بیماریوں کے چنگل میں پھنس گیا۔ خیراتی ہسپتال میں اس کا علاج کرایا گیا مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں کے مصداق رفتہ رفتہ کمالا کی زندگی کا سورج ایک دن غروب ہو گیا۔ مگر آج طویل عرصہ گزر جانے کے بعد نازلی مجھے جس روپ میں نظر آئی تھی میرے لئے بہت حیران کن بات تھی۔ تمام سفر اور شادی کے دوران نازلی کے خیالات

بری طرح میرے ذہن پر سوار رہے تھے۔ میں صحیح طرح سے شادی بھی انجوائے نہیں کر سکا تھا۔

سنا ہے اس محبت میں بہت نقصان ہوتا ہے
مہکتا جھومتا جیون غموں کے نام ہوتا ہے
سنا ہے چین کھو کر وہ سحر سے شام روتے ہیں
محبت جو بھی کرتے ہیں بہت بدنام ہوتے ہیں

شادی ختم ہونے کے بعد میں نازلی کے دیئے ہوئے ایڈریس پر پہنچا تو وہ ایک عام قسم کا مکان تھا، میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک بزرگ نے دروازہ کھولا پھر جب میں نے انہیں نازلی کے متعلق بتلایا تو وہ مجھے ایک کمرہ میں لے گئے۔ تھوڑے توقف کے بعد نازلی کمرہ میں آ گئی۔ رسمی علیک سلیک کے بعد کہنے لگی۔ آخر آپ میری بربادی کی داستان سننے کے لئے آ ہی گئے کہ ہماری محبت کا ڈراپ سین کیسے اپنے منطقی انجام کو پہنچا؟ جی ہاں، میرے دل میں ایک پھانس سی اٹک کر رہ گئی تھی اس لئے تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر چلا آیا ہوں میں جاننا چاہتا ہوں کہ تمہارے چاہنے والے نے کیونکر تمہیں ٹھکرا دیا ہے؟ نازلی ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہنے لگی۔

بابو جی! آج کے دور میں ہر انسان اپنی غرض کا بندہ ہے۔ میں غریب اور قلاش کی بیٹی تھی مگر میرے پاس اپنی جوانی اور خوبصورتی کا بے پناہ جادو تھا جس کی وجہ سے میری حیثیت اپنی بستی کی لڑکیوں سے منفرد قسم کی تھی۔ میں نے اپنی بستی کے لوگوں میں ہوش سنبھالا تو میرے ساتھ کئی ایک دوسری رشتہ دار لڑکیاں بھی تھیں۔ بلو، بسنتی، رخشی، نرملا، پریتی لیکن میری ماں کہتی تھی کہ میں ان تمام بستی کی لڑکیوں سے کہیں زیادہ ذہین اور فطین تھی۔ وقت کا سامری دیوتا زندگی کی شاہراہ پر سرپٹ بھاگتا رہا اور ہم اس لائق ہو گئیں کہ ہماری بستی کی بوڑھی اماں نے ہمیں اردو کی کتابیں پڑھانا شروع کر دیں۔ پڑھائی سے فارغ ہو کر ہم گھر کے چھوٹے موٹے کام بھی کر لیا کرتی تھیں مگر جب رات کو آسمان پر ستاروں کی سیج بچھ جایا کرتی تھی تو ہم بستی کی تمام لڑکیاں اور لڑکے مل کر کھلے میدان میں دھما چوکڑی اور اودھم مچایا کرتے تھے۔ لکن میٹی ہمارا محبوب کھیل ہوتا تھا۔ اسی کود پھلانگ میں میری عمر سولہ برس کی ہو گئی تو میں اپنی تمام ہم عمر لڑکیوں سے زیادہ خوبصورت نکلی۔ دانے حسن کے ساتھ مجھے صحت بھی قابل رشک عطا کی تھی۔ میں بڑی ذہین اور حاضر جواب تھی۔ موقع کی مناسبت سے خود ماہیے اور ٹپے بنا لیا کرتی تھی اور قدرت نے میرے گلہ میں بلا کا سوز بھر دیا تھا۔ بستی کے تمام لوگ مجھے خوش بختی کی علامت سمجھتے تھے اور مجھے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے چاہتے تھے لیکن کمالا تو میری چڑھتی جوانی کے سورج کو دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھا کرتا تھا۔ وہ میرا پھوپھی زاد تھا مگر میری خوبصورتی کا جلوہ دیکھ کر وہ میری راہ میں آنکھیں بچھایا کرتا تھا۔ یوں تو کئی ایرے غیرے میرے حسن کو دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھرتے تھے مگر کمالا کی وارفتگی کا عالم عجیب قسم کا تھا میں نے کئی بار اسے برا بھلا بھی کہا مگر وہ کمال ڈھٹائی سے کہتا۔ نازلی تمہارا اور میرا خون کا رشتہ ہے۔ پھر میرا دل بھی تمہارے لئے بہت زیادہ دھڑکتا ہے۔ میں تمہارے لئے آسمان سے تارے بھی توڑ کر لا سکتا ہوں مگر میں یہ کبھی برداشت نہیں کر پاؤں گا کہ تمہاری ڈولی کوئی اور آ کر لے جائے۔ وہ اول فول کہتا رہتا تھا اور میں اُس کی منطق پر کھلکھلا کر ہنس پڑتی تھی اور وہ میری ہنسی پر خاموش ہو جایا کرتا تھا۔

اشک آنکھوں میں تو ہونٹوں پہ ہنسی آئی
لیجئے فصل خزاں میں بھی بہار آئی ہے

آج جب نفرتوں کی ہرزہ سرائی نے مجھے بہت رسوا کر دیا ہے تو میرے دل میں اک ہوک سی اٹھتی ہے اور میں برملا یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتی ہوں کہ کمالا حقیقتاً مجھے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے چاہتا تھا لیکن یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے ہر انسان خوب سے خوب تر کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے میں بھی جوانی کے خمار میں ڈوب کر اپنی فطرت کے عین مطابق کمالا سے محبت نہ کر سکی لیکن آج جب میں بیتے لمحوں کی دہلیز پر بیٹھ کر عمر رفتہ کو آواز دے رہی ہوں تو پچھتاوے کی آگ کے پرشور ہجوم اور تلخ یادوں کی گھمبیر دھند کے پیچھے انبساط اور فرحت کی چند گھڑیاں مجھے جینے کا حوصلہ دے رہی ہیں۔ حالانکہ میری

زندگی کے دن خزاں کے ستم رسیدہ پتوں کی مانند بکھر کر رہ گئے ہیں۔ میں بات کر رہی تھی کہ کمالا میری محبت حاصل کرنے کی خاطر تڑپتا اور بلکتا رہا کہ اچانک میری زندگی نے ایک نیا موڑ اختیار کر لیا۔ فرقت کے سائے سمٹے اور کسی کی چاہت کے چراغ میری زندگی میں جل اٹھے۔ اطفان علی کا پیار میری زندگی میں عود کر آیا۔

بہت سے زخم دِل میں ہیں مگر اک زخم ہے ایسا
جو جل اٹھتا ہے راتوں میں جو لو دیتا ہے خوابوں میں

اطفان علی سے میری پہلی ملاقات ہی اتنی سحر انگیز تھی کہ آج تک اس کا خمار میرے دل میں باقی ہے۔ پہلی ہی ملاقات میں اس کی آنکھوں میں میرے لئے محبت کی شمعیں روشن ہو گئی تھیں اس کے دل میں اپنے لئے اتنی چاہتیں دیکھ کر میں خوشی سے پاگل ہو گئی تھی۔ میں دنیا کے تمام غم بھول کر اطفان علی کی محبت ریز مسکراہٹوں کے حسین سپنوں میں ڈوب گئی تھی کیونکہ ہر نوجوان لڑکی کی طرح میں نے جوانی کے خمار میں ڈوب کر جو سپنے دیکھے تھے مجھے ان کی تعبیر اطفان علی کے روپ میں مل رہی تھی۔ وہ مجھے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے چاہتا تھا۔

خوابوں میں خواب اس کے یادوں میں یاد اس کی
نیندوں میں گھل گیا ہو جیسے کہ رتجگا سا

میں اپنے من میں اطفان علی کے پیار کی قندیلیں روشن کئے ہوئے زندگی کی شاہراہ پر دوڑنے لگی تھی۔ اطفان علی کی چاہتوں کی شدت بھی کچھ کم نہ تھی اس کی محبتیں پا کر میرے اندر خود اعتمادی کے ساتھ ایک نیا پن آ گیا تھا اس سے پہلے جو ایرے غیرے مجھے دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھرا کرتے تھے اطفان علی کا نام میرے ساتھ سن کر خود بخود میرے راستہ سے ہٹ گئے تھے کیونکہ اطفان علی کا باپ بہت پیسے والا تھا اور شہر میں ان لوگوں کا اثر و رسوخ بھی بہت زیادہ تھا۔ پیسہ تو ویسے بھی بگڑے کام بنا دیا کرتا ہے اس لئے میں اپنی قسمت پر بہت نازاں تھی۔ شباب کے میدان میں قدم رکھتے ہی گویا زندگی کی جھیل میں ارتعاش پیدا ہو گیا تھا۔ میرے حسن کے سامنے میری ہم جولی لڑکیوں کے حسن کے سارے چراغوں کی لو مدھم پڑ گئی تھی۔ ایک تو وہ لڑکیاں میری قسمت پر رشک کرتی تھیں پھر قسمت کا دیوتا بھی مجھ پر مہربان ہو گیا تھا زمانے بھر کی خوشیاں اس نے میری جھولی میں ڈال دی تھیں لیکن......

آج میری قسمت میں لکھی تمام ستم ظریفیاں جب میرے من کو گھائل کر رہی ہیں تو اب میں سوچتی ہوں حسن کا یہ شباب جھونپڑی میں رہنے والی کے حصہ میں کیوں کر آیا جھونپڑی میں جلنے والی موم بتی آسمان کے درخشاں سورج سے کیسے ہم آغوش ہو گئی تھی۔

یہ دکھ نہیں اندھیروں سے صلح کی ہم نے
ملال یہ ہے کہ اب صبح کی طلب بھی نہیں

میں بات کر رہی تھی ایک رئیس زادہ میری محبت میں پاگل ہوئے جا رہا تھا، میرے لئے یہ سب کچھ صد مُسر
انبساط کی بات تھی اس امیر زادہ کی محبتیں دیکھ کر میں نے
بھی اپنا تن من دھن اس پر قربان کر دیا تھا۔ کئی دنوں تک
ہماری ملاقاتیں جاری رہیں حالانکہ میں نے کئی دفعہ
اطفان علی سے کہا تھا کہ میں ایک جھونپڑی میں رہنے والی
غریب لڑکی ہوں میرے پاس دنیاداری کی کوئی چیز نہیں
ہے کل کو اگر میرے حسن کا سورج غروب ہو گیا تو تم مجھے
ٹھکرا تو نہیں دو گے مگر ہر بار اطفان علی نے مجھے اپنی
لوث محبتوں کا یقین دلایا تھا۔ اطفان علی کی ایسی دلربا او
سحر انگیز قسم کی باتیں سن کر میری سوچوں کے سمندر میں
ایک ہیجان سا برپا ہو جایا کرتا تھا۔ دل کے ارمانوں
شاخوں پر پیار کی نت نئی کونپلیں پھوٹ پڑتی تھیں۔
میری حیثیت جان کر بھی مجھ سے شادی کرنا چاہتا تھا ا
اس کا یہ روپ میرے دل کو مرعوب کر جاتا تھا اس
......اس لئے میں آنے والے طوفانوں سے بے خبر
وقت اس کو پا لینے کے سپنے دیکھا کرتی تھی۔ دل کے تم
جذبے میں نے اس کی ذات پر نچھاور کر دیئے تھے۔ ا
وقت اطفان علی کے علاوہ تمام مرد مجھے اچھے نہیں لگتے
یہ شاید میری جوانی کے منہ زور جذبات اور احساسا
تھے۔ سیانے لوگ سچ کہہ گئے ہیں...... جوانی دیوانی
کرتی ہے میری رگوں میں بھی اس وقت نوجوانی کا خو
دوڑ رہا تھا اس لئے میں اپنے پرائے کی تمیز تک بھول

تھی۔

وہی تو سارے جہاں سے عزیز تھا مجھ کو
وہ ایک شخص جو بے حس پتھروں کی طرح نکلا

اطفان علی نے جب میرے بابا سے رشتہ کی بات طے کی تو ہماری بستی کے کئی ایک لوگ طرح طرح کی باتیں بنانے لگے جن میں کمالا سب سے آگے ہوتا تھا لیکن میں قیاس کرتی تھی کمالا رقابت کی آگ میں جل کر ایسا کچھ کر رہا ہے مگر بستی کے دوسرے لوگ منفی قسم کا پروپیگنڈہ کیوں کر رہے ہیں لیکن میں نے ان لوگوں کی ذرہ بھر پرواہ نہ کی کیونکہ اطفان علی کی چاہتیں دیکھ کر میری زندگی گلاب کی مانند کھل اٹھی تھیں۔

میری ٹوٹی ہوئی کشتی کو مت ڈھونڈو تم ساحل پر
کسی طوفاں کے دامن میں کنارہ پا گئی ہو گی

دونوں طرفین سے شادی کی تیاریاں شروع ہو گئیں شادی کی تاریخ مقرر ہونے کے بعد ہماری ملاقاتوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا اور ویسے بھی اب میں باہر کم نکلتی تھی۔ آخر وہ دن بھی آ گیا جب میں کمٹی سمٹائی سہیلیوں کے جھرمٹ میں سج دھج دلہن بنی بیٹھی تھی میری سہیلیاں میری قسمت پر رشک کر رہی تھیں جیسے کیٹری کے گھر نرائن آ رہا تھا اور میں دل میں ہزاروں سپنے سجائے اپنے من مندر کے شہزادے کا انتظار کر رہی تھی۔ میں ان ہی خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی کہ ایک سہیلی نے آ کر مجھے بتایا کہ بارات آ گئی ہے میرے دل کے ارمان پہلے سے کہیں زیادہ مچل اٹھے تھے۔ مجھے اطفان علی کے سانسوں کی مہک محسوس ہونے لگی تھی۔

اک کرب سا ہے روح کے اندر بسا ہوا
آنکھوں میں جل رہے ہیں میرے خواب کیا کہوں

نکاح کے بعد حسب توفیق بارات کو کھانا کھلایا گیا پھر رخصتی کا وہ لمحہ آن پہنچا جب میں بابا کے کشادہ سینہ سے چمٹ کر رو رہی تھی حالانکہ اس وقت مجھے خوش ہونا چاہئے تھا مگر بابل کے آنگن کو چھوڑتے وقت میں جذبات کی رو میں بہہ کر دھاڑیں مار رہی تھیں۔ آنکھوں میں ساون بھادوں کی جھڑیاں لگ گئی تھیں اور بابا شفقت پدری سے مغلوب ہو کر مجھے تسلیاں دے رہے تھے مگر جب میں الوداع ہو کر جانے لگی تو بابا ہچکیوں میں ڈوب کر کہہ رہے تھے۔ بیٹا رانی خدا تمہارے نصیب اچھے کرے میں تمہیں کچھ بھی تو نہیں دے سکا۔ بھلا غریبوں کے پاس بیٹیوں کو دینے کے لئے کیا ہوتا ہے؟ یہ تو اوپر والی ہستی کی عنایت ہے کہ وہ ہم جیسے غریب لوگوں کی بیٹیوں کو اپنے گھر والی بنا دیتا ہے ورنہ ہم تہی داماں کیا کر سکتے ہیں۔ بیٹا تم سدا سہاگن رہو ہمیشہ تمہارے گھر کے آنگن میں خوشیاں تمہارا مقدر رہوں۔ اطفان علی کی کسی رشتہ دار عورت نے بابا کے سینہ سے علیحدہ کر کے مجھے گاڑی میں بٹھایا تھا اور میں اپنی سہیلیوں اور بابا کی جھونپڑی کو چھوڑ کر اطفان علی کی حویلی میں آ گئی تھی۔ اپنے پیا کے گھر آ کر میں بہت زیادہ خوش تھی جیسے ہفت اقلیم کی دولت مجھے مل گئی تھی۔ میں اپنے نصیبوں پر بڑی خوش تھی کیونکہ میں نے جو چاہا تھا وہ مجھے مل گیا تھا۔ اطفان علی میرا بہت خیال رکھتا تھا لیکن میرے ساتھ دوسرے گھر والوں کا رویہ واجبی سا تھا مگر میں نے ان لوگوں کی پرواہ نہ کی کیونکہ اطفان علی میری چاہتوں میں دیوانہ ہوتا جا رہا تھا۔

وہ چاند تھا تو نور کی سوغات بانٹتا
یہ کرچیاں سی کیوں میری پلکوں پہ لکھ گیا

وقت دبے پاؤں آگے کو سرکتا رہا اس دوران گھر کے دوسرے مکینوں کے رویہ میں بالکل تبدیلی نہ آ سکی۔ میری شادی کو تین سال کا عرصہ گزر گیا مگر مجھ سوختہ ساماں کی بدنصیبی تھی کہ میری قسمت میں بچے کی کلکاریاں شامل نہ ہو سکیں۔ میرے سسرال والوں کا پہلے ہی رویہ میرے ساتھ عامیانہ سا تھا اب ان لوگوں میں طرح طرح کی چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ میری نندیں مجھے بانجھ سمجھ کر مجھے بات بات پر طعنہ زنی کرنے لگیں۔ ان لوگوں کی کڑوی کسیلی باتیں سن کر میں خاموش رہتی کیونکہ میرا تعلق غریب خاندان سے تھا اگر میں ان لوگوں کی ہم پلہ ہوتی تو ضرور ان کی باتوں کا جواب دیتی۔ میرا غریب ہونا ہی میرے لئے عذاب بن گیا تھا۔ میری تقدیر کے مالک نے یہ سب کچھ میری قسمت میں لکھ دیا تھا کیونکہ میری کوکھ بنجر تھی اگر کاتب تقدیر چاہتا تو میری گود ہری ہو سکتی تھی۔ میں نے کیسے کیسے سندر سپنے دیکھے تھے مگر اب مجھے نفرتوں کا سامنا تھا۔ انسان ازل سے ہی بے بس اور مجبور چلا آ رہا ہے۔ ایک پل میں ہزار خوشیاں ایک پل میں ہزاروں غم میری زندگی میں بھی اب غم کے کانٹے بھر گئے تھے۔ میں نے کئی دفعہ اطفان علی سے شکایت بھی کی کہ اولاد کا ہونا یا نہ ہونا میرے بس میں تو نہیں ہے پھر تمہاری بہنیں کیوں میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتیں۔ پہلے پہل تو وہ مجھے جواب دیتا تم ان لوگوں کی قطعاً پرواہ نہ کرو سب ٹھیک ہو جائے گا مگر پھر وہ بھی میری باتوں پر دھیان نہیں دیتا تھا۔ زندگی کے کچھ اور ماہ و سال گزر گئے۔ اب میری حیثیت ایک نوکرانی جیسی ہو گئی تھی۔ میں سب گھر والوں کے لئے منحوس اور نامراد تھی۔

یہ جو زندگی کی کتاب ہے یہ کتاب بھی کیا کتاب
کہیں اک حسین سا خواب ہے کہیں جان لیوا عذاب ہے

حالات نے پلٹا کھایا وقت کا سامری دیوتا بھی میرے خلاف ہو گیا، اطفان علی کی محبتوں نے نفرتوں کا روپ دھار لیا۔ میں اس کا ایسا رویہ دیکھ کر دل ہی دل میں کڑھتی رہتی تھی لیکن کیا کر سکتی تھی میں نے یہ آنسو خود خریدے تھے۔ میری امیدوں کا باغ کملا گیا تھا میری خم پارہ تقدیر نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا تھا۔ زندگی دھوپ چھاؤں کا کھیل ہے۔ میری جوانی کو غم اور دکھ سہتے ہوئے زوال آنا شروع ہو گیا۔ میں اکیلی اپنے کمرہ میں تڑپتی اور سسکتی رہتی تھی۔ اطفان علی اب مجھ سے غافل ہو گیا تھا، ہرجائی بھنورے نے نوخیز کلی کا رس چوس کر اسے سماج کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔ میری زندگی کے دن اک تماشہ بن کر رہ گئے تھے میں نے کیا چاہا تھا اور مجھے کیا مل رہا تھا اور ...... پھر ایک دن اطفان علی نے مجھے طلاق دے کر اپنے گھر سے نکال دیا تھا۔ کاغذ کے ایک بے جان سے ٹکڑے نے میری زندگی میں زہر گھول دیا تھا۔ شاید یہ مکافات عمل تھا میں نے کمالا کا دل توڑا تھا قدرت کی ستم ظریفی نے میرے بھی آشیانے کو تنکا تنکا کر کے بکھیر دیا تھا۔ میرے دل کے ساز ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گئے تھے اور دل کے آبگینوں میں دراڑیں پڑ گئی تھیں۔ میں اپنی خوشیوں کا لہو کس کے ہاتھوں پر تلاش کرتی کس کو دوش دیتی مجھے چاہنے والا خود میری بربادی کا محرک بن گیا تھا۔

کون اجڑا ہو گا ہماری طرح اس بھری دنیا میں محسن
وہ بھی نہ ملا ہم کو اور ہم خود بھی اجڑ گئے

پھولوں کی چاہ میں کبھی کبھار کانٹوں سے واسطہ پڑ جاتا ہے۔ اطفان علی نے میری محبتیں اور چاہتیں بھلا کر مجھے طلاق دے دی تھی، یہ کتنا بڑا ظلم اور کتنی زیادتی تھی۔ اب احساس ہوتا ہے کہ میری رفاقت کے چند سال اس کے لئے ایک دل لگی تھی۔ میری بربادی کا سن کر میرے بابا غم سے نڈھال ہو گئے تھے کیونکہ بستی والوں نے اُن کا جینا حرام کر دیا تھا۔ مجھ پر بھی کئی دنوں تک گہری اداسی کے بادل چھائے رہے تھے۔ میں نے کھانا پینا ترک کر دیا تھا۔ ہر وقت خلاؤں میں کھوئی رہتی تھی۔ طلاق کے بعد میں نے اطفان علی کا شہر چھوڑ دیا تھا بلکہ مجھے اس شہر کے مکینوں سے نفرت ہو گئی تھی...... اس شہر میں آ کر نئی زندگی کی شروعات شروع کیں رفتہ رفتہ زندگی پرانی ڈگر پر چل پڑی۔ آخر روٹی بھی کسی وسیلہ سے ملتی ہے میں ماضی کے تمام غم بھول کر گاڑیوں میں گانا گا کر گھر کا چولہا جلا رہی ہوں میں اب زندہ ہوں تو صرف اپنے بابا کے لئے ورنہ میں تو اسی دن مر گئی تھی جب اطفان علی نے مجھے طلاق دی تھی۔

آس دِل میں نہیں آنکھوں میں کوئی پیاس نہیں
چند یادوں کے سوا کچھ بھی میرے پاس نہیں

نازلی اپنی دکھ بھری داستان الم سنا کر خاموش ہو گئی اور میرا دل اس زخم خوردہ لڑکی کی عبرت ناک کہانی سن کر ڈوبنے لگا۔ نازلی سے میں نے اجازت لی تو سورج شام کے دروازے پر دستک دے کر اپنا چہرہ چھپا رہا تھا اور شام کے پھیلتے ہوئے سائے روشن فضا پر اپنے پر پھیلا رہے تھے۔ دور کہیں ریت کے ٹیلوں سے پرے میری سماعت سے آصف علی شہزادہ کا یہ دکھی گیت ٹکرانے لگا۔

کملی نہ لا اکھیاں ایہہ خان تے خان ہوندن
اچیاں ڈکاناں تے پھکے پکوان ہوندن
کملی نہ لا اکھیاں ایہہ خان تے خان ہوندن
اچیاں ڈکاناں تے پھکے پکوان ہوندن

❑❋❑

محبت کانچ جیسی

......محمد اشرف زخمی دل۔ بچیکی

مجھے یہ سب سن کر بہت افسوس ہوا کہ آخر آمنہ ایسی ہے، کیا یہ اس کا مشغلہ ہے لوگوں کے سچے جذبات سے کھیلنا۔ کیا وہ صرف خوبصورتی کو انجوائے کرتی ہے۔ دل ٹوٹ گیا کرچی کرچی ہو گیا مگر نجانے دل کیوں نہیں مان رہا تھا میں وہاں سے ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ نکلا ...... اس کہانی میں ایک ایسی معاشرتی برائی کو اجاگر کیا گیا ہے جو آج کے دور میں بہت زیادہ پھیلتی جا رہی ہے، اس کہانی کو پڑھنے اور سوچنے کہ کیا ایسا کرنا ٹھیک ہے!

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

کبھی تو وہ بھی روئے گا کسی کی بانہوں میں
کبھی تو اُس کی ہنسی کو زوال ہونا ہے

آج میں بہت پریشان سا جب آفس سے واپس آیا تو تھکا تھکا سا بیڈ پر لیٹ گیا۔ مجھے کچھ پتہ نہ چلا کہ میں کہاں ہوں۔ نہ شوز اتارے، نہ ٹائی اتاری بس جیسے آفس سے آیا ویسا ہی میں سو گیا۔ مجھے تو اس وقت پتہ چلا کہ جب امی نے کہا۔ بیٹا آپ کا موبائل فون کافی دیر سے بج رہا ہے۔ یہ لو اور سن لو نجانے کس کی کال ہے اور کون اتنا بے چین ہے آپ سے بات کرنے کے لئے۔ امی فون دے کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ میں نے فون کو آن کیا تو دوسری طرف سے کسی لڑکی کی آواز تھی اور اتنی سریلی اور شیریں کہ کیا بتاؤں۔ اس نے صرف اتنا کہا۔ آپ محمد اشرف زخمی دل ہیں ...... میں نے بڑے پیار بھرے انداز میں کہا جی۔ اس نے کہا تو پھر آپ دھیان سے سنیں۔ اس نے اور کوئی بات نہ کی وہ کچھ اس طرح گویا ہوئی۔

باندھ لیں ہاتھ پر سینے پہ سجا لیں تم کو
جی میں آتا ہے کہ تعویذ بنا لیں تم کو
پھر تمہیں روز سنواریں تمہیں بڑھتا دیکھیں
کیوں نہ آنگن میں چنبیلی سا لگا لیں تم کو
جیسے بالوں میں کوئی پھول چنا کرتا ہے
گھر کے گلدان میں پھولوں سا سجا لیں تم کو
کیا عجب خواہش اٹھتی ہے ہمارے دل میں
کر کے منا سا ہواؤں میں اچھالیں تم کو
اس قدر ٹوٹ کے تم پہ پیار آتا ہے ہمیں
اپنی باہنوں میں بھریں مار ہی ڈالیں تم کو
کبھی خوابوں کی طرح آنکھ کے پردے میں رہو
کبھی خواہش کی طرح دل میں بلا لیں تم کو
ہے تمہارے لئے کچھ ایسی عقیدت دل میں
اپنے ہاتھوں میں دعاؤں سے اٹھا لیں تم کو
جان دینے کی اجازت بھی نہیں دیتے ہو
ورنہ مر جائیں ابھی مر کے منا لیں تم کو
جس طرح رات کے سینے میں ہے مہتاب کا نور
اپنے تاریک کانوں میں سجا لیں تم کو
اب تو بس ایک ہی خواہش ہے کسی موڑ پہ تم
ہم کو بکھرے ہوئے مل جاؤ سنبھالیں تم کو

محبت اور پیار بھری غزل اس نے اس انداز سے سنائی کہ کانوں میں رس گھول دیا ہو جیسے کسی نے۔ آواز

اچھی تھی، غزل اچھی تھی، ادا کرنے والی کا انداز بہت اچھا تھا مگر جو سب سے بڑی اور بری بات تھی وہ تو اس کا بغیر بتائے فون بند کر دینا۔ نہ اس نے بتایا وہ کون ہے، کہاں رہتی ہے، نام کیا ہے، اک اجنبی اور اتنا دل میں اتر جائے گا یہ تو کبھی سوچا ہی نہ تھا۔

دن بڑی مشکل سے گزرا سارا دن اس شہزادی کی آواز میں گم رہا اس کی آواز میرے کانوں میں کوئی محبت کا گیت بن کر چاہت کا نغمہ بن کر کوئی چاہت کی صدا بن کر گونجتی رہی۔ آج شام میں پھر جب آفس سے واپس آیا تو مجھے ایک احساس ہو رہا تھا کہ شاید آج پھر اسی اجنبی کی کال آ جائے۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ اس کی کال آ گئی۔ میرا دل تو ہواؤں میں اڑنے لگا۔ میں نے جلدی سے لیس کیا تو اس نے سلام کے بعد بغیر کوئی دوسری بات کئے یہ غزل سنائی۔

اپنے احساس سے چھو کر مجھے صندل کر دو
میں کہ صدیوں سے ادھورا ہوں مکمل کر دو

آج پھر میرے بولنے سے پہلے ہی اس نے فون بند کر دیا۔ میں ساری رات اور سارا دن اس نمبر پر کال کرتا رہا مگر وہ بند جا رہا تھا۔ میں کیا کرتا کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں، کس طرح معلوم کروں کہ وہ کون ہے اور اس طرح کرنے کا اس کا مقصد کیا ہے۔ مگر یہ سب کس طرح کروں کیونکہ وہ اور تو کوئی بات نہ کرتی تھی اور نہ کرنے کا موقع دیتی تھی۔ میرا تو برا حال تھا۔ میں ہر صورت جاننا چاہتا تھا کہ یہ کون ہے۔ یہ رات بھی کروٹیں بدلتے گزر گئی۔ دن کی سحر ہوئی اور پھر شام اس کی فون کال کا انتظار۔ آج میں سوچ رہا تھا میں نے اس کی کوئی بات نہیں سننی بس اپنی ضرور سنانی ہے۔ میں انہی سوچوں کی وادی میں گم تھا اپنی چاہت کے خواب دیکھ رہا تھا کہ اس اجنبی کا فون آ گیا۔ میں نے فون لیس کیا۔ آج وہ بولی نہیں تھی میں بولا۔ سلام کرنے کے بعد کہا۔ جی آپ کون ہیں؟ نام کیا ہے اور کیا چاہتی ہیں اور روز فون کرتی ہو اور میری بات سنے بغیر فون بند کر دیتی ہو کیا آپ میری آواز سے ڈرتی ہو؟ یا میری آواز آپ کو بری لگتی ہے؟ کیا میری آواز آپ کو پسند نہیں ہے۔ کیا آپ مجھے جانتی ہیں؟ اگر جانتی ہیں تو پلیز مجھے بتائیں۔ مجھ سے بات کریں۔ میں جب اپنی ساری باتیں کہہ چکا بلکہ اپنے دل کی ساری باتیں کہہ چکا تو وہ بول ہی نہیں رہی تھی۔ آج اک نئی ادا سے وہ پیش آ رہی تھی۔ میں نے نجانے کتنی بار ہیلو ہیلو ہیلو کہا مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر اچانک فون میں مجھے کچھ آواز سنائی دی۔ وہ آواز کسی انسان کی نہیں بلکہ ایک ساز جیسی تھی جیسے چوڑیاں کھنکتی ہیں جیسے کنگن کی آواز ہوتی ہے۔ وہ تو بول نہیں رہی تھی مگر اس کی چوڑیوں اور کنگن کی آواز آ رہی تھی۔ پھر میں نے کچھ اس طرح اس کو مخاطب کیا۔

کاش میں تیرے حسین ہاتھ کا کنگن ہوتا
تو بڑے پیار سے، چاؤ سے، مان کے ساتھ
اپنی نازک سی کلائی میں چڑھاتی مجھ کو
اور بے تابی سے فرقت کے خنداں لمحوں میں
تو کسی سوچ میں ڈوبی جو گھومتی مجھ کو
میں تیرے ہاتھ کی خوشبو سے مہک سا جاتا
جب کبھی موڈ میں آ کر تو مجھے چوما کرتی
تیرے ہونٹوں کی حدت سے دہک سا جاتا
کچھ نہیں تو یہی بے نام سا بندھن ہوتا
کاش میں تیرے حسین ہاتھ کا کنگن ہوتا

پھر وہ کچھ اس طرح بولی۔ آپ تو بہت اچھے انداز سے شعر کہتے ہیں۔ شکر ہے کہ آپ نے زبان تو کھولی میں تو حیران تھا کہ نجانے کون اتنا مہربان شخص ہے اور بولتا نہیں بات نہیں کرتا میں نے اس سے نام پوچھا تو اس نے اصل میں نے آپ کی شاعری جواب عرض میں پڑھی ہے اور میں ہر ماہ جواب عرض آپ کی تحریروں وجہ سے لیتی ہوں روز کہتی تھی کہ آپ سے بات کرنی ہے مگر آپ سے بات ہوتی ہی نہیں تھی یعنی مجھ میں ہمت نہیں ہوتی تھی اور پھر میں نے ہمت کر کے آپ سے بات کر لی۔ اشرف صاحب میں آپ کو بتا دوں کہ میں آپ کی بہت بڑی فین ہوں۔ میں آپ کو اپنے بارے میں کل سب کچھ بتاؤں گی آپ پہلے مجھے ایک اور غزل سنائیں

آپ کے منہ سے سننا چاہتی ہوں۔ میں نے کہا۔

گنگناتے ہوئے آنچل کی ہوا دے مجھ کو
انگلیاں پھیر کے بالوں میں سلا دے مجھ کو

وہ یہ غزل سن کر بہت خوش ہوئی اور مجھے بہت داد دی اور کہا کہ اشرف صاحب میرا نام آمنہ ہے اور میں سیالکوٹ میں رہتی ہوں۔ تعلیم سے فارغ ہوں اللہ تعالیٰ کا سب کچھ دیا ہوا ہے۔ میرے تین بھائی باہر ہوتے یعنی دوسرے ملک میں امی ابو اور میں گھر میں ہوتے ہیں۔ میں آپ کی بہت بڑی فین ہوں اور اتنی شدت سے آپ کی تحریروں کا انتظار کرتی ہوں اتنا تو آپ بھی نہیں کرتے ہوں گے۔ مگر میں کیا کروں مجھے یوں لگتا ہے جیسے مجھے آپ سے محبت ہونے لگی ہے۔ امید ہے آپ میری محبت کا جواب محبت سے دیں گے۔ مجھے مایوس نہیں کریں گے۔

آمنہ نے مجھے اپنے دل کی بات بتا دی تھی مگر میں اس کو کیسے بتاتا کہ میں بھی اس کو دل دے چکا ہوں کیسے بتاتا کہ میں بھی تیری آواز کا دیوانہ ہو چکا ہوں۔ مجھے بھی راتوں کو نیند نہیں آتی۔ سارا دن آپ کی باتوں آپ کی یادوں میں گزر جاتا ہے۔ پھر میں نے اس کو بتایا کہ میں ایک آفس میں سرکاری ملازم ہوں۔ میری ایک بوڑھی ماں میری جنت ہے اور بھائی بھی ہے مگر وہ سب لاہور میں ہوتے ہیں اور میں تو ایک شہر سے دور گاؤں میں رہتا ہوں۔ مگر شہر والوں سے بہت اچھا ہوں۔ شہر والوں کی طرح مجھ میں غرور نہیں، میں سنگ دل نہیں میں تنگ نظر نہیں ہوں۔ سیدھا سچا سا انسان ہوں جس کو دوست مان لیا جس کو اپنا کہہ دیا سو کہہ دیا۔ کبھی چاہت میں پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ اچھا اشرف صاحب کل آپ سے بات ہو گی اب اجازت دیں۔ کل بات کرنے کا وعدہ کر کے آمنہ نے فون بند کر دیا۔ ایسا لگا جیسے دل دھڑکنا بند ہو گیا ہو جیسے سانسیں رکنے لگی ہوں جیسے کوئی چیز گم ہو گئی ہو جیسے پھر کب دن ہو گا اور اس سے بات ہو گی۔ یہی سوچتے سوچتے میں نجانے کب نیند کی وادی میں گیا اور دن ہو گیا پھر وہ وقت بھی آ گیا جس وقت اس کا فون آنا تھا۔ میں دیوانوں کی طرح فون کی طرف دیکھ رہا تھا کیونکہ میں تو فون کر نہیں سکتا تھا کیونکہ آمنہ نے خود منع کیا تھا کہ جب تک میں فون نہ کروں آپ فون نہ کرنا۔ میرا دل خوش ہو رہا تھا کہ ابھی آمنہ کا فون آئے گا۔ آج اس سے دل کی بات کہہ دوں گا۔ آج اظہار محبت کر دوں گا۔ آج کہہ دوں گا کہ مجھے بھی تم سے محبت ہے میں بھی تیرے دن رات پر محیط ہوں اور میرے خوابوں خیالوں میں پہ تو ہر وقت چھائی رہتی ہے۔ کہہ دوں گا کہ میں تم کو زمانے بھر سے زیادہ خوشی دوں گا۔ کہہ دوں گا کہ میں تمہارے لئے آسمان سے تارے توڑ لاؤں گا۔ یہ بھی کہہ دوں گا کہ میری زندگی کی ابتدا تو ہے انتہا تو ہے تو میری زندگی کا جیون ہے تو میری آنکھوں کی خوبصورت ہو۔ تم ہی میرے اچھے دنوں کی دلکشی ہو۔

مری روح میں جو اتر سکیں وہ محبتیں مجھے چاہئیں
جو سراب ہوں نہ عذاب ہوں وہ رفاقتیں مجھے چاہئیں
جو میری شبوں کے چراغ تھے جو میری امید کے باغ تھے
وہ لوگ ہیں مری آرزو وہی صورتیں مجھے چاہئیں
انہی ساعتوں سے تلاش ہے جو کیلنڈروں سے اتر گئیں
جو سمے کے ساتھ گزر گئیں وہی فرصتیں مجھے چاہئیں

میں نجانے کیا کیا سوچ رہا تھا کہ میری تمام خواہشوں پر پانی پھر گیا۔ مجھے فون کی طرف دیکھتے دیکھتے شام ہو گئی مگر آمنہ کا فون نہ آیا۔ میرے سارے خیال و جذبات پھیکے رہ گئے۔ آج پتہ نہیں اس کو کیا ہو گیا تھا آج اس کی کال نہیں آئی تھی میں ہر لمحہ کے بعد ہر آہٹ پر چونک کر فون کی طرف دیکھتا مگر آمنہ کی کال نہ آئی آخر میں میں آس مٹا کر سو گیا، مرتا کیا نہ کرتا۔ بس پھر سے ایک نئے دن کی ابتدا اور اس امید پر خوش تھا کہ آج تو ضرور بات ہو گی۔ میں تمام گلے شکوے آمنہ سے کہہ دوں گا۔ میں اس سے کچھ دیر ناراض رہوں گا مگر پھر خود ہی مان جاؤں گا۔

جتنے مرضی آنکھوں میں تم خواب سجا لو
کب یہ پورے خواب ہوتے ہیں
خواب ادھورے، خواب ہوتے ہیں
خواب ادھورے، خواب ہوتے ہیں

دل آج بھی تڑپتا رہا اور دھڑکتا رہا اور آخر دھڑک دھڑک کر چپ کر گیا کیونکہ آمنہ کی کال آج بھی نہیں آئی تھی۔ میرے دل میں طرح طرح کے خیال آ رہے تھے۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے آمنہ نے میرے ساتھ مذاق کیا تھا، جیسے اس نے میرے ساتھ کچھ دنوں کے لئے انجوائے کرنے کے لئے کال کی تھی۔

تیری سانسوں کی تھکن تیری نگاہوں کا سکوت
درحقیقت کوئی رنگین شرارت ہی نہ ہو
میں جیسے پیار کی ادا سمجھ بیٹھا ہوں
وہ تبسم وہ تکلم کہیں تیری عادت نہ ہو

آج میں جب شام کو واپس آ کے اب امی نے چائے بنا کر دی تھی کہ آمنہ کی کال آ گئی جیسے ہی آمنہ کی کال آئی میں چائے کو بھول گیا۔ جلدی جلدی فون کو لیس کیا سلام دعا کرنے کے بعد میں نے پوچھا۔ آمنہ جی! آپ تو کہتی تھیں میں آپ سے محبت کرتی ہوں آپ کی فین ہوں، مجھے چین نہیں آتا جب تک اب میری تحریر نہ پڑھ لیں، مجھ سے بات نہ کر لیں مگر مجھے اس بات کا تو جواب دو آخر کیا وجہ؟ جو آپ مجھے تین دن تک بھول گئی۔ آپ کی کال میں میں نے کتنا انتظار کیا آپ کو معلوم ہے میں ان دو تین دنوں میں کتنی بار مرتا رہا ہوں اور کتنی بار جیتا رہا ہوں۔ پلیز آمنہ آخر کیا وجہ تھی جس کی وجہ سے آپ مجھے فون نہ کر سکی اور نہ کوئی ایس ایم ایس کیا۔ پھر آہستہ سے آمنہ بولی۔ بولی بھی ایسے جیسے کوئی آنسوؤں میں ڈوبا ہوا ہو۔ وہ ٹھیک طرح سے بات نہیں کر رہی تھی۔ وہ بات کرتی تو ایسا لگتا جیسے آنسوؤں کے سمندر میں ڈوب گئی ہو۔ آخر سسکتے ہوئے ہچکیاں لیتے ہوئے آمنہ نے کہا۔ میری جان من اشرف صاحب آپ ضرور سوچتے ہوں گے کہ آخر میں نے آپ کو فون کیوں نہیں کیا۔ اصل میں گھر میں میرے رشتے کی بات چل رہی ہے گھر والے میری شادی کرنا چاہتے ہیں اور میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی اور نہ اس شخص سے کرنا چاہتی ہوں جس سے وہ میری شادی کرنا چاہتے ہیں کیونکہ وہ بڑا آدمی تو ہے، دولت مند بھی ہے مگر سارے برے کاموں کا شوق رکھتا ہے۔ مثلاً شراب نوشی، جوا، وغیرہ نواب ہیں اور نوابوں کے شوق بھی عجیب و غریب ہوتے ہیں۔ اشرف میں چاہتی ہوں جس شخص سے میری شادی ہو وہ صرف میرا ہو۔ اس کے دل میں صرف میری محبت ہو۔ وہ سچا اور صاف گو انسان ہو اگر کسی موڑ پہ اسے میرے لئے سب کچھ چھوڑنا پڑے تو وہ ساری دنیا کو میرے لئے چھوڑ دے۔ میں اس کی ہمراز وہ میرا ہمراز ہو۔ اس کی تمام تر چاہتیں محبتیں میرے دل کے لئے ہوں میری دولت کی طرف نہ ہوں میرے حسین جسم کی طرف نہ ہوں۔ اشرف میں چاہتی ہوں کہ زندگی اک گلزار ہو ایک سلتان ہو ایک جنت ہو ایک مثال ہو نہ کہ زندگی اک روگ ہو، سوگ ہو، روز کی لڑائی ہو، روز کی ذلت ہو۔ اشرف میں چاہتی ہوں کہ میری زندگی میں صرف اور صرف محبت ہو، محبت ہو، محبت ہو اور بس مجھے زمانے کی دولت نہیں چاہئے۔ مجھے کوئی کوٹھی، بنگلہ، کار نہیں چاہئے صرف سچی محبت کو تلاش کرتی ہوں اور گھر والے میرے دل کی حالت کو سمجھ نہیں پا رہے وہ صرف اور صرف رشتہ داری نبھاہ رہے ہیں۔ وہ تو صرف اتنا چاہتے ہیں کہ شادی ہو جائے ہماری فیملی میں اور بس ان لوگوں کو میں معلوم کہ میرے دل کے بھی کوئی ارمان ہیں۔ میری بھی کوئی خواہش ہے۔ مجھے بھی کسی سے محبت ہے میں نے بھی کسی سے وعدے کئے ہیں۔ قسمیں کھاتی ہیں اور میں نے بھی مستقبل کے خواب دیکھے ہیں۔ اشرف میری اک بات مانو گے آپ مجھ سے شادی کرو گے۔ آمنہ نے کہا تو میں ایک دم پریشان ہو گیا کہ یہ کیا کہہ رہی ہے۔ مجھے آمنہ نے کہا کہ اشرف میں نے اب کو نہیں دیکھا نہ آپ کے بارے میں جانتا ہوں۔ نہ آپ کی صورت کو دیکھا ہے مگر میرا دل آپ سے پیار کرتا، میرا ذہن آپ کو تسلیم کرتا ہے۔ میرا دل آپ کی دن رات محبت کے گیت گاتا ہے۔ پتہ نہیں کیوں مجھے تم اپنے سے لگتے ہو۔ میرا دل چاہتا ہے تم مجھ سے شادی کر لو اگر تم راضی ہو جاؤ تو میں اپنے گھر والوں سے بغاوت کر کے آپ سے شادی کر لوں گی اور کبھی دولت کے

...گے اپنی محبت کو نیلام نہیں کروں گی۔ آمنہ رو رہی تھی ...ساتھ مجھے وعدے اور قسمیں اٹھا اٹھا کر کہہ رہی تھی۔ ...ں نے کہا آمنہ آپ کو پتہ ہے میں ایک عام سا انسان ...وں سادہ سا ایک چھوٹے سے گھر میں رہنے والا۔ میری ...نی سے تو آپ کی ایک دن کے کپڑے بھی نہیں ...یں گے۔ نہیں اشرف مجھے کچھ نہیں چاہئے مجھے سادہ ...ک پسند ہیں اور میں خود بھی سادہ ہوں۔ مجھے فیشن ...نے والے لوگ بالکل پسند نہیں ہیں۔ میں آپ کے ...اتھ ایک جھونپڑی میں بھی گزارا کر لوں گی۔ کھلے ...مان کے تلے بھی میں آپ سے محبت کرتے کرتے ...ی زندگی گذار دوں گی۔ مجھے دولت سے زیادہ آپ کی ...ہت اور محبت اور عقیدت پر بھروسہ ہے۔ میری جان ...ں سب کچھ برداشت کر لوں گی صرف تم میرے ساتھ ...اتھ چلنے کا وعدہ تو کرو۔ پھر دیکھنا میری محبت میں کتنا دم ...ے اور میں کس قدر آپ کو چاہتی ہوں۔

ہم اپنی جاں سے گزر جائیں گے دوست
پھر تم کو معلوم ہو گا کتنا چاہتے ہیں تمہیں

ہم نے ساتھ جینے مرنے کے وعدے کئے میرے ...ل میں بھی آمنہ کی محبت بھڑک رہی تھی میں بھی آمنہ کی ...ت میں گرفتار ہو چکا تھا۔ پھر آمنہ کے ساتھ میں نے ...دہ کیا کہ ضرور میں آپ سے شادی کروں گا۔ میں نے ...ی امی کو راضی کر لیا گھر والوں کو سب کو راضی کر لیا سب ...ان گئے۔ اب میں آمنہ سے شادی کرنے کے لئے بے ...رار تھا۔ آمنہ کے گھر والے کبھی یہ نہیں ہونے دیتے بھلا ...وا تنے دولت مند اور ہم عام سے لوگ، مجھے یقین ہو گیا ...ا کہ اگر شادی ہوئی تو کورٹ میرج ہو گی ورنہ کبھی ایسا ...یں ہو سکتا کہ اس کے گھر والے مان جائیں۔

پھر روز آمنہ مجھ سے بات کرتی اور سارا دن ساری ...ات بھی بات ہوتی رہتی تھی پھر آمنہ نے میرے ...ارے خاندان سے بات کی مثلاً امی سے بھائیوں سے ...ب سے اس کی باتوں میں اتنی مٹھاس اور سچائی تھی کہ جو ...ی اس سے بات کرتا وہ آمنہ کا دیوانہ ہو جاتا۔ وہ بات ...ل اتنے اچھے انداز سے کرتی تھی میرے ساتھ میرے گھر والے بھی سب آمنہ کی محبت اور باتوں کے دیوانے ہو چکے تھے۔ بس اب وہ وقت نہیں آ رہا تھا کہ جب ہماری شادی ہو گی۔ پھر اک دن آمنہ نے کہا۔ اشرف تم آ کر مجھے ایک بار ملو تو سہی پہلے ہمارا گھر دیکھ لو شہر دیکھ لو تا کہ جب آپ مجھے لینے آئیں تو آپ کو شہر میں سفر میں آنے جانے میں کوئی پریشانی نہ ہو۔ میں نے کہا نہیں میں اب صرف اس دن میں آؤں گا جب آپ کو اپنے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لے آؤں گا اور پھر آپ کو اپنی دلہن بناؤں گا لیکن آمنہ نہ مانی اس نے بڑی ضد کی کہ آپ صرف ایک بار مجھے آ کر ملیں تا کہ میں آپ کو اور آپ مجھے ایک نظر دیکھ لیں۔ آمنہ کی ضد کے آگے میں ہار گیا اور میں نے وعدہ کر لیا کہ ضرور آپ سے ملنے آؤں گا۔ وقت گزرتا گیا ہماری محبت پروان چڑھتی رہی روز بات ہوتی روز جینے مرنے کی قسمیں کھاتے۔

وہ 14 فروری کی ایک خوبصورت صبح تھی جب میں لاہور سے سیالکوٹ کے لئے روانہ ہوا مجھے بہت خوشی محسوس ہو رہی تھی کیونکہ میں آج اپنی محبت جس سے میں شادی کرنا چاہتا تھا اور وہ بھی کرنا چاہتی تھی اس سے ملنے جا رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ آمنہ سے یہ بات بھی کروں گا، وہ بھی کروں گا، بہت ساری باتیں کروں گا۔ میں ابھی انہی سوچوں میں گم تھا کہ جس بس میں میں سوار تھا اس کے اندر گیت بجا اور اس نے میرے دل کے جذبات کو اور بھی تیز اور جوش دلا دیا۔

اے بادِ صبا کچھ تم نے سنا، مہمان جو آنے والے ہیں
کلیاں نہ بچھانا راہوں میں ہم دل کو بچھانے والے ہیں

دل ایسا کر رہا تھا کہ اڑ کے آمنہ کے شہر پہنچ جاؤں آخر خدا خدا کر کے وہ گھڑی بھی آ گئی جب میں آمنہ کے شہر سیالکوٹ پہنچ گیا۔ دن کافی ہو چکا تھا پھر آمنہ کی کال آئی اس نے مجھے کہا تھا کہ گھر والے تو پہلے بھی میرے خلاف ہیں میں آپ کو گھر نہیں بلا سکتی اس لئے آمنہ کے قریب گھر سے کچھ فاصلے پر ایک گفٹ سینٹر تھا وہاں پہ اس نے مجھے بلایا تھا۔ میں جب سیالکوٹ پہنچ گیا تو میں نے آمنہ کو فون کیا کہ میری جان میں آپ کے پاس آ گیا ہوں آپ کے شہر

میں اور بہت جلدی آپ کے بتائے ہوئے گفٹ سینٹر پر پہنچ جاؤں گا پلیز آپ جلدی آ جائیں۔ آمنہ نے کہا بس تم وہاں پر میرا ویٹ کرو میں کچھ دیر میں آتی ہوں۔ میں نے تھری پیس پہنا ہوا تھا۔ میں جب اس گفٹ سینٹر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں وہ تو ایک بہت بڑا گفٹ سینٹر تھا۔ ہر قسم کی چیزیں اور گفٹ سینٹر گفٹ موجود تھے میرا تو دماغ حیران اور پریشان ہو گیا کہ اتنا بڑا گفٹ سینٹر۔

ہم نے دیپ جلائے ہیں تیری گلیوں میں
اپنے کچھ خواب سجائے ہیں تیری گلیوں میں
جانے یہ عشق ہے یا کوئی کرامت اپنی
چاند لے کر چلے آئے ہیں تیری گلیوں میں

میں نے آمنہ کو کہا کہ میں گفٹ سینٹر میں ہوں میں نے تھری پیس پہنا ہوا ہے اور مجھے آپ بتا دیں کہ آپ نے کیسے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ میری جان تم پریشان نہ ہو میں آپ کو پہچان لوں گی۔ فون بند کیا اور گفٹ سینٹر میں چیزیں دیکھنے لگا مگر وہ وقت وہ انتظار مجھے قیامت سے کم نہ لگ رہا تھا۔ آخر خدا خدا کر کے گفٹ سینٹر میں اک لڑکی داخل ہوئی۔ دراز قد کی مالک لمبے لمبے گھنے سیاہ بال، موٹی موٹی آنکھیں، پینٹ شرٹ میں ملبوس اوپر ایک بلیک کلر کا کوٹ پہنے جب وہ گفٹ سینٹر میں آئی تو ایسا لگا جیسے رنگوں کی دھنک ہو، جیسے کوئی ماڈل ہو، جیسے کسی فلم کی ہیروئن ہو، جیسے کسی شادی بیاہ کی تقریبات میں کوئی دلہن ہو۔ آتے ہی اس نے فون کیا اشرف کہاں ہو؟ میری تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں جب مجھے پتہ چلا کہ یہی میرے خوابوں کی رانی ہی میری اجنبی محبت، یہی میری چاہت آمنہ ہے۔ وہ اتنی خوبصورت اور پھر اس کی ڈریسنگ اس قسم کی تھی اسے دیکھتے ہی لگتا تھا یہ کوئی گھریلو لڑکی نہیں بلکہ ایک فیشن پسند لڑکی ہے اور کسی کھاتے پیتے گھرانے کی بگڑی ہوئی لڑکی لگتی تھی مگر دیکھنے والے کو کیا معلوم تھا کہ یہ پری ہے یا دیوی۔ جب مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ میری آمنہ ہے تو میں نے ہمت کر کے اسے کہا۔ سلام دعا عرض کرتا ہوں میں اشرف زخمی دل ہوں اور آپ۔ ابھی میری بات لبوں پہ تھی کہ اس نے کہا جی میں آپ کی آمنہ ہوں۔ کچھ دیر ہم گفٹ سینٹر میں پھرتے رہے پھر ایک جگہ پر بیٹھ کر کولڈ ڈرنک پی مگر لوگ نجانے کیوں ہمیں بڑی حیرانی اور پریشانی سے دیکھ رہے تھے۔ باتیں کرتے کرتے میں نے محسوس کیا کہ آمنہ جیسے فون پہ باتیں کرتی تھی وہ ایسی نہیں ہے کوئی بات بھی اس کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی تھی۔ پھر میں نے کہا۔ آپ تو کہتی تھی کہ آپ کو سادگی پسند ہے اور آپ خود سادہ ہیں مگر یہ کیا ہے؟ اشرف کچھ ایسی باتیں ہوتی ہیں جب تک انسان انسان کو ملے نہ تب تک بتائی نہیں جاتی یہ سب میں آپ کو بعد میں بتاؤں گی۔ پھر آمنہ نے کہا۔ آپ نے کوئی چیز لینی ہے تو لے لو۔ میں نے کوئی نہیں لینی آپ لے لیں۔ میں نے آمنہ کو ایک بہت خوبصورت تاج محل وہاں سے لے کر گفٹ کیا اور کہا یہ میری محبت کی نشانی ہے۔ آمنہ مجھ سے باتیں تو کر رہی تی مگر نجانے وہ پریشان سی کیوں تھی۔ وہ میری طرف کم اور گھڑی کی طرف زیادہ دیکھ رہی تھی۔ پھر آمنہ نے کیا اشرف اب میں چلتی ہوں۔ پھر وہ چلی گئی مگر بہت سارے سوال میرے لئے چھوڑ گئی۔ جیسے جو آمنہ مجھ سے فون پہ بات کرتی تھی وہ ایسی نہ تھی اور نہ اس کا سلوک میرے ساتھ ویسا تھا۔ وہ تو چلی گئی۔ میں ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ واپس آنے لگا تو گفٹ سینٹر کے اندر ایک لڑکے نے مجھے کہا۔ بھائی جان اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو آپ سے چند باتیں کرنی ہیں۔ جی کریں۔ اس نے کہا۔ آپ بیٹھ جائیں۔ پھر میں اس کے پاس بیٹھ گیا۔ پھر اس نے مجھے بتایا کہ میرا نام سلیمان ادریس ہے اور میں اس گفٹ سینٹر کا مالک ہوں، میں آپ سے چند ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے مجھے کہا۔ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے کہا لاہور سے۔ پھر اس نے کہا۔ آپ کیا کرتے ہو؟ میں ایک سرکاری ملازم ہوں۔

میں لفظ ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک بھی گیا عدم
وہ پھول دے کر پیار کا اظہار کر گیا

پھر اس نے مجھے بتایا کہ وہ اس لڑکی کو کیسے جانتے ہیں؟ میں نے سچ سچ بتا دیا کہ یہ میری جواب عرض کے

ذریعے دوست ہے اور میں جواب عرض کا قاری اور رائٹر ہوں اور یہ مجھ سے فون پہ بات کرتی تھی اور یہ مجھ سے محبت کرتی ہے اور ہم شادی کرنے والے ہیں۔ میں اس کو آج دیکھنے اور ملنے آیا ہوں۔ پھر اس نے شخص نے مجھے بتایا کہ اچھا ہوا میں نے آپ سے بات کر لی۔ یہ لڑکی ٹھیک نہیں ہے اور نہ یہ کوئی غریب ہے اور نہ سادگی پسند ہے۔ اس کے تو نجانے کتنے عاشق، چاہنے والے اور پجاری یہاں گفٹ سینٹر پہ آئے ہیں اور نجانے یہ کتنے لوگوں سے یہ پیار محبت کا ڈرامہ کر چکی ہے۔ اس کا تو یہ کام ہے لوگوں کو بلا لیتی ہے اور جو پسند آ جائے اس کو اپنے گھر لے جاتی ہے اور وہاں یہ جو اس کا من چاہتا ہے کرتی ہے۔ یہ تو آئے دن اس کا کام ہے۔ یہ بہت چالاک، دھوکے باز عورت ہے۔ آپ شکل وصورت سے مجھے اچھے اور شریف انسان لگتے ہیں اس لئے آپ کو بتا رہا ہوں پلیز اب تم جلدی سے یہاں سے جاؤ اور کبھی پھر اس کے چکر میں نہ آنا اور اپنی خیر مناؤ کہ اتنی دور تم اکیلے آ گئے ہو۔ مجھے یہ سب سن کر بہت افسوس ہوا کہ آخر آمنہ ایسی ہے، کیا یہ اس کا مشغلہ ہے لوگوں کے سچے جذبات سے کھیلنا۔ کیا وہ صرف خوبصورتی کو انجوائے کرتی ہے۔ دل ٹوٹ گیا کرچی کرچی ہو گیا مگر نجانے دل کیوں نہیں مان رہا تھا میں وہاں سے ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ نکلا تو میں نے آمنہ کو فون کیا۔ اس کا نمبر آف جا رہا تھا میں نے دوسرے نمبر پہ کال کی وہ بھی آف جا رہا تھا پھر اس کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ آمنہ واقعی ایک اچھے کردار کی لڑکی نہیں تھی۔

وہ صرف مجھے دیکھنا چاہتی تھی، جب اس نے مجھے دیکھ لیا تو اس کو میں پسند نہ آیا تو اس نے دونوں فون ہی بند کر دیئے تاکہ نہ میں فون کروں گا اور نہ کوئی بات اس سے ہو گی۔ آج تک اس کا فون نہیں کھلا میری آمنہ سے درخواست ہے کہ وہ مجھ سے بات کرے اور بتائے تو سہی آخر میں نے اس کے ساتھ محبت کی ہی، کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ میں نے سچی چاہت کی تھی، صرف دل لگی نہیں کی تھی۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں آخر اس کو کہتے ہیں محبت، اس کو کہتے ہیں کسی کے ساتھ وعدے قسمیں اٹھا کر بھول جانا، جھوٹ بولنا کیا یہ سب محبت کے لئے ضروری ہیں؟ کیا محبت پیسے اور خوبصورتی کا نام ہے۔ میں تمام قارئین سے اور آمنہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہوں۔ پلیز جواب عرض کی اس دکھی نگری کو بدنام مت کرو، جس کو کسی سے دوستی کرنی ہے تو سچے دل سے کرو نہیں کرنی تو صاف صاف انکار کر دو۔ کسی کو دھوکا نہ دو کیونکہ وہ سکتا ہے کہ دل سے کوئی بددعا نکلے اور وہ کسی کی زندگی کو برباد کر دے۔ پلیز اگر جواب عرض کے ذریعے دوستی کرنی ہے، محبت کرنی ہے تو پلیز اس کو نبھائیں صرف انجوائے منٹ کے ذریعے اس کو داغ دار نہ کریں۔ میں نے یہ کہانی اس لئے لکھی ہے کہ تاکہ کوئی اور آمنہ کسی اور کو بے وقوف نہ بنائے اور امید کرتا ہوں تمام لوگ فون پر ہی سب پہ اعتاد نہیں کریں گے بلکہ انسان کو انسان کے بارے میں جاننے کا پورا حق ہے۔ اگر کسی سے دوستی کرنی ہے تو سمجھ کر سوچ کر ایسے ہی نہ کسی کو دل دینا۔ کسی کے پیچھے اس کے پاس چلے جانا۔ آج کل لوگ کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ، جیسے میرے ساتھ ہوا۔

وہ آمنہ جو میرے فون کے بغیر میری آواز کے بغیر ایک منٹ نہیں گزار سکتی تھی آج اس کے نجانے کتنا عرصہ بیت گیا ہے اس کو کبھی میری یاد بھی نہیں آتی۔ شاید اس لئے کہ اس کی زندگی میرے جیسے نجانے کتنے انسان ہوں گے پلیز پلیز خدا کے لئے تمام لوگوں سے التماس ہے ایسا نہ کرو ورنہ، یہ محبت یہ دوستی پر کوئی اعتبار نہیں کرے گا۔ ہم سب اپنے اپنے اعتاد کو کھو دیں گے۔ آخر میں گذارش کرتا ہوں اپنے رائے کے بارے میں ضرور نوازتے رہنا۔ اس شعر کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔ میرا یہ شعر تمام بے وفا لوگوں کے نام اگر کوئی بے وفا ہے تو ورنہ۔

درد جگر میں ہو تو آنکھیں بولتی ہیں
پیار نظر میں ہو تو آنکھیں بولتی ہیں
آپ بتائیں شیشے جیسے لوگوں کا
دل جب پتھر ہو تو آنکھیں بولتی ہیں
شام کو سورج چلتے چلتے مر جائے
روشنی بے گھر ہو تو آنکھیں بولتی ہیں

●■●

ہے یہی عہد میرا

......مدثر عمران ساحل-وزیر آباد

مجھے سنگ دل اور پرخار راہوں پہ پتھروں سے سر ٹکرانے کے لئے اکیلا چھوڑ دیا۔ قدرت نے مجھ سے مسرا باپ چھینا، مجھے رسوا کیا، مجھے جگہ جگہ کی خاک چھاننی پڑی میں صبر کیا مگر شاید اپنوں کے روپ میں چھپے بھیڑیا صفت کچھ لوگوں کو یہ سب کم لگا کہ انہوں نے اتنے اوچھے وار کر ڈالے کہ میری روح بھی زخمی ہو گئی...... ایک درد بھری سچی کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت انسان کو پیدا کیا پھر اسے اس دنیا میں بھیجا اس کے واسطے ان گنت و بے شمار نعمتیں بھی نازل فرمائیں اور ساتھ ہی ساتھ حضرت انسان سے کہا کہ کھاؤ پیو اور دیکھو پرکھو کہ جس نے تمہارے لئے یہ سب کچھ بنایا اور شکرادا کرو۔ پھر زندگی خدا نے انسانوں کو بھی عطا کی ہے۔ چرند پرند کو بھی فرق صرف اتنا ہے کہ عقل شعور کا اعزاز صرف انسان کے حصے میں آیا تا کہ وہ اسے استعمال میں لا کر میری نشانیوں پر غور کرے۔ اس سے اپنی خامیوں اور خوبیوں پر نظر رکھے۔ یہ اسی مالک کی عطا فرمائی ہوئی عقل کا کرشمہ ہے کہ آج انسان نے زمین تو زمین ہواؤں، چاند اور دیگر سیاروں پر اپنے قدم ثبت کر دیئے ہیں۔ جہاں انسان کی خواہشوں کی کوئی حد نہیں ہے۔ وہی اس مختار کل کی عنایتوں کا احاطہ بھی ممکن نہیں ہے۔ اس نے سکھ بنا کر دکھ بھی بنائے۔ زندگی عطا کر کے موت بھی تیار کی پھول کے سنگ کانٹوں کا سنگم بھی عطا کیا جنت بنا کر جہنم سے ڈرایا بھی ہے۔ محترم میرا یہاں مقصد یہ نہیں ہے کہ میں خدا کی ہمیں بخشی ہوئی ہر چیز کا نام گناؤں کوشش صرف یہ ہے کہ یہ سب کچھ حاصل کر کے ہم اس غفور رحیم کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر اپنے لئے آخرت کا سامان کر لیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب [illegible] معنوں میں آخرت کی تیاری کرنے والا [illegible] فرمائے۔ پیارے قاری بھائیو! میں آپ کو کدھر [illegible] ہوں تو چلیں میری اس کتھا کی طرف چلتے ہیں۔

محترم میرا نام ساحل ہے۔ میں اپنے وال[illegible] دوسری اولاد ہوں۔ مجھ سے بڑا اک بھائی تھا جو [illegible] سات سال بڑا تھا۔ جب بھائی کی عمر چھ سال ہو[illegible] نے میرے والدین کو دوسری اولاد نہ نوازا تو [illegible] کے کچھ اپنوں نے میرے والد کو بہکانا شروع کر[illegible] عورت پر بدی کے اثرات ہیں اس کوئی اور خو[illegible] سکتی لہٰذا اس سے اپنا دامن چھڑا لو۔ آپ ماشاء[illegible] ہو صاحب حیثیت ہو ہم آپ کے لئے اک رشتہ ڈھونڈیں گے مگر میرے والد جو ایک شری[illegible] صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے نہ مانے انہوں نے [illegible] قصوں کو ماننے سے انکار کر دیا بلکہ وہ کہتے [illegible] نے پہلے مجھے باپ کے رتبے پر فائز کیا [illegible] دوسری اولاد سے بھی نوازے گا۔ میری بیوی [illegible] کوئی قصور نہیں ہے اور میں خدا کی رضا پر [illegible] عرض کرتا چلوں کہ میرے والد محترم ایک [illegible]

فائز تھے انہیں وہاں سے کبھی چھ ماہ اور کبھی سال بعد رخصت ملتی۔ وہ دن ہمارے لئے خوشیاں لے کر آتے۔ بڑی دعاؤں اور خدا کی خاص رحمت کی بدولت اللہ نے میرے والدین کو میری صورت میں دوسری اولاد سے نوازا۔ والد کو خبر کی گئی وہ فوراً رخصت لے کر آ گئے۔ حسب توفیق خیرات تقسیم کی گئی پوری برادری کی دعوت کی گئی۔ وقت کا چکر چلتا رہا ہر طرف محبتوں کا موسم چھایا ہوا تھا۔ زندگی کی ڈگر پہ ہم سب چاہت بھری گاڑی کی طرح محوسفر تھے۔ والد محترم میں پہلے کی نسبت زیادہ عاجزی و انکساری نے جگہ بنالی۔ والد محترم کو پڑھائی سے خاص لگاؤ تھا اس لئے دیگر لڑکوں کی نسبت مجھے جلد ہی سکول داخل کر دیا گیا۔

پھر اللہ نے مجھے اک بہن کی صورت میں اک تحفے سے نوازا خاص طور پہ ابو جان تو ننھی آسیہ کی آمد سے بہت خوش دکھائی دیتے۔ ہماری فیملی اب ہر لحاظ سے اک مکمل اور مثالی فیملی تھی۔ ابو جان کو جب بھی رخصت ملتی تھی آسیہ اور میرے لئے ڈھیروں کھلونے اور چاکلیٹ لانا نہ بھولتے۔ ہم سب مل جل کر بیٹھتے ابو ہمیں بہت پیار کرتے اپنے اسلاف کی سچی اور ایمان افروز داستان سناتے حق بات کی تلقین کرتے بڑے بھائی سے دوست جیسا سلوک کرتے والدہ کا ہاتھ بٹانے اور ایمانداری و لگن سے پڑھائی پر توجہ کا سبق دہراتے۔ والد محترم کے دو بھائی اور بھی تھے۔ ایک چچا سجاد اور دوسرے چاچو فیروز۔ آخر ذکر تو جیسے والد محترم کا ہی دوسرا روپ تھے۔ وہی مشفقانہ رویہ وہی عادات و اطوار وہی انداز تخاطب جبکہ سجاد چاچو کچھ دہری طبیعت کے مالک تھے جس کا تذکرہ آگے پڑھنے کو ملے گا۔ مجھے اچھی طرح ذہن نشین ہے وہ دن جب بھائی نے پرائمری سکول میں سب سے زیادہ مارکس حاصل کیے اور ہائی سکول جو ہمارے گاؤں سے چار کلو میٹر دور واقع ہے وہاں داخلہ لیا۔ والد نے انہیں بائیسکل لے کر دیا تو میری ضد نے بھی اپنا اثر دکھایا۔ مجھے بھی بالآخر چھوٹا سائیکل لے کر دینا پڑا۔ جتنا عرصہ وہ ہمارے درمیان رہتے ہم ہر دن عید کا سا اور ہر رات چاند۔ رات کا سماں ہوتا ماہ و سال یونہی آنکھ مچولی کھیلتے رہے میں نے پرائمری کلاسیں ختم کر لیں جبکہ بھائی نے میٹرک کے اگزام کے لئے فارم فل کر کے بورڈ کو ارسال کر دیئے تھے وہ غالباً بھائی کے فائنل پرچے والا دن تھا۔ جب بھائی سینٹر سے گھر لوٹ رہے تھے کہ راستے میں انہیں حادثہ پیش آ گیا۔ ہمیں اطلاع ملی فوراً جائے حادثہ پر پہنچے خون سے لت پت اسے قریبی ہسپتال ریفر کیا گیا۔ کسی طرح ابو کو بھی خبر ہو گئی۔

دوسرے ہی دن گھر آ گئے چونکہ بھائی کی حالت کافی تشویشناک تھی اس لئے ہسپتال منتقل کر دیا گیا۔ مہنگی سے مہنگی دواؤں ڈاکٹروں کی بہتر نگہداشت اور سب سے افضل خدائے بزرگ و برتر کی رحمت سے تین دن بعد بھائی کو ہوش آیا۔ پھر آہستہ آہستہ ان کی حالت اچھی ہونا شروع ہوئی۔ تقریباً ایک مہینہ کے بعد بھائی کو ہسپتال سے گھر لایا گیا۔ والد محترم تو کب کے واپس لوٹ گئے تھے۔ بھائی کی اچانک حادثہ والی بات نے پہلے تو ہمیں ہلا کر رکھ دیا۔ پھر مسلسل دیگر اخراجات نے گھر پہ بھی اثر ڈالا جس سے گھر کی فضا گرم سی ہو گئی۔ اِدھر اُدھر سے لئے گئے روپے والوں نے واپسی کا تقاضا تو کرنا ہی تھا سوائے چاچو فیروز کے بڑے بڑے خیر خواہوں نے اس طرح آنکھیں بدل لیں جیسے کوئی آشنائی بھی نہ ہو۔ سب ہم سے دور ہٹنے لگے۔ وہ لوگ جو کچھ مہینے پہلے ہماری بلائیں لیتے نہ تھکتے مختلف حیلے بہانوں سے دور بھاگنے لگے۔ ظاہر ہے یہ دستور دنیا ہے وہ نہ نبھاتے تو کیا کرتے۔ اس میں ان بھلے مانسوں کا قصور کیسا کیونکہ مکھیاں بھی اپنا بسیرا وہاں کرتی ہیں جہاں میٹھا زیادہ ملے۔ بھائی کی حالت سنبھل گئی مگر ان کا اک قیمتی سال ضائع ہو چکا تھا۔ جس پر کبھی وہ تاسف بھی کرتے تو ماں جی پیار سے ان کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے ان کی ڈھارس بندھاتی اور کہتی کہ زندگی اگر میسر ہو تو سب کچھ مل جاتا ہے۔ گزرے وقت اور کھوئی ہوئی متاع کا غم کرنا کم ہمتی ہونے کی نشانیوں میں سے ہے اپنے آنے والے دن کے بارے میں سوچو ہمیشہ اپنی نظر بلند رکھو چونکہ دا...

وقت گزر چکا تھا۔ ہمت کر کے بھائی نے پرائیویٹ طور پر ہی پڑھائی کا سلسلہ قائم کر لیا۔ ہمارے سوکل میں موسم بہار کی شجر کاری مہم کا آغاز ہو چکا تھا۔ ہر لڑکا اپنی اپنی پسند کے درخت لا کر لگا رہا تھا۔ مجھے پھولوں سے خاص انس تھا اس لئے خاص طور پر شہر سے گلاب کے دو پودے لا کر سکول کی نرسری میں لگائے۔ چار سو پھولوں کی خوشبو نے فضا کو مہکایا ہوا تھا۔ ہر طرف جیسے گل، رنگ ہی دکھائی دے رہیت ھے۔ پھر اوپر سے شفیق اور محبت بھرے دل والے باپ کا ساتھ بھی تو ساری دھرتی بھی معطر لگتی ہے۔

اک دن کچھ اس طرح ہی ہم سب گھر والے اپنے ننھیال جانے کو تیار بیٹھے تھے کہ ابو کو ہیڈ کوارٹر سے اک ایمرجنسی تار ملا۔ پتہ نہیں وہ کیا سندیسہ تھا کہ والد صاحب نے وقت ضائع کئے بغیر واپسی کا رخت سفر باندھا اور آناً فاناً ہم سے الوداع لی ہم سب حیران ہو گئے کہ ابھی تو پاپا جی ہمارے ساتھ کھیل رہے تھے اور انہیں اچانک واپسی کی کیا سوجھی جبکہ امی جان کو شاید حالات کی نزاکت کا علم تھا۔ اس لئے خوشی خوشی الوداع کیا۔ والد صاحب نے جاتے ہی دفتر رپورٹ کی پھر گھر فون کر کے عافیت کی اطلاع دی۔ محترم قارئین ہوا کچھ اس طرح کہ جب ابو جان گھر آئے ہوئے تھے ٹھیک انہی دنوں ہمارے اک ہمسایہ ملک نے جو پہلے ہی پس پردہ رہ کے ہماری سلامتی کے خلاف شیطانی کھیل کھیل رہا تھا۔ والد اطہر نے بھی رضا کارانہ طور پر اپنے وطن کی خاطر اپنے آپ کو پیش کر دیا اور ارضِ پاک کے دفاع اور میلی آنکھوں سے دیکھنے والوں سے دو ہاتھ کرنے یخ بستہ پہاڑی چوٹیوں کی طرف قدم بڑھا دیئے۔ یہ سب کچھ ہمیں وہ خود وقفے وقفے سے بتاتے رہے۔ تقریباً آٹھ دن بعد ہمارا رابطہ اُن سے منقطع ہو گیا۔ دن ڈھلتے گئے راتیں گزرتی رہیں والدہ تھوڑی سی گم صم رہنے لگیں۔ دن بھر تلاوت و دعا کا سلسلہ وطن عزیز کے رکھوالوں کی سلامتی کی دعائیں اور خدا کے حضور شیطانی کھیل کے موجدوں کے منصوبوں کی ناکامی کی التجائیں ہونے لگیں۔ پھر ایک دن یخ بستہ دن ایک سرکاری گاڑی ہمارے گھر کے دروازے پہ آ رکی، چار کڑیل اور بہادر جوان اترے ہمارے کچھ عزیز اور بزرگوں کو پاس بلایا اور والد محترم کی شہادت کی خبر دی۔ ان کی کچھ ذاتی استعمال کی اشیاء ہمارے حوالے کیں اور رپورٹ بھیج دی۔ جونہی امی جان کو ابو کی شہادت کی خبر ملی وقتی ری ایکشن کے تحت وہ بے ہوش ہو گئیں ان کا ساتھی رفیق زندگی غم خوار شوہر اور مجازی خدا اس کا ساتھ چھوڑ کے رب کی جنتوں کا مہمان بنا اس نے دنیاوی زندگی سے کنارہ کشی اختیار کر کے ابدی زندگی کا راہی بننا پسند کیا۔ شہادت اور شہید اپنے آپ میں اک بلند مرتبہ رتبہ اور لفظ ہے یہ وہ مقام و مرتبہ ہے جو ہر کسی کے حصے میں نہیں آتا شاہین اور چڑیا تو اڑتے اک ہی فضا میں ہیں مگر چڑیا شاہین کے عروج تک کب جا سکتی ہے۔ بڑے ہی قسمت کے دھنی ہوتے ہیں۔ وہ لوگ جنہیں وطن کی عزت وقار کی خاطر جان وارنے کا شرف ملتا ہے اور جن پر انعامات کا وعدہ اللہ نے اپنی مقدس کتاب میں بھی کیا ہے جس کا وعدہ وہ رحیم کرے وہ رتبہ پانے والا شخص بلاشبہ بہترین ہے لوگوں کا ہمارے گھر تانتا سا بندھ گیا۔ چار سو ابو کی شہادت کی خبر پھیل گئی کوئی ہمیں پیار کرتا کوئی دلاسا دیتا مگر اس حوا کی بیٹی کے دل کا حال خدا ہی بہتر جانتا تھا جس کو بھری جوانی میں بیوگی کا روگ لگا تھا۔ دنیاوی آنکھیں اس کی کیفیت کا اندازہ لگانے سے قاصر تھیں۔ اس حوصلے بھری چٹان کے دل کو کوئی کیسے ٹٹولے جس کا رفیق برف پوش پہاڑوں اور پرخطر راہوں میں رنجیدہ بدقسم ہو کر شہید ہوا۔ محاذِ جنگ پہ ہونے کی وجہ سے آخری دیدار بھی نہ ہو سکا۔ وہی پر چند رفیقوں نے انہیں مادر وطن کی گود میں اتار دیا ان کے مقدس ہاتھوں کا لکھا آخری محبت نامہ ہمیں دیا گیا۔ والدہ نے کپکپاتے ہاتھوں سے اسے کھولا ابھی السلام علیکم اور پیاری رفیق زندگی کے حروف پہ بھی نظر ٹھہری تھی کہ امی کی ہچکی بندھ گئی۔ بڑے بھائی بہت حوصلے والے تھے مگر خط کے اندازِ تحریر نے انہیں بھی اشک بار کر دیا۔ میری حالت بھی کچھ مختلف نہ تھی بہر حال دل کو سنبھالا دے کر ان کی آخری تحریر کو پڑھنے لگے جس کا کچھ احوال یوں ہے۔

پیارے بیٹو اور ننھی پری کیسے ہو امید واثق ہے کہ آپ بالکل عافیت سے ہوں گے دیگر کچھ باتوں کے علاوہ وہ پھر ہم سے یوں ہوئے کہ آپ سے یوں جدا ہونا مجھے بھی اچھا نہ لگا مگر مجھے اپنا وعدہ بھی تو نبھانا تھا آفس میں آ کر میں نے آفس کے ہیڈ کوارٹر رپورٹ کی یہیں سے مجھے صحیح صورت حال کا علم ہوا۔ مختصر یہ کہ دشمن نے شیروں کو پھر چھیڑنے کی غلطی دہرائی ہے۔ میرے پاک وطن پر گندے قدم رکھنے کا خواب دیکھا ہے۔ میرے وطن کے خلاف جو منصوبہ طے ہوا ہے اسے فاش کرنے اور اس وطن کی حفاظت کے لئے جوابی قدم اٹھانے کا وقت آن پہنچا ہے۔ جس وطن نے ہمیں نام دیا۔ عزت دی ہم اس پر کسی ناپاک قدم کو کیسے برداشت کریں۔ مجھ سے یہ سب کچھ برداشت نہ ہوگا کہ میری لاکھوں بیٹیاں لاکھوں بچے اور لاتعداد مائیں بہنیں آواز دیں مجھے برف پوش چوٹیوں کی صدائیں مل رہی ہیں۔ مجھے وہ پہاڑ وریگستان آواز دیتے محسوس ہوتے ہیں کہ آؤ اپنے اور میرے دشمنوں سے مجھے بچاؤ۔ میری روح دشمن سے دو ہاتھ کرنے کو بے تاب ہے دعا کرنا کہ میں اپنی کوشش میں سرخرو ہو جاؤں اور اگر میں ارض پاک پہ نثار ہو جاؤں تو ہمت مت ہارنا صرف اللہ کے حضور دعا گو ہونا کہ وہ میرا یہ عمل قبول فرمائے۔ حق کے لئے لڑنا خدا کی زمین پر انکساری سے قدم رکھنا کسی ظالم کا ساتھی بننے سے موت ہزار درجے افضل ہے۔ میرے بچو! میں تمہیں خدا کے سپرد کر کے جا رہا ہوں جو سب پر مہربان و عظیم ہے۔ میرا یہ عہد ہمیشہ یاد رکھنا میں خدا کی جنت میں بانہیں وا کئے آپ کا انتظار کروں گا۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ والسلام۔

ابو کے یوں نثار ہو جانے کے بعد والدہ نے نہ صرف خود کو سنبھالا بلکہ ہماری طرف خاص توجہ دی۔ ہمارے چھوٹے سے چھوٹے کام کو بڑی نفاست سے انجام دینا ان کا شیوہ بن گیا۔ اگر ہم یہ کہیں کہ باپ اور ماں دونوں کا پیار انہوں نے ہمیں دیا۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم نے کئی مرتبہ انہیں ساری ساری رات جائے نماز پر کھڑے روتے پایا اور والد کے آخری سندیسہ کو آنکھوں سے لگاتے دیکھا مگر ہمارے سامنے وہ کبھی کمزور نہ پڑتیں۔ بھائی نے پرائیویٹ طور پر ایگزام کے ساتھ ساتھ چھوٹے موٹے کام کرنے شروع کر دیئے مگر کہتے ہیں کہ ہونی تو ہونی ہوتی ہے شروع شروع میں سب ٹھیک رہا مگر آہستہ آہستہ حالات تنگ ہونے لگے۔ چاچو فیروز گاہے بگاہے چکر لگاتے رہتے کچھ وقت ہمارے ساتھ ضرور بتاتے۔ عرض کرتا چلوں کہ چاچو فیروز اور والد محترم کی نہ صرف آپس میں ذہنی ہم آہنگی تھی بلکہ فیروز چاچو کافی حد تک ابو سے مشابہت بھی رکھتے تھے۔ دونوں آپس میں بہت زیادہ پیار کرتے تھے۔ چاچو فیروز سجاد چاچا سے چھوٹے ضرور تھے مگر معاملہ فہمی اور ذہانت میں کہیں بڑے تھے۔

ہماری زندگی نے اک نیا موڑ اس وقات لیا جب بھائی کے کالج ایڈمیشن و دیگر اخراجات ضروریہ کے لئے بڑے چاچو کے توسط سے گاؤں کے اک صاحب اختیار شخص سے پندرہ ہزار روپے بطور قرضہ حاصل کئے۔ اس شاطر دماغ انسان نے اک مجبور اور غریب انسان کو پھنسانے کا پورا پورا بندوبست کر رکھا تھا۔ دو ماہ تک ہم وہ قرضہ نہ لوٹا سکے تیسرے مہینے کے وسط میں بھائی نے سجاد چچا کو ساتھ لے جا کر وہ قرضہ لوٹانا چاہا مگر وہاں تو ہماری بربادی کا سامان تیار تھا۔ پہلے اس عیار نے وہ رقم وصول کر لی پھر جھٹ سے الماری سے اک فائل نکال کر بھائی کے سامنے رکھ دی جس پہ اک لمبی سی خود ساختہ تحریر ہمارا منہ چڑا رہی تھی جس کی رو سے بھائی نے کچھ طے شدہ شرائط پر اس سے پچاس ہزار روپیہ وصول کیا تھا اور اگر تین ماہ تک رقم واپسی کی کوئی صورت نہ ہوئی تو گھر سمیت اک قطعہ اراضی سے دستبردار ہو جانا ہوگا۔ وہ تحریر کیا تھی ہماری بربادی کا آغاز، انجام تھا۔ بھائی بہت چیخا چلایا کہ یہ سب جھوٹ ہے میں نے کوئی تحریر نہیں لکھ کر دی یہ گواہ یہ پچاس ہزار سب فراڈ ہے۔ چاچو سجاد جو اس سارے معاملے کی سچائی جانتے تھے بالکل لاتعلق ہو گئے ان میں بھی سچ بولنے کی ہمت نہ رہی ہم نے سارے دروازے کھٹکائے مگر نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے جن کے توسط

سے وہ رقم لی وہ بھی ساتھ نہ چلے سچ کہتے ہیں کہ سچ صرف کتابوں میں پڑھنے کو ہی ملتا ہے۔ ہماری عملی زندگی میں اس کا وجود غائب ہوتا جا رہا ہے۔ اس درس دینا بہت سہل مگر اس پر عمل ذرا مشکل ہے۔ ہمارا دہرا معیار ہمیں صاحب اختیار سے ڈرنا تو سکھلا دیتا ہے مگر سب کے خالق و مالک کی عدالت میں سچ کا ساتھ دے کر سرخرو ہونے سے مانع رکھتا ہے۔ چاچو فیروز نے بھی سجاد چاچا کو سمجھایا کہ جو بات صحیح ہے بول دو۔ اپنے بھائی کی نشانیوں کو یوں غیروں کیس تگ مل کر رسوا نہ کرو مگر جہاں بندر بانٹ چل رہی ہو وہاں یہ سب بیکار ہو جاتا ہے۔ الٹا کچھ غلیظ گالیوں اور بے ہودہ الزامات کا تحفہ ملا۔ ہمارا گھر ہم سے چھین لیا گیا بڑی بے دردی سے سامان ضائع کیا گیا۔ بھائی کا سارا بدن لہولہان کر دیا۔ زمین پھٹی نہ آسامن رویا اک حوا زادی کو اس قدر ذلیل کر کے بے آسرا و بے یار و مددگار چھوڑ دیا گیا۔

بڑے بے آبرو ہو کے تیرے کوچے سے ہم نکلے

وہ شوخیاں وہ شرارتیں اور نہ جانے کتنی یادیں دل میں بسائے ہمیں اس گھر کو خیر باد کہنا پڑا وہ آشیانہ جہاں سے ہمیں باپ کا پیار ماں کو باوفا شوہر اور مادر وطن کو غیرت مند و جری سپاہی ملا اسی دنیا کے باسیوں نے چھین لیا۔ چاچو فیروز اور ماموں لوگوں نے اپنے پاس ٹھہرانا چاہا مگر کب تک جب درخت گر جائے تو اس کا رشتہ زمین سے ختم ہو جاتا ہے وہ صرف جلانے کے کام آتا ہے۔ وقت کی آندھی تیز تر ہوتی گئی۔ قریبی شہر گوجرانوالہ میں اک شناسا کے توسط سے کرائے پر مکان حاصل کیا۔ مکان کیا تھا چار کمروں کا اک گھر تھا جس میں سے اک طرف کا کمرہ ہمیں ملا خدا کا شکر کیا کہ سر ڈھانپنے کی جگہ تو میسر آئی۔ مالک مکان عاشر صاحب بڑے شریف آدمی تھے وہ خود تو کراچی میں جاب کرتے مگر ان کی فیملی جس میں بارہ سالہ شیزا اور سات سالہ شیراز ان کی والدہ یہاں رہائش پذیر تھے۔ بچے بھی نہایت سعادت مند اور سلجھے ہوئے تھے۔ بحالت مجبوری بھائی نے پڑھائی کو مکمل خیر باد کر دیا اور اک فیکٹری میں ملازمت کر لی۔ والدہ نے بھی اپنے سلائی کڑھائی والے ہنر کو استعمال میں لا کر ہمارا پلیٹ بھرنا شروع کر دیا۔ غربت کی چکی بہت باریک پلیتی ہے روتے ہنستے سال گزر گیا۔ بھائی کی پڑھائی کام آئی فیکٹری انچارج نے بھائی کو پوری فیکٹری کے معاملات کا نگران بنا دیا کچھ اختیارات اور کچھ تنخواہ بڑھ گئی۔ تھوڑا سا تازہ ہوا کا جھونکا محسوس ہوا میری بڑی ضد کے باوجود میرے پڑھائی چھوڑنے کے فیصلے کے مخالف رہے۔ اک دن جب میں سکول سے گھر لوٹا تو شیراز لوگوں والے حصے کی طرف تھوڑی ہلچل محسوس ہوئی۔ والدہ سے معلوم پڑا کہ یہ لوگ کراچی شفٹ ہو رہے ہیں۔ مکان برائے سیل کا بورڈ لگ چکا تھا۔ دوسری طرف بھائی کی ڈور دھوپ بھی جاری تھی۔ فیکٹری مالک کے تعاون اور کچھ بھائی کی دن رات کی کوشش سے وہ مکان ہم نے ہی خرید لیا۔ عاشر صاحب فیملی سمیت کراچی چلے گئے۔

چاچو فیروز نے ہمارے ساتھ رابطہ کٹنے نہ دیا۔ میں نے پارٹ ٹائم فیکٹری جا کر بھائی کی زیر نگرانی کام سیکھنا شروع کر دیا۔ دوسروں یک بہ نسبت جلد ہی میرے ہاتھ چلنے لگے۔ پڑھائی سے واپسی یا پھر رخصت والے دن دل لگا کر کام کرتا مجھ پہ صرف اک ہی دھن سوار تھی۔ جلد از جلد اپنے آپ میں سے وہ محرومی بھرا خلا جس کی وجہ سے ہمارا خوشیوں بھرا آنگن مثل خار بن چکا ختم ہو جائے میرا دل اور آنکھیں اگر کسی غریب اور بے بس کے ساتھ ظلم ہوتے دیکھتے۔ بے تحاشہ احتجاج کرتے میرے رگ وتن میں عجب سی آگ سلگنے لگتی مجھے ایسا محسوس ہوتا کہ یہ ظلم یہ زیادتی جیسے میرے ہی ساتھ ہو رہی ہو مگر میں بے بس کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ بہت سوچ بچار کے بعد میں نے قلم کو بطور ہتھیار استعمال کرنے کا سوچا۔ چھوٹی چھوٹی تحریریں مقامی ادبی اور دیگر شماروں میں ارسال کرنی شروع کر دیں۔ اس سے میرا وقت بھی اچھا گزر جاتا اور میرے سمیت کئی غم کے ماروں کو جذبات کے اظہار کا موقع بھی مل جاتا۔ آہستہ آہستہ میری لکھی ہوئی تحریروں کو پسند کیا جانے لگا۔ پھر یہ سلسلہ اخبار و رسائل تک پھیل گیا۔ میری اوّلین کوشش ہوتی کہ سچ کو سامنے لاؤں اپنے اسلاف

کے نقش قدم پر چلوں اپنے سنہری اور ان گمنام گوشوں کو سامنے لاؤں جن پر وقت کی گرد پڑ چکی ہے۔ اس طرح میرا حلقہ احباب بھی بڑھتا گیا۔

مجھے اس وقت اپنے شہر گوجرانوالہ کو چھوڑنا پڑا جب بھائی کی فیکٹری کے مالک نے حیدرآباد دوسری شاخ کا افتتاح کیا ان کی نظر انتخاب مجھ پر پڑی یہاں آ کر کچھ دن دل بیقرار رہتا پھر دھیرے دھیرے جان پہچان بری تو سارے اسلوب سمجھ آ گئے چونکہ کام ابھی نیا تھا اس لئے کافی فراغت مل جاتی جس سے میرا لکھائی پڑھائی والا سلسلہ زور و شور سے چلتا رہا۔ مجھے کمپنی کی طرف سے رہائش ملی تھی اس لئے دیگر کوئی مسئلہ نہ ہوا صرف کبھی کبھار اپنے علاقے کے سرسبز کھیت اور جہاں بچپن سے جوانی کی حد تک آیا وہ گلیاں و بازار نگاہوں میں گھومتے مجھے حیدرآباد آئے ہوئے تقریباً چھ ماہ ہو چکے تھے مقامی جرائد میں میری تحریریں بڑے شد و مد سے نظر آ رہی تھیں میرے لکھے گئے ہر لفظ کا اثر مجھے ملنے والے خطوط سے دکھائی دے رہا تھا وہ گرمیوں کی اک سہانی شام تھی کہ جب ڈاکیے نے مجھے دو عدد خطوط تھمائے اک خط تو مقامی جریدے کی طرف سے ملا جبکہ دوسرے خط میں میری لکھی گئی تحریروں کے بارے میں رائے اور بے لاگ تبصرہ تھا۔ خط کے اینڈ پہ لکھنے والے کا پتہ تو موجود تھا مگر نام نادارد۔ بہت ہی خوش اسلوبی سے لکھا گیا یہ خط مجھے دوسرے خطوط سے جدا سا لگا اس سے پہلے کہ میں خط کا جواب لکھتا مجھے اک ہنگامی صورت حال کے پیش نظر کچھ دنوں کے لئے واپس لوٹنا پڑا۔

ساری صورت حال سے نمٹ کر جب اک ماہ بعد میں حیدرآباد آیا تو میری رہائش گاہ پہ تقریباً اک درجن خط میرا منہ چڑا رہے تھے ان میں سے دو خط اسی انداز سے تحریر کئے گئے تھے۔ پہلے خط میں اپنا نام نہ ملنے پر اس نے معذرت کی تھی جبکہ کچھ میری ذاتی زندگی کے بارے میں سوال بھی تھے۔ خط کے آخر میں موجود شیراز عاشر اور شیزا عاشر کے ناموں نے مجھے چونکا دیا۔ مجھے محسوس ہونے لگا کہ ہو نہ ہو یہ خط میرے اس محسن کے گھرانے سے لکھا گیا ہے جس نے مشکل وقت میں ہمیں پناہ دی اور زمانے سے لڑنے کا ہنر بھی سکھایا جبکہ میری طرف سے دو دفعہ کے خطوط کا جواب نہ ملنے پر اس خط میں اس نے مجھ پر کافی تنقید بھی کی تھی۔ دیگر کڑوی کسیلی باتوں کے علاوہ اس کا سیل نمبر بھی موجود تھا میں ن اسی وقت اسے فون کر ڈالا۔ دوسری طرف سے فون اٹینڈ کرنے والی آواز میری سماعتوں سے ٹکرائی وہی آواز وہی لہجہ فرق تھا صرف یہ کہ اب شیراز کی آواز میں اک پختگی آ چکی تھی۔ کہاں وہ سات آٹھ سال کا اور کہاں اب سولہ سال کا جوان پھر گا ہے بگا ہے ہمارا رابطہ ہونے لگا۔ کچھ وہ اپنے بارے میں کہتا کچھ مجھ سے دریافت کرتا کئی دفعہ اس نے مجھے اپنے ہاں آنے کی دعوت دی مگر کوئی نہ کوئی مصروفیت مجھے اس سے ملاقات کرنے سے روکے رکھتی۔

قدرت کو شاید ہماری ملاقات کا بہانہ بنانا تھا۔ چیف انجینئر کے ساتھ مجھے ضروری پرزہ جات خریدنے کے لئے کراچی جانا پڑا وہاں ہمیں اک دو دن رکنا پڑا اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں نے شیراز سے ملاقات کا سوچا مطلوبہ جگہ جہاں اس نے مجھ سے ملنے کا وعدہ کیا تھا اک گھنٹے سے زائد کے انتظار کے بعد وہ بائیک سے اتر کر سیدھا میری طرف آیا۔ مجھے اسے پہچاننے میں ذرا دقت نہ ہوئی۔ ہو بہو عاشر انکل جیسے میرے روبرو تھے۔ وہی بھرا بھرا جسم وہی عادات و اطوار کچھ پرانی یادیں دہرائیں کچھ دیگر باتیں ہوئیں اسی کی زبانی مجھے علم ہوا کہ عاشر انکل یعنی شیراز کے والد صاحب انہیں داغ مفارقت دے چکے ہیں۔ مجھے اپنے محسن کی وفات کا بہت افسوس ہوا مگر یہ اک اٹل حقیقت ہے جس سے کوئی ذی روح انکار کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ سب کو اس آخری و ابدی دنیا کا باسی بننا ہی پڑتا ہے۔ میں نے اسے دلاسا دیا حالات ایسے ہو گئے تھے کہ مجھے اس کے ساتھ گھر جانا پڑا۔

شیراز نے چونکہ میرے متعلق کچھ تفصیل پہلے ہی گھر والوں کے گوش گزار کی ہوئی تھی سب نے مجھ سے اچھا برتاؤ کیا خاص طور پر جمیلہ آنٹی یعنی شیراز کی والدہ

نے میرے ساتھ خصوصی شفقت فرمائی۔ گو کہ حالات کے خونی تھپیڑوں نے انہیں وقت سے پہلے کمزور کر دیا تھا مگر وہ بے اختہ پن وہ لہجے کی مٹھاس وہ چاہت بھرا رویہ جوں کا توں تھا۔ شیزا نے اس کے سامنے یہ راز کھولا کہ ہم میں موجود یہ وہ شخص ہیں جن کی تحریروں کے ہم دیوانے ہیں اور جنہیں ہم خط بھی لکھتے رہے ہیں تو شیزا کی خوشی دیدنی تھی۔ میں جتنی دیر وہاں رکا دونوں بہن بھائیوں نے میرا صحافتی انٹرویو جاری رکھا۔ مجھے چونکہ واپس ہوٹل آنا تھا۔ سو جلد ہی دوبارہ ملنے کا وعدہ کر کے لوٹ آیا۔

انہیں اس دیار غیر میں یوں تنہا و افسردہ دیکھ کر میری جو حالت ہوئی وہ صرف میں ہی جانتا ہوں بہر حال قدرت ہم سب سے زیادہ وفا کرتی ہے وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ فیکٹری کے حالات ابتر ہونے لگے۔ دو مختلف گروپوں کے باہمی تصادم کا خمیازہ ہمیں بھگتنا پڑ رہا تیا۔ میں نے تمام حالات و واقعات کی رپوٹس ڈائریکٹر حضرات کو بھجوا دی اس میں ان تمام عوامل کی نشاندہی کی گئی تھی جن کی وجہ سے اک اچھی ساکھ اور بہترین سیٹ اپ کے اتھ چلنے والی کمپنی اب اچانک سے دیوالیہ ہونے جا رہی تھی۔ دو ماہ گزر گئے مگر کوئی رد عمل نہ ملا۔ بہت سوچ بچار کے بعد میں نے فیکٹری کو الوداع کہہ دیا اور واپس گھر لوٹ آیا۔ انہی دنوں بڑے ماموں کے بیٹے جواد کی شادی کے سلسلے میں ہمیں کراچی جانا پڑا۔ کپڑے کے کاروبار سے وابستہ ہونے کی وجہ سے مجھے کافی تجربہ ملا تھا تھوڑی سی بھاگ دوڑ کے بعد صدر کے مقام پر گارمنٹس کا چلتا ہوا کاروبار مل گیا۔ محترم قارئین صدر کو کراچی کے کاروبار کے لحاظ سے دل کا مرتبہ حاصل ہے۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ بہت ہی کم محنت اور نہایت مناسب داموں مجھے وہ جگہ مل گئی جس کی خوشی میں اک شاندار پارٹی دی گئی جس میں میرے تمام عزیز و اقارب سمیت شہریار اور اس کی پوری فیملی نے بھرپور شرکت کی۔ میرے تمام گھر والے یوں شہریار، شیزا اور اس کی والدہ سے ملے جیسے برسوں کے شناسا۔ اک لمبی جدائی کے بعد ملتے ہیں والدہ محترمہ تو جمیلہ آنٹی سے دکھ سکھ شیئر کرنے لگی جبکہ شیزا اور شہریار تو بس مجھے اپنے کاروبار سے وابستہ ہونے پر ہی نہال ہو رہے تھے۔

تم سے بچھڑ کے تم سے ہی ملنا ہے اک
تم جس کی انتہا ہو وہی ابتدا ہوں میں

خدا کے حکم سے اور ماں کی دعاؤں کی بدولت میرا کام چل نکلا۔ قدرت مجھ گنہگار پر مہربان تھی۔ شیراز کبھی کبھار میرے پاس چلا آتا کاروبار سے لے کر شاعری اور پڑھائی سے گھر تک ساری گپ شپ لگتی۔ گذشتہ مہینے سے جب بھی وہ میرے پاس آتا کافی سہما اور بدلہ بدلہ سا لگنے لگا مگر مجھ سے کچھ نہ کہتا۔ پھر وہ چودہ اگست کا دن تھا جب ساری مارکیٹ آزادی کے جشن کی خاطر چھٹی مناتی ہے سوچا ماموں لوگوں سے ملے ہوئے کافی وقت گزر گیا ہے ان سے مل آؤں وہیں سے شام کو شیراز کے گھر بھی چلا گیا اس بار آنٹی جمیلہ گھر نہیں تھیں شیراز سے معلوم ہوا کہ وہ شیراز کے رشتے کے لئے بھاگ دوڑ کر رہی ہیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ آ گئیں میں اس وقت چھت پر تھا اس لئے انہیں میری آمد کی اطلاع نہیں تھی۔ وہ اپنی ساتھی خاتون سے کسی بات پہ الجھ رہی تھیں مگر اس خاتون کی آواز گونجی بہن اگر آپ کو اس خاندان سے ناطہ جوڑنا ہے تو ان کی کچھ شرائط تو ماننی ہی ہوں گی۔ لڑکا امیر ہے خوبصورت ہے تھوڑا کھلے ذہن کا ہے تو کیا ہوا ایسے خاندانی لوگ ایسی باتوں کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ باہر جاتے ہوئے وہ پھر گویا ہوئی۔ خوب سوچ سمجھ لیں آپا ایسے مواقع اور لڑکے قسمت والیوں کو ہی ملتے ہیں۔ ساری کہانی میرے سامنے آنے لگی تھی۔ میں نے آنٹی جمیلہ سے اس بارے میں استفسار کرنا چاہا مگر کچھ سوچ کر خاموش رہا۔

چند دنوں بعد مجھے ضروری کام کے سلسلے میں گوادر جانا پڑا۔ سب سے بڑا مسئلہ کسی بااعتماد شخص کی تلاش تھی جو نہ صرف میری غیر موجودگی میں سارا سیٹ اپ سنبھالے بلکہ پوری طرح ذمہ داری بھی سمجھے اس طرح میری نظر انتخاب شیراز پر ٹھہری میرے قدم اپنے آپ گھر کی طرف اٹھ پڑے میں نے شیراز کو ساتھ لیا اور قریبی پارک میں آ گیا۔ اسے ساری صورت حال بتائی وہ بخوشی میرا ساتھ دینے کو تیار تھا۔ میرے لئے یہ بات حوصلہ افزا تھی۔ گوادر

ہیں مجھے اک ہفتے سے زیادہ کا وقت لگ گیا۔ سچ کہوں اگر شیراز کی جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو میں وہاں کبھی اتنا دیر نہ ٹھہرتا چاہے مجھے کام ہی ادھورا کیوں نہ چھوڑنا پڑتا۔ جب میں وہاں سے لوٹا تو ساری شاپ اک دم بدلی ہوئی تھی۔ ساری چیزیں اک ترتیب سے جڑی ہوئی تھیں سارے سیٹ اپ کو اک دم بدلہ ہوا دیکھ کر میں خوشی سے حیران اور پھر شیراز کی ذہانت کا اور بھی معترف ہو گیا۔ بہت ہی احسن طریقے سے اس نے سارے ہفتے کی رپورٹ دے کر مجھے تو اپنا دیوانہ ہی بنا ڈالا۔ تو دوسری طرف شیزا کی وجہ سے ان کی ساری فیملی پریشان ہونے لگی۔ نہ جانے کتنی جگہ رشتے دیکھے مگر تان وہی آ کر ٹوٹتی جہیز میں کیا ملے گا۔ لڑکے کے لئے گاڑی تو ہونی چاہئے اتنا سونا چاندی نہ ہوا تو ہماری برداری میں ناک کٹ جائے گی۔

شیراز جب کبھی مجھ سے یہ سوال کرتا کہ ہم کیسے مسلمان ہیں صرف ناموں کی حد تک یا عملاً بھی تو میں حیران رہ جاتا وہ مجھے کہتا کہ ہم صرف دعویٰ کرنے کی حد تک بات کرنے کے عادی ہیں میں اس سے پوچھتا یہ کیسے ممکن ہے جواب میں وہ کہتا کہ شروع میں میری سوچ بھی عام لوگوں کی طرح تھی اخباروں رسالوں حتیٰ کہ دینی کتب میں مساوات رواداری اونچ نیچ کی نفی اور باہم رواداری کی مثالیں پڑھ کر میں کافی خوش ہوتا مگر جب اپنی سن شعور کو پہنچا یہ سب باتیں صرف کتابوں تک ہی ملیں وہ تھوڑا جذباتی ہوتے ہوئے بولا۔ ابھی تھوڑے دنوں کی بات ہے کہ کافی جگہ کی خاک چھاننے کے بعد والدہ کو شیزا کے لئے اک جگہ رشتہ پسند آ گیا۔ اک مذہبی گھرانہ ہونے کی وجہ سے والدہ اس رشتے سے پوری طرح مطمئن تھیں۔ دونوں طرف سے بات آگے بڑھنے لگی کہ اچانک لڑکے کی طرف سے گاڑی کا مطالبہ سامنے آ گیا جو کہ فی الوقت ہم افورڈ نہیں کر سکتے تھے۔ ستم یہ کہ لڑکے کے والدین نے سب کچھ جانتے ہوئے بھی اپنے لڑکے کی حمایت کی۔ مجھے دکھ نہیں کہ یہ کیوں ہوا صرف یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہوں کہ ہم میں قول و فعل میں کھال تضاد کیوں ہے۔ ہم سب محب رسولؐ ہونے کا دم بھرتے ہیں ان کی حیات مبارکہ مطہرہ کو اپنے لئے مشعل راہ گردانتے ہیں، آپؐ کی ذاتِ مقدسہ پر جان وارنے کو باعث فخر سمجھتے ہیں۔ کیا آپؐ نے اپنی لاڈلی پیاری بیٹیوں کی شادی نہیں کی، کیا آنحضورؐ نے پیاری فاطمہؓ، محترمہ رقیہؓ اور لاڈلی ام کلثومؓ کو گھر سے شادی کے بندھن میں باندھ کر رخصت نہیں۔ فرمایا آپؐ نے اپنی لاڈلیوں کو جہیز کے نام پر کیا مرحمت فرمایا۔ نبی رحمتؐ کے پاس کس چیز کی کمی تھی کیا ان کا یہ عمل ہمارا اسوہ نہیں ہونا چاہئے کیا ہماری زندگیوں میں ان کے کسی فعل کی جھلک نظر آتی ہے ہم آئے روز کسی حوا زادی کا جہیز نہ ملنے پر جل کر مرنا کنویں میں گرا دینا گلہ کاٹ دینا جیسی خبریں سن پڑھ کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ کیا ہمارے ضمیر اتنے سو چکے ہیں کل کو اگر یہی حالت ہماری اپنی بچی کے ساتھ ہو تو کیا کرو گے۔ یہ سب کہتے ہوئے شیراز کی آنکھیں چھلک پڑیں میں سوچنے لگا کہ واقعی اس کی کہی گئی اکثر باتیں سچ ہیں۔ ہم بجا طور پر دورخی زندگی جی رہے ہیں۔ دعوئی تک محب رسولؐ جبکہ عملاً خود اپنے دعوے کی نفی میں بھی سب سے آگے۔

پچھلے دو تین ماہ سے میرے کام میں کافی اضافہ ہو چکا تھا اور مجھے اکثر و بیشتر ادھر ادھر جانا پڑ رہا تھا میں نے جمیلہ آنٹی سے ریکوئسٹ کر کے شیراز کو ساتھ ملا لیا اس طرح کچھ مجھے سانس مل جاتا بلکہ شیراز کو بھی سپورٹ ہونے لگی۔ وقت کی دھارا بہتی رہی کہ ایک دن میرے سیل فون پر بھائی کی کال آئی۔ میں اس وقت کہیں گیا ہوا تھا۔ مجھے شیراز نے اطلاع دی اور بھائی کو فون کرنے کو کہا۔ بھائی نے مجھے جلد از جلد گھر لوٹنے کو کہا۔ دو دن بعد میں واپسی کو عازم سفر ہوا۔ گھر پہنچا تو چاچو فیروز اپنی پوری فیملی سمیت آئے ہوئے تھے۔ خوب بلہ گلہ ہوا رات گئے تک بھائی والدہ اور چچی چاچا میں نہ جانے کیا چلتا رہا مجھے جلد ہی نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا۔ صبح مجھ پہ عقدہ کھلا کہ والدہ اور چاچو کی طرف سے باہمی رضامندی کسی بنا پر میری بات فزا کے ساتھ طے پا گئی ہے دو چار دنوں تک باقاعدہ منگنی کی رسم ادا ہو گئی۔ محترم یہاں مجھے یہ قبول کرتے ہوئے کوئی عار محسوس نہیں ہوتی کہ بچپن سے ہی

میرے دل میں فزا کے لئے چاہت بھرا احساس موجود تھا جس کی خبر خود فزا کو بھی اس کی نیلی آنکھوں میں مجھے اپنے لئے وفا کا سمندر موجزن ملتا یہ الگ بات تھی کہ روایتی عاشقوں کی طرح ہم نے کبھی خط لکھے نہ تنہائی میں ملے منہ سے جھوٹے قرار باندھے نہ کوئی دیگر سوچ زیر بحث آئی۔ مجھے اپنی محبت کے مل جانے پر بہت مسرت ہوئی۔ دو دن بھی کسی پلک جھپکنے کے وقت کی طرح گزر گئے۔ اکتوبر کی چودہ کو بہت ہی سادگی سے میری منگنی فزا کے ساتھ کر دی گئی۔ اسی طرح فزا مجھ سے منسوب ہو گئی میں اک ہفتہ مزید وہاں رکا پھر دل میں فزا کا پیار بھرے اس کی چاہت کی خوشگوار یادیں دل میں بسائے کراچی لوٹ آیا۔

میری زندگی میں تلاطم اُس وقت آنا شروع ہوا جب مجھے کراچی آئے ہوئے اک ماہ ہونے کو تھا مجھے رات دن مختلف نمبروں سے تنگ کرنے کا سلسلہ شروع ہا کبھی رات گئے کبھی دوپہر کبھی شام کو دھمکیاں ملنا شروع ہوئیں ہر بار اک نئے نمبر سے صرف اک ہی آواز سنائی دیتی میرے کچھ بولنے سے قبل ہی وہ رابطہ ختم کر دیتا۔ چاچو فیروز بھی کچھ اسی طرح کی صورت حال سے دوچار تھے۔ مجھے نہ جانے کیوں یہ احساس ہونے لگا کہ اس سارے فساد کی جڑیں کہیں میرے اپنوں میں ہی موجود ہیں۔ تھوڑے دن ہی گزرے تھے کہ اک شام کو پھر وہی انداز لئے فون آیا۔ اس دفعہ میں نے اک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اس اجنبی کے مخاطب ہونے سے قبل ہی ہوا میں تیر پھینکا میں نے اک جوا کھیلتے ہوئے اسے پہچان لینے کی دھمکی دی دوسری طرف مکمل خاموشی چھا گئی میرا تیر نشانے پر لگا تھا کچھ بڑبڑاتے ہوئے اس نے کال ختم کر دی۔ سارے نمبر میرے پاس محفوظ تھے۔ تحقیق کرنے سے یہ بات سامنے آ گئی کہ تمام نمبرز اک مخصوص علاقے کے ہیں۔ میرے شکوک یقین میں بدل گئے پھر میں نے بھائی سے بات کی۔ ساری صورت حال سے آگاہ کیا میری حالت اس مسافر کی ہو گئی تھی جس کو منزل کا نشان بھی ملا مگر سب کچھ بھی لٹ گیا ہو۔ بھائی کی زبانی مجھے وہ سب معلوم ہوا جو پہلے میرے علم میں نہ تھا۔ چاچو سجاد نے میرے کراچی آنے کے بعد اپنے بھائی یعنی فیروز چاچو سے راہ و رسم بڑھانی شروع کی جو پہلے کے واقعات کی وجہ سے بگڑے ہوئے تھے چاچو فیروز کو سجاد چچا کے رویے اور چال چلن بارے تشویش تھی مگر بڑا بھائی ہونے کی وجہ سے وہ سب کے سامنے ان کا بھرم رکھتے مگر پھر جب انہوں نے سجاد چچا کے بڑے بیٹے کے لئے فزا کا ہاتھ مانگنے کے لئے آئے فیملی ممبروں کو صاف جواب دیا تو وہ اوچھی حرکتوں پر اتر آئے کبھی ظاہراً کبھی پوشیدہ دھمکیاں دینے لگے۔ پھر جب فزا کی باقاعدہ منگنی میرے ساتھ ہونے کی خبر انہیں ملی تو انہوں نے وہی رویہ میرے ساتھ بھی روا رکھا ساری کہانی افشاں ہو چکی تھی۔ بات اگر یہاں تک رہتی تو پھر بھی کوئی مسئلہ نہ تھا پھر اک روز سجاد چاچو کے بیٹے نے تمام رشتے ناطوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے فیروز چاچو کے گھر پر حملہ کیا۔ بچوں کو مارا گھر کی عزت دار عورتوں سے بدکلامی کی اور غلیظ گالیاں بکیں جب سارے کھیل کی خبر سجاد چاچو کو دی گئی وہ بالکل خاموش رہے۔ حالات کافی بگڑ گئے تھے فیروز چاچو سب کچھ برداشت کرتے جا رہے تھے۔ موجودہ حالات میں انہوں نے شاید یہی مناسب سمجھا کہ جلد از جلد یہ بندھن شادی میں تبدیل ہو جائے تا کہ وہ اس طرف سے آزاد ہو جائیں۔ میرے گھر والوں سے مل کر انہوں نے شادی کی تاریخ طے کی دونوں طرف سے اپنی اپنی حیثیت کے مطابق تیاریاں شروع ہو گئیں۔ میں نے تمام دوست احباب کو انویٹیشن کارڈ بھجوا دیئے جلدی جلدی سارے کام سمیٹنے شروع کر دیئے میں جلد از جلد گھر جانا چاہتا تھا تا کہ سارے سیٹ اپ کو سمجھ سکوں مجھے کیا خبر تھی اس مسرت بھری خبر کے ساتھ ہی مجھے المناک وقت کا تحفہ بھی ملنے والا ہے۔

پتہ نہیں وہ رات کا کون سا پہر تھا کہ میرے سیل فون کی گھنٹی زور زور سے احتجاج کرنے لگی۔ کافی دفعہ کے خاموش ہو کر پھر بولنے پر بادل نخواستہ میں نے فون ریسیو کیا۔ دوسری طرف سے گھبرائی ہوئی آواز اور اکتائے ہوئے لہجے میں بھابی مخاطب تھیں۔ انہوں نے مجھے مختصر جو بات کہی اسے سن کر نہ صرف میرے رگ و پے میں

آگ سی لگ گئی بلکہ مجھ میں برسوں سے جلتے ہوئے لاوے کو اگلنے کا موقع مل گیا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرے کچھ اپنے کمینگی میں اس حد تک بھی جا سکتے ہیں۔ میں سر پکڑ کر نہ جانے کب تک بیٹھا رہتا کہ مسجد سے اذان فجر کی صدا گونجنے لگی۔ مجھے جیسے ہوش آ گیا۔ بیگ میں الٹے سیدھے کپڑے ٹھونسے تھوڑی دیر بعد جب کچھ سویا ہوا آنٹی جمیلہ اور ماموں لوگوں کو سرسری سی تفصیل سے آگاہ کر کے واپسی کو روانہ ہوا۔ سچ کہتے ہیں کہ پریشانی میں سب کچھ اپنے خلاف ہونے لگتا ہے۔ سفر بھی جیسے کٹنے کو ہی نہ آ رہا ہو ایسے محسوس ہونے لگا کہ گاڑی گھوم پھر کر پھر سے اسی سٹاپ پہ آ رکتی ہو۔ میں اپنے آپ کو لاکھ کنٹرول کرنے کی کوشش کرتا مگر میری دماغی حالت مسلسل دباؤ میں جا رہی تھی۔ میری اس وقت جو حالت تھی وہ صرف خدا ہی جانتا تھا کوئی دوسرا اس کیفیت کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ خدا خدا کر کے سفر اختتام پذیر ہوا گاڑی لاہور سٹیشن پر رک چکی تھی میں نے سٹیشن سے باہر نکل کر گوجرانوالہ کے لئے ٹیکسی پکڑی اور گھر پہنچ گیا۔

گھر کا خالی آنگن اور بند دروازے کسی قیامت کا سندیسہ لئے ہوئے دکھائی دیئے ہمسایوں سے معلوم پڑا کہ تمام گھر والے کل سے ہسپتال میں تھے دھکے وغیرہ کھاتے ہوئے میں ان لوگوں کے پاس جا پہنچا۔ بھائی ایمرجنسی وارڈ کے باہر پریشانی کے عالم میں چکر پہ چکر کاٹ رہے تھے جبکہ بھابی اور والدہ ساتھ ہی پڑے بنچ پر سر جھکائے آنکھیں سرخ کر رہی تھیں۔ چاچو اور فزا اندر سفید پٹیوں سے رستے ہوئے لہو کے ساتھ لیٹے ہوئے تھے۔ مجھے ساری صورت حال سے آگاہ کیا گیا۔ کافی وقت گزرنے کے بعد ایمرجنسی وارڈ کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر صاحب باہر نکلے۔ ہم سبھی ان کی طرف لپکے ان کے مطابق مریضوں کی حالت کافی تشویشناک تھی۔ کچھ زخم کافی گہرے تھے جن سے کافی خون بہہ چکا تھا اس لئے خون کی اشد ضرورت تھی۔ ہم میں سے کسی کے خون کا گروپ ان سے میچ نہ ہوا جبکہ مطلوبہ خون ہسپتال سے بھی نہ ملا کافی دوستوں وغیرہ سے بھی بلڈ کی ریکوئسٹ کی مگر کوئی بھی صورت نہ بنی۔ دن ڈھلتا گیا مگر کوئی حوصلہ افزا خبر نہ ملی۔ چاچو فیروز کی حالت پھر کچھ اچھی تھی جبکہ فزا مسلسل بے ہوشی کا شکار تھی۔ رات گئے دوسرے شہر سے مطلوبہ خون ملا۔ ڈاکٹروں کی اک ٹیم مسلسل مریضوں کا چیک اپ کرنے میں مصروف تھی۔

میرے لئے وہ رات اک قیامت کا سماں لئے ہوئے تھی۔ دوسرا دن پھر تیسرا دن مگر ہم سوائے دعا کرنے کے احکام کے علاوہ کوئی دوسرا لفظ نہ سن سکے۔ ستم یہ کہ سجاد چاچو نے بحیثیت بھائی کے جھوٹے منہ بھی خبر تک نہ لی۔ شاید ان کی نظر میں بھائی کی زندگی سے زیادہ ان کی انا کی قیمت تھی یا وہ اس لئے بھی نہ آ سکے کہ یہ سب کچھ ان کا ہی کیا دھرا تھا اگر وہ اپنے بیٹے کو روکتے اس رشتے کو اپنی انا کا مسئلہ نہ بناتے تو یہ دن نہ دیکھنے پڑتے۔

چار دنوں کے لمبے انتظار کے بعد میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا میں زبردستی وارڈ میں گھس گیا۔ میری جان فزا میری آنکھوں کے سامنے تھی مگر افسوس نہ میں اسے مخاطب کر سکتا تھا نہ وہ مجھے کچھ بول سکتی تھی۔ میں کتنا بے بس تھا کہ کچھ بھی نہ کر سکتا تھا۔ اس کا سرخ سفید چہرہ مرجھا چکا تھا۔ حنائی ہاتھ پیلے پڑ گئے تھے تبھی ڈیوٹی پر موجود نرس نے مجھے باہر نکال دیا۔ اسی دن چار بجے کے قریب میری جان میری محبت فزا کی سانسیں اکھڑنے لگیں ڈاکٹروں کی تمام تر کوششوں کے باوجود قضا نے اپنے پنجے کس لئے فزا نے دو چار ہچکیوں کے بعد جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ ری چاہت میرا ساتھ چھوڑ گئی اس نے وہاں بسیرا کر لیا جہاں تک ہماری آواز نہیں پہنچ سکتی۔ وہ وہاں چلی گئی جہاں سے لوٹ کر آنے کی ہمت کوئی نہ کر سکا۔ میں جیسے تہی دامن ہو چکا تھا بہت رازداری سے فزا کی میت کو ہسپتال سے نکالا گیا کہ معاً چاچو فیروز کو خبر نہ ہو کیوں کہ وہ بھی ابھی خطرے کی حالت سے نہ نکلے تھے۔ نہ جانے کتنے آنسوؤں اور سسکیوں کے بعد فزا کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ میں خالی ذہن بس دیکھتا رہا۔ دوسرے دن بائی نے مجھے ساتھ لیا اور واپس ہسپتال آئے ساتھ کچھ دوسرے فرد بھی تھے۔ جب چاچو فیروز نے آنکھیں کھولیں اک ٹک سب کو دیکھا پھر خفیف سے اشارے سے بھائی کو پاس

...وں اور اٹک اٹک کر کیا کہا کہ بھائی کی چیخیں نکل پڑیں۔ پھر انہوں نے بھائی کو اشارے سے کچھ سمجھایا کہ بھائی آنسوؤں سے تر دامن لئے باہر نکل گئے۔

آج شام کو وہ کچھ پرسکون دکھائی دیئے والدہ سے دکھ سکھ کی باتیں بھی کیں مجھ سے بھی مخاطب ہوئے ہم سب خوش تھے کہ اب وہ جلد ہی ٹھیک ہو جائیں گے اور پھر ہم انہیں سب کچھ بتا دیں گے۔ مجھے ڈاکٹر نے دواؤں کی لسٹ تھمائی کہ جلدی سے یہ دوائیں لے آؤ۔ میڈیکل سٹور ہسپتال کے سامنے ہی تھا میں ابھی سٹور سے دواؤں کی تھیلی وصول ہی کر رہا تھا کہ مجھے اک چیخ سنائی دی میں اس آواز کو بھری بھیڑ میں بھی پہچان سکتا تھا۔ الٹے پاؤں اندر کو دوڑا جب اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ چچی زور زور سے اشک بار تھیں جبکہ چچا جان کا تکیہ اور فرش کا کچھ حصہ ان کی خونی قے کی وجہ سے سرخ ہو گیا تھا۔ اتنا خون دیکھ کر میرا تو دماغ شل ہو گیا۔ ڈاکٹروں کے آنے سے پہلے ہی انہوں نے آخری ہچکی لی اور سانسوں کی ڈوری ٹوٹ گئی۔ پہلے ہی کیا کم ستم ہوا کہ اب میرے سائبان نے بھی مجھ سے منہ موڑ لیا۔ پہلے زندگی کے ساتھی سے ہاتھ دھوئے اب اک مہربان اک باوفا اک غم خوار اور شفیق چاچو نے داغ مفارقت دے دیا۔ مجھے سنگ دل اور پرخار راہوں پہ پتھروں سے سر ٹکرانے کے لئے اکیلا چھوڑ دیا۔ قدرت نے مجھ سے مسرا باپ چھینا، مجھے رسوا کیا، مجھے جگہ جگہ کی خاک چھاننی پڑی میں صبر کیا مگر شاید اپنوں کے روپ میں چھپے بھیڑیا صفت کچھ لوگوں کو یہ سب کم لگا کہ انہوں نے اتنے اوچھے وار کر ڈالے کہ میری روح بھی زخمی ہو گئی۔ شاید اب انہیں کچھ سکون مل گیا ہو۔ جب میرے دامن میں سوائے اشکوں کے کچھ نہ بچا میری تمام تر عزیز ہستیاں مجھ سے دور جا بیٹھیں میں صحرا میں کھڑے واحد درخت کی طرح تنہا ہو گیا۔

چاچو کو ہم سے بچھڑے ہوئے اک ماہ ہونے کا تھا کہ وقار انکل جو چاچو کے ہمراز اور اچھے انسان ہونے کے ساتھ ساتھ اس علاقے کے بہترین وکیل بھی تھے وہ تشریف لائے ساتھ ہی چچی جان بھی تھیں انہوں نے کاغذات کا اک پلندہ ہمارے سامنے رکھا۔ مختلف نشان زدہ جگہوں پر میرے چچی اور بھائی کے دستخط کروائے کچھ ان کی یادیں ہمارے ساتھ شیئر کیں اور وہ کاغذات بھائی اور چچی کو باہم تقسیم کر دیئے ان کاغذات کی رو سے چاچو کی ساری پراپرٹی کے تین حصے ہوئے۔ ایک حصہ بچوں اور چچی کے نام، اک حصہ ہمارے بھائیوں کے لئے جبکہ اک حصہ سے غریب اور بے گھر لوگوں کے آشیانہ بنانے کے لئے وقف ہو گا۔ میرے ضبط کئے گئے تمام آنسو بہہ نکلے۔ کتنے عظیم تھے وہ جنہوں نے وقت رخصت بھی عہد وفا نبھایا نہ جانے کتنے غریب و لاچار و بے کس لوگوں کے لئے سائبان کا بندوبست کر گئے کتنے شفیق تھے وہ جنہوں نے اپنے رب سے کیا گیا وہ وعدہ نبھا دیا جس کے تحت وہ اللہ کی مخلوق سے محبت کا ثبوت دے گئے۔ اپنی جان دے دی مگر اپنی زندگی سے نکالے گئے ہر لفظ کو پورا کر کے دکھا دیا۔ جیتے جی بھائی کو دیا گیا قول نہ بھولے اور سفر آخرت پر نکلنے سے پہلے خدا کے کچھ بے سہارا بندوں کے لئے ہی سہی اپنا عہد نہ بھولے۔ خدا نے ہمیں وہ سب کچھ عطا فرمایا تھا جن کی ہمیں خواہش تھی۔ ہمیں چاچو کی شفقت ملی باوفا پیار نصیب ہوا کچھ دنوں کی باہم مشاورت اور قانونی تقاضوں کے بعد ہم نے وہ تمام پراپرٹی جو ہمیں ملی تھی، بے سہاروں اور معاشرے کے ہاتھوں ستائے گئے لوگوں کی فلاح کے لئے قائم اک مشہور ٹرسٹ کے حوالے کر دی کہ شاید اس طرح سے ان لوگوں کی کچھ دستگیری ہو سکے کہ شاید ہمارے معاشرے میں کوئی اور فیروز یوں جان نہ گنوائے کوئی اور فزا اپنی وفا کے ساتھ کسی کی ان اگھمنڈ کا شکار نہ ہو کہ شاید اس طرح سے ہی کوئی میری طرح اپنی چاہت اپنی حیات کی قربانی سے بچ سکے۔ سوچ ذرا اے انسان کیا تو یہی کارنامے یہی خون صفت شامیں اور یہی وعدہ نبھانے کے لئے اترا ہے۔ میرا دل اس سنسان اور گھٹن بھرے ماحول سے باغی ہو کر کچھ کر جاتا میں اپنے زخمی دل اور گھائل روح لئے کراچی لوٹ آیا اکثر دعاؤں میں اپنی محبت کو یاد کر کے روتا ہوں۔ خدا مجھے میری طرح سب دکھی دلوں کو قرار دے۔

■

ایک خلش دِل کی

تحریر......ایم احمد نجمی- کالا باغ

انسان جب دو کشتیوں میں اپنا پانوں رکھ دیتا ہے تو پھر کوئی بھی فیصلہ نہیں کر پاتا اور یہی الجھن اس کے لئے سزا بن جاتی ہے۔ وہ پچھتاتا رہتا ہے کہ کاش اس نے دو کشتیوں میں پانوں نہ رکھا ہوتا اور آج کسی کی قبر نہ بنتی، وہ کسی کا جنازہ نہ پڑھتا ...... ایک دل کو زخمی کر دینے والی داستان

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

رات کے تین بجے کا ٹائم تھا جب میں جہلم ریلوے سٹیشن پر ٹرین سے اترا تو پلیٹ فارم پر ہُو کا عالم طاری تھا۔ گاڑی کے آنے سے پلیٹ فارم پر سوئی ہوئی زندگی نے ہلکی سی انگڑائی لی۔ میری طرح دو چار مسافر جو اس وقت ٹرین سے اترے تھے۔ میں بھی خاموشی کے اس عالم میں پلیٹ فارم سے باہر آیا تو سردیوں کے موسم میں وہاں اس وقت رکشہ اور ٹیکسی سٹینڈز دونوں ہی خالی تھے۔ ہاں البتہ وہاں تانگہ سٹینڈ پر ایک تانگہ موجود تھا میں آہستہ آہستہ اس کے قریب جا پہنچا۔ تانگے کی فرنٹ سیٹ پر ایک بزرگ کھانستا ہوا اور جمائی لیتا ہوا نظر آیا۔ میرے قریب پہنچنے پر بولا۔ بیٹا آپ نے کہاں جانا ہے؟ کھانسی کے اتار چڑھاؤ میں ڈوبی ہوئی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ میں نے کہا۔ جی مجھے گاؤں جانا ہے۔ بیٹا اسی روپے کرایہ لگے گا۔ کوچوان بابا کی کھانسی قدرے تھم چکی تھی اور اس نے چادر اپنے اوپر اوڑھتے ہوئے کہا۔ ابھی ہماری کرایہ کے بارے بحث جاری تھی کہ تین مسافر جو میرے ساتھ ہی ٹرین کی اگلی بوگی سے اترے تھے، سٹیشن سے باہر آئے۔ اس مدھم سی روشنی میں انہیں بھی ایک تن تنہا تانگہ ہی نظر آیا تو ان کے قدم بھی اسی طرف اٹھنے لگے۔ تب میں کرایہ طے کر کے کوچوان بابا کے پہلو میں فرنٹ پر بیٹھ چکا تھا۔ کوچوان بابا نے گھوڑے کے راس سنبھالے ہی تھے کہ سٹیشن گیٹ کی طرف سے ایک نسوانی آواز فضا میں بلند ہوئی۔ ارے تانگے والے رکنا ذرا۔ کوچوان بابا نے گردن گھما کر میری طرف دیکھا تو میں ان بوڑھی نظروں کا مفہوم سمجھ گیا۔ میں نے کہا کہ چلو بابا مجھے کوئی اعتراض نہیں انہیں بھی ساتھ بٹھا لیں۔ رات کے اس پہر میں سردی میں ٹھٹھراتے ہوئے کہاں جائیں گے جبکہ دور دور تک کوئی سواری بھی نظر نہیں آتی۔ ان لوگوں کے پاس سفری دو وزنی بیگ اور ایک ٹوکری بھی تھی جو گھسیٹتے ہوئے تانگہ کے قریب آ پہنچے۔ خاتون ایک ٹانگ سے معذور تھی۔ اس لئے وہ بیساکھی کے سہارے چل رہی تھی۔ قریب پہنچتے ہی کوچوان بابا سے پوچھا کہ یہ تانگہ کہاں جائے گا اور کتنا کرایہ لو گے۔ فلاں گاؤں جانا ہے بی بی جی۔ بابا نے مختصر جواب دیا۔ دوسری طرف سے خاتون بولی کہ بابا جانا تو ہم نے بھی وہیں ہے پر کیا کرایہ لو گے۔ بابا بولا کہ ساٹھ روپے نہیں یہ تو زیادہ ہیں۔ خاتون بولی۔ بالآخر بابا کوچوان نے گھوڑے کی باگیں کھینچ کر کہا کہ نہیں بی بی اس سے کم نہیں ہو گا جانا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ ہم چلے ہیں۔ ابھی گھوڑا چلنے ہی والا تھا کہ میں نے ہاتھ بڑھا کر بابا کو روکنے کا کہا اور خاتون سے احتراماً بولا
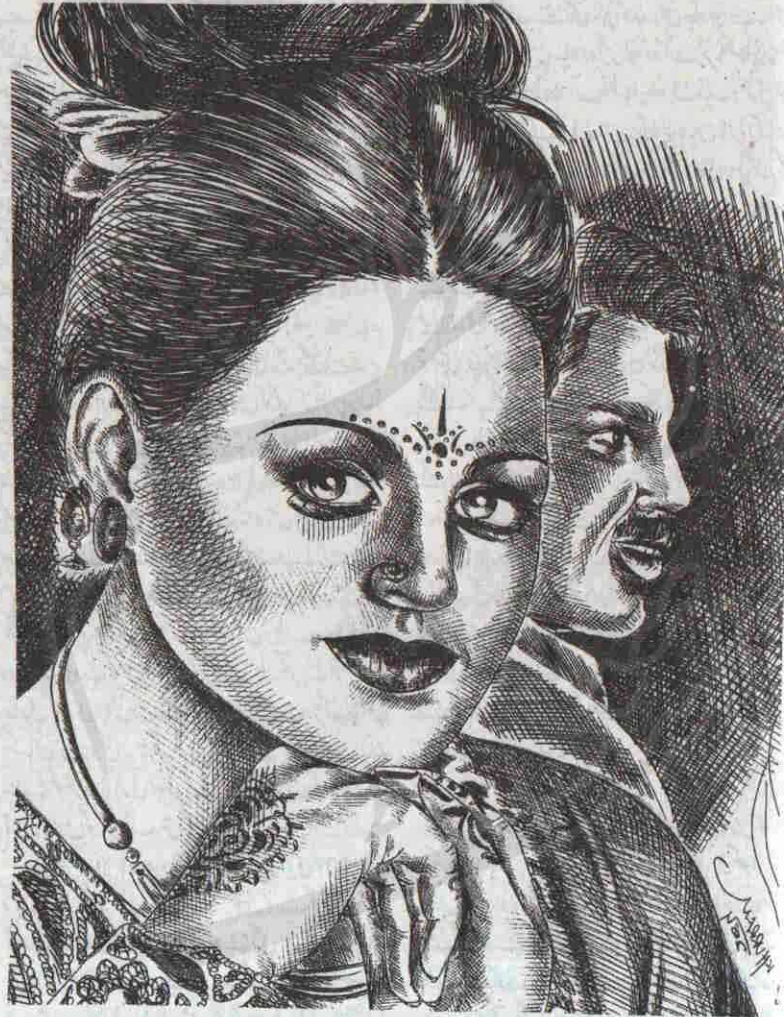
کہ خالہ جان آپ تانگے پر بیٹھیں کرائے کی کوئی فکر نہ کریں۔ جیتے رہو بیٹا اگر محسوس نہ کرو تو میں ایک ٹانگ سے معذور ہوں مجھے پچھلی سیٹ پر بیٹھنے میں دقت ہوتی ہے۔ خالہ جان مجبوری یہ ہے کہ پیچھے بیٹھنے میں مجھے بھی تکلیف ہوتی ہے خیر اگر آپ نے بیٹا کہا ہے تو فرنٹ سیٹ پر میرے ساتھ ہی بیٹھ جائیں۔ چلو بیٹا ٹھیک ہے جیسے تم کہتے ہو میں تمہارے ساتھ اور میرے بیٹی بیٹا پیچھے بیٹھ جاتے ہیں۔ چلو کوثر اور بنارس دونوں بہن بھائی پیچھے بیٹھ جاؤ۔ بابا جی ذرا یہ سامان تو رکھ دو۔ خاتون کی بات سن کر کوچوان بابا نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ پتر میرے گھٹنے درد کرتے ہیں اگر تم ان کا سامان رکھ دو تو مہربانی ہوگی۔ جی کوئی بات نہیں میں ابھی رکھ دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر میں نیچے اترا، بیگ جو کافی وزنی تھے پچھلی سیٹ پر نیچے رکھ دیئے اور دونوں بہن بھائیوں کو کہا کہ تم بیٹھ جاؤ لیکن میری اس بات پر بچے نے ایک مسئلہ کھڑا کر دیا کہ نہ نہ میں تو امی کے پاس بیٹھوں گا۔ وہ اپنی ضد پر اتر آیا تھا تو پھر میں نے کہا کہ اچھا بابا تم آگے بیٹھو میں پیچھے بیٹھ جاتا ہوں۔ خالہ نے وقت کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے کہہ دیا کہ اچھا بیٹا تم میری بیٹی کوثر کے ساتھ پیچھے بیٹھ جاؤ۔ میں بھی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ سڑک جو شہر میں ریلوے روڈ کی تھی وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی۔ اس لئے تانگے نے تو سفر کی ساری کسر ہی نکال دی۔ شہر سے باہر نکلتے ہی سڑک بالکل سنسان سی ہو گئی۔ تانگہ فراٹے بھرنے لگا۔ رات کے سناٹے کو مجروح کرتی ہوئی کرتی ہوئی گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز کانوں کو بھلی لگ رہی تھی۔

موسم ہلکا ہلکا سرد تھا کیوں کہ فروری 2007ء کا ویک اینڈ تھا۔ اب میں نے کنکھیوں سے کوثر کو دیکھنا شروع کیا تھا کیونکہ نہ چاہتے ہوئے بھی میری نظریں خود بخود اس کا تعاقب کرنے لگ جاتیں۔ ایسا خوبصورت چہرہ میں نے اپنی زندگی میں کم ہی دیکھا تھا۔ اس نے کتان سلک کی عنابی کلر کی زریں پوشاک پہنی ہوئی تھی اور اس کلر کی چادر پر خوبصورت کڑھائی دیدہ زیب لگ رہی تھی۔ کانوں میں آویزاں گولڈن جھکے، خوبصورت ستواں ناک میں تبسم فیروزی لونگ اس کے حسن کو چار چاند لگا رہے تھے۔ کالی سیاہ گھنی زلفیں بڑی خوبصورتی کے ساتھ مقید تھیں۔ اس جائزے کے دوران مجھے محسوس ہوا کہ دوسری طرف سے بھی یہی کارروائی جاری ہے۔ اسی دوران ہماری نظریں چار ہوئیں تو کوثر نے شرما کر اپنا پہلو بدل لیا۔ اس وقت ہمارے درمیان صرف ایک ٹوکری ہی حائل تھی جس پر ایک طرف اس نے اپنا بایاں بازو رکھا ہوا تھا اور دوسری طرف میرا دایاں بازو تھا۔ کافی دیر گزر گئی جب اس نے میری طرف نہ دیکھا تو میں نے دانستہ طور پر ٹوکری کو ہلکا سا سرکا دیا۔ اس سے پہلے کہ ٹوکری سیٹ سے نیچے گرتی ہم نے یکبارگی سے ٹوکری کو آگے سے پکڑا اور غیر ارادی طور پر میرا ہاتھ اس کے ہاتھ پر چلا گیا۔ میں بھی تو یہی چاہتا تھا کہ اس سے کوئی بات کرنے کا طریقہ نکلے۔ آپ فکر نہ کریں میں ٹوکری پکڑے رکھتا ہوں۔ میں نے مسکراتی نظروں سے دیکھا تو اس کے شیریں لہجے میں مجھے اپنے لئے ایک خاص تعلق سانس لیتا محسوس ہوا تھا۔ وہ ذرا دیر تک مجھے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ دیکھتی رہی اور پھر اپنا رخ دوسری طرف پھیر لیا۔ میں نے گردن گھما کر اس کی ماں کو دیکھا تو وہ بنارس کا سر اپنے کاندھے سے لگائے ہم دونوں سے بے خبر اپنے ہی خوابوں خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی۔ ٹکاٹک ٹکاٹک سفر کٹ رہا تھا میں کوثر کے اور شاید وہ میرے خیالوں میں گم تھی کہ اچانک اس کی ماں کی آواز آئی تھی۔

بابا جی یہ سامنے والی پلی کے پاس تانگہ روکنا۔ اٹھو بنارس بیٹا گھر آ گیا ہے۔ کوثر کی ماں نے بنارس کا شانہ پکڑ کر ہلایا اور وہ بیدار ہو گیا۔ کوچوان بابا نے گھوڑے کی راس کھینچی اور تانگہ رک گیا۔ وہ لوگ نیچے اترے تو میں نے بھی تانگے کی پچھلی سیٹ سے دونوں وزنی بیگ اتار کے نیچے رکھ دیئے اور میں مؤدبانہ لہجے میں بولا کہ خالہ جی میرے لائق اگر کوئی خدمت ہو تو؟ بیٹا سدا جیتے رہو اور سکھی رہو اگر برا نہ مناؤ تو یہ وزنی سامان اگر ہمارے گھر چھوڑ دو تو بیٹا آپ کا بہت بڑا احسان ہو گا کیونکہ میں تو ایک ٹانگ سے معذور ہوں اور بنارس تو تمہارے سامنے ہے وہ چھوٹا ہے۔ میں نے کہا۔ خالہ جی اس میں برا منانے والی کون سی بات ہے مجھے نیکی کرنا بہت اچھا لگتا ہے۔ میں نے ایک بیگ سر پر رکھا اور دوسرا شانے پہ لٹکایا اور ان کے ساتھ چلنے سے پہلے مجھے اپنے گھر کا خالہ جان نے پتہ بتاتے ہوئے انگلی کے اشارے سے کہا کہ وہ سامنے جو سفید رنگ کا انرجی سیور بلب جل رہا ہے وہی ہمارا گھر ہے۔ سڑک سے تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر ایک پرشکوہ عمارت کھڑی دعوتِ دیدار دے رہی تھی۔ میں چل پڑا سڑک سے اتر کر پگڈنڈی پر میرے قدم اٹھنے ہی لگے۔ اتنے میں خالہ جی کوچوان بابا سے بولیں کہ تم ذرا دو منٹ ادھر ہی ٹھہرنا ابھی آتے ہی ہیں۔ کوثر ٹوکری اٹھائے میرے ساتھ یوں چلنے لگی جیسے جنم جنم کا ساتھ ہو۔

جب ہم دونوں خالہ جان سے کچھ ہی فاصلے پر آگے نکل آئے تو میں نے موقع کی غنیمت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کوثر سے کہا کہ ایک بات کہوں خفا تو نہیں ہوں گی آپ۔ کہئے جناب۔ کوثر نے دھیرے سے کہا۔ کوثر تم مجھے بہت اچھی لگی ہو میرا نام احمد ہے اور میں ریٹائرڈ فوجی شیر محمد کا بیٹا ہوں۔ اکلوتا ہونے کے باوجود بھی میں نے اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آرمی جوائن کی ہے۔ پندرہ دن کی چھٹی پر اپنے گھر آ رہا ہوں اور یہ میرا فون نمبر ہے۔ میں نے اسے زبانی اپنا فون نمبر بتا دیا کیونکہ وقت بہت کم تھا۔ سامان گیٹ پر رکھ کر واپس پلٹا تو خالہ جی نے میری پیٹھ پر تھپتھپاتے ہوئے شفقت بھرے لہجے میں کہا تھا کہ بیٹا کسی اچھے خاندان کے لگتے ہو کیا نام ہے تمہارا۔ جی میرا نام احمد ہے اور گاؤں کا رہائشی ہوں۔ اچھا بیٹا ابھی تو میں تمہیں روک نہیں سکتی کہ کوچوان بابا تمہیں واپسی کا راستہ دیکھ رہا ہے۔ کبھی تھوڑا سا وقت ملے تو ہمیں خدمت کا موقع دے کر ہمارے گھر چکر ضرور لگانا۔ جی مجھے آپ کے گھر آ کر بہت خوشی ہو گی۔ میں نے کوثر کو بھرپور نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا اور سلام کر کے واپس پلٹ آیا اور پھر تانگہ پر بیٹھ کر اپنے گھر پہنچ گیا۔ گھر پہنچا تو اس وقت صبح کی اذانیں ہو چکی تھیں اس لئے امی ابو بھی نماز کی تیاری کے لئے جاگ چکے تھے۔ مجھے اچانک گھر میں پا کر ان کے چہرے خوشی سے دمک اٹھے تھے۔ میرے والد فوج سے ریٹائرمنٹ کے بعد اب گاؤں میں ہی زمینوں کی کھیتی باڑی جو ہو سکتی تھی کرتے تھے۔

احمد کے ابو اچھا ہوا کہ احمد چھٹی آ گیا۔ امی ناشتے کے دوران ابو سے مخاطب ہوئیں۔ اب یہ میرے ساتھ صبح چک سواری جائے گا کیونکہ میری امی کا تعلق چک سواری آزاد کشمیر سے تھا۔ امی بتاتی ہیں کہ تمہارے ابو نے عہد جوانی میں ان سے پسند کی شادی کی تھی۔ امی نے ناشتے کے وقت مجھے کہا کہ بیٹا تم نے کافی لمبا سفر کیا ہے لہٰذا آج سارا دن آرام کرو اور صبح تمہاری انگلینڈ والی خالہ سے ملانے چک سواری لے کے جانا ہے کیونکہ وہ تمہیں اکثر یاد کرتی رہتی ہیں اور پھر انہوں نے بھی واپس انگلینڈ جانا ہے۔ ٹھیک ہے مریم چلے جانا مجھے تو کوئی اعتراض نہیں لیکن جلدی واپس آنا کیونکہ احمد کی چھٹی کم ہے اس لئے میں بھی اپنے بیٹے کے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتا ہوں۔ ابو نے محبت اور شفقت بھرے لہجے میں کہا تھا۔ سفر کی تھکاوٹ کی وجہ سے دن رات کے گزرنے کا پتہ بھی نہ چلا صبح اٹھ کر نماز پڑھی اور پھر کچھ دیر آرام کرنے کے بعد فریش ہو کر ناشتہ کیا اور امی کے ساتھ کشمیر کا سفر شروع ہو گیا۔

کشمیر جنت کی نظیر واہ کیا بات ہے خوبصورت سرسبز و شاداب وادیاں برف سے ڈھکی امبر بوس چوٹیاں، چیڑ سرو اور چنار کے درخت سیب، ناشپاتی، خوبانی کے باغات و میوہ جات دل و دماغ کو مسرور اور آنکھوں کو ٹھنڈک بخش رہے تھے کہ پتہ بھی نہ چلا ماموں کے گھر پہنچ گئے۔ ماموں ممانی اور ان کے چاروں بچے ہمیں اپنے درمیان پا کر گلاب کی طرح کھل اٹھے۔ میرا ماموں زاد عارف آٹھویں جبکہ چھوٹا بھائی طارق چھٹی کلاس میں پڑھتا تھا۔ میرے ماموں کی بڑی بیٹی شگفتہ ایف اے کر کے تعلیم سے منہ موڑ چکی تھی اور اس کا رشتہ بھی انگلینڈ والی خالہ نے اپنے بیٹے نبیل کے واسطے مانگ لیا اور دو ماہ بعد ان کی شادی قرار پائی تھی۔ چھوٹی بیٹی امبر تو ابھی میٹرک

کے امتحان کی تیاریوں میں مصروف تھی۔ ماموں کی خواہش تھی کہ شگفتہ کی طرح امبر بھی انگلینڈ جائے مگر خالہ کا بیٹا نبیل ہی ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھی۔ میری دوسری خالہ کا گھر قریب ہونے کی بنا پر ہماری آمد کی اطلاع سنتے ہی فوراً ملنے چلی آئیں۔ امی سے بغلگیر ہوئیں میری جبیں پر بوسہ دیتے ہوئے بولیں۔ ماشاء اللہ میرا بیٹا احمد تو جوان ہو گیا ہے مریم۔ ہاں نورین آپا اللہ کی چیز ہے اللہ سب کے بچوں کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ سب نے یک زبان آمین کہا تھا۔ پھر میں نے حال احوال کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ خالہ جی نبیل کیسا ہے۔ سب ماشاء اللہ ٹھیک ہیں۔ نبیل تو ماشاء اللہ تمہاری طرح خوب لمبے قد کا مالک بن گیا ہے۔ پھر بڑی خالہ سے ان کے بچوں کے بارے میں پوچھا یوں حال احوال کا سلسلہ چلتا رہا تو جب امی نے ثانیہ اور سندس کے رشتے کی بات بڑی خالہ سے کی کہ دونوں میں سے ایک کو میرے احمد کے ہی نام کر دو تو خالہ کہنے لگی کہ ثانیہ سندس دونوں کے رشتے ان کے باپ نے اپنی بہن کو ہی دے دیئے ہیں۔ امی جو کافی دیر سے میری خالہ کی باتیں سن رہی تھی دکھ بھرے لہجے میں بولیں۔ نورین آپا میں نے کئی مرتبہ بھائی علی احمد سے اپنے بیٹے احمد کے لئے شگفتہ کے رشتے کی بات کی مگر انہوں نے کبھی مثبت جواب نہیں دیا۔ ہمیشہ ٹالتے ہی رہے ہیں۔ مجھے آج پتہ چلا کہ وہ کیوں ٹالتے رہے ہیں۔ ٹھیک ہے شگفتہ نبیل کے نام ہو گئی تو کوئی بات نہیں اب ثانیہ یا سندس میں سے ایک نہ ایک میری بہو ضرور بنے گی۔ اپنے رشتے کی اولادوں پر میرا بھی حق بنتا ہے۔ امی نے تاسف بھرے لہجے میں کہا تھا۔ مریم بہن سچ پوچھو تو بھائی علی احمد اس رشتے کے لئے کبھی بھی نہیں مانیں گے کیونکہ وہ ماضی کی ان تلخیوں کو ابھی تک نہیں بھلا پائے جب تم احمد کے ابو شیر محمد کے ساتھ راتوں رات گھر کی دہلیز پار کر گئیں تھیں اور خاندان بھر میں ہماری ناک کٹوا دی تھی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں اپنی بیٹیوں کے رشتے راہ چلتے فقیروں سے کر دوں گا مگر شیر محمد کے بیٹے کو نہیں دوں گا۔ اس سے پہلے کہ خالہ مزید کوئی تیر طنز بھرے لہجے میں امی کے کلیجے میں اتارتیں امی نے سختی سے انہیں چپ کرا دیا۔

میں اس وقت اندر کمرے میں سندس کی قربت میں خوش گپیوں میں محو تھا کہ امی نے بیخ پا ہو کر فوراً واپسی کے لئے مجھے آواز دی۔ احمد بیٹا اٹھو جلدی باہر نکلو ہم ابھی واپس گھر جائیں گے۔ اب یہ عالم تھا کہ ممانی اور خالہ نورین اور شگفتہ وغیرہ سبھی امی کو دلاسے دے رہے تھے امی کے غم و غصے کو کم کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے اور امی روتے ہوئے کہہ رہیں تھیں۔ نہیں رکوں گی بالکل نہیں ایک پل بھی اس گھر میں نہیں ٹھہروں گی۔ کیا ظلم ہے قہر خدا کا خون اتنا سفید ہو چکا ہے کہ بہن بھائیوں میں دید لحاظ اور ایک رتی برابر بھی پیار باقی نہیں رہا۔ عین اسی لمحے میرے ماموں بھی گھر آ گئے اور شور شرابہ سن کر اس نے ممانی کو جھڑک دیا بلکہ اگر ہم نہ پکڑتے تو آج ممانی کی بھی اچھی خاصی پٹائی ہو جاتی۔ ماموں نے امی کے آنسو پونچھے مشفقانہ لہجے میں بولے۔ مریم بہن میں ابھی زندہ ہوں ناں فکر نہ کر تو جو چاہے گی وہی ہو گا۔ ارے پگلی تو دل کیوں چھوٹا کرتی ہے۔ ماموں کا پیار ہم سب کی آنکھیں نم کر گیا اور پھر ماموں نے ہمیں پورے ایک ہفتہ واپس نہ آنے دیا۔ اس دوران سندس نے مجھے بہت متاثر کیا ہر وقت میرے ادر گرد گھومتے رہنے سے مجھے اپنے نزدیک کرنے پر مجبور کر دیا تھا لیکن میرا کوئی بھی ارادہ اسے اپنی قسمت میں لانے پر متاثر نہ کرتا تھا۔ صبح آنکھ کھلتے ہی وہ امی کی خدمت میں لگ جاتی اور رات کو اپنی ماں سے چپکے چپکے میری امی کے پاؤں دباتی۔ امی اس کی ان دیدہ زیب عادتوں سے بے حد متاثر ہوتیں لیکن یہ سب کام سندس کی امی کو بالکل پسند نہ تھے وہ اسے خواہ مخواہ ڈانٹ دیتی تھیں کہ تمہارے امتحان سر پر ہیں اور تم ہو کہ پڑھائی کی طرف بالکل ہی توجہ نہیں دے رہی ہو۔ مگر یہ سب باتیں سندس کے سر کے اوپر سے ہی گزر جاتیں۔ جس دن صبح ہم کو اپنے گاؤں کا سفر کرنا تھا عین اسی رات امی نے ماموں علی احمد کو منا ہی لیا تھا اور بالآخر امی نے سندس کو میرے نام منسوب کر ہی دیا۔ امی نے صبح ہی صبح سب کے سامنے سندس کو میرے نام کی انگوٹھی پہنا کر اعلان منگنی کر ہی دیا۔ سندس تو انگوٹھی پہن کر شرم کے مارے دھڑکتے دل سے اندر کمرے میں دوڑ گئی جبکہ میں کچھ ہی فاصلے پر کھڑا بت بنا سوچوں کے محور میں ڈوب گیا۔ ایک اور رات بھی امی اور ماموں کے فیصلوں نے مجھے واپس نہ جانے دیا۔ پوری رات میں عجیب و غریب الجھنوں میں گرفتار رہا کہ آناً فاناً یہ سب کچھ کیا ہو گیا۔ تمام رات میرے دل و دماغ کی سکرین پر کبھی اس تانگے والی مسافر کوثر کی معصومانہ تصویر بنتی تو کبھی سندس کے نین و ناز نقش کی۔ میں تو ایک سرد آہ لئے خاموش ہی رہ گیا کہ اچانک اتنے بڑے فیصلے کیسے ہو گئے۔ صبح ہوئی تو امی نے سندس کو باقاعدہ منگنی کا جوڑا پہنایا اور مٹھائی منگوا کر تقسیم کی اور پھر ہم ماں بیٹا ان لوگوں کی ڈھیر ساری محبتیں اور چاہتیں سمیٹ کر اپنے گھر کو لوٹ آئے۔

گھر پہنچ کر امی نے سب سے پہلے یہ خوشخبری ابو کو سنائی تو وہ بہت ہی مسرور ہوئے اور پھر باتوں باتوں کے دوران ابو نے مجھے بتایا تھا کہ ہمارے پی ٹی سی ایل کنکشن پر کسی کوثر نامی لڑکی کی کالیں آتی رہی ہیں تمہارے نام۔ ابو کے استفسار پر میں نے انہیں اس رات کا قصہ مختصراً سنا ہی دیا۔ کوثر نے مجھے فون کیا ہے اور بار بار کیا ہے۔ اسی خیال سے میرا من گدگدانے لگا میں اٹھ کر اسی وقت کمرے سے باہر آیا اور اس وقت ظہر کی نماز کے لئے مسجد جانے لگے تو میں نے موقع کو غنیمت جانا اور موٹر سائیکل سٹارٹ کی تو امی پوچھنے لگیں کہ بیٹا ابھی تو تم کشمیر سے واپس آئے ہو پر کہاں جانے کا ارادہ بن گیا ہے۔ امی ایک دوست کو ملنے جانا تھا اچانک مجھے بیٹھے بیٹھے اس کا خیال آیا ہے۔ اگر آج بھی نہ گیا تو وہ ناراض ہو جائے گا۔ اچھا ٹھیک ہے بیٹا جاؤ لیکن موٹر سائیکل آہستہ چلانا جاؤ فی امان اللہ۔ ماں نے دعا دیتے ہوئے کہا۔ میں جب کوثر کے گھر پہنچا تو اس کی ماں نے ہی دروازہ کھولا۔ مجھے دیکھتے ہی کھلکھلا اٹھیں آؤ آؤ زہے نصیب۔ بیٹا تمہیں گئے ہوئے کتنے دن گزر گئے ہیں لیکن تم نے تو واپسی کا سوچا بھی نہیں تھا۔ کوثر نے کئی مرتبہ فون کر کے تمہارے بارے میں پوچھا تو ہر مرتبہ تمہارے ابو کال ریسیو کرنے کے بعد یہی کہتے تھے ابھی تو وہ کشمیر سے واپس ہی نہیں آئے تو پھر جواباً میں نے اپنے ہفتہ بھر کی مصروفیات ان کے سامنے بیان کر ہی دی لیکن سندس سے منگنی والی بات ان سے چھپا گیا۔ باتوں کے سلسلے کے دوران کوثر کچن سے مختلف لوازمات کے ساتھ چائے کی ٹرے میں سجائے میرے سامنے رکھی میز پر رکھتے ہی دو کپوں میں چائے ڈالتے ہوئے بڑی نروس ہو رہی تھی۔ چائے کی چسکیاں بھی چلتی رہیں اور باتوں کا سلسلہ بھی بلکہ باتوں باتوں میں کوثر کی امی نے میرا مکمل بیک گراؤنڈ معلوم کرنے کے بعد اپنا خاندانی پس منظر بھی بیان کیا۔

اب رُت بدل رہی تھی موسم خزاں بھی آہستہ آہستہ ختم ہی ہو گیا تھا اس کی جگہ رنگ و بو میں ڈوبی خمار آلود بہار نے لے لیا تھا۔ پیڑوں کی بے برگ شاخوں پہ نئی کونپلیں پھوٹ رہی تھیں جگہ جگہ پھولوں کی نئی کیاریوں میں شگوفے کھل رہے تھے۔ دن بڑھنے اور راتیں سکڑنے لگیں تھیں۔ جہلم وارد گرد میں بدلتی رت کا موسم بہت ہی دلنواز ہو رہا تھا۔ میں کرسی پر بیٹھا صحن میں لگے خوبصورت پھولوں کو بغور دیکھے جا رہا تھا لیکن بیٹھے بیٹھے سوچوں کے عمیق سمندر میں غرق ہو گیا۔ میں نے جو چائے کا ہاف کپ خالہ کی کسی بات پر میز پر رکھا تھا وہ تو کب سے ٹھنڈا ہو گیا تھا میں سوچ رہا تھا کہ اف اللہ اتنی جلدی میری منگنی کیسے ہو گئی۔ دل کی سکرین پر اب دو ہی تصویریں بار بار اپنا شو پیش کر رہی تھیں ایک تھی اپنی کزن سندس کی تو دوسری ایک اجنبی مسافر کوثر کی۔ دل و دماغ کی جنگ جاری تھی نہ ہی کوثر کو چھوڑ سکتا تھا اور نہ ہی سندس سے منہ موڑ سکتا تھا۔ سوچوں ہی سوچوں میں کوثر کا معصومانہ چہرہ میرے حواس پر چھاتا جا رہا تھا۔ میں نہ جانے اور کتنی دیر انہی سوچوں میں ڈوبا رہتا کہ کوثر کی ماں نے آواز دی بیٹا تم نے باتوں باتوں میں چائے وغیرہ سب کچھ چھوڑ دیا کوثر بیٹا احمد کے کپ میں چائے ڈال دو۔ نہیں خالہ جی بس سب کچھ بہت ہو گیا ہے۔ آپ سے ملاقات بھی بہت اہم تھی۔ بس اب مجھے چلنا چاہئے اگر زندگی کی

سانسوں کی ڈوریں باقی رہیں تو ان شاء اللہ اگلی چھٹی پر دوبارہ ملاقات ہوگی آپ کی محبتوں اور چاہتوں کو میں کبھی بھی فراموش نہیں کر پاؤں گا۔ اچھا خالہ جی میں چلتا ہوں مجھے ایک کام کے سلسلے میں ابھی سرائے عالمگیر بھی جانا ہے۔ میں کلائی پر بندھی گھڑی دیکھتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ کوثر اپنی سہیلی تہمینہ کے ساتھ مجھے مین گیٹ تک خدا حافظ کہنے آئی۔ پھر کب آؤ گے کوثر نے دھیمی سی آواز میں پوچھا۔ میں نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا کہ جب یاد کرو گی میں حاضر ہو جاؤں گا۔ اپنائیت بھرے لہجے میں مختصر جواب دیا۔ ویسے احمد صاحب اگر اپنا فون نمبر عنایت کر دو تو آدھی ملاقات ہی ہو رہے گی۔ اف سوری وہ تو مجھے یاد ہی نہیں رہا۔ یہ لو میں نے جلدی سے ڈائری سے ایک چھوٹا سا کاغذ کا ٹکڑا کاٹا اور نمبر لکھ دیا اور پھر اس کا نمبر اپنے موبائل میں سیوڈ کر لیا اور پھر الوداع کہہ کر گھر واپس آ گیا۔

میری چھٹی ختم ہو رہی تھی تو میں نے اس کی اطلاع کوثر کو بھی کر دی تو کوثر مجھے فون پر کہنے لگی کہ احمد میں اور میری سہیلی تمہیں جہلم سٹیشن پر الوداع کہنے ضرور آئے گی اور پھر ایسا ہی ہوا کوثر اور اس کی سہیلی تہمینہ میرے سٹیشن پر پہنچتے ہی رکشہ لے کر وہ بھی ٹرین آنے سے آدھا گھنٹہ پہلے پہنچ گئیں۔ ادھر ادھر کی کچھ باتوں کے بعد کوثر نے اپنے پرس میں سے ایک گفٹ پیک نکال کر میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا کہ یہ ایک ادنیٰ سا تحفہ ہے قبول فرما لو۔ میں نے تحفہ لیتے ہوئے کوثر کی آنکھوں میں جھانکا تو وہاں نمی میں تیرتا ہوا دکھ سانس لے رہا تھا کیونکہ ٹرین پلیٹ فارم پر پہنچ گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ میرے اور میں اس کی آنکھوں میں چھپے آنسو دیکھتا۔ ٹرین کی وسل نے ہوا میں گونج کر ہمارے بچھڑنے کا اعلان کر ہی دیا۔ ہاتھ کے اشارے سے میں نے اور کوثر تہمینہ نے ایک دوسرے کو الوداع کہا تو ٹرین چل پڑی تھی۔

ٹرین فراٹے بھرتی ہوئی اپنی منزل کی طرف گامزن تھی۔ میں اپنی سیٹ پر بیٹھا کوثر کی حسین یادوں میں کھویا ہوا تھا۔ اس کا دیا ہوا گفٹ نہ جانے کب سے اپنے ہاتھوں میں لئے بیٹھا تا کہ دوسرا اسٹیشن لالہ موسیٰ پر ٹرین رُکی تو تب جا کر میں کوثر کی حسین یادوں سے واپس پلٹا اچانک خیال آیا کہ یہ گفٹ کھول کر دیکھوں تو سہی پیکنگ کھولی تو اندر سے ایک پرفیوم اور رومال برآمد ہوئے۔ رومال کے چاروں اطراف ہاتھوں سے دیدہ زیب ہفت رنگ دیدہ زیب بیل بوٹیاں خوبصورت کڑھائی کی گئی تھی۔ ایک کونے میں کوثر احمد لکھا ہوا تھا۔ رومال عطر بیز تھا۔ ریل کے ڈبے میں چاروں طرف سے اس کے پیار کی خوشبو پھیل گئی۔ پرفیوم کے نیچے سے ایک تہہ شدہ کاغذ ملا تو جلدی جلدی کھول کر پڑھنے لگا۔ لکھا تھا۔

اچھے احمد جی سلام محبت! میں نے اپنے دل کو لاکھ سمجھایا بہت روکا مگر دل تو دل ہے کسی کی کوئی بات مانتا ہی نہیں، چند روزہ ملاقات ہماری ایسے بن گئی جیسے کہ جنم جنم کا رشتہ ہو، سوچتی ہوں میں بھی کتنی نادان ہوں۔ بن سوچے سمجھے کن راستوں پر چل نکلی ہوں؟ ایک اجنبی اور پردیسی کو دل دے دیا یہ پیار و محبت کا راستہ بھی تو کٹھن راستہ ہے کہیں راستہ ہی نہ بھٹک جاؤں۔ کہیں میرے خوبصورت سپنوں کا محل نظر لگ جانے سے گر ہی نہ جائے۔ مستقبل کا یہ میری سوچوں کا شیش محل جو میں نے اپنے من میں تعمیر کیا ہے پتھر دل ظالم لوگ اسے چکنا چور ہی نہ کر دیں۔ احمد جی مجھے ابھی سے ہی ڈر لگنے لگا ہے کہ منافق لوگ کہیں ہماری پاک محبت میں کوئی دیوار نہ کھڑی کر دیں۔ یہ ظالم سماج کبھی دو پیار کرنے والوں کو اکٹھا ہوتا نہیں دیکھ سکتا لیکن پھر بھی دل میں ایک آس و امید کی کرن جگمگا رہی ہے۔ نہ جانے کیوں عجیب و غریب قسم کے وسوسے اور خدشے دل و دماغ میں انگڑائیاں لیتے رہتے ہیں۔ احمد جی کیا میں آپ کو اپنا کہہ سکتی ہوں نہ جانے کیوں رات دن میں تمہاری سوچوں میں گم رہتی ہوں شاید اسی کا دوسرا نام محبت ہے۔ مجھے میری پیاری سہیلی تہمینہ بھی کہتی ہے کہ اگر کوئی حد سے زیادہ متاثر کرے ہر لمحہ اسی کا خیال ستائے دل اس کی قربت کے بہانے ڈھونڈے تو سمجھ لو کہ تمہیں اس سے محبت ہو گئی ہے۔ احمد تم میری آنکھوں کے راستے دل میں بس گئے ہو۔ تم میری امیدوں کی کرن ہو۔ میری انجمن شوق کے دیپ ہو تم میری زندگی کے نور ہو تم۔ میری راہ حیات کی مشعل تاباں ہو تم میری زندگی کا جیون ہو تم۔ احمد جی بلکہ سچ تو یہ ہے کہ تم میرے ہو اور مجھے تم سے محبت ہے، عشق ہے پیار ہے۔ خدارا احمد جی اپنا خیال رکھنا اور جلدی لوٹ آنا۔ خدا حافظ صرف اور صرف تمہاری کوثر احمد۔

خط تھا یا ایک کھلی حقیقت پہ مبنی دستاویز تھی جس کو میں کبھی بھی بھول نہیں سکتا تھا۔ بھلاتا بھی کیسے کہ یہ راستہ تو میں نے خود ہی اسے دکھایا تھا۔ اب اسے بھلانا یہ میرے بس کی بات نہیں تھی۔ خط پڑھ کر میرا دل بری طرح دھک دھک کر اٹھا۔ اپنی محبت کی کامیابی پر مجھے بے حد مسرت ہوئی۔ میں ہواؤں میں اڑنے لگا مجھ سے یہ خوشی سنبھالے نہیں جا رہی تھی۔ میں نے لیٹر کئی بار چوما اور کئی بار پڑھا۔ پڑھ کر کتنی دیر سینے سے لگائے رکھا کہ میرے محبوب کے ہاتھوں کا محبت نامہ ہے۔ مجھے سفر کا کچھ بھی پتہ نہ چل سکا فیصل آباد کے نزدیک جنکشن ریلوے سٹیشن چک جھمرہ سٹی پلیٹ فارم پر ٹرین کا انجن فیل ہو گیا تو لوگوں کا کافی زیادہ ہجوم دیکھ کر میں بھی ٹرین سے نیچے اترا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ تو چک جھمرہ سٹی ہے جہاں میں ماموں کے ساتھ آج سے سات آٹھ سال پہلے آیا تھا اور نویں دسویں میں نے اسی ہائی سکول میں کی تھی اور دینی تعلیم قرآن مجید تو اسی مدرسہ جو کہ ریلوے سٹیشن کے نیچے مدرسہ میں ہی پڑھا تھا۔ مجھے اچانک میرے کبھی دوست یاد آ گئے تو ٹرین کے چلنے کا پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ ابھی تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹہ تک ٹرین کے چلنے کا کوئی امکان نہیں۔ میں جلدی جلدی دوڑتے ہوئے بالکل پلیٹ فارم کے نزدیکی محلہ کے اپنے کلاس فیلو اور بہت ہی پیارے دوست علی بھائی کے پاس چلا گیا جیسے ہی دروازہ کھٹکھٹایا علی نے ہی دروازہ کھولا تو حیران و پریشان ہو کر گلے ملتے ہی گلے شکوے شروع کر دیئے۔ کولڈ ڈرنک کرنے کے بعد علی اور میں تقریباً پانچ منٹ میں ہی باتیں کرتے کرتے ٹرین کے پاس پلیٹ فارم پر آ پہنچے تو اسی وقت فیصل آباد سے دوسرا انجن بھی پہنچ گیا۔ ایک دوسرے کے موبائل نمبر لے کر گلے ملے اور گارڈ نے وسل بجا کر ہمارے الوداع ہونے کا اعلان کر دیا۔ ٹرین رینگتی ہوئی چل پڑی اور ہم ایک دوسرے کو ہاتھ کے اشاروں سے بائے بائے کہتے ہوئے جدا ہو گئے۔ میں واپس اپنی سیٹ پر آ کر کوثر کے خیالوں میں براجمان ہو گیا اور کچھ ہی دیر بعد اوپر برتھ پر اپنا سفری بیگ سر کے نیچے رکھ کر اوپر چادر تان کر سو گیا۔ دوسرے دن کراچی پہنچ کر میں نے اپنی خیریت کی اطلاع سب سے پہلے اپنے امی ابو کو دی اور ساتھ ہی کوثر کا نمبر ڈائل کر دیا۔ دوسری ہی بل پر فون کوثر نے ہی اٹینڈ کیا۔ جی میں احمد بول رہا ہوں۔ ہاں جی میں نے پہچان لیا احمد جی کیسے رہا آپ کا سفر۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ کوثر تمہاری یادوں کے سہارے کٹ گیا مجھے اس بار سفر کا کچھ پتہ ہی نہیں چلا۔ میں بہت اپنائیت سے بولا۔ دوسری طرف کوثر نے کہا کہ احمد جی میرا ادنیٰ سا گفٹ بھی پسند آیا کہ نہیں۔ ہاں جان بہت اچھا لگا تمہاری طرح بہت خوبصورت تھا اور سب سے بڑھ کر وہ آپ کا خوشبوؤں سے لبریز خط جس میں تم نے وہ سب کچھ کہہ دیا جو میں سننے کا خواہشمند تھا۔ احمد جان کیا تم مجھ سے کبھی بے وفائی تو نہ کرو گے۔ بے وفائی کرنے سے پہلے یہ سوچ لینا کہ تمہاری بے وفائی میری صرف اور صرف موت ہو گی۔ نہیں جان بالکل نہیں کروں گا لیکن تمہارے منہ پر ایسے الفاظ بالکل بھی زیب نہیں دیتے اب میں دوبارہ یہ گندے الفاظ تمہاری زبان سے کبھی بھی نہ سنوں ورنہ میں آپ کے ساتھ کبھی بھی فون پر بات نہ کروں گا۔

اچھا ٹھیک ہے جان جیسے تم خوش میں بھی تمہاری خوشی میں خوش ہوں۔ اچھا ٹھیک ہے کوثر جان اپنا تم بہت سارا خیال رکھنا اور میرے جلد گاؤں واپس آنے کی دعا کرنا۔ او کے خدا حافظ اس کے ساتھ ہی کال کٹ گئی فون بند ہو گیا۔

دن رات کا سفر زندگی میں جاری رہا میں نیوی کی طرف سے خلیجی ممالک کے دورے پر فوج کی طرف سے چلا گیا۔ دوبئی، ابوظہبی سے ہو کر جب ہمارا بحری جہاز کویت کی طرف سمندر کا سینہ چیرتے ہوئے جا رہا تھا تو

مجھے وائرلیس پر والد صاحب کی وفات کی اطلاع ملی تو میں دورہ مختصر کر کے وطن واپس لوٹ آیا۔ والد صاحب کا آخری دیدار بھی میرے نصیب میں نہ ہوا۔ جب گھر پہنچا تو میرے ابو مجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تنہا چھوڑ کر شہر خموشاں میں چلے گئے تھے۔ بس گلاب کے پھولوں کی تازہ قبر میری منتظر تھی۔ میں باپ کی قبر پر لپٹ کر بہت رویا۔ ہوش وحواس سے بیگانہ تھا مجھے نہیں معلوم کہ کس کس نے مجھے گلے لگایا اور صبر و حوصلے کی تاکید کی۔ جب دل کا غبار آنسوؤں کے ذریعے نکل گیا تو اردگرد کا ہوش آیا میرے تمام عزیز واقارب میرے غم میں برابر کے شریک ہوئے۔

ذرا ہوش وحواس ٹھکانے آئے تو میں نے امی سے تنہائی میں پوچھا کہ امی جان وہ سندس لوگوں کو ابو کی فوتگی کی اطلاع دی تھی یا نہیں؟ کوئی معلوم نہیں بیٹا مجھے تو کوئی ہوش نہیں تھا۔ تیرے چچا نے ہی سب کو فون کئے تھے۔ عین انہی باتوں کے دوران سندس ہم ماں بیٹے کو تنہا پا کر ہمارے پاس آ گئی اور آتے ہی سسک پڑی مجھے ابو کا بہت دکھ ہے احمد لیکن ہونی کو کون ٹال سکتا ہے۔ اسی وقت امی اور میں بھی رو دیئے۔ کافی دیر تک ہماری سسکیوں اور آہوں کا سلسلہ جاری رہا۔ رات جیسے تیسے کانٹوں پر گزر ہی گئی لیکن جانے والے کبھی اس دیس واپس نہ آئے ہیں نہ آئیں گے۔ میں نے صبح ہی صبح کوثر کو کال کی اور ابو کی وفات کی خبر دی تو وہ کچھ ہی دیر بعد دونوں ماں بیٹی اور کوثر کی سہیلی تہمینہ تقریباً کوئی ڈیڑھ گھنٹہ بعد ہمارے گھر پہنچ گئیں۔ وہ امی کے گلے لگ کر بہت روئیں۔ جیسے ہمارا کوئی اپنوں سے بھی گہرا رشتہ ہے۔ ابو کا افسوس کیا اور ہمیں صبر کی تلقین کی۔ شام سے پہلے جب خالہ اور کوثر تہمینہ جانے لگیں تو خالہ جان نے مجھ سے پوچھا کہ احمد کتنے دن کی چھٹی آئے ہو۔ میں نے کہا خالہ جان دس دن کی تو پھر خالہ نے کہا ہو سکے تو ہمارے گھر سے بھی چکر لگا لینا۔ جی بہتر خالہ جان میں نے کہا۔ میں جیسے ہی انہیں گیٹ پر سی آف کر کے جب واپس مڑا تو سندس نے مجھے کمرے میں بلایا جہاں اور کوئی نہ تھا۔ احمد یہ کون لوگ ہیں اور یہ خاتون آپ کی خالہ کس طرح بن گئی ہیں۔ کچھ مجھے بھی پتہ چلے اور اس کے ساتھ یہ جوان لڑکیاں کیوں آپ میں اتنی دلچسپی لے رہی تھیں۔ سندس نے کچھ حیرانگی، کچھ شک اور کچھ غصے سے سوال کیا تھا تو میں نے جواب میں کہا کہ سندس یہ تم کیسی باتیں لے کر بیٹھ گئی ہو؟ میرا ان سے تعلق یا واسطہ صرف یہ ہے کہ میں ٹریننگ سے جب واپس آیا تو رات گئے پلیٹ فارم پر ان سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان کی مدد کی تھی میرا یہ نیکی کا کام انہیں پسند آ گیا بس اتنی سی بات ہے۔ میں نے سندس کو ٹالنا چاہا تھا مگر اس کے تو دل میں چور گھس گیا تھا وہ مجھے شکی نظروں سے دیکھتی ہوئی باہر چلی گئی۔

قارئین! میں آپ کو یہ بھی بتاتا چلوں کہ موبائل فون کا استعمال اس وقت بہت کم تھا اس کی جگہ زیادہ تر گاؤں اور شہروں میں پی ٹی سی ایل کے کنکشن تھے جو کہ ہمارے گھر میں بھی ابو نے کنکشن کرایا ہوا تھا تو دوسرے دن کوثر کا فون آ گیا جو کہ بدقسمتی سے سندس نے ہی کال اٹینڈ کی۔ کوثر نے کہا کہ مجھے احمد سے بات کرنی ہے۔ آگے سے سندس نے کہا کہ جو بات بھی کرنی ہے وہ مجھ سے ہی کہہ دو میں اس کی خالہ کی بیٹی ہی نہیں بلکہ اس کی منگیتر بھی ہوں میرا نام سندس ہے۔ اس کے ساتھ ہی فون بند ہو گیا۔ اچانک اوپر سے میں اسی کمرے میں آ گیا میں نے کہا سندس یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے میرا اس لڑکی سے کوئی ایسا ویسا تعلق نہیں تم نے خواہ مخواہ اس بیچاری کی ڈانٹ ڈپٹ کر دی۔ اچھا تو وہ بیچاری ہے لیکن تمہیں بہت پیاری ہے تو لے آؤ اس لاڈلی کو اس گھر میں۔ وہ پاؤں پٹختی ہوئی باہر چلی گئی اور میں اسے ہکا بکا جاتا ہوا دیکھتا ہی رہ گیا۔ اف میرے خدا یہ کیا ظلم ہے۔ میں اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر قریب ہی پڑے صوفے پر گر گیا کہ منگنی کے دوران یہ حال ہے تو شادی کے بعد کیا ہو گا۔ یہ سوچ کر ہی مجھے جھرجھری آ گئی تھی۔ کچھ کام کی مصروفیات کے پیش نظر بلکہ کئی وجوہات کی بنا پر میں کوثر سے ملے بغیر ہی واپسی کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ اگلی صبح میری روانگی ہو گئی۔ میں امی جان کی ڈھیر ساری دعائیں لے کر اشکبار آنکھو

ں سے گھر سے نکلا۔ سندس اور امی نے مین گیٹ تک چھوڑتے ہی دعاؤں سے نوازتے ہوئے الوداع کہا۔ سندس کی غم زدگی میں ڈوبی ہوئی آواز میری سماعت سے ٹکرائی کہ جاؤ میرے پردیسی تیرا اللہ نگہبان گھر کی فکر مت کرنا تم اپنا خیال رکھنا میں امی کے پاس ہوں ناں اور ہاں تم اب جلد ہی چھٹی کی کوشش کرنا تا کہ اب میں......
اس سے آگے اس کی زبان خاموش ہو گئی اور میں بھی اس کی ہلکی سی مسکراہٹ دیکھ رہا تھا۔ میں نے رکشہ پکڑا تو وہ پھر بھی دروازے پر مجھے دیکھ رہی تھی کافی دور تک وہ مجھے جاتا دیکھتی رہی لیکن پھر رکشہ نے گلی کا ایک موڑ مڑا تو وہ مجھ سے اوجھل ہو گئی۔ سٹیشن پہنچ کر ٹکٹ خریدا تو تھوڑی ہی دیر بعد ٹرین پلیٹ فارم پر پہنچ گئی۔ میں اپنی مطلوبہ سیٹ پر جا بیٹھا اور سفری بیگ اپنے اوپر والے برتھ پر رکھ کر سوچوں میں ڈوب گیا کہ اسی لمحے گارڈ نے وسل بجائی تو ٹرین رینگتی ہوئی چل پڑی۔

دریائے جہلم گرمی کے دنوں میں اپنی خوب جوانی کیطرح ٹھاٹھیں مارتا ہوا پل کے نیچے سے بہہ رہا تھا۔ پل کی لمبائی پورا ایک کلومیٹر ہے اور پورے پاکستان میں سب سے لمبا پل ہے۔ پل کراس کرنے کے بعد میں ایک بار پھر سندس اور کوثر کی باتوں میں ڈوب گیا۔ میرا یہ سفر غمگین اور سوچوں کے سمندر میں تیرتے ہوئے کٹ گیا۔ پہلی فرصت میں میں نے امی اور سندس کو کال کی اپنی خیریت سے آگاہ کرتے ہوئے ان کی خیریت دریافت کی اور فون بند ہو گیا۔ اسی لمحے مجھے کوثر کے خیال نے اپنی طرف متوجہ کیا تو کوثر کا نمبر ڈائل کر دیا۔ کوثر ہی نے کال اٹینڈ کی لیکن میرے سلام کرتے ہی اس نے فون بند کر دیا۔ میں نے پھر ملایا تو گھنٹی بجتی رہی مگر فون کسی نے نہ اٹھایا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں۔ نہ تو میں سندس کو چھوڑ سکتا تھا کہ سبھی برادری اپنے پرائے ہم سے منہ موڑ لیں گے۔ سب سے زیادہ ماں کے دل کو ٹھیس پہنچتی اور نہ ہی کوثر سے بے وفائی کر سکتا تھا۔ میں دو کشتیوں کا سوار بیچ منجدھار ہچکولے کھا رہا تھا۔ ذہن ماؤف سا ہو گیا قوتِ حافظہ جواب دے گئی۔ اکثر اسی وجہ سے سر میں درد رہتا۔ سوچ سوچ کر پاگل سا ہو گیا کہ کیا کروں کہاں جاؤں کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ ہر وقت حواس پر بوکھلاہٹ بوکھلاہٹ سی رہتی۔ ایسے میں ڈیوٹی بھی صحیح طرح سے نہیں ہو پا رہی تھی۔ ڈاکٹر نے مجھے وارڈ میں داخل کر لیا۔ تمام میڈیکل رپورٹس کلیئر تھیں۔ بظاہر درد کے سوا کوئی بیماری نہ تھی۔ پھر بھی ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق مجھے مکمل ریسٹ اور ٹریٹمنٹ دیا جا رہا تھا۔ طبیعت کچھ سنبھلی تو ڈاکٹر نے ایک ماہ کی لیو پر گھر بھیج دیا۔ یوں میں ایک بار پھر جہلم میں تھا۔

شام ہونے کو تھی جب میں جہلم ریلوے سٹیشن پر ٹرین سے اترا۔ سٹیشن سے باہر سٹینڈ پر کئی تانگے موجود تھے۔ میں نے اس کوچوان بابا کو بہت تلاش کیا جس کے تانگے پر بیٹھ کر سفر کے دوران کوثر کو دل کے آنگن میں بٹھایا تھا اور زندگی کے پہلے عشق کی ابتدا کی تھی۔ آج وہ مجھ سے ناراض تھی۔ میرا دل اس کی قربت کے لئے تڑپ رہا تھا۔ آنکھیں دیدار کے لئے ترس رہی تھیں۔ میں پہلی فرصت میں اس سے ملنا چاہتا تھا اسے منانا چاہتا تھا۔ میں نے ایک سپیشل رکشہ کرائے پر لیا اور کوثر کے گھر کا سفر شروع کر دیا۔ شام کا وقت ہو گیا تھا لیکن اندھیرا ابھی اتنا گہرا نہیں ہوا تھا۔ میں کوثر کے گھر کا دروازہ کھلنے کا منتظر کھڑا تھا۔ جب کافی دیر گزر گئی اور دروازہ نہ کھلا تو میں نے دوبارہ بیل بجائی۔ چند سیکنڈ ہی گزرے تھے کہ اندر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ کوئی دروازے تک آ کر ہی رک گیا اور پھر ہلکی ہلکی سسکیوں کی آواز سنائی دی۔ پھر ایک سرگوشی میری سماعت سے ٹکرائی۔ یہ آواز میں نے پہچان لی تھی یہ آواز کوثر کی پیاری سہیلی تہمینہ کی آواز تھی جو دھیرے سے کوثر کو کہہ رہی تھی کہ کوثر کھول دو دروازہ معاف کر دو اسے اور آنے دو اندر اس کو اس کی زبانی بھی سن لیتے ہیں کہ تمہیں کیا مجبوری تھی ہو سکتا ہے کہ جو تم نے فون پر سنا ہے وہ سب کچھ جھوٹ ہو۔ نہیں تہمینہ نہیں اسے کہو واپس چلا جائے میں بالکل نہیں کھولوں گی دروازہ۔ اب اس کا اور میرا کوئی تعلق نہیں رہا کوئی رشتہ نہیں ہے اس سے میرا۔ کچھ ہی لمحے سکوت طاری رہا

پھر کسی کے تیز تیز قدموں کے واپس جانے کی آواز سنائی دی۔ گلی میں اس دروازے کے امنے سے گزرتے ہوئے آتے جاتے لوگ مجھے عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے سوچا اگر کسی محلے دار نے پوچھ لیا کہ آپ کیوں اتنی دیر سے یہاں کھڑے ہیں تو کیا جواب دوں گا۔ میں دل پر پتھر رکھ کر واپس اپنے گھر کو چل دیا۔

دوسروں کو سمجھانا، راہ دکھانا، صحیح اور غلط راستے کی تمیز کرانا بہت آسان ہے لیکن خود کو سمجھانا اپنی راہ بدلنا بے حد مشکل کام ہے۔ دل کے فیصلے جذبات کی چھڑی سے کر کے اکثر و بیشتر انسان کو ذلیل و خوار کر دیتے ہیں۔ جب کہ دماغ ہمیشہ عقل کی بات کرتا ہے۔ اس لئے کوثر میرے جذبات پر بُری طرح حاوی ہو چکی تھی کیونکہ دل سندس کی بجائے کوثر کو ترجیح دیتا تھا مگر اب دماغ ان سب سے جیت میں آگے نکل رہا تھا کیونکہ وہ میری منگیتر سندس کا پلڑا بھاری کر چکا تھا۔ میں گھر پہنچنے سے پہلے کوئی فیصلہ کرنا چاہتا تھا اور بالآخر میرے فیصلے کے آگے دِل کو ہار ماننا پڑی کیونکہ میں ان دونوں کا جج تھا میں نے سوچ سمجھ کر دماغ کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ گھر پہنچتے ہی مجھے رات ہو گئی میں جب گاؤں پہنچا تو عشاء کی اذانیں ہو چکی تھیں۔ دروازے پر لگی کال بیل دی تو دروازہ سندس نے ہی کھولا۔ مجھے یوں اچانک اپنے پاس دیکھ کر امی اور سندس حیران ہی رہ گئیں۔ سندس واقعی مجھے اس طرح اچانک اپنے پاس دیکھ کر خوشی سے پاگل ہوئے جا رہی تھی۔ اس کے گلابی و سرخ گالوں پر پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت مجھے نظر آنے لگی۔ یہی وجہ تھی کہ میں آج تک کوثر کے پردے میں اس کا انمول پیار نہ دیکھ پایا تھا۔ آج جب عقل کے پردے سے میں نے کوثر کا پیار علیحدہ کیا تو واقعی میرے دماغ نے مجھے شاباش دی کہ آج پتہ چلا سندس کا پیار بھی میرے لئے کتنا انمول ہے۔ سندس مجھے اپنے پاس بٹھائے دیکھتے دیکھتے دل ہی دل میں کتنی مسرور ہو رہی تھی یہ تو اس کے شرمیلے نین اور گلابی گال خود بخود اظہارِ مسرت کر رہے تھے۔ امی کی حالت دیکھ کر میرا دل دکھی سا ہو گیا تھا وہ بہت بیمار تھیں اور مجھے کسی نے خبر تک نہ دی۔ ارے میرا چاند سا بیٹا اب تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے پچھلے دو ہفتوں سے بس ہلکا سا بخار ہی تو ہے دوائیں لائی ہوں اور سب سے بڑھ کر میرا لاڈلا آ گیا ہے ناں میں اب بالکل ٹھیک ہو جاؤں گی۔ ماں نے میری پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے کہا۔

رات کا کھانا کھانے کے بعد جب ہم دونوں امی کے قریب بیٹھے ٹانگیں دبا رہے تھے تو امی نے سندس کا ہاتھ پکڑ کر میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا کہ احمد بیٹا اس ہاتھ کو ہمیشہ کے لئے مضبوطی سے تھام لو میں نے بھائی اور بھاوج سے بڑی مشکلوں کے ساتھ اسے تمہارے نام سے منسلک کرایا ہے۔ میری بیٹی سندس جتنی اوپر سے خوبصورت ہے اس سے کہیں بڑھ کر اندر کی بھی خوبصورت ہے۔ ان چند مہینوں میں اس نے میری بہت خدمت کی ہے۔ بیٹے زندگی کا کیا بھروسہ کس موڑ پر زندگی کی شام ہو جائے۔ جب تم کھانا کھا رہے تھے تو میں نے اپنے بھائی اور بھابی سے فون پر بات کر لی ہے وہ لوگ صبح سندس کو لینے آ رہے ہیں۔ اسی بات پر سندس میرا ہاتھ چھوڑ کر شرم کے مارے اندر کمرے میں بھاگ گئی۔ اماں اور میں ہلکی سی مسکراہٹ بغیر نہ رہ سکے۔ ماں بولی کہ بہت شرمیلی ہے میری بیٹی پھر ماں نے کہا کہ بیٹا تمہاری ایک ماہ کی چھٹی کو دیکھتے ہوئے میں نے بھائی کو پندرہ فروری اتوار کا دن بارات کے لئے بھی پکا کر دیا ہے۔ آج سے ٹھیک سترہ دن بعد میں اپنے بیٹے کے ماتھے پر سہرے سجا کر اپنے ارمان پورے کروں گی۔ امی کے دھیمے سے لہجے میں کہی گئی یہ باتیں سن کر جہاں میرا دل خوشی سے جھوم اٹھا وہاں ماں جی کی بیماری کے خیال سے بھی آزردہ بھی ہو گیا تھا۔

پروگرام کے مطابق سب مہمان بھی پہنچ گئے گھر میں اچھا خاصا ہلا گلا مچ گیا پھر صبح اتوار کا دن تھا ہر ذی بارات جانے کی تیاری اپنے اپنے شوق و انداز میں کرنے لگا پھر رنگ و روپ میں ڈوبی وہ حنائی شام بھی آ گئی جس کا عہد شباب کی عمر میں پہنچ کر ہر لڑکی اور لڑکے کو انتظار ہوتا ہے۔ موتیا اور گلاب سے سجے عروسی بیڈ پر سندس

سرخ شرارہ زیب تن کئے اپنی تمام تر بے تابیوں اور بے قراریوں سے میرا انتظار کر رہی تھی لیکن میں اس وقت مکان کی چھت پر بیٹھ کر کوثر کی یادوں کی انجمن سجائے دِل کو جلا رہا تھا۔ ہاتھ اوپر کو اٹھے۔ اے خالق ارض و سما اگر تو چاہتا تو سندس کی جگہ سرخ شرارے میں کوثر بھی تو ہو سکتی تھی۔ میں اس کا بھی تو نصیب ہو سکتا تھا۔ رات دھیرے دھیرے گزر رہی تھی کچھ نزدیکی مہمان تو اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تھے لیکن زیادہ دور کے مہمان ہمارے گھر ہی ٹھہر گئے۔ میرے کزنوں نے ڈیک پر تیز آواز سے ''ہاں میں نے بھی پیار کیا ہے'' فلم کا یہ گانا چلا دیا۔

مبارک ہو تم کو یہ شادی تمہاری
سدا خوش رہو یہ دعا ہے ہماری
تمہارے قدم چومے یہ دنیا ساری
سدا خوش رہو یہ دعا ہے ہماری

میں تیسری منزل کی چھت پر بیٹھا خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا جب اس گانے کے بول میری سماعت سے ٹکرائے تو میری آنکھیں بند تھیں اور مجھے یقین سے سامنے ایسا محسوس ہوا کہ کوثر دکھ اور غم میں ڈوبی آواز سے مجھے شادی کی مبارک باد انہی الفاظ کے ساتھ دے رہی ہے۔

تمہارے قدم چومے یہ دنیا ساری
سدا خوش رہو یہ دعا ہے ہماری

ہاں میں نے بھی پیار کیا ہے، اضطراب حالت غم میں ڈوبا چہرہ اور چھم چھم کرتے نین لے کر وہ مجھے شادی مبارک کے الفاظ سے نواز رہی ہے۔ گانا ختم ہوتے ہی میں نے آنکھیں کھولیں تو مکان کی چھت پر میری تنہائیوں کے علاوہ کوئی نہ تھا۔ خوشی کے اس موقع پر بھی میری آنکھیں آبدیدہ ہو گئیں۔ اندر کا ابلتا ہوا وبال آنکھوں کے ذریعے باہر نکلتا رہا اور کوثر کی حسین یادوں کا نزول میرے دل پر جاری رہا کہ اچانک میں نے کلائی پر بندھی گھڑی کا ٹائم دیکھا تو رات کے دو بج رہے تھے۔ اسی اثناء سیڑھیوں پر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ میں جلدی میں اٹھا اور آگے بڑھ کر دیکھا تو میری جنت میری ماں آہستہ آہستہ سیڑھیاں چڑھتے اوپر آ رہی ہے۔ میں دوڑ کر دو چار سیڑھیاں نیچے اتر کر ان کے پاس گیا انہوں نے اپنی سانس درست کرتے ہوئے نقاہت بھرے لہجے میں کہا۔ اس بیچاری کا کیا قصور ہے جو حجلہ عروسی میں بیٹھی کتنی دیر سے تمہارا انتظار کر رہی ہے۔ احمد میں تمہاری ماں ہوں مجھے پتہ تھا کہ تو سب سے چھپ کر اوپر کوثر کے غم میں اس کی یادوں کو ہوا دینے کے لئے اس وقت چھت پر ہی ہو گا۔ میرے لاڈلے جا نیچے اپنے کمرے میں۔ اب کیا ہو سکتا ہے تیرے نصیب جس لڑکی کے ساتھ اوپر والے نے لکھ دیئے تھے وہ تمہیں مل گئی ہے۔ اب بیٹا کوثر کو بھول جا تیرے اپنے نصیب کوثر کے اپنے نصیب۔ ویسے بیٹا میں ماں ہوں تمہاری خوشیاں مجھے جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ کاش کہ اگر کشمیر جانے سے پہلے یا پھر اسی دن سفر میں تم نے اپنا اور کوثر کا تھوڑا سا بھی ذکر کر دیا ہوتا تو میں اپنے شہزادے کی پسند پر ہی میں خاموشی اختیار کر لیتی اور اپنے بھائی اور بھابی سے سندس کے رشتے کی بات ہی نہ کرتی۔ بیٹا یہ تو مجھے کچھ تھوڑا سا سندس نے بتایا تھا جب تمہارے ابو کی وفات پر وہ کوثر وغیرہ آئیں تھیں تعزیت کے لئے۔ میرے شہزادے اب اگر ماں کی خوشیاں ماں کی زندگی عزیز ہے تو بیٹا بھول جا خدا کے لئے کوثر کا خیال دل سے نکال دے۔ س سے پہلے کہ ماں کی آنکھوں میں آنسو آتے میں نے جھوم کر ماں کے قدموں پر سر رکھا اور ماں کے قدم چوم کر کہا کہ ماں جی تمہاری خوشیوں پر ہزاروں لڑکیاں قربان ماں مجھے معاف کر دو بس ویسے ہی شیطانی وسوسوں میں پڑ گیا تھا۔ ماں مجھے نہیں معلوم تھا کہ میری یہ حرکت کرنے سے آپ کا دل دکھی ہو گا۔ اسی لمحے ماں نے اپنے دونوں ہاتھ میرے سر پر پھیرتے ہوئے کہا کہ میرے شہزادے میں تم پر سدا راضی ہوں۔ اللہ اور پیارے رسول تم پر راضی ہوں میری ڈھیروں دعائیں تمہارے ساتھ ہیں جا میرے لال جا میرے شہزادے جا ماں نے میرے ماتھے کا بوسہ لیا اور میں نے پھر ایک مرتبہ ماں کے ہاتھوں کا بوسہ لیا اور ماں کے ساتھ سیڑھیوں سے نیچے اتر آیا۔ مجھے اس وقت اندازہ ہوا کہ واقعی مائیں اپنی اولادوں کی دلی کیفیت سے

آ گاہ ہی رہتی ہیں۔انہیں ہر بات کی خبر ہو جاتی ہے۔خواہ کچھ بھی نہ بتایا جائے دنیا کی ان پڑھ مائیں بھی اولاد کے چہرے کو پڑھ لیتی ہیں۔ یہ سچ ہے کہ کوثر کی یادیں جونک کی طرح میرے رگ و جان سے چمٹ گئی تھیں اور وہ مجھے اس خوشی سے دور ہی رکھے ہوئے تھیں لیکن یہ ماں کے حکم کی تعمیل کا اثر تھا کہ سندس کا گھونگھٹ اٹھاتے ہی دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ سندس پہلے بھی اپنے حسن کی آپ ہی مثال تھی لیکن کہتے ہیں کہ محبت اور خوشی انسان کے روپ کو اور زیادہ نکھار دیتے ہیں۔ میری سندس آج واقعی کسی شاہی خاندان کی ملکہ سے کم نہ لگ رہی تھی۔ ہنستے کھیلتے خوشیوں کے آنگن میں یہ یادگار رات بھی گزر ہی گئی۔ دوسرے دن ولیمے کے بعد سبھی مہمان اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

میری شادی کو آج تیسرا دن تھا میں اپنے ایک کزن کے ساتھ ویسے ہی گھومنے پھرنے کے لئے دریائے جہلم کا رخ کیا۔ ہم دریا کے کنارے باتوں ہی باتوں میں بہت دور نکل گئے اور پھر جب واپسی کے ارادے سے ہم دونوں پلٹے تو میں نے الطاف سے کہا کہ یار اب واپسی دوسرے راستے سے جاتے ہیں۔ الطاف کو نہ ہی میں نے بتایا تھا اور نہ ہی اسے معلوم تھا کہ یہ راستہ کوثر کے گاؤں سے ہی گزر کر جاتا ہے۔ جیسے ہی ہم گاؤں کے قریب پہنچے تو راستے کے بالکل ساتھ ہی اسی گاؤں کا ایک چھوٹا سا جہان آباد تھا شہر خموشاں کے نام سے۔ جب ہم دونوں عین اس قبرستان کے قریب آئے تو نزدیکی درختوں کی اوٹ سے ایک جنازہ آتا دکھائی دیا میرے قدم وہیں پر لڑکھڑا گئے دل کی دھڑکن بہت زیادہ سپیڈ پکڑ گئی میرا دل جو پہلے ہی خطرے کی گھنٹیاں بجا رہا تھا دھک دھک کرنے لگا۔ دماغ میں عجیب قسم کے وسوسے سر ابھارنے لگے زبان سے یہی الفاظ نکلنے لگے یا اللہ ہر دم خیر ہو سب کی۔ جنازہ ہمارے بالکل قریب آ کر جناز گاہ میں رکھ دیا گیا۔ لوگ صفیں باندھنے لگے تھے۔ میں نے ڈرتے ڈرتے قریب ہی کھڑے ایک بارہ سالہ لڑکے سے پوچھا کہ یہ کس کی میت ہے کون فوت ہو گیا ہے اس گاؤں میں؟ بھائی وہ خالہ عصمت نہیں جو ایک ٹانگ سے معذور ہے جس کا خاوند پہلے ہی فوت ہو چکا ہے اس کی جواں سالہ بیٹی کوثر کا جنازہ ہے۔ اچانک رات کو وہ فوت ہو گئی ہے۔ یہ سن کر میرے پاؤں تلے سے زمین نکلتی اور گھومتی ہوئی محسوس ہوئی۔ عین اسی وقت امام صاحب نے اللہ اکبر کی صدا بلند کی میں اور الطاف بھاگ کر پچھلی صف میں شامل ہو گئے۔ بغیر وضو کئے محبوب کا جنازہ پڑھ لیا اور کچھ ہی دیر بعد میری کوثر منوں مٹی تلے سما گئی۔ میں دور کھڑا مٹی کا بت بنا آنسو بہاتا رہا اپنی بے بسی پر۔ تین مٹھی مٹی ڈال کر میں دل پر پتھر رکھتے ہوئے واپس گھر آ گیا۔

چھٹی ختم ہوئی تو میں سندس اور امی کو اپنے ساتھ کراچی لے آیا اور اپنا گاؤں والا گھر کرائے پر دے دیا۔ زندگی کے شب و روز کبھی ہنسی خوشی اور کبھی کوثر کی یاد میں رو کر گزرتے ہی رہے۔ ٹھیک دو ماہ بعد میرے دوست مسعود کی شادی تھی وہ بھی جہلم کا ہی رہنے والا تھا۔ جہلم شہر میں بڑی گنبد والی مسجد کے قریب ہی ان کا گھر تھا ہم دونوں ایک ساتھ ہی نیوی میں بھرتی ہوئے تھے اور یہ ساتھ ابھی تک قائم و دائم تھا۔ اپنی شادی پر اس نے مجھے بھی شادی کارڈ پوسٹ کیا لیکن مجھے چھٹی نہ ملی۔ جہلم روانگی سے پہلے وہ ہمارے گھر آیا تھا اور یہ بات اس نے دعوت ے کے بعد مجھے بتائی تھی کہ میں بھی اپنی بیگم کو شادی کے فوراً بعد کراچی ہی لے آؤں گا۔ میں نے کہا کہ جب تک آپ کو سرکاری سرون ہاؤس نہیں بک ہوتا تب تک تم ہمارے اوپر والے پورشن میں ہی رہو گے۔ اس نے میری بات کو سراہا اور جہلم واپس چلا گیا۔ مسعود جب شادی کرا کے واپس کراچی آیا تو نئی نویلی دلہن بھابی کو دیکھ کر میں ششدر ہی رہ گیا اور وہ بھی مجھے حیران نظروں سے دیکھے جا رہی تھی۔ احمد بھئی آپ۔ تہمینہ باجی تم۔ اہل خانہ ہمیں حیران نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھ کر ہمیں دیکھنے لگے۔ کیا تم پہلے ایک دوسرے کو جانتے ہو۔ مسعود بھائی نے سوال کیا۔ ہاں مسعود بھائی ہم جانتے ہیں ایک دوسرے کو زندگی کے کسی موڑ پر ایک مختصر سی ملاقات ہوئی

تھی۔ میں نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر بہت دنوں کے بعد ایک دن تہمینہ باجی نے مجھے تنہا پا کر ایک مڑا تڑا کاغذ میرے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا کہ احمد بھائی زندگی میں ہماری ملاقات ضرور ہونی تھی لیکن ایسی ملاقات کے بارے میں میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اتنی جلدی بھی ہماری ملاقات ہو جائے گی۔ جس رات کوثر نے موت کا جام تمہاری مجبوری یا بے وفائی کے بدلے ہنس کر پی لیا اس سے ایک دن پہلے وہ میرے گھر آئی تھی ایک بجھے سے چہرے کے ساتھ اس نے اپنی عجیب ہی حالت بنائی تھی۔ بہت ہی دکھی غمناک چہرہ اس کا میرے سامنے تھا۔ وہ بہت ہی دکھی اور ٹوٹے لہجے میں بول رہی تھی کہ تہمینہ دیکھو اس نے مجھے دھوکا دے دیا ناں۔ جھوٹ بولا تھا اس نے میرے ساتھ اس بے وفا نے آج شادی کر لی ہے۔ آج وہ کسی اور کے نام کے ساتھ منسلک ہو گیا ہے۔ اب مجھے زندگی سے کوئی پیار نہیں رہا۔ وہ میرے گلے لگ کر بلک بلک کر روئی۔ مجھے بھی بہت دیر تک رلاتی رہی۔ میں نے بھی اسے رونے سے منع نہ کیا اسے اپنے دل کا غبار ہلکا کرنے دیا اور پھر وہ مجھے اسے نہ پڑھنے کا کہہ کر یہ خط امانت کے طور پر دے کر چلی گئی۔ میں نے اسی وقت اسے اپنے پرس میں محفوظ کر لیا تھا اور تمہیں یہ امانت دینے کے لئے سرگرداں رہی۔ ایک دو بار تمہارے گاؤں کے بھی چکر کاٹے لیکن تم سے ملاقات نہ ہو سکی۔ احمد بھائی ہائے مجھے افسوس صد افسوس مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ ملاقات کوثر کی اور میری آخری ملاقات ثابت ہو گی۔ کاش کہ مجھے کچھ معلوم ہو جاتا میں اسے ایسا کام بالکل نہ کرنے دیتی کہ اس نے اسی ملاقات والی رات اپنے آپ کو کمرے میں بند کر کے گولیاں کھا کر تڑپ تڑپ کر اپنی جان دے دی گھر والوں کو تو صبح ہی پتہ چلا۔ کوثر کی ماں خالہ عصمت تو پہلے ہی معذور تھی لیکن وہ اب بیٹی کے غم میں نیم پاگل ہو کر گلیوں میں گھومتی پھرتی کوثر تم کہاں ہو وہ دیکھو میری کوثر دلہن بن کر آ رہی ہے جیسی آوازیں لگاتی رہتی ہے۔ یہ لو احمد بھائی کوثر کی امانت۔ تہمینہ وہ مجھے مڑا تڑا خط دے کر چلی گئی۔ میں نے جیسے ہی وہ تحریر کھول کر پڑھی لکھا تھا۔

پیارے احمد جی شادی مبارک ہو میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا ناں کہ تمہاری جدائی، تمہاری بے وفائی میری موت کا سامان بنے گی۔ مجھ سے کبھی دھوکہ مت کرنا ورنہ میں اپنی جان کی بازی ہار جاؤں گی۔ سو آج وہ وعدہ میں نبھاہ رہی ہوں تمہیں خوشیاں مبارک۔ فقط ایک بدنصیب کوثر احمد۔

یہ خط کیا تھا بارود سے بھرا ایک ایٹم بم تھا جو میرا سارا وجود چھلنی چھلنی کر گیا۔ مجھے یوں لگا جیسے کسی نے میرے وجود کو کسی تیز دھار آلے سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ اس خط کا اثر آج تک میرے دل و دماغ پر طاری ہے۔ اب تو اس واقعے کو دو سال پانچ ماہ بیت چکے ہیں لیکن اب بھی تنہائی کے عالم میں جب کوثر کی وہ انمول یادیں میرے اردگرد اپنا گھیرا تنگ کرتی ہیں تو دل و دماغ میں ایک یہ خلش ضرور گردش کرتی ہے کہ کیا بے وضو کی نماز بھی قبول ہو جاتی ہے۔

یہ میری ادنیٰ سی کاوش میرے قارئین جواب عرض کے بہن بھائیوں دوستوں کو کیسی لگی یہ تو اگلے شمارے میں ہی مجھے پتہ چل جائے گا۔ اسی غزل کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں کہ اپنا بہت سارا خیال رکھئے گا کہ زندگی خدا کا انمول تحفہ ہے۔ اسے ضائع مت کیجئے گا اور اسے اچھے طریقے سے گزارنے کا ڈھنگ سیکھئے۔

ایسے بھی محبت کی سزا دیتی ہے دنیا
مر جائیں تو جینے کی دعا دیتی ہے دنیا
ہم کون سے مومن تھے جو الزام نہ سہتے
یہ تو پتھر کو بھی بھگوان بنا دیتی ہے دنیا
یہ زخم تو محبت کا ہے دکھانا نہ کسی کو
لا کر سر بازار سجا دیتی ہے دنیا
قسمت پہ کرو ناز نہ اتنا بھی فقیرو!
ہاتھوں کی لکیروں کو بھی مٹا دیتی ہے دنیا
مرنے کے لئے مجبور بھی کرتی ہے تو لیکن
جینے کے انداز بھی سکھا دیتی ہے دنیا

وعدہ وفا نہ ہو سکا

عارف حسین ساغر۔ دنیور، گلگت

میرے سپنوں کی رانی نہ جانے کہاں گئی تھی وہ کون تھی یہ بھی مجھے پتہ نہیں میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کوئی میرے خیالوں میں سوار بھی ہو سکتی ہے۔ میرے دل میں کسی کا اختیار ہو گا میرے احساسات پر کسی کا راج ہو گا ..... ایک سچی کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

عمر جلوؤں میں بسر ہو یہ ضروری تو نہیں
ہر شب غم کی سحر ہو یہ ضروری تو نہیں
نیند تو درد کے بستر پہ بھی آ جاتی ہے
اُن کی آغوش میں سر ہو یہ ضروری تو نہیں

نہ جانے کیوں لوگ محبت کر کے بدل جاتے ہیں، کیوں اپنا عادی بنا کر تنہا چھوڑ جاتے ہیں۔ زندگی کے اس سفر میں جہاں تمناؤں اور خواہشوں کی صبح ہوتی ہے وہاں آرزوؤں کی شام بھی ڈھل جاتی ہے۔ زندگی میں محبتوں کی خوبصورت محفل بھی ہوتی ہے اور کبھی جدائی کی آندھیاں بھی آ جاتی ہیں۔ کبھی غم کے آنسو آتے ہیں تو کبھی خوشی کے کبھی سردی ہے تو کبھی گرمی ہے۔

خوشی کے ساتھ دنیا میں ہزاروں غم بھی ہوتے ہیں
جہاں بجتی ہے شہنائی وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں

عمران بہت ہی قریبی دوستوں میں سے ایک ہے وہ اکثر میری دُکان پر آتا رہتا تھا ہنس مکھ دوسروں کو ہنسانے والا اور خوش طبیعت انسان دوست شخصیت کا حامل تھا۔ آج صبح سے میں بہت بور تھا دُکان میں اکیلا ہی بیٹھا تھا سوچا کیوں نہ آج عمران کو بلاؤں۔ عمران کا نمبر ڈائل کیا بدقسمتی سے اس کا نمبر بند جا رہا تھا۔ دو دن گزرے مگر نمبر آن نہیں ہوا آخر اس کے ایک کزن سے معلومات لیں تو پتہ چلا کہ عمران ان دنوں گھر سے باہر نہیں نکلتا ہے۔ اس کی وجہ اس نے کسی کو بھی نہیں بتائی۔ میں نے سوچا آج اس کے گھر جاتا ہوں۔ میں ان خیالوں میں تھا سامنے سے ایک بجھا بجھا سا چہرہ ایسا لگتا تھا جیسے قارون کا خزانہ کھویا ہو میرے قریب آیا۔ اس کا حلیہ بگڑا تھا۔ میں نے منیجر والی کرسی میں بٹھایا چائے منگوائی تھوڑی دیر بعد اس سے پوچھا آپ کو کیا ہوا ہے نمبر بند اور پھر گھر سے نکلنا بھی بند۔ وہ کچھ دیر خاموش ہوا پھر میں نے بار بار تکرار کی تو اس نے کہا۔ میری دردِ زندگی سن کر آپ کیا کرو گے میں نے بڑی ضد کی تو اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے شروع کی اپنی درد بھری کہانی سنانی۔ آیئے قارئین عمران کی کہانی اس کی زبانی سنتے ہیں۔

جب میں پیدا ہوا تو گھر والوں نے حسب حیثیت خوشیاں منائیں۔ میری پیدائش پر شہنائیاں اور ڈھول ڈھماکے تو نہیں ہوئے کیونکہ میرا تعلق

ایک مذہبی گھرانے سے تھا۔ میرے والدین نے محلے کے معززین کو گھر میں بڑی دعوت دی نوافل پڑھے گئے یوں وقت گزرتا گیا۔ جب میں سات سال کا ہوا تو والد محترم نے مجھے اپنے ساتھ مسجد لے جا کے نماز وغیرہ سکھائی۔ ہمارے گھر میں مذہبی ماحول صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ میں نے گاؤں کے سکول سے ہی تعلیم حاصل کرنا شروع کیا گھر میں ماحول سخت تھا۔ دن بھر پڑھائی میں دھیان دینا مدرسہ جانا نماز کے وقت مسجد جانا یہ میرا روزانہ کا معمول تھا۔ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ میں نے میٹرک کیا اس وقت میری عمر اٹھارہ سال تھی۔ اس کے بعد میں نے کالج لائف میں قدم رکھا دن بڑے ہنسی خوشی گزر رہے تھے۔ آخر جا کے 2006ء میں لاہور میں کالج سے گریجویشن کیا۔ قسمت کی بات ہے تعلیم سے فارغ بھی نہیں ہوا تھا مقدر میں سرکاری محکمہ کا دانہ پانی لکھا تھا میں بھرتی ہوا۔ ایک دن ڈیوٹی سے گھر کی طرف آ رہا تھا راستے میں میرے سامنے سے ایک لڑکی مسکراتی ہوئی گزری وہ ہمارے محلے میں چار چاند لگا رہی تھی۔ ہمارے گھر میں سخت ماحول ہونے کے باوجود میں اپنا دل ہار بیٹھا۔ میں گھر میں داخل ہوا پر میرا دل جیسے گلی میں چھوڑ آیا ہوں۔ وردی وغیرہ تبدیل کی اور بے سکونی کی حالت میں اپنے روم میں منہ کے بل لیٹا رہا میں رات بھر حیران و پریشان گم صم کھویا رہا نہ جانے مجھے کیا ہوا تھا۔ مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ مجھے کیا ہوا ہے میں نے کچھ کھایا پیا نہیں بھوک لگتی نہیں تھی نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی کروٹیں بدلتے بدلتے رات گزر گئی۔ پتہ نہیں رات کے پچھلے پہر نیند کی دیوی نے کب مجھے آغوش میں لیا صبح ہوئی سرخ آنکھوں کے ساتھ امی کے پاس گیا۔ امی نے آنکھوں کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا رات کو بخار تھا صبح ڈیوٹی کی تیاری کی اور بوجھل قدموں کے ساتھ ڈیوٹی گیا۔

گیٹ کے پاس آ کے گلی کا نظارہ کیا مگر وہ ماہ جبیں نظر نہیں آئی۔ میرے سپنوں کی رانی نہ جانے کہاں گئی تھی وہ کون تھی یہ بھی مجھے پتہ نہیں میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کوئی میرے خیالوں میں سوار بھی ہو سکتی ہے۔ میرے دل میں کسی کا اختیار ہو گا میرے احساسات پر کسی کا راج ہو گا یہ سلسلہ دو تین دن تک جاری رہا وہ ماہ جبیں کہاں غائب ہوئی ہے کچھ پتہ نہیں ہے۔

ایک دن میں ڈیوٹی سے گھر کی طرف جا رہا تھا اس کی یادوں میں گم صم تھا جب گھر پہنچا دروازہ کھولا اچانک میری سانس رک گئی کیا دیکھتا ہوں وہ ماہ جبیں لڑکی میرے سامنے کھڑی تھی میری خوشی کی انتہا نہ رہی میں پریشان بھی تھا کہ اچانک وہ کہاں سے آ گئی اس نے پیار بھری نظروں سے میری طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے چلی گئی۔ آج سب کچھ مجھے اچھا لگنے لگا میں مسکرانے لگا گانے لگا میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ وقت کیسے گزرا کچھ پتہ ہی نہیں چلا اور شام ہو گئی۔ میں اپنے کمرے میں اس کی یادوں میں گم تھا کمرے کا دروازہ کھلا اور میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ میرے سامنے آئی مسکراتے ہوئے پوچھا۔ کیا حال ہے میں خاموش رہا کچھ جواب نہیں دے سکا بس دیکھتا ہی رہا وہ مسکراتی رہی کچھ لمحوں تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر میری خاموشی بھی ٹوٹ گئی میں نے کہا۔ اللہ کا شکر ہے آپ سناؤ میں بھی ٹھیک ہوں پھر اس نے تعارف کرایا میرا نام نینا ہے میں نے کہا مجھے عمران کہتے ہیں۔ کچھ دیر تک پیار محبت کی باتیں ہوئیں پھر میں نے نینا کو کافی کی آفر کی اس نے کہا میں گرین ٹی پیتی ہوں۔ میں نے اپنی بھابی سے کہا۔ بھابی ایک کپ کافی اور ایک کپ گرین ٹی بنا کر لے آؤ۔ کچھ دیر بعد بھابی لے کر آئی پھر میں اور نینا نے مل کر پی لی۔ نینا صبح دوبارہ ملنے کا وعدہ کر کے چلی گئی۔ میں اُس دن بہت خوش تھا اور صبح کا انتظار کرتا رہا اب

نیند کہاں آتی رات بھر نینا کا چہرہ میرے ساتھ رہا اور صبح کب ہو گئی کچھ پتہ نہیں چلا۔ صبح میں خوشی خوشی ڈیوٹی پر چلا گیا وقت کاٹنا مشکل ہو رہا تھا۔ میں نے جلدی چھٹی کر لی اور گھر آ کر نینا کا انتظار کرنے لگا۔

نینا اصل میں ایف اے کے پیپر دینے آئی تھی ہمارے برابر والے مکان میں رہتی تھی وہاں اس کی کزن رہتی تھی جس کی شادی ہوئی تھی اور وہ لوگ ہمارے ہمسایہ گری میں رہتے تھے۔ نینا ایک بڑے گھر کی لڑکی تھی اس کا والد کاروباری تھا نینا کے والد نے دو شادیاں کی تھیں اور نینا اس کی پہلی بیوی کی بیٹی تھی۔ نینا اپنی امی کے ساتھ ایک الگ گھر میں رہتی تھی۔ وہ اپنے والدین کی دوسری شادی کی وجہ سے کافی دکھی تھی۔ نینا اپنی کزن کے گھر آئی تھی اس نے پیپرز کا سینٹر یہاں رکھا تھا۔ تھوڑی دیر بعد نینا پیپر سے فارغ ہو کر آئی میں اپنے گھر والوں کے ساتھ کھیتوں میں بیٹھا تھا نینا مسکراتے ہوئے میرے پاس آئی میں نے پوچھا۔ نینا جی پیپر کیسا رہا اس نے کہا۔ ایک دم زبردست۔ میں نے آتے ہوئے کولڈ ڈرنک کی بوتل لایا تھا اور نینا کے لئے رکھی تھی میں نے نینا کو بوتل پیش کی شروع میں اس نے انکار کر دیا پھر میں نے ضد کی تو اس نے مسکراتے ہوئے ہاتھ سے کولڈ ڈرنک کی بوتل اٹھائی میں اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کو دیکھ رہا تھا وہ کچھ شرما رہی تھی اور پیار بھری نظروں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر نینا نے کہا۔ عمران میں گھر ہو کر آتی ہوں۔ میں نے کہا۔ جلدی آنا اس نے کہا ٹھیک ہے بابا آتی ہوں وہ مسکراتے ہوئے چلی گئی۔ جب تک وہ نظروں میں رہی میں دیکھتا رہا اور موبائل میں یہ گانا لگایا۔

تجھے دیکھا تو یہ جانا صنم
پیار ہوتا دیوانہ صنم
اب یہاں سے کہاں جائیں ہم
تیری بانہوں میں مر جائیں ہم

میں ساتھ ساتھ گا رہا تھا ہر طرف پیار ہی پیار تھا میرے چاروں طرف میں محبت پھیلی ہوئی تھی۔ اتنے میں نینا بھی آ گئی دونوں پیار محبت کی باتوں میں کھو گئے۔ وقت کا احساس ہی نہیں ہوا اور شام ہو گئی میں نے نینا کو رات کے کھانے میں انوائٹ کیا۔ نینا آنے کا وعدہ کر کے چلی گئی میں گھر آ کر کچن میں گیا اور بھابی کے ساتھ دعوت کا انتظام کرنے لگا۔ بھابی مجھے چڑانے کے لئے بولی۔ دیور جی آج کل بہت خوش ہو اور آج تو کچن میں کھانا بنانے میں ساتھ دے رہے ہو کیا وجہ ہے۔ بھابی وہ مہمان ہے اور میں بھابی نے بات کاٹتے ہوئے بولی۔ آج کچھ زیادہ مہمان نوازی ہو رہی ہے کیا بات ہے۔ ہم باتیں کر ہی رہے تھے اتنے میں نینا اور اس کی کزن آ گئے میں اور نینا کمرے میں گئے اس کی کزن بھابی کے ساتھ کچن میں ہی بیٹھی ہم دونوں نے پیار بھری باتیں کیں بہت سی قسمیں کھائیں نینا کی کزن نے اپنی شادی کی سی ڈی بھی ساتھ لے کر آئی تھی وہ بھی کمرے میں آئی میں نے شادی کی سی ڈی کمپیوٹر میں لگائی اور دیکھتے ہی دیکھتے ہم کہیں کھو گئے ایسا لگتا تھا جیسے ہماری اپنی شادی کی سی ڈی ہو۔ ہم خوابوں میں گم ہو گئے اچانک بھابی کی آواز آئی عمران چلو آؤ کھانا تیار ہے۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے اور ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے کھانا کھایا۔ کھانے سے فارغ ہو کر ہم کمرے میں آئے اور گپ شپ میں مصروف ہو گئے۔ پھر چائے آئی وہ پی کر نینا نے اجازت لی اور وہ لوگ چلے گئے۔ میں کمرے میں کھوئے ہوئے خوابوں کی تعبیر سوچ رہا تھا۔ نیند کب آئی پتہ ہی نہیں چلا اور صبح ہو گئی۔ میں صبح خوشی خوشی ڈیوٹی پر روانہ ہوا ڈیوٹی پر دل نہیں لگ رہا تھا۔ جب میں ڈیوٹی سے گھر پہنچا تو پتہ چلا نینا آج اپنے گھر چلی گئی ہے میں اداس ہو گیا وہ واپس آنے والی تھی ہر دن میری

نظروں کو نینا کی تلاش ہوتی تھی پر تین دنوں بعد نینا واپس آ گئی مجھے وہ تین دن تین سال کے برابر لگے جب نینا سے ملاقات ہوگئی تو اس کا بھی یہی حال تھا اس نے کہا پتا ہے عمران میں نے یہ تین دن بڑی مشکل سے گزارے ہیں ہر پل تم کو یاد کر کے گزارا۔ دوسرے دن شب بارات تھی ہم دونوں بابا سلطان کے مزار پر گئے بہت سی دعائیں مانگیں میں نے مزار پر سرخ گلاب کا پھول نینا کو دیا نینا نے مسکراتے ہوئے قبول کرلیا میں بہت خوش تھا۔ اگلے دن چھٹی تھی ہم دونوں وادی نالتر گھوم گئے نالتر گلگت کی مشہور وادی ہے دنیا بھر سے یہاں گھومنے اور اس وادی کو دیکھنے لوگ آتے ہیں۔ یہ کسی جنت سے کم نہیں اور ساتھ میں محبوب ہو تو پرکشش وادی بنتی ہے میں اور نینا پوری وادی گھومے اور سیر کی اور جب شام ڈھل گئی تو خوابوں کو سمیٹے واپس گھر آ گئے۔ پھر عمران نے کہا۔ ساغر آپ کو یاد ہوگا ایک دن میں ایک لڑکی کے ساتھ تمہاری ڈکان میں آیا تھا ہاں مجھے یاد ہے ساغر وہی نینا تھی۔ واقعی نینا ایک پرکشش خوبصورت لڑکی تھی۔ ساغر یہ خوشیاں زیادہ دیر تک نہیں رہیں ایک دن میں ڈیوٹی سے گھر پہنچا نینا امی سے باتیں کر رہی تھی میں پاس کھڑا تھا اچانک امی نے نینا سے پوچھا آپ کا منگیتر کا کیا نام ہے میرے ہوش اڑ گئے نینا نے میری طرف دیکھا میری آنکھوں میں آنسو تھے میرے دل نے کام کرنا چھوڑ دیا ہر طرف اندھیرا چھانے لگا میں اپنے کمرے میں آیا میں فیصلہ نہ کر پا رہا تھا کہ میں روؤں یا ہنسوں پھر آنکھوں سے آنسو بہنے لگے میں خوب رویا اتنے میں نینا آئی کہا کیا ہوا ہے۔ عمران جیسے اسے کچھ پتہ ہی نہ ہو میں نے کہا نینا تم نے ایسا کیوں کیا مجھے برباد کر دیا نینا نے میری ساری خوشیاں چھین لیں جب تمہاری منگنی ہو چکی تھی تو بتایا کیوں نہیں کیوں مجھ کو محبت کے خواب دکھائے کیوں نینا کیوں وہ بولی۔ عمران میں ڈرتی تھی کہیں تم کو کھو نہ دوں میں تم سے پیار کرتی ہوں تم سے ہی شادی کرنا چاہتی ہوں عمران میری منگنی بچپن میں ہوئی تھی مجھے بھی معلوم نہیں تھا بعد میں پتہ چلا عمران میں تم کو بہت چاہتی ہوں میں یہ منگنی توڑ دوں گی میری طرف دیکھو میں صرف تم سے محبت کرتی ہوں۔ میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی نینا پر اعتبار کیا اس نے جینے مرنے کی قسمیں کھائیں مجھے پھر تسلی ہوئی میں پھر خوش ہوا نینا میری بن جائے گی۔ یہ سوچ کر میں پھر سے نینا کے خواب دیکھنے لگا پھر نینا اپنے گھر چلی گئی ڈر بھی لگ رہا تھا کہ نینا کہیں مجھے چھوڑ نہ دے میں بجھا بجھا سا رہنے لگا اب نینا سے میرا صرف فون پر رابطہ ہونے لگا کیونکہ وہ اپنے گھر چلی گئی تھی۔ وہ اکثر فون کر کے مجھے تسلی دیتی تھی کہ عمران میں صرف تمہاری ہوں۔

اس طرح وقت کا احساس بھی نہیں ہوا مہینے گزر گئے نینا کو دیکھنے کے لئے میری آنکھیں ترس گئی تھیں بس صرف ایس ایم ایس اور فون پر بات ہوتی تھی۔ ایک دن میں نینا کے خیالوں میں گم صم تھا۔ اچانک نینا کا فون آیا عمران کیا حال ہے اس نے پوچھا میں نے جواب دیا بس تمہاری یادوں میں جی رہا ہوں تم سناؤ آپ کا کیا حال ہے میں ٹھیک ہوں اس نے کہا عمران میری بات غور سے سنو میری منگنی رشتہ داری میں ہونے کی وجہ سے میں اپنے خاندان کے خلاف نہیں جا سکتی اور آنے والے چند دنوں میں میری شادی ہونے والی ہے مجھے بھول جاؤ اگر ہو سکے تو میرے سامنے بھی مت آنا۔ عمران تم گلگت چھوڑ کر کہیں دوسری جگہ چلے جاؤ میں نے اس سے کہا کیا تم سچ کہہ رہی ہو مذاق مت کرو کیوں ایسا بول رہی ہو عمران میں سچ کہہ رہی ہوں اور ہاں آج کے بعد مجھے فون مت کرنا یہ کہہ کر نینا نے فون بند کر دیا میرے ہاتھ سے موبائل گر گیا میں خون کے آنسو رونے لگا اس بے وفا نے ایک ہی لمحے میں میرے سارے خواب توڑ دیئے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا میں

برباد ہو گیا میری ساری خوشیاں ختم ہو گئیں مجھے دنیا سے بھی نفرت ہو گئی اب میں دنیا میں رہ کر بھی دنیا کا نہیں ہوں ساغر میں اس کو بھول نہیں سکتا یار میں کیا کروں عمران رونے لگا اس کو اس حال میں دیکھ کر میرے بھی آنسو نکل گئے۔ اس بے وفا کا وعدہ وفا نہ ہو سکا۔

جہاں بھی ہو چلے آؤ تمہیں یادیں بلاتی ہیں
یہ نہ سمجھو تمہارے بن کسی کا دل نہیں روتا
کسی کی آج بھی تم کو اداس آنکھیں بلاتی ہیں

نینا جی جہاں کہیں بھی ہو خوش رہو آباد رہو میں تم سے آج بھی اتنا ہی پیار کرتا ہوں جتنا پہلے کرتا تھا۔

آخر میں ایک بات خدا کے لئے کسی کا دل نہیں توڑو، کسی کو اپنا عادی بنا کر تنہا مت چھوڑو، کسی کے جذبات کے ساتھ مت کھیلو، محبت کر کے وعدے کر کے بے وفا مت بن جاؤ کیونکہ جدائی اور بے وفائی کا یہ زخم ایسا زخم ہوتا ہے جو کبھی بھرتا نہیں۔ یہ انسان کو نہ چین سے جینے دیتا ہے نہ مرنے۔

◆

غزل

میری داستان وہ سنا سنا کے روئے
میرے آزمانے والے مجھے آزما کے روئے
کوئی ایسا دل ہو تیرے انجمن میں ساقی
میں اسے سنا کے روؤں وہ مجھے سنا کے روئے
تیری بے وفائیوں پہ تری کج ادائیوں پر
کبھی سر جھکا کے روئے کبھی منہ چھپا کے روئے
گر راستے میں وہ ملے تو ان سے کہنا
میں اداس ہوں اکیلا میرے پاس آ کے روئے
اس کی وفاؤں کی کیا مثال دوں میں عارف
ہم اسے یاد کر کے روئے وہ ہمیں بھلا کے روئے
☆......ایم عارف-حب

غزل

کسی سنگدل کو دل میں بسا کے روئے
خون اپنے جگر کا اپنے ہاتھوں بہا کے روئے
وہ جاتے ہوئے اشکوں کی سوغات دے گیا
انہیں اشکوں کو دامن میں چھپا کے روئے
جان سے بھی زیادہ چاہا تھا جن کو
زخم انہی سے کھا کے پھر روئے
ابتدائے عشق میں اُن کا بھی یہ حال تھا
ذکر کسی بے مروت کا وہ ہم کو سنا کے روئے
شگفتہ نہ کر سکے گی اب بہار بھی مجھے
عروج بہار میں دیے سب بجھا کے روئے
تمام عمر یہ بات دل کو سمجھا کے روئے
آئیں گی یاد کبھی اسے میری وفائیں
خدا کرے وہ کسی اور کو چاہ کے روئے
مزہ تو تب ہے جینے کا اے نادیہ
ہمیں بھلانے والا ہمیں بھلا کے روئے
☆......نادیہ حسن- گجرات

غزل

سنو میری اک الجھن کو حل کر دو
نام میرے تم اپنے سارے کال کر دو
ساتھ رہو بس میرے اب ہر پل تم
سما جاؤ مجھ میں اور مکمل کر دو
تمہاری تنہائیوں کو مٹا دوں گی
تم ہو میرے، اس بات کو اٹل کر دو
گر تیرا ملنا میرے مقدر میں نہیں
اک احسان کرو، نام میرے اجل کر دو
میری کشتی طوفانوں میں گھری ہے
تم پار مجھے ڈوبنے سے قبل کر دو
جو کیئے محبت میں وعدے تم نے
اب تو تم ان پر صنم عمل کر دو
یوں چاہو کہ حق محبت ادا ہو جائے
محبت کی اک نئی قائم تم مثل کر دو
☆......عائشہ کرن- لاہور

گزرے دِنوں کا قرض

......ملک عاشق حسین ساجد-ہیڈ بکائنی

قدرت کی لاٹھی بے آواز ہے سچ ہے اس کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں. میں نے دل ہی دل میں سوچا اور واپس اپنی ڈیوٹی پر آ گیا اور کچھ ہی دنوں بعد دلاور کو سزائے موت ہو گئی جو اس کے گزرے دنوں کا قرض تھی ...... ایک سچی کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

پچیس کلومیٹر کا سفر کرنے کے بعد میں بس سٹاپ ریم آباد اترا تو سورج غروب ہو چکا تھا اور شام کے سائے آہستہ آہستہ گہرے ہونا شروع ہو گئے تھے، میری منزل ابھی باقی تھی۔ مجھے اپنے دوست احمد کی شادی میں شرکت کے لئے ابھی فیاض پور دیہات کا سفر کرنا باقی تھا جو اس بس سٹاپ سے دس کلومیٹر دور مغرب کی جانب تھا۔ بجلی کی سہولت ان دنوں وہاں نہ ہونے کے سبب ہر طرف اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔ چند دکانیں تھیں جو غروب آفتاب کے بعد بند ہو چکی تھیں۔ کچھ لکڑی کے بنے کھوکھوں میں ایک کھوکھا کھلا ہوا تھا جہاں ایک ساٹھ ستر سالہ بزرگ بیٹھے نظر آئے، جنہوں نے کریانہ کی دکان بنا رکھی تھی اور اس وقت اردگرد کے کچھ گاہک سودا سلف لینے آ جا رہے تھے۔ تھکاوٹ سے میرا برا حال تھا۔ میں نے اپنا بریف کیس کھوکھے کے سامنے چارپائی پر رکھا اور کھوکھے کے پچھلے حصے پر لگے پانی کے نلکے سے منہ ہاتھ دھویا اور پانی پینے کے بعد تازہ دم ہو کر اسی چارپائی پر بیٹھ گیا۔

اپریل کا مہینہ تھا، گرمیوں کی آمد نے ماحول میں حدت سی پیدا کر دی تھی۔ کھوکھے کے اندر ہاتھ سے بنے پنکھے پر میری نظر پڑی تو قریب جا کر درخواست کی، بزرگ دکاندار نے پنکھا دیتے ہوئے سلام دعا کی جو تقریباً اپنے گاہکوں سے فارغ ہو چکا تھا۔ میرے متعلق پوچھا کہ میں کون ہوں کہاں سے آیا ہوں اور کہاں جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ میں نے انہیں اپنے بارے میں سب کچھ بتا دیا اور ان سے تعاون طلب انداز میں فیاض پور جانے کا ذکر کیا کہ میں کس طرح اپنی منزل پر جا سکتا ہوں۔ میری عرضی کا مطلب سمجھ کر وہ بولے۔ سفر تو اتنا زیادہ نہیں مگر کچا راستہ اور پھر رات کی تاریکی میں دشواری تو پیش آ سکتی ہے مگر گھبراؤ مت میرا بیٹا روٹی لے کر آنے والا ہے اسے تمہارے ساتھ کر دیتا ہوں، وہ تمہیں سائیکل پر شادی والی جگہ تمہارے دوست کے ہاں چھوڑ آئے گا۔ بہت بہت شکریہ بابا۔ خوش ہوتے ہوئے بابا سے میں نے کہا۔ اسی دوران ہمارے درمیان بہت ساری باتیں ہوئیں۔ بابا کے حسن اخلاق سے میں بے حد متاثر ہوا۔ اس وقت مجھے احساس ہوا کہ واقعی بزرگ عظیم ہوتے ہیں۔ یقیناً آج کل کا نوجوان طبقہ ان سے دور دور رہتا ہے۔ ان کی صحبت سے دور رہ کر ہم کچھ حاصل کرنے سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اگر ہم انہیں وقت دیں ان کے ساتھ بیٹھ کر دکھ سکھ شیئر کریں تو ان بزرگ حضرات سے بہت کچھ حاصل اور سیکھا جا سکتا ہے۔ بزرگ تو ہمارے لئے اکیڈمی کی حیثیت رکھتے ہیں اور دوسرے لفظوں میں یہ ہمارے لئے ہی سراپا رحمت

ہیں۔ بابا نے مجھے انہی سوچوں میں گم دیکھ کر وجہ پوچھی تو میں بولا۔ بابا جی آپ تو بہت اچھے انسان ہیں، آپ کی رفاقت میں میں سارے سفر کی تھکاوٹ کو بھول گیا ہوں۔ جیتے رہو بیٹا۔ دراصل تم بزرگوں کی صحبت میں کم گئے ہو ورنہ بزرگ سارے ہی تمہیں اچھے لگیں گے۔ بابا نے جواباً مزید کہا۔

ہمارے جوانی کے زمانے میں ہم سبھی بستی کے جوان، بچے اپنے بزرگوں کے پاس جا کر ان سے بہت کچھ سیکھتے تھے۔ ان کی خوبصورت دل موہ لینے والی باتیں سنتے تھے، ان کے مشاہدات و تجربات سے بہت کچھ حاصل کرتے تھے۔ اکثر خوشی کے تہواروں میں ان سے سبق آموز قصے اور کہانیاں سن کر اپنی اصلاح کرتے تھے۔ ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں ہوا کرتی تھیں۔ چھوٹے سے پیار، بڑوں کا احترام اور والدین کی دلی عزت کرتے تھے۔ آپس میں اتفاق، خلوص اور بے لوث چاہت کا جذبہ رکھتے تھے۔ ان دنوں کوئی بے ایمانی، ملاوٹ یا مطلب پرستی نہیں تھی۔ بغیر کسی لالچ اور غرض کے دلی احترام اور محبت سے پیش آتے تھے۔ کیا سہانے اور خوبصورت شب و روز ہوا کرتے تھے۔ سچے جذبے کے ساتھ ایک دوسرے کے کام آ کر دکھ سکھ میں شامل ہوتے تھے اور جبکہ آج کے حالات ماضی کے برعکس ہیں۔ ہر طرف افراتفری، لوٹ مار، بے ایمانی، خودغرضی اور مطلب پرستی چھائی ہوئی ہے۔ ہر کسی کو صرف اپنی ہی پڑی ہوئی ہے۔ کوئی کسی سے مخلص نظر نہیں آتا۔ بھائی بھائی کا دشمن ہے۔ جھوٹ، فریب اور فراڈ تو عام ہو گیا ہے۔ جب یہ چیزیں ہمارے معاشرے میں پائی جائیں گی تو کیسے ہم لوگ سدھر سکیں گے۔ کیونکر رزق میں برکت ہوگی اور کیسے بائی چارے کی فضا قائم ہوگی۔ کاش کہ ہم لوگ اپنا محاسبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں۔ اس سے قبل کہ موت کا فرشتہ آئے اور ہماری روح نکال کر لے جائے ہم سب صدق دل سے اللہ کے حضور سچے دل سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر تمام برائیوں سے توبہ کر لیں۔ ان شاء اللہ پھر دین و دنیا کی بھلائی نصیب ہوگی اور اللہ کی رحمتوں سے مالا مال ذہنی سکون اور دلی خوشیاں ہمارا مقدر بن جائیں گی۔

ہاں بابا اللہ ہمیں توفیق دے۔ بابا نے اپنی پراثر گفتگو ختم کی تو میں نے جواب میں۔ اچھا بابا جی! جب تک آپ کا بیٹا آتا ہے کوئی اپنے وقت کا کوئی یادگار اور سبق آموز واقعہ جسے آپ فراموش نہ کر سکے ہوں۔ میری بات سن کر بابا نے دور خلاؤں میں دیکھا تھوڑی ہی دیر بعد سوچتے ہوئے یوں گویا ہوئے۔ ہاں بیٹا! ایک ایسا دلخراش واقعہ ہے جسے میں آج تک نہیں بھول سکا۔ یہ آج سے کوئی بیس برس پہلے کی بات ہے۔ جب میں ساہیوال میں تعینات تھا۔ آئے دنوں وہاں مختلف قسم کے مختلف وارداتوں اور جرائم میں ملوث قیدی آتے رہتے تھے۔ مگر ایک قیدی ایسا آیا جس کی نوعیت منفرد تھی۔ اس کا نام دلاور تھا وہ پہلی مرتبہ آیا تھا۔ دلاور قتل کے ایک مقدمے میں جیل آیا تھا۔ ان باتوں کے پیش نظر مجھے دلاور سے ملنے کا اشتیاق بڑھا۔ گرمیوں کے دن تھے، دوپہر کا وقت تھا زیادہ تر قیدی محو نیند تھے۔ یہ اتفاق تھا یا معمول کہ دلاور جاگ رہا تھا۔ وہ اپنا سر گھٹنوں کے درمیان رکھے اپنی سوچوں میں گم تھا۔ اسے میری موجودگی کا علم ہوا تھا جلدی سے اٹھ کر احتراماً جی سر کہا۔ میں نے خلوص بھرے لہجے میں اسے سلام کہنے کے بعد بیٹھنے کو کہا اور خود بھی کرسی منگوا کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ دلاور! تم اپنی داستان سنانا پسند کرو گے جس کی وجہ سے تم سزائے موت کے مجرم مرتکب ہوئے ہو۔ میری بات سن کر پہلے تو دلاور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا پھر میرے کہنے پر چپ ہوا کہ مرد رویا نہیں کرتے، حالات کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اگر تم نے کسی کو جان سے مارا ہے تو پھر سزائے موت ملنے کے ڈر سے روتے کیوں ہو۔ سر جی! ایسا نہیں ہے۔ دکھ تو اسی بات کا ہے کہ میں نے کوئی قتل وغیرہ نہیں کیا۔ پہلے اپنی کہانی تو سناؤ پھر اپیل کے معاملے پر بھی غور کریں گے۔ میں نے اصل موضوع کی طرف اس کی سوچوں کا رخ موڑا قدرے توقف کے بعد دلاور نے کہنا شروع کیا۔

سر جی! میں ایک چھوٹے سے ہیڈ کا چوکیدار تھا جہاں کچھ مختلف قسم کی دکانیں تھیں۔ ایک میری جھونپڑی تھی جو اس ہیڈ پر تھی جہاں میری رہائش بھی تھی۔ میں بطور چوکیدار پانچ سال سے وہاں ڈیوٹی دے رہا تھا۔ ساون کا مہینہ تھا۔ ان دنوں رات کو میری ڈیوٹی سخت ہوتی تھی کہ رات کو اوپر سے پانی کا بہاؤ زیادہ آ جانے کی صورت میں ہیڈ سے آگے مختلف نالوں میں پانی برابر حصوں میں چھوڑ دیا کرتا تھا۔ کیونکہ زیادہ پانی اگر ایک ہی نالے میں چلے جانے سے آگے آبادی میں بند ٹوٹنے کے پیش نظر نقصان کا خطرہ رہتا تھا۔ ایک رات کوئی بارہ بجے کا وقت ہوگا، میں ہیڈ پر اکیلا تھا، اوپر سے آتی ہوئی بڑی نہر سے ایک لاش تیرتی ہوئی دیکھی جسے دیکھ کر میرے اوسان خطا ہو گئے اور خوف کے مارے میرے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی۔ تاہم ڈرتے ڈرتے انسانی ہمدردی کے تحت اس نکال کر چارپائی پر ڈال دیا۔ یہ ایک نوجوان کی لاش تھی۔ جسے شدید ضربوں سے ہلاک کر کے نہر میں پھینک دیا گیا تھا۔ میں نے اس کی اطلاع قریبی تھانہ میں جا کر دی۔ پولیس آئی اور مجھ سے مختلف قسم کے سوالات کی بوچھاڑ کر دی۔ میں نے صاف اور کھرے لفظوں میں سبھی ماجرا کہہ سنایا۔ ایس ایچ او مجھے بغور دیکھنے کے بعد بولا۔ زیادہ چالاک بننے کی ضرورت نہیں ہم سب سمجھتے ہیں۔ یہ قتل تم نے کیا ہے، سچ سچ بتا دو ورنہ...... یہ سن کر تو میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی، میں نے اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے لاکھ قسمیں کھائیں منت سماجت کی اور کہا کہ میں تو ایک غریب سا بندہ ہوں۔ میری دشمنی کسی سے نہیں اور نہ میں یہ کام کر سکتا ہوں۔ مگر مجھے یہ کہہ کر خاموش کر دیا گیا۔ میرے بیوی بچے مجھ سے ملنے آتے تو شدت غم سے میرا دل پھٹ جانے کو ہو جاتا۔ اب یہاں آیا ہوں گھر سے دور ہوں، بیوی بچوں یک یاد ستاتی ہے تو کلیجہ منہ کو آنے لگتا ہے۔ ان کے مستقبل کے بارے سوچتا ہوں تو پاگل سا ہو جاتا ہوں۔

پھر دلاور نے معمول کی طرح رونا شروع کر دیا۔

میں نے دلاور کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ دیکھو دلاور! رونے سے کوئی فائدہ نہیں اپنے گناہوں سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ سے صدق دل سے دعائیں مانگو وہی سب کچھ جاننے والا اور بخشنے والا مہربان ہے۔ حوصلہ رکھو وہی ہوگا جو قدرت کو منظور ہوگا اور ہاں تم نے کبھی کسی کے ساتھ ظلم یا زیادتی کی ہے جسے تم آج تک ضمیر کے آگے شرمندہ ہوتے ہو اور پشیمان بھی۔ نہیں سر جی! میں نے تو ایسا کوئی کام نہیں کیا۔ دلاور نے نفی میں جواب دیا۔ آج کل نہیں بہت عرصہ پہلے ماضی میں، یاد کرو کوئی ایسا واقعہ۔ میں نے اپنا اصرار جاری رکھا۔ ہاں سر جی! بہت عرصہ پہلے تیس برس ہو گئے ہوں گے ایک ایسا سنگین قسم کا واقعہ میرے سے سرزد ہوا ہے، مجھے یاد آ رہا ہے۔ قدرے توقف کے بعد سوچنے کے بعد دلاور نے جواب میں کہا تو میں نے تفصیل سے وہ واقعہ سننے کی خواہش کا اظہار کیا۔ وہی تو میں کہہ رہا ہوں ناں، سنا دو۔ شاید کوئی حل نکل آئے۔ ہاں شاباش۔

سر جی! آج سے بہت طویل عرصہ پہلے کی بات ہے جب میری عمر بیس سال ہو گی۔ اپنی ہی بستی میں میرے والد کی ایک چھوٹی سی کریانہ کی دُکان تھی جہاں کبھی کبھار ان کے کہیں جانے کے بعد دُکان چلانے کی ڈیوٹی میری ہوتی تھی۔ اس بستی میں صرف ہماری ہی ایک دکان تھی جو بستی اور اردگرد کے لوگوں کی خریداری کا مرکز تھی۔ ہماری بستی کے آخر میں ایک گھر تھا جو ہماری برادری سے تو تعلق نہ رکھتا تھا مگر ایک ہی علاقے میں رہتے ہوئے آنے جانے میں کوئی رکاوٹ یا پردہ وغیرہ نہیں تھا۔ اس گھر میں ایک نوجوان لڑکی شاہدہ رہتی تھی جو خوبصورت بھی تھی اور باتیں بھی ایسی ہی کرتی تھی جس کی وجہ سے مجھے بہت اچھی لگتی تھی۔ کبھی کبھار دُکان پر سودا سلف لینے آ جاتی تو میں اس کے ساتھ ہنسی مذاق میں اپنے دل کا حال کہہ لیتا تھا۔ جب میرے والد دُکان پر نہ ہوتے تو اس کے آ جانے سے مجھے باقی کے گاہک اچھا نہ لگتے انہیں جلدی روانہ کر کے شاہدہ کے ساتھ گپ شپ اور دل کی باتیں شیئر کر لیتا کہ تم مجھے بہت اچھی لگتی

ہو۔ خدا نے تجھے میرے لئے ہی خوبصورت بنایا ہے۔ تم میرے ساتھ دوستی کرلو وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کی ہلکی پھلکی اور میٹھی باتوں سے شاہدہ کو میں نے اپنا بنالیا۔ جو چیزیں وہ خریدتی میں اس سے پیسے نہ لیتا۔ یہی نہیں کہ میں اسے سودا سلف مفت میں دے دیتا بلکہ اپنی طرف سے اضافی چیزیں تحائف کے طور پر بھی دے دیتا۔ اس طرح شاہدہ سے میری دوستی پکی ہوگئی۔ اکثر ہم دُکان کے علاوہ مختلف جگہوں پر رات کے اندھیرے میں ملتے جی بھر کے باتیں کرتے۔ یہ سلسلہ چلتا رہا میری محبت ہوس میں بدل گئی۔ شہادہ مضبوط اعصاب کی مالک تھی مجھے سمجھاتی اور گناہوں کی دلدل سے دور رہنے کی نصیحتیں بھی کرتی مگر میں اپنی شیطانی دھن میں اسے قائل کرتا۔ کچھ دنوں کے بعد میں اپنے مطلب میں کامیاب ہوگیا۔ شاہدہ! میں اپنے والدین کو تمہارے گھر تمہارا رشتہ مانگنے کے لئے بھیج رہا ہوں۔ ہم باقاعدہ شادی کے بندھن میں بندھ جائیں گے تو یہ گناہ تو نہ ہوا ناں۔ تم میری ہو تو پھر یہ فرق اور دوری کیسی۔ رات کے اندھیرنے میں میں نے پوری کوشش اور دلائل کے ساتھ اپنے مقصد کے شیشے میں اتار لیا۔ اس کے بعد میں نے محسوس کیا کہ شاہدہ کے ساتھ میری محبت ہوس بن کر رہ گئی ہے۔ جب ہم ملتے تو یہی مطلب کی حد تک۔ وہ کہتی کہ میرے رشتے کی بات کرنے کے لئے اپنے والدین کو کب بھیج رہے ہو مگر میں مختلف قسم کے بہانے بنا کر ٹالتا رہتا۔ اس کے فوٹو میں نے اتارے تو وہ بہت پریشان ہوئی مگر اب انکار کیسے کرتی جب عورت کی عزت نہ رہے تو باقی کی کوئی چیز معنی نہیں رکھتی۔

اس کی شادی کہیں اور ہونے لگی تو مجھ سے وہی اصرار کہ میں کچھ کروں خاموش کیوں ہوں۔ کیا میری محبت صرف شیطانی ہوس تک محدود تھی۔ شاہدہ کا احتجاج اصرار رونا چیخنا چلانا سب بے کار گیا۔ اس کی شادی مجھ سے تو نہ ہوئی اپنے کزن سے ہوگئی میرے سر سے وزن اتر گیا۔ شادی کے کچھ ماہ بعد شاہدہ کو دیکھا تو اس سے ملنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ میں نے بستی کی ایک عورت سے پیغام بھجوایا کہ رات کو اکیلے میں مجھ سے ملو۔ شاہدہ نے صرف انکار ہی نہیں کیا مجھے مطلب پرست کا لقب دے کر اب تعلقات کو ختم کرنے کے ساتھ نہ ملنے کی قسم کھالی۔ مگر میں کہاں رکنے والا تھا۔ میرے پاس ایسا ہتھیار باقی تھا جو انکار اس کے بس کی بات نہیں تھی میں نے دوبارہ پیغام بھجوایا۔ تمہاری تصویریں میرے پاس ہیں اب انکار کی صورت میں تمہارے گھر بھجوا کر تمہارا جیون عذاب کر دوں گا اور تمہارے محبت کرنے والے شوہر کو بطور گفٹ کر کے سب کچھ بتا دوں گا۔ اب تمہاری مرضی انکار کرو یا اقرار فیصلہ اور سب کچھ تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اس طرح بلیک میل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ جب ہی شاہدہ اپنے میکے آتی مجھ سے ضرور ملتی۔ اسی طرح ایک سال گزر گیا۔ شاہدہ کے ہاں بچہ پیدا ہوا اس کی ڈلیوری اس کے میکے ہی ہوئی تھی۔ بچہ پیدا ہونے کے دو ماہ بعد میں نے اسے رات کو ملنے کا پیغام بھجوایا۔

گرمیوں کے شب و روز تھے۔ راتیں اندھیری تھیں۔ رات کے بارہ بجے کا وقت تھا ہم ابھی ملے ہی تھے کہ اس کا بچہ جاگ گیا اور رونے لگا۔ شاہدہ مجھے واپس جلد آنے کا کہہ کر فوراً اپنے بچے کے پاس چلی گئی۔ دودھ وغیرہ دینے کے بعد اسے سلا کر دوبارہ آئی تو میرے قدموں میں گر کر منت ساجت کرنے لگی۔ دلاور! خدا کے واسطے مجھے میرے حال پر چھوڑ دو مجھے گھر میں سکون سے رہنے دو۔ اب تو میرے ہاں اللہ نے بیٹا دے دیا ہے۔ میں ایک ماں بن چکی ہوں مجھے مزید برباد نہ کرو تجھے خدا کا واسطہ اب مجھ سے الگ ہو جاؤ۔ تم اب شادی کرلو اپنے گھر میں خوش رہو اور مجھے بھی آزاد جینے دو۔ ابھی یہ کہہ رہی تھی کہ اس کا بیٹا پھر جاگ اٹھا۔ شاہدہ رحم طلب نظروں سے اجازت لے رہی تھی میں نے اسے یہ کہہ کر تسلی دی کہ کل ایک بار صرف آخری بار مجھ سے مل ملینا پھر تم میری طرف سے آزاد ہو وعدہ۔ مگر اس کے لئے کل میں تیرے پاس نشہ آور گولیاں بھجوا دوں گا۔ اپنے گھر والوں کو کھانے وغیرہ میں کھلا دینا تسلی کے ساتھ بیٹھ کر کچھ وقت گزاریں گے پھر میں تجھے کبھی بھی ملنے کے

لئے نہیں کہوں گا۔ وہ ٹھیک ہے۔ کا کہہ کر گھر داخل ہوگئی اور میں بھی واپس گھر چلا گیا۔

اگلے دن نشہ آور گولیاں میں نے شاہدہ کو بھجوا دیں۔ رات کے گیارہ بجے جب ہر کوئی سو گیا تو میں شاہدہ کے گھر کے پچھواڑے کماد کے کھیت مقررہ جگہ اس سے ملنے گیا۔ تھوڑی ہی دیر بعد شاہدہ بھی آ گئی جو بہت دیر تک میرے ساتھ رہی۔ یہ ہماری آخری ملاقات تھی صبح دیر سے میری آنکھ کھلی چھوٹے بھائی نے کہا۔ دلاور بھائی! ابا سودے وغیرہ لینے شہر جا رہے ہیں آپ منہ ہاتھ دھو کر ناشتہ کر کے دُکان پر جائیں، گاہک پریشان ہو رہے ہوں گے۔ ٹھیک ہے مگر پہلے میں نہا لوں پھر ناشتہ کر کے دُکان پر جاؤں گا۔ جواب میں بھائی کو کہا۔ میں نہا دھو کر ناشتہ کرنے ہی لگا تھا کہ قریبی مسجد کے لاؤڈ سپیکر سے اعلان سنا جو میرے لئے دھماکے سے کم نہیں تھا۔ یہ شاہدہ کے معصوم بیٹے کی فوتگی کا اعلان تھا جو گزشتہ رات نشہ آور گولیوں کی زد میں زندگی کی بازی ہار گیا تھا۔ میں نے سر تھام لیا کیونکہ یہ صرف میری ہی بری حرکت کی وجہ سے ایسا ہوا تھا۔

دلاور کی زبانی احوال سن کر میں نے کہا۔ دلاور! اس کا مطلب ہے شاہدہ کے بیٹے کے تم ہی قاتل ہو۔ تم ہی اس معصوم بچے کی زندگی کے قاتل ہو۔ شاید تم حالیہ قتل میں بے گناہ ہو مگر اس بچے کے تو قاتل ہو۔ قدرت نے تو اپنا کام مکمل کر دیا ہے اسی جرم کی تجھے سزا ملی ہے۔ ہاں صاحب جی! آپ سچ ہی کہتے ہیں میں ہی اس معصوم بچے کا قاتل اور شاہدہ کا مجرم ہوں۔ مجھے میرے کیے کی سزا مل گئی ہے۔ دلاور یہ کہہ کر خاموش ہو گیا تھا۔ قدرت کی لاٹھی بے آواز ہے سچ ہے اس کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا اور واپس اپنی ڈیوٹی پر آ گیا اور کچھ ہی دنوں بعد دلاور کو سزائے موت ہوگئی جو اس کے گزرے دنوں کا قرض تھی۔

سو برس کی زندگی میں ایک پل
آج جو کچھ بوئے گا کاٹے گا کل

□❊□

غزل

سلسلے جو وفا کے رکھتے ہیں
حوصلے انتہا کے رکھتے ہیں
ہم کبھی بدعا نہیں دیتے
ہم سلسلے دعا کے رکھتے ہیں
ان کے دامن بھی جلتے دیکھے ہیں
ان وہ جو دامن بچا کے رکھتے ہیں
ہم نہیں ہیں شکست کے قابل
ہم سفینے جلا کے رکھتے ہیں
جس کو جانا ہے وہ چلا جائے
ہم دیے سب بجھا کے رکھتے ہیں
ہم بھی کتنے عجیب ہیں لوگو
درد کو دل بنا کے رکھتے ہیں

☆......ڈاکٹر سونیا حیدر۔ شیخوپورہ

غزل

میں نے کب درد کے زخموں سے شکایت کی ہے
ہاں میرا جرم ہے میں نے محبت کی ہے
چلتی پھرتی لاشوں کو گا ہے مجھ سے
شہر میں رہ کر میں نے جینے کی حسرت کی ہے
آج پہچانا نہیں جاتا چہرہ اس کا
اِک عمر میرے دل پہ جس نے حکومت کی ہے
آج پھر دیکھا ہے اُسے محفل میں پتھر بن کر
میں نے آنکھوں سے نہیں دل سے بغاوت کی ہے
اُس کو بھول جانے کی غلطی بھی نہیں کر سکتا فراز
ٹوٹ کر کی ہے تو صرف محبت کی ہے

☆......صدف مسکان۔ مردان

غزل

غم حیات کا جھگڑا مٹا رہا ہے کوئی
چلے آؤ کہ دنیا سے جا رہا ہے کوئی
ازل سے کہہ دو کہ رک جائے دو گھڑی
سنا ہے انہی کے وعدے نبھاہ رہا ہے کوئی
پھر پلٹ کر نہ آئی سانس نبضوں میں فراز
اتنے حسین ہاتھوں سے میت سجا رہا ہے کوئی

☆......نرگس ناز۔ سکھر

وفا کی تلاش

حسن رضا۔ رکن سٹی

ہم ایک ہی کالج میں پڑھتے تھے۔ میری اس لڑکی سے ٹکر ہو گئی۔ اس لمحے مجھ کو بہت پسند آئی اور میں اپنا دل کھو بیٹھا۔ میں نے اپنی محبت کا اظہار کیا لیکن اس نے انکار کر دیا۔ پھر جب میں نے اظہار کیا اس لڑکی نے مجھے ٹھکرا دیا۔ پتہ نہیں پھر کیسے اس نے میرے پاس خود آ کر اظہار کر لیا اور کہا ...... میں [illegible] صرف [illegible] دن میں بہت خوش ہوا۔ ہماری محبت پروان چڑھنے لگی۔ ہماری سچی [illegible] اس سے ہماری منگنی کر دی گئی پھر شادی کیسے؟ آپ بھی پڑھئے [illegible] وفا کی تلاش ...... ایک دکھ بھری سسکتی ہوئی داستان

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔
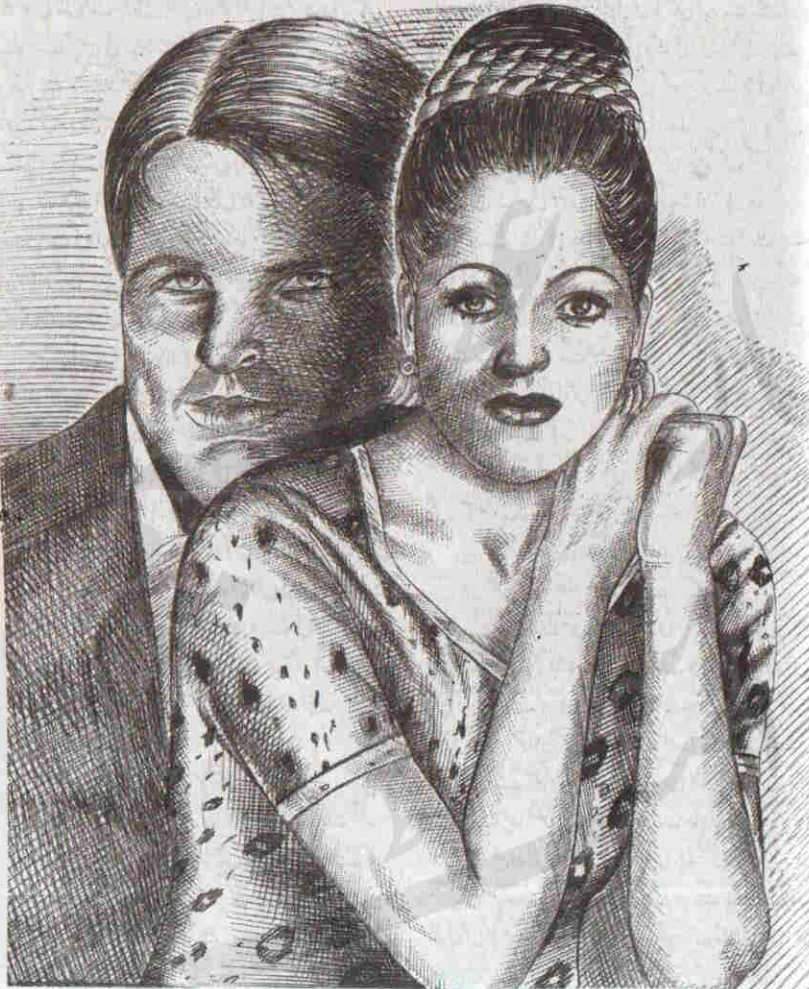
یہ [illegible] بہت ہی مخلص دوست کی ہے جو [illegible] رہا ہے۔ جی قارئین! تو پھر میرے [illegible] کی کہانی اس کی زبانی سنتے ہیں۔

قارئین! میرا نام عثمان ہے اور میں صرف ایک بھائی ہوں۔ جب میں پانچ سال کا ہوا تو میرے والدین نے مجھ کو تعلیم کی غرض سکول داخل کروا دیا۔ پانچویں کا امتحان زبردست نمبرز لے کر پاس کیا۔ اس کے بعد چھٹی کلاس میں داخلہ لیا جب مجھ کو ایک بہت ہی اچھا دوست حسن مل گیا۔ پھر آہستہ آہستہ دسویں تک اس سکول میں ہی پڑھتے رہے۔ پھر ہاسٹل میں ہم دونوں نے داخلہ لیا۔ پہلا دن تو کافی بور گزرا البتہ ہفتہ گزرنے کے بعد ہم دونوں اس ماحول سے منسلک ہو گئے۔ ایک دن میتھ کا پیریڈ پڑھ رہے تھے لیکن میں ابھی تک کلاس روم میں نہیں گیا جس کی وجہ سر درد تھی۔ حسن پیریڈ اٹینڈ کرنے چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مجھے کچھ افاقہ ہوا تو میں نے بیٹھنا مناسب نہ سمجھا اور میتھ کی book لی اور پیریڈ اٹینڈ کرنے کے لئے جا رہا تھا۔ مجھ کو جلدی تھی اس لئے میں تیز چل رہا تھا کہ میری ٹکر ایک لڑکی سے ہو گئی۔ وہ بھی پیریڈ اٹینڈ کرنے کے لئے جا رہی تھی۔ اس کی ساری books نیچے گر پڑیں تو اس نے مجھ کو بہت برا بھلا کہا۔ حالانکہ میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا تھا یہ ایک by chance تھا۔ خیر میں جلدی کلاس روم میں چلا گیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ شکر ہے کہیں اس لڑکی نے میرا سر نہیں پھاڑ دیا تھا۔ تو کلاس روم میں جا کر حسن کے ساتھ بیٹھ گیا۔ عثمان کیا تمہاری طبیعت تو ٹھیک ناں؟ ہاں حسن اب بہتر ہوں۔ بریک ہوئی تو نزدیک ہی ایک پارک تھی میں اور حسن دونوں اسی پارک میں جا کر بیٹھ گئے۔ حسن کہتا ہے یار! آج تم پریشان کیوں ہو؟ یار میتھ کا پیریڈ اٹینڈ کرنے جب کلاس روم میں آ رہا تھا تو ایک لڑکی سے ٹکرا گیا۔ اس لڑکی نے مجھ کو بہت برا بھلا کہا اور اس کی یہ ادا مجھے بہت پسند آئی۔

دکھ سکھ تو ملیں گے اے دوست سفر زندگی میں صرف خوشیاں ہی کہاں ملی ہیں کسی کو زندگی میں جیسے پھول کے سنگ کانٹے ایسے خوشی کے ساتھ ہیں دکھ

تو پھر کیا امید لگائے بیٹھا ہے اے ناداں تو زندگی سے
عثمان میں تو تم کو یہ نہیں کہوں گا کہ تو ان

کاموں میں لگ جا پلیز عثمان ادھر دھیان مت دو۔ میں نے جب حسن کی یہ بات سنی تو خاموش ہو گیا۔ خیر دن گزرتے رہے۔ ایک دن وہ لڑکی جس سے میری ٹکر ہوئی تھی، وہ سہیلیوں کے ساتھ کوئی پارٹی تھی یا پھر پتہ نہیں وہ ایک فائیو سٹار ہوٹل میں داخل ہوئیں، میں بھی ان کے پیچھے اسی ہوٹل میں داخل ہو گیا۔ میں نے منیجر سے بات کی کہ یہ لڑکیاں جو بھی کھائیں پئیں ان کا بل یہ رہا۔ میں اوپر گیا اور وہاں پر ایک سائیڈ پر بیٹھ گیا۔ جونہی ان لڑکیوں نے بل pay کرنا چاہا تو منیجر نے کہا کہ میڈم آپ کا بل pay ہو چکا ہے تو ایک لڑکی نے کہا۔ انیلہ آخر یہ کون ہے جس نے ہمارا بل ادا کیا؟ خیر اب تو نام کا بھی پتہ چل گیا اس کا نام انیلہ ہے۔ تو دن گزرتے گئے میری محبت بڑھتی چلی گئی لیکن ابھی تک اظہار نہ کر پایا تھا۔ انیلہ کو پتہ چل گیا کہ بل عثمان نے ادا کیا تھا تو انیلہ عثمان کے پاس آئی۔ یعنی میرے پاس آئی اور کہا جناب ہم کو آپ کے پیسوں کی کوئی ضرورت نہیں اور ہاں آئندہ مجھ سے بات کرنے کی کوشش مت کرنا او کے۔ میں کافی پریشان ہو گیا کہ اب کیا کیا جائے۔ خیر میں نے کاغذ قلم کا سہارا لیا۔ انیلہ پیسے بھی واپس کر گئی۔

میری جان انیلہ السلام علیکم!

خشک شاخوں پہ باندھ سبز پتے مانگ کر
آندھیاں آئیں تو پل بھر میں بھرم ٹوٹ جائے گا

میری جان میرے دل کی دھڑکن میری ہر سانس انیلہ پلیز میرا یقین کرنا میں تم سے بہت زیادہ پیار کرتا ہوں اور اگر آپ نے انکار کر دیا تو میں جیتے جی مر جاؤں گا۔ میں اپنی جان کے جواب کا انتظار کروں گا۔ بیسٹ وشز فار یو۔ عثمان

میں نے اگلے دن انیلہ کی ایک سہیلی کو یہ لیٹر دیا اور کہا۔ انیلہ کو دے دینا اور اس کو کہنا کہ جلد جواب دے۔ دوسرے دن میں اور حسن دونوں اسی پارک میں بیٹھے تھے میں نے حسن کو سب سچ بتا دیا کیونکہ میں اپنے دوست سے کوئی کسی قسم کی بات نہیں چھپاتا تھا تو حسن نے مجھ کو حوصلہ دیا۔ ہم ابھی باتیں کر رہے تھے کہ انیلہ مجھ کو ہماری طرف آتی ہوئی دکھائی دی۔ انیلہ بہت ہی غصے میں نظر آ رہی تھی آتے ہی مجھ پر ٹوٹ پڑی اور کہا۔ عثمان صاحب مجھ کو آپ کے پیار کی بالکل ضرورت نہیں میں آپ سے کبھی بھی پیار نہیں کرتی نہ کرتی تھی نہ کرتی ہوں نہ کروں گی۔ اور ہاں آئندہ سے مجھ سے ملنے کی یا پھر خط لکھنے کی زحمت مت کرنا اور اتنی بے عزتی کر کے انیلہ تو چلی گئی لیکن مجھے آنسوؤں کا سیلاب دے کر چلی گئی۔ میں بہت رویا اپنی قسمت پہ حسن نے مجھے حوصلہ دیا اور کہا۔ عثمان دیکھ لینا ایک نہ ایک دن تمہاری محبت تمہاری چاہت تمہارا پیار لازمی رنگ لائے گا۔

رکھیں گے تم کو ہم دل کی دنیا میں بسا کر
چھوڑیں گے نہ ہم کبھی تجھے اپنا بنا کر
یہ عمر گزار دیں گے تیرے پیار میں ہم
ہر خواہش بھلا دیں گے تجھے پا کر

خیر میں نے بھی ہم نہ ہاری اور انیلہ جہاں بھی جاتی میں بھی پہنچ جاتا۔ پیپرز نزدیک ہی تھے اور وہ بھی دن آ گیا جب میری خوشی کا دن تھا۔ آج پہلی بار خوش نصیبی ہوئی امتحان مکمل ہونے کے بعد آج رزلٹ کا دن تھا۔ حسن نے مجھ کو آ کر خوشخبری سنائی عثمان مبارک ہو تم نے بہت اچھا سکول کو ٹاپ کیا ہے۔ تمہاری پہلی پوزیشن اور اس مغرور لڑکی انیلہ کی دوسری پوزیشن۔ خیر لڑکے لڑکیاں مبارک دینے کے لئے آ رہے تھے کہ ایک لڑکیوں کا گروہ بھی ادھر ہی آ رہا تھا جس میں انیلہ میری جان میرے دل کی دھڑکن بھی موجود تھی۔ لڑکیوں نے مبارکباد دی اور انیلہ نے بھی مبارکباد دی اور کہا عثمان میں تم سے اکیلا ملنا چاہتی ہوں۔ تو دوسری لڑکیاں باہر چلی گئیں میں اور انیلہ صرف اس جگہ پر باقی تھے۔ تو انیلہ نے کہا۔ عثمان پلیز اب اور مجھے شرمندہ مت کرنا میں آپ سے معافی مانگتی ہوں پلیز مجھے معاف کر دو۔ میں تو تم کو آوارہ لڑکا سمجھتی تھی لیکن مجھے تب یقین ہوا جب میری سہیلی نے تجھے روتا ہوا دیکھا ہے اور مجھ کو کہا کہ اے پتھر دل لڑکی وہ تو رو رہا تھا اور تم نے تو اس کی خوب اچھی طرح سے بے عزتی کی جاؤ اس سے معافی مانگو۔ اس لئے میں بھی تم سے بہت پیار کرتی ہوں پلیز مجھ کو چھوڑ کر مت جانا۔ تو میں نے انیلہ کو کہا کوئی بات نہیں۔ پھر ہماری محبت کی شروعات ہو گئی آج کا دن میرے لئے تو عید کا دن تھا بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

آئے ہو میری زندگی میں تم بہار بن کے
میرے دل میں یوں ہی رہنا تم پیار پیار بن کے

میں نے اپنے دوست حسن کو بھی بتا دیا۔ خیر ہماری ملاقاتیں بھی روزانہ ہوتیں۔ ہماری دن بدن محبت بڑھتی چلی گئی۔ ایک دن انیلہ نے مجھ سے کہا کہ میں نے تم کو بہت ستایا ہے ناں۔ نہیں انیلہ ایسی کوئی بات نہیں مجھ کو وفا کی تلاش تھی۔ جو تم نے پوری کر دی اب اس وفا کو ہم دونوں نے مل کر نبھانا ہے۔ ہم دونوں روزانہ پیار بھری میٹھی میٹھی باتیں کرتے۔ جہاں بھی جاتے ہم تینوں مل کر جاتے یعنی میں حسن اور انیلہ۔ ہماری محبت کو ایک سال کا عرصہ ہو گیا۔ ایک دن انیلہ گاڑی پر گاؤں واپس جا رہی تھی کہ اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ مجھے پتہ چلا کہ انیلہ کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے تو میں فوراً ہسپتال میں پہنچ گیا جس میں انیلہ موجود تھی۔ ڈاکٹر کافی پریشان تھے۔ انہوں نے کہا کہ مشکل کام ابھی تک کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا تو میں رونے لگا تو ڈاکٹروں اور نرسوں نے مجھے حوصلہ دیا۔

رب نہ کرے کہ یہ زندگی کبھی کسی کو دغا دے
کسی کو رلائے یہ دل کی لگی مولا سب کو دعا دے

یہ گانے کے غمگین بول مجھے یاد آ گئے تو ایک دفعہ پھر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اتنے میں حسن بھی آ گیا۔ اس سے کہا انیلہ اب کیسی ہے تو میں نے کہا کہ اب کچھ ٹھیک ہے۔ اتنے میں نرس روم سے نکلی اور مجھے کہا کہ انیلہ کو ہوش آ گیا ہے آپ لوگ انیلہ سے مل سکتے ہیں۔ میں اور حسن دونوں اندر گئے تو انیلہ سے میں نے پوچھا میری جان یہ سب کیسے ہو گیا تو انیلہ نے کہا کہ ایک تیز ٹرک سے ایکسیڈنٹ ہوا ہے تقریباً ایک ماہ بعد انیلہ کو ڈسچارج کر دیا گیا۔ میں نے اپنے رب کا شکر ادا کیا اور کہا یااللہ میری جان میرے نصیب میں لکھ دے۔ انیلا بھی آ گئی اور آ کر کہا۔ اے کیا سوچ رہے ہو؟ کچھ نہیں بس ویسے ہی میری جان اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ آئی ایم فائن۔ ہم سکول کی طرف سے ٹرپ پر جا رہے تھے۔ میری جان بھی میرے ساتھ تھی اور ہم اسلام آباد پہنچ گئے اور تاریخی مقامات کی سیر کی ہم تینوں ان سب سٹوڈنٹ سے الگ سیر کر رہے تھے۔ کافی سارے ہم نے مقامات دیکھے انیلہ نے کہا۔ عثمان کتنی خوبصورت وادی ہے کتنا حسین موسم ہے۔ ہاں انیلہ بالکل لیکن تم سے کم کیا کہا تم نے؟ ہم سب کھلکھلا کر ہنس دیئے۔ اتنے میں ٹیچر نے ہمیں واپس بلوا لیا کیونکہ ہم کالج کی طرف سے ٹرپ پر آئے تھے۔ خیریت سے سفر مکمل ہوا۔ ایک دن انیلہ نے کہا۔ میری جان اب شادی کب کرنی ہے؟ تو میں نے کہا میری جان بہت جلد میں اپنے والدین سے بات کروں گا۔

وفاؤں کے بدلے وفا چاہتا ہوں
خدا سے تجھے باخدا چاہتا ہوں
بھرا پیار ہے جس طرح میرے دل میں
تیرے دل میں بھر دے خدا چاہتا ہوں
نہ دل توڑ دینا نہ منہ موڑ لینا
میں قائم یہ رشتہ صدا چاہتا ہوں
سنا ہے محبت میں ہے درد غم بھی
تیرے سنگ یہ سہنا سزا چاہتا ہوں
جو تم ساتھ دو گے تو پا لوں گا منزل
ہر قدم پہ تیرا آسرا چاہتا ہوں
بہت کچھ گنوایا ہے حسن تیری خاطر
میں بس تم سے عہد و وفا چاہتا ہوں

ہاں انیلہ صرف تمہارے سہارے کی ضرورت ہے اگر تم ساتھ دو گی تو ہم کو کوئی دنیا کی طاقت نہیں روک سکتی۔ خیر دن گزرتے گئے اور اسی طرح ہماری محبت کو

تین سال کا عرصہ مکمل ہو گیا۔ اب کالج سے وہ اپنے گھر میں اپنے گھر آخری دن جب تیاری ہوئی تو میں نے انیلہ سے کہا میری جان میرے دل کی دھڑکن مجھ کو بھول مت جانا میں بہت جلد رشتے کے لئے والدین کو آپ کے ہاں بھیج دوں گا۔

تمنا سے نہیں تنہائی سے ڈرتے ہیں
پیار سے نہیں رسوائی سے ڈرتے ہیں
ملنے کے بعد جدائی سے ڈرتے ہیں
نگاہوں کے تصادم سے عجب انقلاب آیا

دن گزرتے گئے اب میں کافی پریشان رہنے لگا۔ اب مجھ سے مزید جدائی برداشت نہیں ہوتی تھی۔ اب میں اپنے والدین سے کیسے بات کروں۔ ماں نے کہا۔ عثمان پریشان کیوں ہو بیٹا؟ کچھ نہیں ماں۔

بڑا کٹھن ہے راستہ جو اس کے ساتھ دو
بڑے فریب کھاؤ بڑے ستم اٹھاؤ گے
یہ عمر بھر کا ساتھ ہے نبھاہ سکو تو ساتھ دو
جو تم کہو یہ دل تو کیا میں جان بھی وار دوں
جو میں کہوں بس ایک نظر لٹا سکو تو ساتھ دو
میں اک غریب بے نوا میں اک بے سہارا
میری نظر کی التجا جو پا سکو تو ساتھ دو
ہزاروں امتحان ہزاروں آزمائشیں
ہزاروں دکھ ہزاروں غم جو اٹھا سکو تو ساتھ دو
یہ زندگی یہاں خوشی غموں کے ساتھ ساتھ
رلا سکو تو ساتھ دو ہنسا سکو تو ساتھ دو

ایک دن انیلہ کا فون آیا اور انیلہ نے کہا۔ میری جان یہ میرا نمبر ہے آئندہ اسی نمبر پر رابطہ ہو گا۔ اس طرح ہماری باتوں کا سلسلہ چل نکلا۔ ایک دفعہ انیلہ نے مجھ کو ایک غزل سنائی اور کہا۔ میری جان تیرے نام

میں تیرے سنگ کیسے چلوں سجنا
تو سمندر ہے میں ساحلوں کی ہوا
تو میرا ہاتھ ہاتھوں میں لے کے چلے مہربانی تیر
تیری آہٹ سے دل کا دریچہ کھلے میں دیوانی تیری
تو غبار سفر، میں خزاں کی صدا
تو سمندر ہے میں ساحلوں کی ہوا
تو بہاروں کی خوشبو بھری شام ہے میں ستارا تیرا
میں نے ساری خدائی میں تجھ کو چنا
تو سمندر ہے میں ساحلوں کی ہوا
تم چلو تو ستارے بھی چلنے لگیں آنسوؤں کی طرح
خواب پہ خواب آنکھوں میں جلنے لگیں آرزو کی طرح
تیری منزل بنے میرا ہر راستہ
تو سمندر ہے میں ساحلوں کی ہوا

یہ غزل مجھے بہت پسند آئی۔ اس کے بعد ہماری روزانہ فون پہ باتیں ہوتیں۔ ایک دن اس نے کہا۔ عثمان والدین سے پلیز بات کرو اب جدائی بالکل برداشت نہیں ہوتی۔ تو میں نے کہا کہ میں آج ہی والدین سے بات کروں گا۔ پرامس؟ یس آئی پرامس۔ تو ٹھیک ہے عثمان میں ویٹ کروں گی۔ او کے گڈ بائے اینڈ ٹیک کیئر۔ تو پھر میں نے ماں سے بات کی تو فوراً مان گئیں اور انہوں نے کہا کہ میں آپ کے ابو آتے ہیں تو ان سے بات کروں گی۔ ٹھیک ہے امی۔ میں نے انیلہ کو کال کی اس نے تیسری بیل پر کال او کے کی اور کہا۔ ہاں جانو تو تم نے بات کی؟ yes، جی تو پھر میں نے کہا کہ آپ لوگ تیار رہیں۔ میں کل صبح ہوتے ہی ماما پاپا کو بھیج دوں گا۔ تو ٹھیک ہے میری او کے۔ اس کے بعد رابطہ منقطع ہو گیا تو میں بہت خوش تھا کہ میری جان جلد ہی میری جان جلد ہی میری ہو جائے گی۔ رات کو امی نے ابو سے بات کی تو انہوں نے کہا ٹھیک ہے جس طرح ہمارا بیٹا خوش اسی طرح ہم خوش۔ تو میں نے پاپا کو گلے سے لگا لیا او گڈ پاپا! مجھے آپ سے یہی امید تھی۔ صبح ہوتے ہی میں نے انیلہ کو اطلاع کر دی کہ امی ابو آ رہے ہیں۔ تو ٹھیک ہے میں نے کب روکا کہ نہ آئیں۔ تم بھی ناں انیلہ یہ مذاق کو چھوڑو اور مجھ سے سیریس بات کرو اچھا بابا غزل سناؤ جی جان۔

پھر چھڑی رات بات پھولوں کی
رات ہے یا بارات پھولوں کی

پھول کے ہار پھول کے گجرے
شام پھولوں کی رات پھولوں کی
آپ کا ساتھ ساتھ پھولوں کا
آپ کی بات بات پھولوں کی
نظریں ملتی ہیں جام ملتے ہیں
مل رہی ہے حیات پھولوں کی
کون دیتا ہے جان پھولوں پر
کون کرتا ہے بات پھولوں کی
وہ شرافت تو دل کے ساتھ گئی
لٹ گئی کائنات پھولوں کی
پھول کھلتے رہیں گے دینا میں
روز نکلے گی بات پھولوں کی
یہ مہکی ہوئی غزل عثمان
جیسے صحرا میں رات پھولوں کی

تو واؤ آپ اتنی خوبصورت شاعری بھی کر لیتی ہیں؟ yes جان یہ بھی کوئی بات ہے۔ اچھا ٹھیک ہے او کے۔ امی ابو چلے گئے۔ تقریباً تین گھنٹے بعد فون کی کال بجی تو نمبر دیکھا تو انیلہ کا تھا۔ ہیلو السلام علیکم! جی وعلیکم السلام! عثمان آپ کے امی ابو کو میں پسند ہی نہیں آئی۔ نہیں یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں نے نمبر بند کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد نمبر آن کیا تو میسج آیا ہوا تھا I am very sory میری جان میں نے تو مذاق کیا تھا آپ واقعی سچ مان گئے ہیں۔ میں نے فون کیا انیلہ میں تم سے نہیں بولوں گا۔ آپ نے جو پہلے بتایا تھا مجھ کو ایسے لگا بلکہ میری تو جان ہی چلی جائے گی۔ نو عثمان اب ایسی بات مت کرنا۔ اچھا تو اب بتاؤ۔ جی سب ٹھیک ہو گیا ہماری منگنی کے دن رکھ دیئے گئے ہیں۔ ٹھیک دو دن بعد تو میں بہت خوش ہوا۔ منگنی دو دن بعد وہ گئی۔ اس کے بعد ہمارے خوشی کے دن آ گئے ہر دن عید کی طرح گزرتا۔

رہے گا تیرا میرا ساتھ زندگی بہار بن کر
یہ اور بات ہے کہ زندگی ہم سے وفا نہ کرے

ہم روزانہ ایک دوسرے سے کھل کر باتیں کرتے ہم کو روکنے والا کوئی نہ تھا کیونکہ اب انیلہ میری اور میں انیلہ کا۔ اس روز حسن منڈی بہاؤالدین میں رہتا تھا تو میں نے اپنے دوست حسن رضا سے ملنے کا پروگرام بنایا اور سیدھا ڈرائیو کرتے ہوئے منڈی بہاؤالدین پہنچ گیا اور اپنے دوست حسن رضا سے مل کر بہت ہی زیادہ خوشی ہوئی اور اپنے دوست کو سب کچھ بتا دیا اور کہا جلد ہی انیلہ آپ کی بھابی بننے والی ہے۔ کیا حسن نے چونکتے ہوئے کہا؟ تم نے اپنی منگنی تک کر لی اور مجھ کو بتایا تک نہیں چلو کوئی بات نہیں۔ خیر اب بتائیں جناب شادی کا کیا پروگرام ہے؟ حسن بہت جلد پچیس دسمبر کو۔ اچھا تو ٹھیک ہے۔ یہ لیجئے حسن! میری شادی کا کارڈ۔ اچھا او کے جناب اس کے بعد پچیس دسمبر کا انتظار کرتا رہا۔ بالآخر پچیس دسمبر بھی آ گیا۔ میں حسن کا ویٹ کر رہا تھا کہ کب میرا دوست آئے اور ہم بارات لے کر جائیں۔ اتنے میں فون کی گھنٹی بجی۔ ہیلو جی جناب کیا کر رہے ہیں آپ؟ یہ انیلہ میری جان کا فون تھا۔ تو میں نے کہا۔ آپ کو یاد کر رہا ہوں۔ عثمان کیا آپ آ رہے ہیں؟ نہیں انیلہ ابھی نہیں میں اپنے دوست کا انتظار کر رہا ہوں۔ کون؟ وہ میرے ساتھ پڑھتا تھا ناں حسن رضا اس کا ویٹ کر رہا ہوں۔ جی اچھا وہ تو بہت اچھے دوست ہیں آپ کے۔ اچھا انیلہ حسن آ گیا ہے گڈ بائے۔ شادی والے دن کافی گہما گہمی تھی۔ بہت شور تھا۔ حسن اور ہم سب بارات لے کر چلے گئے۔ اللہ اللہ کر کے نکاح ہو گیا حسن نے کہا۔ انیلہ باجی آج کافی جوڑی خوبصورت لگ رہی ہے۔ تو ہم دونوں کھلکھلا کر ہنس دیئے تو شادی مکمل ہو گئی اور آج ہم خوشی سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔

جی دوستو کیسی لگی میرے دوست کی کہانی؟ ضرور آگاہ کیجئے گا۔ میں آپ کو ایک بات بتانا چاہتا ہوں۔ میرے دوستو! محبت کسی سے کرو لیکن حقیقت سمجھ کر۔ اپنی کوشش جاری رکھو جیسا میرے دوست نے کیا اور آج اس کی محبت رنگ لائی تو میرے دوست کی وفا کی تلاش تو مکمل ہو گئی ہے۔ گڈ بائے، اللہ حافظ!

✲✧✲

انتہائے عشق

آسیہ کنول آسی - لاہور

محبت واقعی اک انمول چیز ہے یہ جب کسی سے ہو جاتی ہے ساری دنیا کو بھلا دیتی ہے. یہ اپنی انتہا پر پہنچ کر بھی ابھی ابتدا ہی لگ رہی ہوتی ہے. بڑی گہرائی ہوتی ہیا س میں اپنے محبوب کی ہر جفا اس کی ہر خطا بس ادا لگ رہی ہوتی ہے اور کوئی محبوب کی طرف بری نظر سے دیکھے انسان مارنے اور مرنے تک تیار ہو جاتا ہے ...... محبت کے ایک انوکھی داستان

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

پیارے قارئین! محبت کے موضوع پر اب تک بہت سی کہانیاں لکھی جا چکی ہیں اور آئندہ بھی لکھی جاتی رہیں گی کیونکہ محبت کرنے والے محبت کرتے آئے ہیں محبت کر رہے ہیں اور محبت کرتے رہیں گے۔ صرف کردار بدل جاتے ہیں کبھی یہی محبت کو آپ لیلیٰ مجنوں، سوہنی مہینوال، ہیر رانجھا، سہتی مراد، راول جگنی، شیریں فرہاد کے روپ میں دیکھتے ہیں اور کبھی یہی محبت گریٹ پارو کا روپ دھار لیتی ہے جو اپنی جان کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہے۔ یہی محبت اگر کسی تابش کو عنبر سے ہو جائے تو آسمان کی شکل میں پورا دیوان لکھ دیتا ہے اور اگر کسی ایمان کو علی سے ہو جائے تو اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دیتی ہے۔ اسے بالکل یہ پرواہ نہیں کہ دنیا اسے کن کن القاب سے پکارے گی۔ اسے فکر ہے تو صرف یہ کہ اس کا محبوب کیسے خوش ہوتا اس کے محبوب کی رضا کیا ہے۔ جس طرح ہر محبت کرنے والا اپنے محبوب کی رضا کو اپنی رضا سمجھتا ہے بالکل اسی طرح ایمان بھی ہر حال میں علی کو خوش دیکھنا چاہتی ہے۔ اس کی ہر خوشی کا محور صرف اور صرف علی کی ذات ہے۔ وہ ہر حال میں علی کو خوش دیکھنا چاہتی ہے۔

قارئین! میں ہر محبت کرنیوالے اور ہر اس ہستی کو سیلوٹ کرتی ہوں اور سلام پیش کرتی ہوں جو اپنی زندگی کسی کے نام کر دیتے ہین اور کسی ایک ہی کو اپنی زندگی کا محور بنا لیتے ہیں اور پھر ساری زندگی اسی کے نام کے ساتھ بتا دیتے ہیں۔

میں ہر اس ہستی کو سلام پیش کرتی ہوں جو محبت کی راہ میں اپنے محبوب کے پیچھے کھڑا ہے۔ ان عظیم ہستیوں میں صرف نام بدلتے ہیں محبت ہمیشہ وہی رہتی ہے۔ محبت وہ جذبہ ہے جو ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ کردار بدلتے رہیں گے کبھی یہ آپ کو آسی کی شکل میں تو کبھی پھول اور علی کے روپ میں۔ کبھی چندا اور مصطفیٰ تو کبھی صباحت اور سجاد کے روپ میں آتے رہیں گے۔ محبت کو نہ کوئی مٹا پایا ہے نہ مٹا سکتا ہے اور نہ ہی مٹا سکے گا۔ یہی محبت کی عظمت کی دلیل ہے اور میرے ناقص خیال کے مطابق جس دن اس دینا سے محبت کا وجود اٹھ گیا وہ روز قیامت کا دن ہو گا۔ محبت کا بہت اعلیٰ مقام ہے۔ محبت ایک ایسا لافانی جذبہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا دوسری طرف مجھے اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کہ محبت کی نہیں جاتی بلکہ ہو جاتی ہے۔ محبت کے وجود سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس سے روگردانی ممکن ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو زیادہ درست ہو گا کہ محبت ہی کے دم

سے یہ دنیا قائم و دائم ہے۔ جب تک یہ آفاقی جذبہ زندہ رہے گا نظام قدرت چلتا رہے گا اور جب انسانوں کے دلوں سے محبت ختم ہو جائے گی تو پھر قیامت آ جائے گی۔ میری یہ سٹوری ایسے لوگوں کے لئے ایک پیغام ہے جو محبت کو فضول اور فرسودہ جذبہ تصور کرتے ہیں کیونکہ میری نظر میں اس جہان کی تمام رنگینیاں اور تمام رنگ محبت ہی کی وجہ سے ہیں اور محبت کے بغیر دنیا کے تمام رنگ پھیکے ہیں۔ کیا کسی نے خوب کہا ہے کہ

محبت کے دم سے یہ دنیا حسین ہے
محبت نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے

ہاں قارئین! واقعی یہ دنیا محبت ہی کے دم سے اتنی حسین ہے بلکہ تھوڑا غور کریں تو تخلیق دنیا یا کائنات بھی محبت ہی کے مرہون منت ہے۔

پیارے قارئین! معاشرے میں بکھرے ہوئے حقائق میں سے ایک حقیقت کو لے کر آپ کی بزم میں حاضر ہوں اور کہانی شروع کرنے سے پہلے میں اس ہستی کا تعارف کروانا ضروری سمجھتی ہوں۔ جن کی وساطت سے مجھے یہ خوبصورت اور محبت کے جذبے سے لبریز کہانی لکھنے کو ملی اس عظیم ہستی کا نام شاہد ہے جو بینک میں وائس پریذیڈنٹ ہیں اور ایک ڈیپارٹمنٹ ہیڈ کی ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہیں۔ ایک kay post پہ فائز ہونے کے باوجود میرے لئے ان کا پیار ان کی رہنمائی ان کے بڑے پن اور قدآور شخصیت ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اس کہانی کے راوی بھی شاہد صاحب ہی ہیں اور اس کہانی کی نوک پلک سنوارنے میں بھی انہوں نے کافی شفقت کا مظاہرہ کیا۔ اس کہانی کا سارا کریڈٹ انہی کو جاتا ہے۔ میری محنت صرف یہ ہے کہ الفاظ کے ذخیرے سے چند لفظ چن کر کہانی کا نام دے دیا۔ آیئے قارئین! اپنی اصل سٹوری کی طرف چلتے ہیں۔

کالج میں پہلی بار ایم اے اردو سیکشن کا آغاز ہوا۔ اس سیکشن میں ٹوٹل پانچ لڑکے اور تقریباً سترہ لڑکیاں تھیں اور ان بائیس سٹوڈنٹس میں سے اکیس سٹوڈنٹس دوسرے کالجز سے آئے تھے۔ اس سیکشن میں علی واحد سٹوڈنٹ تھا جو گورنمنٹ کالج سے ہی (Belong) کرتا تھا۔ یعنی اس نے گورنمنٹ کالج سے ہی ایف اے اور پھر بی اے اور اب ایم اے اردو میں داخلہ لیا تھا۔ ویسے تو علی کی ذات میں بہت سی خوبیاں تھیں لیکن اس کی سب سے بڑی خوبی تھی بات کرنے کا فن۔ وہ اپنی باتوں سے بہت جلد دوسرے لوگوں کے دلوں میں جگہ بنا لیتا تھا۔ یہی خوبی اسے سب سے نمایاں کرتی تھی چونکہ وہ کالج کا سب سے پرانا سٹوڈنٹ تھا اس لئے وہ دوسروں کے لئے ایک گائیڈ کی حیثیت بھی رکھتا تھا اور ہر کلاس فیلو کو بخوشی گائیڈ کر دیتا تھا۔ علی ایک متوسط طبقے سے belong کرتا تھا لیکن اس کے رہن سہن اس کے لباس سے دوسرے ہمیشہ یہی سمجھتے تھے کہ علی کسی بہت ہی امیر اور کھاتے پیتے گھرانے کا چشم و چراغ ہے کیونکہ وہ ہمیشہ اچھے کپڑے پہنتا اور اس کے طور طریقوں سے بھی ایسا محسوس نہیں ہوتا تھا کہ یہ کسی متوسط طبقے سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ جس محفل میں بھی جاتا اس کی جان بن جاتا۔ سبھی حاضرین محفل کو اپنا گرویدہ بنا لیتا۔

ایمان علی کی کلاس فیلو تھی۔ واجبی سی شکل وصورت کی لڑکی تھی لیکن کلاس میں جو چیز اسے دوسرے کلاس فیلوز سے منفرد کرتی تھی وہ اس کی ذہانت تھی۔ پروفیسرز سے لے کر سٹوڈنٹس تک سبھی اس کی ذہانت کے معترف تھے اور سبھی اسے بڑی عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ سب سے پہلے جو علی کی اداؤں کا شکار ہوئی وہ ایمان ہی تھی جو علی کو اپنا سب کچھ سمجھنے لگی تھی۔ علی کی ہر خطا بھی اسے ادا ہی لگتی تھی۔ وہ دل ہی دل میں علی کو چاہنے لگی تھی وہ اس کی محبت میں اتنی آگے نکل گئی تھی کہ اس نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ دنیا والے اسے کن کن ناموں سے پکاریں گے۔ معاشرہ اس کی عزت نہیں کرے گا۔ اسے خیال تھا تو بس یہ کہ علی کی خوشی کس میں ہے، وہ کیسے خوش رہ سکتا ہے، وہ ہر طرح سے اس کی خوشیوں کا خیال رکھتی۔ وہ علی کی محبت میں اس مقام پر پہنچ چکی تھی جہاں سے واپسی ناممکن ہوتی ہے۔ علی کو بھی معلوم تھا کہ ایمان اس کو بہت زیادہ چاہتی ہے اور اس کی محبت میں

بہت آگے جا چکی ہے۔ اس کے باوجود اس نے ایمان کو کبھی وہ مقام نہ دیا جس کی وہ حقدار تھی۔

قارئین بڑے ہی اذیت ناک ہوتے ہیں وہ لمحات جب کسی کو اس حد تک چاہنے کے باوجود بھی اس کا قرب نصیب نہ ہو۔ وہ کسی اور کا ہو جائے تو ایسے میں زندگی کی کوئی خوشی اچھی نہیں لگتی۔ ہر خوشی کی اوٹ سے غم کے بادل منڈلاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ پیارے قارئین! ایمان علی سے اس قدر پیار کرتی تھی اس کو اپنے من میں اس قدر جذب کر چکی تھی کہ ہفتے کے سات دنوں کے متعلق لوگ اکثر اس کی آزمائش کرنے کے لئے پوچھتے تھے کہ ایمان آج بتاؤ علی کیا پہن کر کالج آئے گا۔ وہ بتاتی کہ علی آج یہ پہنے گا۔ اس کلر کی پینٹ ہو گی اور اس پر یہ شرٹ پہنے گا اور علی جب کالج آتا تو واقعی اس کی ڈریسنگ وہی ہوتی جو ایمان نے بتائی ہوتی تھی۔ ایمان کو علی کے علاوہ اس کی تمام فیملی ممبرز کی تاریخ پیدائش تک یاد ہوتی تھی کہ آج علی کے فلاں کی date of birth ہے اور وہ باقاعدہ طور پر سب کو wish بھی کرتی تھی۔ قارئین! اس حد تک ایمان نے علی کو اپنے اندر بسا لیا تھا اب اس کے سامنے یہ ظاہری تعلق کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ بعض اوقات تو ایسا بھی ہوتا تھا کہ علی ایمان کو ستانے کے لئے اس کے سامنے کسی دوسری لڑکی کو پرپوز کرتا لیکن اسے اب ان چیزوں سے کوئی لگاؤ نہیں تھا وہ علی کو چاہتی تھی اور بس یہی اس کی سب سے بڑی wish تھی حالانکہ علی دوسری لڑکیوں کو پرپوز کرنے کے علاوہ ایمان سے بھی کئی بار کہہ چکا تھا کہ میرا تم میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے تم اپنا ٹائم ضائع کر رہی ہو لیکن قارئین جب کوئی دل میں بس جائے تو پھر ہزار کوشش کے باوجود بھی وہ دل سے نکل نہیں پاتا۔

کون نکلا ہے اس دل میں اتر جانے کے بعد
اس گلی کی دوسری جانب کوئی راہ گزر نہیں

لیکن ایمان کے پیار میں کبھی کمی واقع نہ ہوئی وہ علی کو اکثر کہتی تھی کہ اگر تمہاری فطرت میں بے وفائی کرنا ہے تو تم اپنا کام کرو اور مجھے تم سے پیار ہے اور ہمیشہ رہے گا اور مجھے اپنا کام کرنے دو قارئین وفا ایمان کی فطرت میں تھی اور بے وفائی علی کی فطرت دونوں نے اپنی اپنی فطرت سے خوب نبھائی کبھی کبھی علی کی بے وفائی اس حد کو چھو لیتی کہ وہ ایمان سے کہتا کہ میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں تم میرے فلاں دوست سے شادی کر لو اور وفا کی دیوی ایمان اسے یہ جواب دیتی کہ علی اگر اس میں بھی تیری خوشی ہے تو میں تیرے دوست سے بھی شادی کرنے کو تیار ہوں کیونکہ میرے لئے اب یہ جسمانی تعلق کوئی معنی نہیں رکھتا مجھے عزیز ہے تو بس تمہاری خوشی اگر تم ایسے خوش ہو سکتے ہو تو میں ایسا بھی کر سکتی ہوں۔

دل سمجھ لیتا ہے جس وقت محبت کا مزاج
زندگی شعلے کی شبنم میں بدل جاتی ہے

بیس فروری کو علی کی سالگرہ تھی جو بڑے اچھے طریقے سے منائی گئی۔ سبھی کلاس فیلوز نے خوب انجوائے کیا۔ کیک کاٹا گیا اس کے بعد گروپ فوٹوز بنوائی گئیں۔ علی نے اپنی ہر کلاس فیلو کے ساتھ الگ الگ تصویریں بنوائیں جب تصویریں آ گئیں تو سبھی مل کر تصویریں دیکھنے لگے۔ نائلہ نے کہا علی یہ تصویر جو میری اور تمہاری ہے یہ میں لے لوں تو علی نے خوشی سے کہا ہاں لے لو یار۔ قارئین نائلہ وہ لڑکی تھی جس کو علی پسند کرتا تھا لیکن نائلہ علی کو صرف ایک کلاس فیلو سے زیادہ اہمیت نہیں دیتی تھی۔ اس کا رویہ علی کے ساتھ بالکل دوسرے کلاس فیلوز کی طرح تھا اس کے لئے جب نائلہ نے تصویر مانگی تو علی نے اسے بخوشی دے دی اسی طرح ایمان نے بھی علی سے کہا۔ علی دیکھو یہ تصویر کتنی پیاری ہے کیا اسے میں رکھ سکتی ہوں اس پر علی نے جواب دیا کہ تم افورڈ نہیں کر سکو گی۔ علی کے اس جواب نے ایمان کے اندر آگ لگا دی اور ایمان نے اپنے آپ سے عہد کر لیا کہ میں علی کو ضرور افورڈ کروں گی۔ میں اپنی بے انتہا چاہت سے یہ ثابت کر دوں گی کہ میں اسے افورڈ کر سکتی ہوں۔ میری چاہت کی ابتدا بھی تم تھے اور انتہا بھی تم ہو۔ قارئین! یہاں ایمان کی سچی محبت کے نام ایک نظم لکھنا چاہوں گی۔

محبت چیز ایسی ہے کبھی ہوتی ہے اپنوں سے
کبھی ہوتی ہے سپنوں سے کبھی انجان راہوں سے
کبھی گمنام ناموں سے محبت چیز ایسی ہے
کبھی ہوتی ہے پھولوں سے کبھی بچپن کے جھولوں سے
کبھی پکے اصولوں سے محبت تو محبت ہے
محبت اک صداقت ہے محبت اک عبادت ہے
محبت چیز ایسی ہے دکھوں میں رول دیتی ہے
درد انمول دیتی ہے زہر بھی گھول دیتی ہے
محبت چیز ایسی ہے محبت چیز ایسی ہے

ہاں محترم قارئین! محبت واقعی اک انمول چیز ہے یہ جب کسی سے ہو جاتی ہے ساری دنیا کو بھلا دیتی ہے۔ یہ اپنی انتہا پر پہنچ کر بھی ابھی ابتدا ہی لگ رہی ہوتی ہے۔ بڑی گہرائی ہوتی ہیا س میں اپنے محبوب کی ہر جفا اس کی ہر خطا بس ادا لگ رہی ہوتی ہے اور کوئی محبوب کی طرف بری نظر سے دیکھے انسان مارنے اور مرنے تک تیار ہو جاتا ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ برآمدے میں سیڑھیوں کے پاس علی نائلہ کے پاس کھڑا تھا اور ایمان کلاس روم میں بیٹھی تھی۔ علی نے نائلہ سے پتہ نہیں کیا کہا کہ نائلہ نے مذاق میں کہہ دیا۔ علی میں تجھے نیچے دھکا دے دوں گی جب یہ الفاظ ایمان کے کانوں تک پہنچے تو وہ بھاگتی ہوئی آئی اور نائلہ کے منہ پر زور سے تھپڑ رسید کر دیا کہ تم نے میرے علی کو ایسے کیوں کہا اگر وہ نیچے گر جاتا تو؟ قارئین واقعی محبت تو محبت ہے۔ یہ درد انمول دیتی ہے، دکھوں میں رول دیتی ہے۔

اسی دوران علی نے اپنے گھر والوں کی مرضی سے شادی کر لی اور ایمان نے اس دن کے بعد سے کالج آنا چھوڑ دیا۔ چند دن پہلے ایمان سے ہماری اچانک ملاقات ہو گئی وہ ایک پرائیویٹ کالج میں لیکچرار ہے۔ بڑی اچھی جاب کر رہی ہے لیکن ایمان نے آج تک شادی نہیں کی وہ آج بھی علی کی یادوں کے سہارے اپنی زندگی گزار رہی ہے اور کہتی ہے۔

ہمارا بس نہیں چلتا ...... ہمارے بس میں ہوتا تو
...... تمہارے پاس رہ جاتے ...... تمہیں سب سے چھپا لیتے ...... تمہیں آنکھوں میں رکھ لیتے ...... کبھی نہ روٹھنے دیتے ...... کبھی نہ ٹوٹنے دیتے ...... تمہیں ہم قید کر لیتے ...... بس اپنے دل کی دنیا میں ...... کسی بھی حال میں ہم پھر ...... کبھی دنیا بھلا دیتے ...... تمہیں رونے نہیں دیتے
...... ہمارا بس نہیں چلتا ...... ہمارے بس میں ہوتا تو ......
تمہارے پاس رہ جاتے۔

پیارے قارئین! یہ تھی اس محبت کی دیوی کی چاہت انمول چاہت اس کی چاہت میں آج بھی ویسی ہی تڑپ ہے جیسی پہلے تھی۔ وہ آج بھی اپنی زندگی علی کے نام کے ساتھ بسر کر رہی ہے اور ایمان کا ایمان ہے کہ زندگی کی آخری سانس تک وہ علی کی ہی رہے گی۔

پیارے قارئین! میری یہ پہلی کاوش تھی۔ میں اپنی سٹوری کے ساتھ کہاں تک انصاف کر پائی اور میں ایمان کے جذبات کی کہاں تک عکاسی کر پائی یہ آپ لوگوں کی قیمتی آراء آنے کے بعد پتہ چلے گا۔ مجھے آپ سب کی قیمتی آراء اور مفید مشوروں کا بڑی بے چینی سے انتظار رہے گا۔ اگر آپ نے میری سٹوری کو پسند کی نگاہ سے دیکھا تو شاید پھر آئندہ بھی لکھتی رہوں۔ آخر میں اپنی جان، اپنے ساجن، اپنے پریتم، اپنے دل کے ٹوٹے، آنکھوں کے کاجل، دل کے قرار، لبوں کی پیاس، میرے من مندر کے دیوتا، میرے جسم و جان کے مالک کے نام ایک غزل

میری چاہت تھا وہ میری انا بھی تھا
میرے خاموش لبوں کی وہ اک صدا بھی تھا
رہتا تھا وہ صبح و شام میرے وجود میں
میری آواز میرا لہجہ وہ میری ادا بھی تھا
دیتا تھا مجھ کو زخم وہ بے حساب مگر
ہمدرد بھی تھا وہ میرا میری وفا بھی تھا
اب اس کے ذکر پر اکثر میں خاموش رہتی ہوں
کبھی میری محبت کی وہ انتہا بھی تھا
عجب کشمکش تھی میری زندگی میں آ سی
پوجتا اسے بھی تھا اور دل میں خدا بھی تھا

اب آپ سے اجازت چاہوں گی۔ والسلام!

❋❖❋

وفا کے آنسو

.....شازیہ چوہدری-شیخوپورہ

دوستی کب پیار میں بدلی پتہ نہ چلا۔ مرتضیٰ نے بتایا کہ میری خالہ کی شادی فیصل آباد ہونی ہے اگر ہم آتے ہیں ادھر، اب کچھ روز باقی تھے ہمارے اور ایسا لگتا تھا کہ وقت ٹھہر جائے۔ کچھ بھی اچھا نہیں لگتا تھا بار بار مرتضیٰ سے ملنا اس سے بات کرنا ایک سکون تھا دل کو۔ میری فرینڈز اکثر مجھے تنگ کرتیں کہ یہ دوستی کیا رشتہ میں بھی بدلے گی یا پھر بس ختم۔ مگر دل کو تو جیسے وہ ہی وہ بس۔ اتنے دنوں میں کئی وعدے قسمیں بھی کہانیں ساتھ ہی رہیں گے مگر پتہ نہیں قسمت کو کیا منظور تھا ...... ایک سچی کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

زندگی کی کتاب کے ہر ورق پہ اک نئی داستان لکھتے ہیں کچھ لوگ۔ آج جو ہے کل ہونا ہو مگر اپنی دنیا میں کچھ یادیں بسائے پھرتے ہیں۔ ساحل کی دھندلی یادوں میں بیٹھے کنارے پہ کچھ اس طرح سے سمندر کی آتی جاتی لہروں میں خود کو تلاش کرتے کرتے تو کبھی شام کے ڈھلتے سائے میں کھڑکی پہ کھڑے خود کو نجانے کن مدھم روشنی میں تلاش کرتے وقت کبھی کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ کب بیت گیا وہ حسین پل کچھ خبر نہ ہوئی رہ گئی تو بس وہ یادیں — یادیں ...... وہ نہیں جو تنہائی میں آتی ہیں ...... یادیں وہ نہیں جو جدائی میں آتی ہیں ...... یادیں، تو وہ ہیں جو بھیڑ میں بھی تنہا کر جاتی ہیں — آہ! بھر کے جب کبھی خود کو دیکھا آئینے میں تو خود کی بھی پہچان نہ ہوئی۔ کیا ہوا؟ کیسے ہوا؟ کیا یہی زندگی ہے؟ آج سب کچھ پاس ہے میرے مگر وہ اک شخص جو ساری دنیا تھا وہ نہیں شاید میری دنیا اسی سے وابستہ تھی۔

یہ اُن دنوں کی بات ہے جب گرمیوں کی چھٹیاں گزارنے اپنی سہیلیوں کے ساتھ مری گئی۔ وہ اک بے خوف جذبہ اک مسکراہٹ لبوں کی وہ پل وہ زندگی کچھ اس طرح جیسے شبنم کا قطرہ یا پھر بارش کے بعد مٹی کی بھینی بھینی خوشبو۔ شاید وہ کسی بڑے طوفان کے زندگی میں آنے سے پہلے کی خاموشی تھی یا پھر اس انجان سفر کی امید جس کی کوئی خبر نہ تھی۔

وقت بدلتا ہے زندگی کے ساتھ
زندگی بدلتی ہے محبت کے ساتھ
محبت نہیں بدلتی اپنوں کے ساتھ
بس اپنے بدل جاتے ہیں وقت کے ساتھ

''مرتضیٰ'' وہ نام تھا میری زندگی کا کبھی پہچان میری کبھی میرے جینے کی آس تھا، کبھی میری دنیا وا... ہوئی اُس سے۔

آج خالہ جان سے جا اجازت ملی تو ایسا لگا کہ ... جان میں جان آ گئی۔ کئی روز سے جو پیچھے پڑی تھی۔ ... نے اپنی سہیلی سحر کو کتاب دیتے ہوئے کہا۔ سحر مسکرا... ہوئے۔ چل تجھے اجازت تو ملی اب تیاری کر لو، کل آٹھ بجے اسمبلی ہال میں سر ریاض نے تمام سٹوڈنٹس اکٹھے ہونے کا کہا ہے۔

جیسے تیسے کر کے پیکنگ ہوئی۔ اتنے میں نور کا ... آیا۔ سحر نے موبائل دیکھا تو ناہید کو کہا کہ تو اٹھا اور ...

... کہ میں مصروف ہوں مگر ناہید کا موڈ نہ ہوا۔ اولیس! یہ ... میں تو نہیں اٹھانے والی۔ یار تم ہی پوچھ لو۔ ہیلو ہائے ... ہو؟ سحر نے فون اٹھایا۔ ہاں یار بس ٹھیک تم سناؤ۔ ... پروگرام ہے جانی صبح تم دونوں آ رہی ہو ناں؟ نور نے ... پوچھا۔ ہاں بھئی، خالہ سے ناہید کو اجازت بھی مل گئی اور ... اور کیا؟ نور نے بات کاٹتے ہوئے پوچھا۔ اور مجھے ... ابو امی نے اجازت دے دی۔ بڑے جوش اور خوشی ... سحر نے جواب دیا۔ واؤ! اس کا مطلب ٹرپ ان ہو لی ... زبردست۔ نور نے پوچھا۔ لیں۔ سحر نے جواب ... اچھا تو پھر صبح ملتے ہیں۔

اگلے روز ہال میں سب فرینڈز اک دوجے کو مل کر ... خوش ہوئے۔ سر ریاض نے سب کو رول اور ڈیوٹی ... سمجھائی اور پھر کچھ دیر بعد روانہ ہو گئے۔ اک دوجے سے ... مذاق کرتے ہنستے کھیلتے کیسے وقت بیتا کچھ پتا ہی نہ چلا۔ ... اک ایسے لمحات چھوڑ دیئے زندگی نے جسے چاہ کر بھی بھولنا مشکل تھا شاید۔ دوستوں کے ساتھ بیتے لمحے زندگی کا سرمایہ ہوتے ہیں۔ مری کا پہاڑی علاقہ کھلی وادیاں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا بہت خوب لگی۔ دل کو پہاڑی ٹیڑھے میڑھے راستے سے ہوتے ہوئے ہم مری جا پہنچے جہاں کالج کی طرف سے ہمارے گروپ کے روم بک تھے۔ ہر روم میں دو بیڈ لگے ہوئے تھے۔ میں اور ناہید ایک روم میں اکٹھی ... ہوئیں۔ میں نے اندر آتے ہی جب کھڑکی کھولی تو ٹھنڈی ہوا کا جھونکا ایسے آیا اور مجھے میرے اندر تک چھو گیا۔ دور دور تک خاموشی جیسے کوئی پیغام لئے کھڑی ہو۔ ... میں میں کچھ دیر تو کھوسی گئی اچانک ناہید نے پیچھے سے آ کر مجھے جکڑ لیا، میں ڈر سی گئی۔ کیا ہوا کہاں گم ہو گئی؟ ناہید نے پوچھا۔ کچھ نہیں یار بہت اچھا لگا یہاں آ کر۔ واہ کیا بات ہے؟ ابھی دیکھا ہی کیا جو اچھا لگا۔ ناہید نے کہا۔ پتہ نہیں پہلی بار ایسی کھلی فضا میں سانس لی دل کو بہت اچھا لگا۔ اک سکون ملا۔ اچھا جلدی سے فریش ہو جا پھر نیچے چلتے ہیں، مال روڈ کی رونق دیکھنے کا وقت صحیح معنی میں یہی ہوتا ہے۔ ناہید نے کہا۔ کچھ دیر بعد ہم لوگ فریش ہو گئے اور نیچے جانے لگے تو نور بھی آ گئی اور ساتھ میں ردا بھی مگر کچھ تو تھک گئی تھیں وہ شاید ریسٹ کے موڈ میں تھیں۔ ہم چاروں نیچے گئیں تو سر ریاض نے کہا۔ آپ لوگ اکیلی کہیں مت جانا گارڈز آپ کے ساتھ جائیں گے اور ایک گھنٹہ آپ کو اب ملے گا۔ آٹھ بجے سب ڈنر کے لئے ملتے ہیں تب تک گھوم پھر لیں۔

سب کے چہروں پر اک الگ سی رونق تھی۔ دس دن کا یہ ٹرپ جیسے ہمیشہ یادگار بن جائے گا۔ امید نہ تھی اب بس ہر کوئی اپنی اپنی خوشی سمیٹنے میں محو تھا۔ ناہید کا من آئس کریم کھانے پہ ہوا تو جھٹ سے بولی۔ کون کون آئس کریم کھائے گا۔ ردا نے کہا نہ بابا میری تو طبیعت خراب ہو جائے گی تم بھی کیا؟! نور نے غصے سے کہا۔ ایسے انجوائے موڈ کو خراب تو نہ کر بیمار ہو گئی تو ہم سنبھال لیں گے۔ اور سب ہنس پڑیں۔ ردا تم کون سی کھاؤ گی؟ ناہید نے پوچھا۔ میرے لئے چاکلیٹ۔ نور بولی۔ میری سٹرابری۔ یار سحر سے تو پوچھا بھی سحر کی پسند باقی ہے۔ ردا نے جھٹ سے کہا۔ اپنے میں میں کچھ کہہ پاتی کہ ایک دھیما لہجہ اور میٹھی آواز نے جواب دیا۔ انہیں تو میرے خیال سے ٹوٹی فروٹی زیادہ سوٹ کرے گی۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ریڈ شرٹ بلیو پینٹ میں اور خوش طبیعت انسان مسکرا رہا تھا۔ اوہ، مسٹر آپ کو کس نے کہا رائے دینے کو؟ نور نے غصے سے پوچھا۔ تبھی میں نے کہا۔ آپ کی کچھ help کر دوں بس ایسے۔ thanks ضرورت نہیں۔ ناہید نے کہا۔ لیکن ان سب کو باتوں میں بے باک جوش سے وہ نظریں میری طرف ہی تھم سی گئیں نہ جانے کیا سوال تھا ان میں جیسے وقت یہیں رک گیا۔ کافی دیر ہمارے وہاں سے جانے کے بعد بھی وہ مڑ کے دیکھتا رہا۔ کچھ دور جا کے بھی دل عجیب رہا۔ اب گھومتے پھرتے کچھ دیر ہو گئی اور ردا نے کہا۔ میرے پاؤں بھی دکھ رہے ہیں چل یار چلتے ہیں۔ تھک گئی ہوں ٹھنڈ بھی لگ رہی ہے اور سر ریاض بھی ویٹ کر رہے ہوں گے۔ اب ارادہ ایک تھا اور واپس ہوٹل پہنچ گئے جناب۔

صبح اٹھتے ہی میرا دل کیا کمرے کی کھڑکی کھولنے کا جیسے ہی کھڑکی کھلی اندر ٹھنڈی ہوا کا جھونکا آیا اور اک

سکون ملا۔ چاروں طرف چہل اور سکون میں کھڑکی میں کھڑی نظارہ کر رہی تھی کہ میری اچانک سامنے والی ہوٹل کے ایک روم میں کھڑے کھڑکی پہ لڑکے کی طرف نظر پڑی جس کے ہاتھ میں چائے کا کپ اور نیوز پیپر تھا۔ اُف خدایا! یہ تو وہی رات والا اور میں جیسے چونک گئی اتنے میں اس نے پیپر سے نظر ہٹائی اور سپ لیتے سامنے دیکھنے لگا تو میں نے جلدی سے پردہ آگے کر دیا۔ جیسے اسے شک ہوا کہ سامنے کوئی ہے لیکن کچھ دیر بعد میں نے پردہ ہٹایا تو وہ وہیں کھڑا تھا۔ ایک دم سے جیسے وہ ادھر ہی دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس کو دیکھا تو پل بھر میں کھڑکی سے ہٹ گئی۔ وہ بھی کھڑا مسکراتا رہا۔ اب کیا بس تیار ہوئے اور نیچے ناشتہ کرنے اور سر ریاض صاحب کے آج کے پروگرام میں شریک ہونے کے لئے سب اکٹھا ہو گے۔ اب بس ناشتہ اور سر ریاض۔ ان سے فارغ ہو کے ہم پوچھ کر گھومنے نکلے۔ خوب انجوائے کیا۔ ادھر ادھر کی چیزوں کے بارے اور نایاب قدرتی مناظر دیکھے سچ میں اگر کہیں جنت ہے تو یہی ہے۔ بس ایک بات سچ ہے اپنی زندگی اپنے انداز سے جینے میں جو مزہ ہے وہ کہیں نہیں۔ چند روز ایسے ہی گزرے۔ روز نئی صبح دوستوں کا ساتھ۔ ایک دن پھر ایسا بھی میری زندگی میں آیا جب مرتضٰی سے ملاقات ہوئی روز روز اک دوجے کو دیکھنا اور آتے جاتے مسکرانا تو کبھی کھڑکی میں کھڑے مگر اتنا حوصلہ نہ تھا کہ پہل دونوں میں کون کرے۔ ایک دن پھر وہی صبر کی حدیں پار کر کے آگے بڑھا ہم لوگ کافی شاپ میں بیٹھی تھیں۔ خوب گپیں لگائی جا رہی تھیں کہ سامنے والی ٹیبل پر تین افراد آ بیٹھے۔ مرتضٰی بھی ان میں سے ایک تھا۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد اس نے ویٹر کو آواز دی اور ایک لیٹر اور گلاب کا پھول اسے تھما دیا وہ لے کر میرے پاس پہنچا تو میں حیران رہ گئی۔ ایک دم خاموش مجھے دیکھ کر میری فرینڈز بھی چونک پڑیں۔ نور نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور مرتضٰی نے ہائے کیا۔ اس نے بھی ہاتھ ہلا دیا۔ سب اب اس انتظار میں کہ میں لیٹر اوپن کروں۔ مگر مجھے شرم آ رہی تھی۔ بہت عجیب لگ رہا تھا ایسے موقع کو فیس کرنا۔ میں وہاں سے مسکرا کر اٹھ کھڑی ہوئی اور لیٹر اور پھول بیگ میں رکھ لیا۔ پورے رستے میری تو بس شامت ہی آئی رہی۔ بس تنگ کرنا اور کیا۔ بہر حال میں نے رات کو اپنے کمرے میں جا کر لیٹر اوپن کیا جس پر کچھ اس طرح لکھا تھا۔

قسمت میں جس کے تم، اسے زندگی سے کیا چاہئے؟
دھڑکن میں جس کے تم، اسے دنیا سے کیا چاہئے؟
ہم تو جیتے ہیں آپ کی اِک مسکراہٹ کے لئے
ورنہ ان سانسوں سے ہمیں کیا چاہئے؟

اینڈ میں اپنا نام مرتضٰی اور سیل نمبر۔ میرے تو پڑھتے ہی ہاتھ کانپنے لگے۔ یا اللہ یہ کیا ہوا مجھے میری دھڑکن تیز ہو گئی اور رنگ اتنا سرخ جیسے پتہ نہیں کیا؟ بس اب میرے پاس الفاظ نہیں کیفیت بیان کر سکوں۔ لائف میں فرسٹ ٹائم اور وہ بھی اس طرح اب یہ تھا کہ فون کروں یا نہ کروں۔ نہ کروں تو دل نہ مانے اور کروں تو کیا کہوں۔ بس بہت مشکل پل تھے۔ اتنے میں کھڑکی کی طرف بڑھی تو دیکھا جناب کھڑے ہیں وہ بھی موبائل ہاتھ میں لئے۔ میری طرف نظر پڑتے ہی اشارہ کیا کہ فون کرو۔ پھر کیا مجھے کرنا پڑا۔ فرسٹ بیل پہ ہی فون اٹینڈ کر لیا۔ تھینکس، فون کرنے کا۔ میں بہت زیادہ نروس تھی اور پھر آواز ہی نہیں نکل رہی تھی۔ اوہو، جناب کچھ ہاں نہ تو کریں۔ کتنی مشکل سے ہمت جھٹا پایا ہوں مرتضٰی نے کہا۔ جی، سن رہی ہوں۔ تھینک گارڈ۔ آپ بول بھی سکتی ہیں۔ میں تو کچھ اور سمجھا۔ کیا مطلب؟ جناب کوئی مطلب نہیں آپ سنائیں کیسی ہیں، کیا حال ہے، کیسی گزر رہی ہے، کتنے دن یہاں اور ہیں، آئی کہاں سے ہیں؟ بس، بس ایک سانس میں اتنے سوال؟ جی میں فیصل آباد سے آئی ہوں، ہمارے کالج کا ٹرپ دس دن کے لئے ادھر آیا ہے اور آپ؟ ہم ملتان سے ہیں، کالج کے ٹرپ کے ساتھ اوہ۔ آئی سی۔ اسی طرح بس باتیں کرتے وقت گزرتا گیا۔

دوستی کب پیار میں بدلی پتہ نہ چلا۔ مرتضٰی نے بتایا کہ میری خالہ کی شادی فیصل آباد ہوئی ہے اگر ہم آتے ہیں ادھر، اب کچھ روز باقی تھے ہمارے اور ایسا لگتا تھا کہ وقت ٹھہر جائے۔ کچھ بھی اچھا نہیں لگتا تھا بار بار مرتضٰی سے

ملنا اس سے بات کرنا ایک سکون تھا دل کو۔ میری فرینڈز اکثر مجھے تنگ کرتیں کہ یہ دوستی کیا رشتہ میں بھی بدلے گی یا پھر بس ختم۔ مگر دل کو تو جیسے وہ ہی وہ بس۔ اتنے دنوں میں کئی وعدے قسمیں بھی کھائیں ساتھ ہی رہیں گے مگر پتہ نہیں قسمت کو کیا منظور تھا۔

رات کے بارہ بج رہے تھے میں اپنے روم میں جاگ رہی تھی، ناہید بھی سوگئی کہ اچانک میسج آیا موبائل پہ what's doing۔ میں نے جواب دیا فوراً nothing سوئی نہیں؟ نہیں نہیں کیوں؟ ٹھیک تو ہو؟ نیند نہیں آ رہی۔ پھر اس کا میسج آیا۔

ستاروں کی بستی سے چرایا ہے آپ کو
دل سے اپنا دوست بنایا ہے آپ کو
اس رشتے کو کبھی ٹوٹنے نہ دینا
کیونکہ اس دل کے ہر کونے میں بسایا ہے آپ کو

ابھی ایک پوری طرح پڑا بھی نہیں تو دوسرا آ گیا۔

یہ دل کے رشتے بھی عجیب ہوتے ہیں
دور رہ کر بھی دل کے قریب ہوتے ہیں

میں تو بس جیسے ان میں کھو گئی، اپنی پوری زندگی کی تلاش جیسے ختم ہو گئی۔ بہت چاہا اتنا کہ شاید پہلی محبت بھولنا ممکن نہیں ہوتا۔ اب دو دن ہی باقی تھے بہت ارمان لئے دل میں کہ کیسے جی پائیں گے مگر ہر بار مرتضٰی سحر تم پریشان نہ ہو میں جلد کوشش کروں گا گھر والوں سے بات کروں اور پھر فیصل آباد میں میری خالہ بھی تو ہے۔ ان کے بہانے ملنے بھی تو آؤں گا میرا سیل نمبر بھی تیرے پاس ہے۔ بس اک امید رہ گئی جو جینے کا مقصد تھی

نہ میری کوئی منزل نہ میرا کوئی کنارہ
تنہائی مری محض یادیں تیری سہارا
اس سے نکل کر کچھ یوں وقت جو گزارا
کبھی زندگی کو ترسے تو کبھی موت کو پکارا

جانے کا وقت قریب آیا۔ پیکنگ شروع ہو گئی۔ سب کے چہرے تو خوشی سے تھے کہ اتنے دن اکٹھے گزارے اور میرا دل اداس تھا کہ اس سے جدا ہو رہی ہوں مگر چارہ بھی کیا تھا۔ جاتے وقت مرتضٰی نے ہمیشہ ساتھ نبھانے کے وعدے کیے قسمیں کھائیں۔ واپسی ہو گئی پورے رستے ایسا لگا جیسے خود کو بہت پیچھے چھوڑ آئی ہوں۔ واپس جب اپنے گھر پہنچی تو گھر والوں کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے مگر شام گئے تب کوئی فون نہ آیا تو مرتضٰی کو کال کی۔ بہت گلے شکوے بھی کیے مگر اس نے ہنسی میں ٹال دیئے۔

دوسرے دن کالج ٹائم سے فارغ ہوئی تو اچانک فون آیا۔ مرتضٰی بہت خوش تھا کہ وہ بھی فیصل آباد آیا ہے۔ مجھے بہت خوشی محسوس ہوئی اور ایسے لگا کہ شاید مجھ سے ملنے آیا مگر وہ وہاں اپنی خالہ کے گھر اس کے بیٹے سے ملنے آیا تھا جو انگلینڈ میں کئی برسوں سے سیٹ تھا۔ دراصل وہ ویزہ کی اپلائی کے لئے خوش تھا مگر اس کے کزن نے کہا کہ اگر تم میری بہن سے نکاح کر لیتے ہو تو میں دونوں کو بلا لوں گا۔ دونوں کے گھر والے اس طرح اس رشتے پہ خوش تھے۔ مرتضٰی بھی رضامند ہو گیا مگر ایک بار بھی میرا نہ سوچا کہ میرا کیا؟ جب چند روز اس کی بے رخی اور فون پہ بات نہ ہوئی تو مجھے عجیب لگا کہ ایسا کیا ہے جس کے لئے میں اپنے آپ کو بھلا بیٹھی وہ شخص اتنا انجان کیوں ہے۔ پھر ایک دن حقیقت کا سامنا ہوا۔ مرتضٰی نے میسج کر کے اپنے جانے کی خبر دی اور بتایا کہ میں نے نکاح کر لیا ہے مگر تم جیسی دوست کو بھول نہ پاؤں گا۔ میں نے اپنے فیوچر کے لئے سب کیا ہے۔ یہ پڑھتے ہی میری آنکھیں بھر آئیں کہ میری قیمت ایک دوست کی، بس اور اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ میرا دل اس سچ کو ماننے کے لئے تیار نہ ہوا تو میں نے کال کی۔ اس نے یہ کہہ کر بند کر دیا۔ میں شرمندہ ہوں۔

آہ! کتنا آسان ہے یہ سب کرنا اور کسی کا دل توڑ کے بول دینا۔ وہ زندگی کے چند پل میری تمام عمر کا سرمایہ بن گئے مگر اس شخص کا کیا جس نے مجھے اہمیت نہ دی۔

پھر دوبارہ کبھی ہماری بات نہ ہوئی نہ کوئی میسج بس وقت کے ساتھ سب بدل گیا مگر میں آج تک نہیں بدلی۔

کیا یہی وفا ہے، کیا وفا کا یہی انجام ہوتا ہے، کیوں لوگ بھول جاتے ہیں کہ کسی کی تمام عمر کا حصہ بھی کوئی پل بن جاتے ہیں؟

☆☆

محبت ہو تو ایسی!

......حاجرہ غفور۔ضلع لیہ

ایک عورت اپنے اوپر سوتن کیسے برداشت کر سکتی ہے. شوہر جیسا بھی ہو عورت برداشت نہیں کر سکتی کہ وہ اپنے شوہر کو دو یا تین حصوں میں تقسیم کرے. بڑی بڑی بہادر عورتیں اس دنیا میں موجود ہیں لیکن وہ یہ سب برداشت نہیں کر سکتیں ...... ایک سسکتی تڑپتی دل میں اتر جانے والی دکھ بھری کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

ناصر یہ تم اچھا نہیں کر رہے تم نہ صرف مجھے برباد کر رہے ہو بلکہ پورے آشیانے کی بربادی کے ذمے دار تم ہو گے۔ تمہارے پاس ابھی بھی وقت ہے تم اپنا فیصلہ بدل سکتے ہو میرے سوہنے رب کی ذات زیادہ دور نہیں ہے۔ وہ دعا بھی سننے والا ہے اور بددعا بھی پلیز ناصر تم میری بات مان لو۔ اس لڑکی کو میں سمجھا لوں گی تم مجھے اس کے پاس لے جاؤ۔ انیلہ اپنے شوہر کے ساتھ آنکھوں میں آنسو اور غصے کی ملی جلی کیفیت میں اس کے سامنے کھڑی تھی اور اس کو فیصلہ تبدیل کرنے کا کہہ رہی تھی۔ جو کہ اس وقت اپنی بیوی انیلہ سے دوسری شادی کرنے کی اجازت مانگ رہا تھا۔ ایک عورت اپنے اوپر سوتن کیسے برداشت کر سکتی ہے۔ شوہر جیسا بھی ہو عورت برداشت نہیں کر سکتی کہ وہ اپنے شوہر کو دو یا تین حصوں میں تقسیم کرے۔ بڑی بڑی بہادر عورتیں اس دنیا میں موجود ہیں لیکن وہ یہ سب برداشت نہیں کر سکتیں۔ آج انیلہ اپنے فیصلہ پر پچھتا رہی تھی۔ شاید اس کے والدین بہن بھائیوں کی بددعا نے یہ دن دکھائے ہیں۔ کاش وہ ایسا قدم نہ اٹھاتی۔ کاش ناصر میں تجھ سے اتنی محبت نہ کرتی لیکن ناصر مجھے اپنی پاکیزہ محبت پر مان ہے اور رہے گا۔ تو ایک نہ ایک دن ضرور لوٹے گا۔ انیلہ مجھے اولاد چاہیے تا کہ میں بھی باپ بن سکوں مجھے بھی کوئی پاپا، ابو کہنے والا ہو۔ انیلہ میں تجھ سے محبت کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔ میں تجھے کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ انیلہ تو میری محبت ہے۔ ناصر نے روتی ہوئی انیلہ کو اپنی بانہوں میں لیا۔ ناصر اللہ کے گھر میں دیر ہے اندھیر نہیں۔ ہم نے ڈاکٹرز سے چیک اپ کروایا تو ہے تمام ٹیسٹ اچھے ہیں۔ ہم دونوں ٹھیک ہیں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ناصر وہ ذات بڑی مہربان اور غفور و رحیم ہے۔ انیلہ بس کرو اپنا لیکچر یہ سب مجھے پتہ ہے۔ میں کوئی بچہ نہیں ہوں جو یہ سب باتیں سمجھ نہ سکوں مجھے اپنا اچھا برا سب پتہ ہے۔ کس موڑ پر کیا کرنا ہے اور کس موڑ پہ کیا۔ ناصر نے انیلہ کی بات کاٹی اور کھڑا ہو گیا۔ ناصر تم بے وفا ہو بے وفا ناصر تمہیں وہ دن یاد ہیں جب میں نے اپنے ماں باپ کی عزت کو پیروں تلے مسل کر تمہارے ساتھ نکاح کیا تھا۔ کورٹ میرج کی تھی۔ ناصر میری محبت میں آج بھی کمی نہیں آئی بلکہ دن بدن اضافہ ہوتا گیا۔ انیلہ ناصر کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ انیلہ میں گزرا وقت یاد نہیں کرنا چاہتا۔ انیلہ میں نے تمہیں بتانا ضروری سمجھا کل نو بجے میں اس لڑکی کے ساتھ نکاح
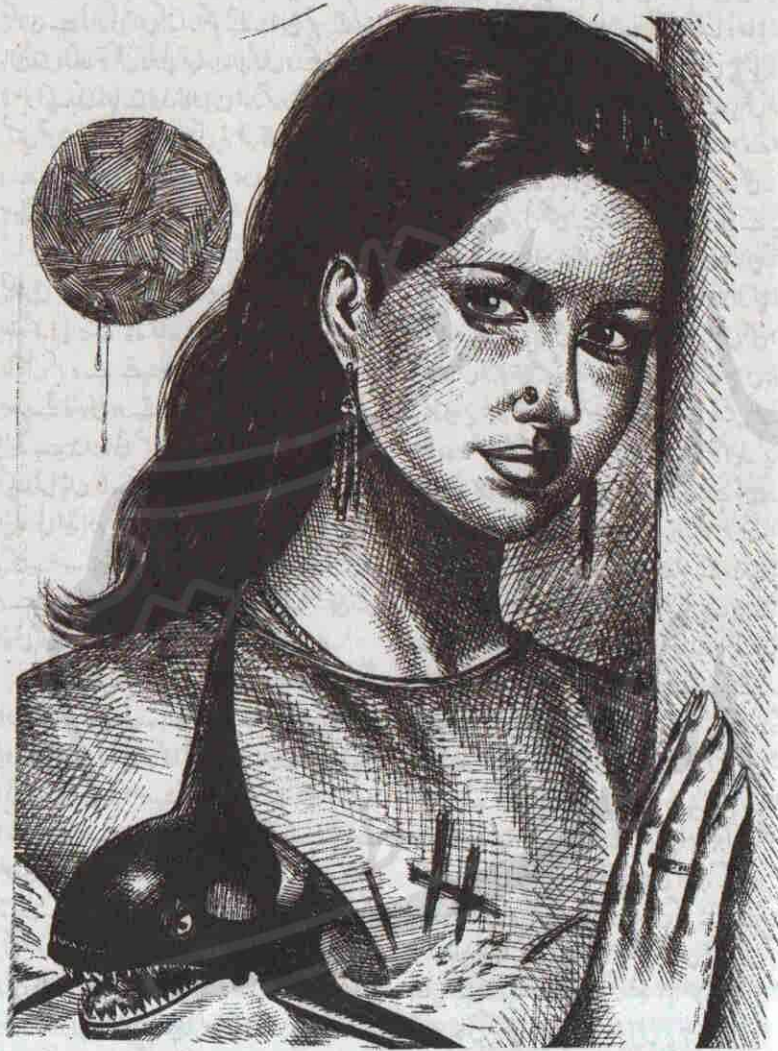
کر رہا ہوں تم آرام کرو۔ ناصر نے رومال سے منہ صاف کیا۔ ناصر میں تمہیں آج بددعا دیتی ہوں کہ تم نے میرا نہ سہی میری محبت کا ہی مان رکھ لیا ہوتا، تم کبھی سکون سے زندگی نہیں گزار سکو گے۔ آج تم نے میرا مان نہیں رکھا تو کل کو کوئی تمہارا مان نہیں رکھے گا۔ جاؤ ناصر ایک کی بجائے دو شادیاں اور کرو مجھے کوئی گلہ نہیں تم سے میں اپنی محبت کی خاطر آج یہ بھی قربانی دے دیتی ہوں۔ انیلہ روتے ہوئے قریب پڑے صوفے پر بیٹھ گئی۔

انیلہ کا متوسط گھرانے سے تعلق تھا۔ باپ فیکٹری میں کام کرتا تھا۔ دو بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ اللہ کا دیا سب کچھ تھا۔ سب بہن بھائی اچھی تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ ماں باپ دونوں اپنی اولاد پر صدقے واری ہوتے تھے۔ انیلہ دوسرے نمبر پر تھی۔ انیلہ سے بڑا بھائی جس نے ایف اے کرنے کے بعد ایک مل میں جاب کر رہا تھا۔ بے طور شفٹ انچارج انیلہ بی ایڈ اور دوسرا بھائی میٹرک اور چھوٹی مڈل میں تھی۔ سب بہت خوبصورت انداز میں زندگی گزار رہے تھے۔ ناصر اور انیلہ کی ملاقات ایک فنکشن میں ہوئی تھی۔

انیلہ اپنے کلاس فیلو ریان کی پارٹی میں آئی ہوئی تھی۔ یہ پارٹی ریان نے اپنے پاپا کی پروموشن ہونے پر تمام دوستوں کو دی تھی۔ ریان کے پاپا ریان کی طرح کافی خوبصورت سلم اینڈ سمارٹ تھے اور بہت ایکٹو بھی۔ سب فرینڈز کو ریان نے جب اپنے پاپا سے ملوایا تو سب تعریف کئے بنا نہ رہ سکے۔ ناصر کا بھی ریان کے دوستوں میں شمار ہوتا تھا۔ انیلہ نے پرپل کلر کی شلوار قمیض اور لائٹ میک اپ کیا ہوا تھا اور اپنے ریشم جیسے لمبے بالوں کو ان حسین فضا میں کھلا چھوڑا ہوا تھا۔ ناصر اپنی کرسی پر بیٹھا کولڈ ڈرنک پی رہا تھا کہ ناصر کے پاس سے گزرتے ہوئے انیلہ کے بال ہوا میں اڑتے ہوئے ناصر کے منہ پر لگے اور ناصر جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا اور جلدی سے بال پیچھے کئے۔ سوری سر میں نے یہ سب جان کر نہیں کیا۔ انیلہ پریشان ہو گئی کوئی بات نہیں میڈم انیلہ نے سوری کرنے کے بعد سپیڈ لگائی جانے کی اور ناصر اس کے بالوں کی طرف دیکھتا رہ گیا کہ کیا قدرت نے آج رنگ دکھایا ہے اپنا۔ ناہید پلیز ادھر آؤ اور میرے بالوں کی چوٹیا تو کر دو اتنی تیز ہوا میں بال اڑ رہے ہیں۔ ارے پاگل لڑکی اتنے پیارے تو لگ رہے ہیں کاش میرے ہوتے اور اس ہوا میں ہائے۔ ناہید انیلہ کے ساتھ لپٹ گئی۔ یار تم نے چوٹیا کرنی بھی ہے کہ نہیں او کے جی او کے یہ کر دی آپ کی چوٹیا میڈیم صاحبہ ناہید جلدی جلدی ہاتھ چلانے لگی۔ انیلہ نے جلدی سے بالوں کو فولڈ کیا اور دوبارہ محفل میں آ گئی لیکن ناصر کی نگاہیں ابھی بھی اس کو تلاش کر رہی تھیں۔ انیلہ ناصر کے آگے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی اور ساتھ ہی ناہید سے باتیں کرنے لگی۔ ناصر اٹھ کر دوسری طرف جانے لگا تو انیلہ پر نظر پڑی تو حیران رہ گیا کہ کیا یہ وہی لڑکی ہے جس کے لمبے بال ہیں شاید وہ شرمندہ ہو گئی ہو۔ ناصر نے اس کے بالوں کی طرف دیکھا تو بال چوٹیا کے روپ میں اس کے سامنے تھی۔ انیلہ وہ لڑکا تیری طرف بڑے غور سے دیکھ رہا ہے۔ کیا بات ہے؟ ناہید نے انیلہ کو بازو مارا۔ کیا مطلب؟ چل یار دفع کر لوگ تو دیکھتے رہتے ہیں اب ہم لوگوں کی آنکھیں تو نہیں نکال سکتے۔ مجھے کیا پتہ کہ کون ہے؟ لیکن انیلہ ناصر کی آنکھوں میں ہمیشہ کے لئے سما گئی۔ انیلہ نے جب ٹائم دیکھا تو رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ یک دم گھبرا کر اٹھی۔ ناہید یار اتنی دیر پاپا ماما تو پریشان ہوں گے میرے پاس تو فون بھی نہیں اب کیسے جاؤں گھر میں نے کہا تھا کہ پاپا میں فرینڈ کے ساتھ یا ٹیکسی میں آ جاؤں گی۔ دس بجے تک ٹائم دیا تھا۔ یار پلیز اپنا موبائل دینا میں گھر کال کرنی ہے پی ٹی سی ایل پر تاکہ بھائی آ کر لے جائے۔ یار پریشان کیوں ہوتی ہو ابھی میرے بھائی آئیں گے ناں لینے گاڑی پہ تو ہم تجھے ڈراپ کر دیں گے۔ بس یہ کہہ دو کہ آپ پریشان نہ ہوں میں

فرینڈ کے ساتھ آ جاؤں گی او کے۔ پاپا السلام علیکم آپ پریشان نہ ہوں میں اپنی دوست ناہید کے ساتھ اس کی گاڑی میں آ جاؤں گی۔ بیٹی اتنی دیر گھر سے باہر رہنا اچھی بات نہیں ہوتی جلدی آ جانا او کے۔ پاپا اللہ حافظ۔ ناہید پاپا بہت پریشان ہیں جلدی چلو اب بس بھی کرو ناصر کی نظر بار بار انیلہ کے پریشان چہرے کی طرف اٹھ رہی تھی اور چاہتا تھا کہ اس کی ہیلپ کرے۔ یار اٹھ چلیں مجھے نیند بھی آ رہی ہے+۔ انیلہ بار بار ناہید کو تنگ کر رہی تھی۔ او کے صبر تو کر پاگل یار ریان کہاں ہے۔ اس سے تو اجازت لیں۔ تم بیٹھو میں ایک منٹ آتی ہوں ریان کو دیکھ کر اور پھر بھائی کو کال کرتی ہوں۔ ناہید کرسی سے اٹھ کر ریان کو تلاش کرنے چلی گئی۔ ناہید کے جاتے ہی ناصر انیلہ کے پاس آ گیا۔ میڈم کیا میں آپ کی ہیلپ کر سکتا ہوں اگر آپ کو کوئی ٹینشن ہے تو۔ سوری ناصر صاحب کوئی پریشانی نہیں میں گڈ ہوں۔ انیلہ اٹھ کر ناہید کے پیچھے چلی گئی اور ناصر حیران رہ گیا کہ اس کو میرے نام کا کیسے پتہ ہے کیا یہ مجھے جانتی ہے لیکن میں تو اس کو نہیں جانتا۔ ناہید ریان ملا کہ نہیں ابھی تک تو ملا نہیں لیکن بھائی کو کال کر دی ہے وہ آتا ہی ہوگا۔ چلو شکر ہے کوئی تو اچھا کام کیا۔ ارے وہ بیٹھا ہے پاگل اور ہم یہاں ڈھونڈ ڈھونڈ کر پاگل ہو رہی ہیں۔ اس کو ادھر بلا کر لاؤ ایک منٹ تم رکو یہاں مسٹر ریان بات سنو ناہید نے ریان کو آواز دی ریان نے مڑ کر دیکھا تو ناہید اور انیلہ کھڑی تھیں۔ ایک منٹ آیا ارے جناب ہم آپ کو یہاں تلاش کر رہے ہیں آپ کہاں مگن ہیں۔ یار ریان اتنی رات ہو گئی ہے اور پاپا ماما پریشان ہو رہے ہیں میں کیسے جاؤں۔ ناہید کے بات کرنے سے پہلے انیلہ نے بات کر دی۔ تو پریشان کیوں ہوتی ہو میں ڈرائیور سے کہتا ہوں وہ ڈراپ کر دے گا۔ نہیں ریان میں نے بھائی کو کال کی ہے۔ وہ گاڑی لے کر آتا ہو گا۔ یہ تو پاگل ہے۔ جلد پریشان ہو جاتی ہے۔ ہے تو یہ پاگل ریان نے انیلہ کے سر پر چپت لگانے لگا تو ناصر آ گیا۔ او کے ریان ہم لوگوں کو اجازت دے ہم چلتے ہیں۔ ناہید نے جلدی سے بات change کی۔ پھر monday کو ملتے ہیں او کے بائے انیلہ نے ناہید کا بازو کھینچا۔ او کے ریان مجھے بھی اجازت دو کافی اچھی رہی پارٹی thanks انوائٹ کرنے کا۔ او کے پھر ملیں گے کوئی کام ہو تو بتانا او کے یار۔

میڈم صاحبہ آپ کو کوئی پریشانی ہے تو میں ہیلپ کے لئے تیار ہوں۔ ناصر آگے بڑھا آج ناصر کو خود پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس لڑکی سے اتنی باتیں کیوں کر رہا ہے thank ناصر صاحب ہمیں کسی کی کوئی help کی ضرورت نہیں ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہیں آپ جا سکتے ہیں۔ انیلہ نے فوری جواب دیا۔ سوری میڈم اگر میں نے آپ سے پوچھ لیا sory ناصر آگے کی طرف چل پڑا۔ پتہ نہیں کون ہے کون نہیں جہاں کھڑی ہوتی ہوں وہاں آ جاتا ہے۔ میڈم کیا حال ہے؟ کیا نہیں؟ عجیب لڑکا ہے انیلہ کو غصے پہ غصہ آ رہا تھا۔ انیلہ کو دیکھ کر ناہید کی ہنسی نکل آئی تم کیوں دانت نکال رہی ہو اور تمہارے بھائی صاحب پتہ نہیں کب تشریف کا ٹوکرا لے کر آئیں گے۔ میرے تو کھڑے ہو کر legs میں درد شروع ہو گیا ہے۔ یار کوئی ہو گا تمہارا lover شٹ اپ انیلہ نے ناہید کو خاموش کروایا۔ ہوں lover انیلہ نے منہ بنایا اور دوسری طرف کر لیا اور ناہید کی ہنسی نہیں رک رہی تھی۔ ہیلو ریان السلام علیکم کیسے ہو؟ میں ناصر بول رہا ہوں۔ او شاہ جی آج جیسے یاد کر لیا۔ یار تیرے ساتھ ایک کام ہے لیکن یار تو نے یہ بات کسی کو نہیں بتانی۔ ارے ناصر کیا بات ہے؟ آج کچھ خاص ہے کیا؟ بولو ناصر ہم آپ کے غلام ہیں۔ یار ریان وہ جو رات فنکشن میں ایک لڑکی تھی اس کا نام اور پتہ جاننا چاہتا ہوں۔ شاہ جی لڑکیاں تو بہت تھیں آپ کس کی بات کرنا چاہتے ہیں۔ یار ریان وہ لڑکی جس کے بال اتنے لمبے تھے اچھا اچھا وہ انیلہ جی کیوں شاہ جی کیا بات ہے؟ ہمیں اپنا خیر خواہ اور دوست ہی سمجھیں اور اعتبار بھی کریں۔

ریان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ریان مجھے وہ لڑکی اچھی لگی ہے تو اس کے بارے میں بتاؤ گے کہ وہ کیسی لڑکی ہے۔ تم تو اسے اچھی طرح جانتے ہو اور تمہارے ساتھ ہی پڑھتی ہے۔ ناصر نے چہچہاتے ہوئے کہا۔ ناصر لڑکی تو بہت اچھی ہے پر تھوڑی شرارتی ہے۔ ہر وقت ہنسنا اور ہنسانا اس کی عادت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ضدی بھی ہے۔ اس کی جتنی تعریف کی جائے وہ کم ہے۔ ہے تو وہ ہماری دوست اور وہ ماڈل ٹاؤن میں رہتی ہے۔ اس کا باپ ایک فیکٹری میں ملازم ہے اور بڑا بھائی بھی کسی مل میں شفٹ انچارج ہے۔ خیر تو ہے ناصر یہ لڑکیوں کے چکر میں آپ کب سے آنا شروع ہوئے۔ ان چکروں میں نہ پڑو یہی اچھی زندگی ہے۔ نہیں ریان ایسی کوئی بات نہیں بس اس کا نام پوچھنا تھا۔ اگر کوئی ایسی ویسی بات ہوتی تو اپنے دوست کو ضرور بتاؤں گا او کے پھر اللہ حافظ۔ ریان حیران تھا کہ ناصر نے تو کبھی ایسا سوچا نہیں آج پھر یہ سب کیوں؟ اگر ایسی ویسی کوئی بات ہو گئی تو یہ لوگ اپنی فیملی سے باہر رشتہ نہیں کرتے۔ چاہے ایک آدمی کے ساتھ تین لڑکیاں نہ جوڑ دی جائیں میرا مطلب نکاح کر دیا جاتا ہے۔ اگر ایسا ہو بھی گیا تو انیلہ بھی کبھی نہیں مانے گی کہ وہ کوئی ایسا کام کرے۔ اچھا میں ایسا ہی ٹینشن میں پڑ گیا ہوں جس کی بات وہی جانے۔

اگلے دن تمام فرینڈز نے ریان کو مبرک باد دی زبردست پارٹی arange کرنے پہ اس طرح ایک ہفتہ گزر گیا۔ انیلہ نے تو ٹینشن نہ لی اور ریان بھی اس واقعے کو بھول گیا لیکن ناصر بے چین رہنے لگا اور ملاقات کا سوچنے لگا کہ ایک نہ ایک دفعہ اس سے ملاقات کر کے اپنے دل کی بات ضرور بتائی جائے۔ شاید اس دن میرا بار بار اس کی طرف دیکھنا اور اس کے پاس جانا اس نے نوٹ کیا ہو؟ ہاں یار ریان سے مدد لی جا سکتی ہے اور پھر جلدی سے ریان کو کال کی۔ ریان یار تجھ سے ایک کام ہے تو کام کر دے میری طرف سے ایک ڈنر ناصر جلدی سے بولا۔ ارے ناصر صاحب آج کیا بات ہے؟ کیا کام پڑ گیا ہم غریب عوام سے۔ ریان نے ہنسنا شروع کر دیا۔ یار ریان میں انیلہ سے ملنا چاہتا ہوں۔ کیا یہ ملاقات ہو سکتی ہے؟ ریان ساری سٹوری سمجھ گیا کہ کوئی گڑ بڑ ضرور ہے۔ اور شرارت کرنے کا سوچا۔ یار آپ کی ملاقات نہیں ہو سکتی یہ نہ ہو کہ ہماری دوستی بھی جاتی رہے اور ہم خواہ مخواہ میں مر جائیں، آپ جانو یا وہ۔ پلیز یار فرسٹ ٹائم ملاقات کروا دو کسی بھی طرح لیکن ناصر کے اتنا کہنے کے باوجود بھی ریان نہیں مان رہا تھا۔ وہ صرف ناصر کو تنگ کر رہا تھا او کے ریان کوئی بات نہیں اللہ حافظ۔ ناصر نے مایوس ہو کر فون آف کر دیا۔ ناصر شاہ کے اس سے ملنے کے لئے اور کوئی راستہ نہیں تھا اور بالکل مایوس ہو گیا تھا اور قسمت پر فیصلہ چھوڑ دیا۔ تیس منٹ کے بعد ریان کی کال آئی۔ ناصر کیا کر رہے ہو؟ کچھ نہیں تم سناؤ خیریت کال کی۔ ناصر نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔ ارے ناصر ناراض کیوں ہیں؟ ہم سے ہم تو آپ کے غلام ہیں۔ کل بارہ بجے آپ نے ہمارے کالج آ جانا آپ کی ملاقات پکی۔ باقی میرے حوالے آگے میں جانو میرا کام میں تو آپ سے مذاق کر رہا تھا۔ یہ بھی کوئی مشکل ہے۔ انیلہ بہت اچھی لڑکی ہے میری بات مان جائے گی۔ سچ یار تو سچ کہہ رہا ہے ناں کل آ جاؤں کالج کیا س؟ ناصر خوشی سے اچھل پڑا۔ ہاں آ جانا پر وہ ڈنر مت بھولنا وہ ڈنر میں کھا کر رہوں گا اتنا کھاؤں گا کہ تو ساری زندگی توبہ کرے گا کہ میں کسی اور کو ڈنر کا کہوں۔ ریان زور سے ہنسا۔ ارے میری جان جتنا مرضی کھا لینا بے شک پورا ہوٹل کھا لینا ناصر نے خوشی سے ہنستے ہوئے کہا او کے پھر ملتے ہیں کل بارہ بجے۔

یار انیلہ تم ایک موبائل کیوں نہیں لے لیتی بندہ کبھی فارغ بیٹھا ہوتا ہے تو چلو بات ہی کر لیتا ہے۔ میرے پاس بھی ہے ناہید کے پاس بھی اور عالیان اور عاشر کے پاس بھی کتنی دفعہ کہا ہے کہ ہم سب

فرینڈز مل کر تمہیں لے دیتے ہیں تم تب بھی ہماری بات نہیں مانتی۔ ریان تمہیں پتہ ہے ناں کہ گھر میں پی ٹی سی ایل ہے تم بتا دیا کرو میں خود تمہیں کال کر لیا کروں گی یہ کوئی مشکل بات ہے کیا؟ انیلہ اور ریان اس وقت کلاس روم میں بیٹھے تھے اور سائیکالوجی کا پیریڈ ہونے والا تھا۔ یار وہ تو ہے لیکن موبائل کی تو اپنی بات ہے ناں۔ یار ریان تمہیں پتہ ہے کہ میں یہ سب افورڈ نہیں کر سکتی اور تمہیں پتہ تو ہے کہ میں کسی سے کوئی چیز لینا پسند نہیں کرتی۔ انیلہ نے ریان کے اوپر ہاتھ رکھا۔ ہاں یار یاد آیا آج بارہ بجے کینٹین میں آنا میں تمہیں سرپرائز دوں گا بلکہ کسی سے ملواؤں گا۔ ریان نے انیلہ کی طرف دیکھا۔ ارے کس کو ملوانا ہے وہ بھی مجھ سے کوئی پسند تو نہیں کر لی۔ ہمارے پیارے دوست نے انیلہ نے ریان کو آنکھ ماری۔ ارے نہیں بلکہ کسی نے کسی کو پسند کر لیا ہے۔ او کے پھر بارہ بجے یاد سے کینٹین میں آ جانا او کے سر راحیل آ گئے سر السلام علیکم۔

یار کب سے تمہارا ویٹ کر رہی ہوں سامنے سے ریان کو آتے دیکھ کر انیلہ بول اٹھی۔ صبر کرو یار سامنے سے ناصر شاہ آتا ہوا دکھائی دیا جس نے پینٹ شرٹ پہنی ہوئی تھی اور ریان نے اس کی طرف ہاتھ ہلایا۔ انیلہ نے دیکھا تو اس کا رنگ تبدیل ہو گیا کہ یہ یہاں کہاں؟ ہیلو دوست کیسے ہو؟ ناصر آگے بڑھ کر ریان کے گلے لگا۔ میڈم السلام علیکم اور ساتھ پڑی کرسی پہ بیٹھ گیا۔ شاہ جی یہ ہماری بڑی پیاری دوست انیلہ جی ہے اور انیلہ یہ میرے بیسٹ فرینڈ ناصر ہیں۔ سر السلام علیکم انیلہ نے سلام کیا ہاں انیلہ مجھے یاد آیا آپ لوگ یہاں باتیں کرو میں عاشر کے جا رہا ہوں۔ مجھے ایک کام یاد آ گیا ہے۔ انیلہ جی یہ اپنا دوست ہے ڈرنا نہیں اس سے ریان نے شرارت سے کہا تو انیلہ کی ہنسی نکل آئی۔ انیلہ جی آپ کیا کرتی ہیں۔ جی میں بی ایڈ کر رہی ہوں۔ انیلہ آپ سے ایک بات کہنی ہے۔ انیلہ میں آپ کو پسند کرنے لگا ہوں۔ اس دن سے جب آپ کے بال خوبصورت بال میرے منہ یعنی فیس پر لگے تھے۔ تو احساس ہوا کہ محبت کی نہیں بلکہ ہو جاتی ہے اور میں زیادہ بات بھی نہیں کرنا چاہتا تم شاید میرے بارے میں نہیں جانتی اور میرا اعتبار بھی نہ کرو اگر آپ کو میرا پرپوزل قبول ہے تو اپنے دوست ریان سے پوچھ لینا وہ بہت اچھا لڑکا ہے اور ہماری دوستی بھی کافی عرصے سے ہے اور میں نے ایم اے اسلامیات کیا ہوا ہے اور میں یہاں صرف آپ سے ملنے آیا ہوں۔ انیلہ جی ویسے تو میں لڑکیوں سے دور بھاگتا ہوں اور ہم لوگ اپنی فیملی سے باہر رشتہ نہیں کرتے پر انیلہ جی مجھے آپ سے محبت ہے میں کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ ناصر شاہ اپنی رو میں بولے جا رہا تھا اور انیلہ کو ریان پر غصہ آ رہا تھا اور جس کا اظہار وہ ناصر شاہ کے سامنے نہیں کرنا چاہتی تھی اور اس کے سامنے پڑی کولڈ ڈرنک اب تک گرم ہو چکی تھی۔ انیلہ جی آپ میرے بارے میں ضرور سوچنا میں کل نہ سہی تو پرسوں ضرور آؤں گا۔ میں آپ کے بارے میں سب معلوم کر چکا ہوں۔ انیلہ نے ایک نظر ناصر پر ڈالی تو اسے یہ شخص بہت عظیم شخصیت کا مالک لگا اور بات کرنے کا انداز بھی اچھا لگا۔ دیکھو ناصر آپ جو بھی ہیں میں نہیں جانتی میں صرف ریان کو جانتی ہوں جو کہ بہت اچھا اور nice لڑکا ہے اور مجھے اس پر اعتماد بھی ہے لیکن میں ایسی لڑکی نہیں ہوں میں صرف گھر سے باہر قدم نکالتی ہوں تو یہ صرف میرے والدین اور بڑے بھائی کا اعتماد ہے اور ویسے بھی میں ایسا کام اور ایسی باتوں میں نہیں پڑنا چاہتی۔ ابھی اپنی تعلیم پر توجہ دینا چاہتی ہوں۔ انیلہ نے ناصر کی طرف دیکھا تو وہ بڑے غور سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا پلیز اب آپ جا سکتے ہیں میرے پیریڈ کا ٹائم ہو گیا ہے۔ انیلہ نے جب اپنی گھڑی پر ٹائم دیکھا تو انگلش کے پیریڈ کو ہوئے پانچ منٹ اوپر ہو گئے تھے اور جلدی سے بکس اٹھائیں اور کلاس روم کی طرف بھاگی۔ بھاگتی ہوئی انیلہ ناصر کا دل بھی ساتھ لے گئی۔

ریان تم نے اچھا نہیں کیا میرے ساتھ۔ کیوں دی تھی انفارمیشن میرے بارے میں ناصر کو؟ تمہیں پتہ ہے ناں کہ میں زیادہ بات نہیں کرتی بوائز سے ہمارا ایک گروپ ہے اس لئے آپ سب لوگوں پہ اعتماد ہے اور تم نے میرے ساتھ کیا کیا ہے؟ پتہ نہیں کون ہے، کیسا ہے؟ پتہ ہے اس نے کل مجھے کیا کہا؟ تمہیں میں ایسی لڑکی لگی ہوں کیا؟ بولو ریان مجھے تم پر بہت اعتماد تھا اور تم نے کیا کیا؟ انیلہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات جاری تھی۔ کیا مطلب؟ کیا کیا اس نے ریان بھی پریشان ہو گیا کہ ناصر نے ایسا کیا کہہ دیا جو انیلہ رو رہی ہے۔ پلیز انیلہ مجھے بتاؤ اگر ایسی ویسی وہ کوئی بات کر کے گیا ہے تو اس سے آج کے بعد دوستی ختم۔ ریان کل اس نے کہا کہ میں تم سے ملنے آیا ہوں اور مجھے تم پسند ہو اور اگر میرے بارے میں پوچھنا تو ریان سے وہ بہت اچھے طریقے سے جانتا ہے۔ تو ریان جب تم میرے بارے میں جانتے ہو اچھی طرح کہ یہ سب نہیں ہو سکتا اگر ایسی بات ہوتی تو کیا تم لوگ میرے لئے کم تھے کیا؟ میں تم تینوں میں سے کسی کو بھی پرپوز کر سکتی تھی کیوں کہ ہم سب دوست بھی ہیں اور ایک دوسرے کو بہت اچھی طرح جانتے بھی ہیں۔ ارے پاگل تو اس میں رونے والی کون سی بات ہے جو چیز پسند آ جائے تو اس کے بارے میں انفارمیشن تو لیتا ہے ناں انسان اگر اس نے پوچھ لیا تو کیا ہوا وہ بہت اچھا لڑکا ہے انیلہ ہماری دوستی کو تقریباً تین چار سال ہو گئے ہیں۔ میں نے تو کبھی اس کے منہ سے لڑکی کا نام بھی سنا ہو پہلی دفعہ تمہارا نام پوچھا تھا۔ ارے پاگل تم تو خوش قسمت ہو اگر اسی فیملی میں تمہاری شادی ہو جاتی ہے تو۔ محبت کرنا انیلہ کوئی جرم نہیں ہے۔ یہ تو ایک پاکیزہ جذبہ ہے۔ مگر لوگوں نے اسے غلط رنگ دے کر کسی پہ اعتماد کرنا ہی چھوڑ دیا ہے۔ وہ بہت اچھا لڑکا ہے۔ اس لئے تو اسے بتا دیا ورنہ میں کوئی ایرے غیرے کو بتاتا۔ تم تو ہماری بہت اچھی فرینڈ ہو ایسے پریشان نہیں ہوتے۔ ریان نے انیلہ کو تسلی دی اور اس کا ہاتھ تھام لیا۔ انیلہ کو تھوڑی بہت تسلی ہوئی۔ آج ناصر نے دوبارہ آنا تھا لیکن وہ نہیں آیا جس کو انیلہ نے غنیمت سمجھا۔ ریان کی باتوں نے اس پر اعتماد کرنے کو دل چاہا کہ وہ اچھا لڑکا ہے۔

کالج سے واپسی پر انیلہ اپنے روم میں چلی گئی اور کافی دیر ناصر کے بارے میں سوچتی رہی اور اس کا خوبصورت چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے گردش کرنے لگا۔ ضمیر اور دل کے درمیان لڑائی ہونے لگی لیکن جیت دل کی ہوئی کیونکہ اسے ریان پر اعتبار تھا کہ وہ جھوٹ نہیں بول سکتا۔

فری پیریڈ میں کینٹین میں اداس بیٹھی انیلہ کی نظر اچانک اپنی طرف آتے ہوئے ناصر پر پڑی تو دل نے دھڑکنا شروع کر دیا۔ ہائے اللہ کیا جواب دوں گی ناصر کو۔ میڈم جی کب سے آپ کو تلاش کر رہا ہوں اور اچانک میرے ذہن میں آیا کہ کینٹین میں دیکھ کر آؤں۔ ناصر انیلہ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ بیٹھو ناصر کیا کھاؤ گے انیلہ نے کھانے کا پوچھا۔ جی آج جو مرضی کھلا دیں بہت بھوک اور پیاس لگی ہے۔ ناصر جلدی سے اس کے پاس بیٹھ گیا۔ ایک منٹ میں ابھی آئی تھوڑی دیر میں انیلہ۔ ایک برگر اور پیپسی لے آئی یہ لیں ناصر انیلہ نے ٹرے ناصر کے سامنے رکھی۔ ارے آپ اپنے لئے نہیں لے کر آئی میں نے ابھی پی ہے اور ویسے دل بھی نہیں کر رہا آج ویسے بھی کوئی نہیں آیا اور میرا دل بھی نہیں لگ رہا تھا گھر جانے کا سوچ رہی تھی انگلش کے سر بھی نہیں آئے۔ اور سنائیں کیسے ہیں آپ؟ سب ٹھیک ہیں لیکن برگر میں تو ففٹی تم لو گی ورنہ میں نے نہیں کھانا۔ آج ناصر کو پتہ نہیں کیا تھا کہ انیلہ سے ایسے بات کر رہا تھا جیسے صدیوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں۔ انیلہ تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ yes, No, ناصر نے انیلہ کے ہاتھ کو ہلایا جو کہ کہیں کھوئی ہوئی تھی۔ پھر ناصر اور انیلہ کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ ناصر نے انیلہ کو ہر طرح کا اعتماد دلایا اور ہمیشہ اپنی محبت کو پاکیزہ رکھنے کا

وعدہ کیا اور پھر ایک دوسرے کا مان نہ توڑنے کی قسم کھائی اور انیلہ نے اپنے بارے میں سب کچھ سچ بتایا کہ ہماری حیثیت کیا ہے۔ جو کچھ ریان نے ناصر کو بتایا تھا وہی کچھ آج انیلہ بھی بتا رہی تھی۔ ناصر کو انیلہ پہ اور پیار اعتماد کا رشتہ قائم ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ محبت کی نہیں بلکہ ہو جاتی ہے۔ انیلہ اور ناصر کی محبت ہمیشہ سے پاکیزہ رہی۔

مہینے دنوں میں اور مہینے سال میں شمار ہونے لگے۔ پورے گروپ نے دونوں کو مبارک باد دی کہ آپ دونوں بہت لکی ہو اور ہم سب کی دعائیں آپ لوگوں کے ساتھ ہیں اور اس محبت کی کبھی ہار نہیں ہونی چاہئے اور نہ ہی اس پاکیزہ محبت میں دراڑ آنی چاہئے۔ کبھی کبھی انیلہ کے دوست اس کے ساتھ مذاق کرتے تو وہ شرما جاتی۔ واقعی ہی انیلہ کو ناصر سے محبت ہو گئی کہ وہ اس کے پیچھے اپنے گھر والوں کو چھوڑنے کے لئے تیار ہو گئی۔ کہتے ہیں جب عشق سر چڑھ کر بولتا ہے تو کچھ نظر نہیں آتا اس کے سوا اور یہی حال ناصر کا بھی تھا۔ ناصر کے گھر والے بالکل نہیں مان رہے تھے اور انیلہ کی ضد کے آگے اس کے گھر والے مان گئے تھے۔ اس طرح دن گزرتے گئے انیلہ اور ناصر نے ایک دن کورٹ میرج کر لی جس میں تمام گواہوں اور بیانات کے تحت وہ دونوں ازدواجی زندگی میں منسلک ہو گئے۔ آج وہ دونوں بہت خوش تھے سب دوستوں نے مل کر ان دونوں کو ڈیپارٹمنٹ گفٹ کیا جو کہ بہت خوبصورت تھا اور کھانے کا انتظام عاشر کی طرف سے تھا اور اسی طرح ہنسی خوشی دن گزرتے گئے۔ انیلہ کے والدین تو پہلے ہی راضی تھے لیکن اس کے ایسا قدم اٹھانے پر ناراض تھے لیکن بہت جلد ناصر نے انیلہ کے والدین کو راضی کر لیا اور ایک دن ناصر اور انیلہ مل کر گھر گئے اور سب سے معافی مانگی۔ ناصر کی والدہ نے دونوں کو معاف کر دیا اور اپنی بہو کو گلے لگا لیا اور بہت جلد انیلہ نے اپنی محبت سے سب کو خوش کر دیا لیکن جب رشتوں میں دراڑ آ جائے تو وہ مقام نہیں رہتا انسان جتنا بھی خوش ہو جائے لیکن دل میں ایک خلا آ جاتا ہے جو کہ جتنا بھی خلوص رکھے تو وہ خلا کبھی نہیں جڑتا۔

پانچ سال گزرنے کے بعد جب اولاد نہ ہوئی تو ناصر شاہ کو محسوس ہوا کہ اسے دوسری شادی کر لینی چاہئے اور وہ اس خوشی سے محروم نہ ہو لیکن انیلہ کی محبت اسے یہ سب کرنے نہیں دے رہی تھی اور انیلہ یہ نہیں چاہتی تھی کہ ناصر دو حصوں میں تقسیم ہو اور میری محبت میں کوئی کمی آئے۔ بی بی جی یہ لیں کھانا نہیں ہے۔ آج رات انیلہ ناصر شاہ کے انتظار میں گنڈ گئی وہ نہیں اور نہ ہی انیلہ کی آنکھوں میں نیند آئی شاید ناصر شاہ کی طرح نیند بھی روٹھ گئی تھی۔ مغرب ٹائم جب ناصر گھر آیا تو انیلہ نے دیکھ کر منہ دوسری طرف کر لیا۔ ناصر کا دل دھڑکا تو ضرور کہتے ہیں کہ پہلی محبت اور پہلی بیوی کبھی بھولے نہیں بھلا سکتا انسان اور انیلہ کے پاس یہ دونوں حق موجود تھے۔ ناصر نے پورے گھر میں مٹھائی بانٹی مگر ابھی تک کسی کو نہیں بتایا انیلہ ادھر آؤ۔ کس حیثیت سے آپ کے پاس آؤں ناصر۔ انیلہ ناصر سے دور صوفے پر بیٹھ گئی۔ یہ مٹھائی تو کھا لو۔ ناصر نے مٹھائی کا ڈبہ آگے کیا اس سے اچھا تم مجھے زہر لا کر دیتے تو وہ میں خوشی سے کھا لیتی مگر یہ کبھی نہیں کھاؤں گی۔ ناصر یاد رکھنا تم بے وفا ہو اور تمہیں کبھی سکون نہیں ملے گا چاہے تم ایک کی بجائے چار شادیاں کر لو۔ ناصر مجھے تمہاری اور اپنی محبت پر بہت مان تھا۔ ناصر نے دوسری شادی تو کر لی مگر اس میں انیلہ جیسی بات نہ تھی۔ بہت جلد انیلہ کے پاس آ جاتا لیکن انیلہ اپنی وفا دکھانا چاہتی تھی اور اپنی وفا پر قائم رہی۔ دوسری شادی کرنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں اس میں سے بھی اولاد نہ ہوئی ناصر کی بے چینی دن بدن بڑھتی جا رہی تھی جس اک اسے بھی نہیں پتہ ناصر نے تیسری شادی کا اعلان کر دیا انیلہ تو خاموش رہی کیوں کہ اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ دو کرے یا چار انیلہ نے تو خاموشی اپنے اوپر فرض کر لی تھی لیکن ناصر نے مانا اور

تیسری شادی بھی کرلی۔ ناصر تم نے ایک سے وفا نہ کی تو دوسروں سے کیا کرو گے لیکن انیلہ جس چیز کی مجھے ضرورت ہے وہ کیوں نہیں مل رہی لیکن انیلہ تم یہ بات اچھی طرح جانتی ہو کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں اور باقی شادیاں کرنا میری مجبوری ہے۔ دیکھو انیلہ میں تمہارے بغیر بھی نہیں رہ سکتا مجھے تمہارے سوا کہیں سکون نہیں ملتا ان کے پاس جاتا ہوں یعنی یہ سمجھو کہ میں حق پورا کرنے جاتا ہوں او کے ناصر گڈ نائٹ باقی باتیں پھر ہوں گی بائے۔

بی بی جی یہ لیں چائے آپ نے لانے کو کہا تھا۔ زہرا چائے لے کر آئی۔ تم اسے یہاں رکھو اور پانی لے کر آؤ۔ اچھا بی بی جی آج صبح سے انیلہ کا بلڈ پریشر گڈ نہیں تھا اور بہت ڈپریشن بھی تھا اور ناصر بھی گھر پر نہیں تھا اور کسی کو بتانا اچھا نہیں سمجھا۔ زہرا پانی لے کر آئی تو ٹیبلٹ کھا کر چائے پی اور وہیں صوفے پر لیٹ گئی۔ زہرا تھوڑی دیر میں آئی اور برتن لے کر چلی گئی۔ اس وقت دوپہر کے دو بجے تھے رات کو زہرا کھانا لے کر آئی تو انیلہ وہیں سوئی ہوئی تھی۔ بی بی جی اٹھیں کھانا نہیں کھانا کیا؟ جب زہرا نے انیلہ کے سر پر ہاتھ رکھا تو انیلہ کے منہ سے پانی اور جھاگ نکل رہی تھی اور جلدی سے ایمرجنسی ہسپتال کال کی اور ناصر پریشان حالت میں چکر کاٹ رہا تھا۔ ڈاکٹر ایمرجنسی سے باہر آئی اور بولی کہ مریضہ کا شوہر کون ہے۔ جی میڈم میں ہوں انیلہ کا شوہر پلیز میرے ساتھ آئیں یااللہ خیر کرنا کہیں کوئی بری خبر نہ ہو۔ ناصر ڈاکٹر کے پیچھے کی طرف چل پڑا بیٹھیں پلیز آپ کا نام؟ جی ناصر آپ کو اتنا بھی لاپرواہ نہیں ہونا چاہئے تھا آپ اس کو بروقت لے آتے تو اللہ نے کرم کر دیا ورنہ مریضہ کی جان بھی جا سکتی تھی۔ میڈم ہوا کیا ہے؟ آپ بتائیں تو سہی۔ ناصر فکر مند ہو گیا۔ آپ کو مبارک ہو آپ پاپا بن گئے ہیں اور اس بات کو ایک مہینے سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے۔ آپ کو بروقت چیک اپ کروانا چاہئے تھا۔ میں کچھ میڈیسن لکھ رہی ہوں کوئی مسئلہ ہو تو یہ میرا نمبر ہے آپ رابطہ کر سکتے ہیں۔ ناصر خوشی سے جھوم اٹھا اور اپنے رب کے حضور سجدہ کیا اور سب کو خوشخبری سنائی یہ ایسی خبر جس کا یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ شکریہ انیلہ واقعی آج تم نے ایک بار پھر مجھ پر احسان کر دیا اور میں تمہاری وفا کا احسان مند ہوں۔ ناصر انیلہ کے قدموں میں بیٹھا ہوا تھا۔ ناصر میں نے کہا تھا کہ میرے رب کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں لیکن تم نے میری بات نہ مانی۔ ناصر تو بہت خوش تھا پھر ناصر اس دن کا انتظار کرنے لگا جب وہ اپنے بچے کو اپنے ہاتھوں میں لے کر جھومے۔

آخر وہ دن بھی آ گیا جس کا ناصر کو شدت سے انتظار تھا لیکن قدرت بھی ایک اور رنگ دکھانے والی تھی۔ انیلہ کو ایمرجنسی ہسپتال لایا گیا۔ صبح کے تین بجے تھے بیٹی کی پیدائش پر ناصر تو بہت خوش تھا لیکن اگلے ہی لمحے نرس نے انیلہ کی death کی خبر سنائی۔ ناصر کی خوشی ہوا میں اڑ گئی۔ نہیں انیلہ نہیں تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔ انیلہ میں تو بے وفا ہوں لیکن تم بے وفا نہیں ہو سکتی۔ انیلہ کے چہرے سے جیسے ہی کپڑا اٹھایا تب تک ڈیڈ باڈی گھر لے آئے تھے۔ آج میرے رب نے ایک اور رنگ بھی دکھا دیا۔ نہیں انیلہ تم مجھے اکیلا کیسے چھوڑ سکتی ہو۔ انیلہ مجھے معاف کرنا میں تمہیں کوئی خوشی نہ دے سکا۔ انیلہ تم بے وفا نہیں ہو سکتی انیلہ۔

آج ناصر رو رہا تھا اور تم کوئی بات نہیں کر رہی پلیز انیلہ اٹھو میں تمہارے پاس ہوں۔ آج انیلہ تو چلی گئی مگر ناصر کا سکون بھی ساتھ لے گئی۔ ناصر اب ہر وقت اس کی یاد میں بیٹھا رہتا ہے۔ ناصر کی بیٹی ردا ناصر اب پانچ سال کی ہو گئی جو کہ بالکل انیلہ کی کاپی تھی اور ناصر جس کو دیکھ کر اب تک زندہ ہے۔ محبت ہو تو ایسی، محبت زندہ باد۔ کیسی لگی کہانی اپنی آراء سے ضرور آگاہ کیجئے۔

❖*❖

شام کی تنہائیاں

محمد اسماعیل آزاد بلتی۔ گھربونگ

زندگی کی داستان لکھنے بیٹھوں تو یہ دکھ بھری زندگی کی داستان کبھی ختم نہیں ہوتی۔ کوئی دوستی کی آڑ میں دغابازی تو کسی کی الفت میں بے وفائی۔ شاید میری زندگی کی تنہائی کبھی کم نہ ہو...... ایک دکھ بھری کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

خوشیوں کے آنگن میں بیٹھا سوچ رہا تھا
غم کی راہ آئے گی سوچا بھی نہ تھا
اس کے خیالوں میں ہم بھی آتے ہوں گے
جو منہ چھپا کے کبھی رویا بھی نہ تھا
آج اس کی حال پر ترس آیا آزاد کو
اس کے چہرے پر اداسی دیکھی بھی نہ تھی

یہ شام کی تنہائیاں کتنی ستاتی ہے۔ دن گزرتے ہی شام کی ٹھنڈی ہوائیں کسی کی یاد دلاتی ہے۔ شام ہوتے ہی میں اپنے خیالوں میں کھو جاتا ہوں۔ گزرے لمحات کے بارے میں پاگل دل پھر رونے لگتے ہیں۔ کبھی یہ شام بھی کتنی حسین ہوا کرتی تھی جو اکثر اوقات ایک دوسرے سے ملن کا باعث بنتے تھے۔ نہ توڑنے والے وعدے نہ ساتھ چھوڑنے کی قسمیں، نہ بچھڑنے کا عہد کیا کرتے تھے۔ آج شام کے اداس لمحوں میں دل تنہا بیٹھا یہی سوچتا ہے کہ شاید یہی بات یہی وعدے ان کو بھی یاد آتے ہوں گے جو غیروں کی بانہوں میں خوشیوں کے پھول رکھ کر ہم کو عمر بھر کے لئے کانٹوں پہ سلا دیا۔ آج ٹوٹے دل کا زخم لوگوں کو دکھاؤں تو مجھے ایک ہی بات کہتا ہے کہ تم پاگل ہو۔ ان زخموں کو میں صرف جواب عرض کو سنا دیتا ہوں۔ جو میرے ٹوٹے اور زخمی دل کا مرہم ہے۔ آج شام کی تنہائیاں مجھ سے بار بار پوچھتی ہے کہ تیرا ہمسفر کہاں گیا۔ اس وقت لبوں کی خاموشی آنکھوں کی آنسو بن کر نکل جاتے ہیں۔ کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ کبھی شام ایسا بھی آئے گا کہ ہم تنہا شام گزر جائے گا۔

شام کی اداس لمحوں میں ہم یاد تمہی کو کرتے ہیں
میرا دل کا حال سن لینا فریاد تمہی سے کرتے ہیں

جیسے ہی شام کی اندھیرے گوفا میں قدم رکھتا ہوں میرے سینے میں کانٹوں کی چبھن ہوا کرتا ہے۔ کسی کی یاد ستاتی ہے۔ کسی کی یاد رلاتی ہے۔ ظالم ادائیں رونے پر مجبور کرتی ہیں۔ آخر یہ شام ہی کیوں کسی کی بانہوں میں خوشیوں کے پھول بھی تم نے شام کے وقت دکھی اور میری زندگی کی بربادی بھی انہی شام کے بعد سے شروع ہوا۔ کسی کو خوشی بھی شام کے وقت ملی تو مجھے غم بھی شام کے بعد ملا۔

شام ہونے لگی یاد آیا کوئی
آنکھ رونے لگی یاد آیا کوئی
ہم اکیلے رہے شام ڈھل بھی گئی
رات ہونے لگی یاد آیا کوئی
کسی کی یادوں میں ہم کتنا مدہوش تھے
نیند جانے لگی یاد آیا کوئی
رات تاروں بھری ایک نیا سلسلہ
پھر دکھانے لگی یاد آیا کوئی

تمہاری یاد جب آتی ہے مجھے نیند بھوک سب مٹ جاتے ہیں۔ لبوں پر تیرا ہی نام اور خیالوں میں تیری ہی بات۔ دل پہ تیرا ہی یاد رہتی ہے۔ یہ وعدے توڑنا ہی تھا تو نہ بچھڑنے والی قسمیں کیوں کھائیں۔ آج آزاد زندگی کی بازی ہار بیٹھا ہوں آج بھی ایک امید ہے کہ کبھی تم کو ہماری ضرورت آ جائے۔ دل تو پاگل ہے جو چاند کی تمنا کرتا ہے۔ حالانکہ چاند تو بہت دور ستاروں کی جھرمٹ میں ہے۔ میں وہ موم بتی بن چکا ہوں جو خود تو جلتی ہے مگر دوسروں کو روشنی دینے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔ میں تمہاری راہ میں بیٹھا آج تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ لوٹ آؤ میرے حال پوچھنے کے لئے۔ دیکھو اس پاگل دل کا حال جو کبھی مسکراتا تھا آج خون کے آنسو رو رہا ہے۔ بقول آزاد۔

ہاتھوں میں سگریٹ اور آنکھوں میں آنسو ہے
دیکھ لو آزاد کو یہ حال ہے آزاد کا

دنیا دولت والوں کی ہے اس میں غریبوں کے لئے پیار کہاں۔ اگر کسی دولت والے کی نظر محبت پر ہو تو وہ اپنے دولت کے بل پر وہ حاصل کرتے ہیں۔ دولت والے لوگ بھی صالم ہوتے ہیں جو کسی کی محبت کو حقیر سمجھتے ہیں۔ کسی کو عمر بھر کے لئے رونے پر مجبور کرتے ہیں۔ تو کوئی خودکشی کرتے ہیں۔ دوستی میں جان دینا محبت کی نشانی ہے۔ بچپن میں ایک کہانی سنی تھی کہ ایک اندھی لڑکی کو اپنے دوست کے علاوہ سب سے نفرت کرتی تھی۔ اس کی دوست بھی اس کو بہت چاہتا تھا۔ ایک دن اندھی لڑکی نے اپنے دوست کو کہا کہ میں تم سے شادی اس وقت کروں گی جب میں دیکھ سکوں گی۔ کچھ دن بعد لڑکی کو کسی نے آنکھ دی۔ وہ دیکھ سکتی تھی۔ اس نے دوست کو دیکھا تو حیران رہ گئی کہ اس کا دوست بھی اندھا ہے۔ تب اس کی دوست نے پوچھا کہ کیا اب مجھ سے شادی کرو گی۔ لڑکی نے صاف انکار کر دیا۔ دوست جاتے وقت آخری لفظ کہہ کر چلا گیا کہ دوست میری آنکھوں کا خیال رکھنا۔ یہ داستان یاد آنے پر یہی احساس ہوتا ہے کہ یہاں وفا نہیں ملتی۔ وہ میرے نصیب میں نہیں ہے پھر بھی یہی دعا اللہ سے کر رہا ہوں کہ

اے خدا ایک بار مجھے اس سے ملا دے
کتنا چاہتا ہے اسے آزاد اس کو بتا دے
بہت ناز ہے مجھے اس کی محبت پر
وہ ہو جائے میرا ایسا معجزہ دکھا دے
اگر وہ آزاد کا نصیب بن نہیں سکتا تو
اس کی قدموں کی خاک مجھ کو بنا دے
ہر پل دیکھوں خواب صرف اس کی
نہ جاگوں پھر ایسی نیند مجھے سدا دے
گھٹ گھٹ کے جینا نہیں چاہتا آزاد
یا وہ مجھے مل جائے یا مجھے مٹا دے
اے خدا ایک بار مجھے اس سے ملا دے

آج اس کی جدائی برداشت سے باہر ہے۔ الفت کی زیست میں یکطرفہ ہی اکثر کیوں ہوتا ہے۔ بہت سے دوستوں سے پوچھا کہ محبت یکطرفہ ہونے کے کیا وجوہات ہیں تو بہت سے جوابات ملے جو آپ کی خدمت میں ہے۔ پروفیسر عبدالستار صاحب کہتے ہیں کہ محبت یکطرفہ ہونے کی وجہ مجبوری ہوتی ہے کیونکہ گھر والوں کی دہشت سے محبت چھوڑنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر سخاوت حسین جیلانی کی نظر میں جب محبت میں مضبوط اور سچائی نہ ہو تب محبت یکطرفہ ہوتی ہے۔ دونوں کی محبت میں اگر آگ ہو تو دنیا والے محبت کے آگے جھکنے پر مجبور ہوتے ہیں۔

ایس ایم ایس: محبت میں یکطرفہ کی وجہ غریبی ہے۔

ایم مجاہد چاند محبت یکطرفہ ہونا محبت کی کمزوری ہے۔

میرے خیال میں جب کسی کی زندگی تباہ کرنے پر سوچتی ہے تو وہ محبت کے جھوٹے جال بچھاتے ہیں اور انسان کو تباہ کر کے چھوڑتے ہیں۔

کسی نے گھر بلا کے لوٹا
کسی نے گھر آ کے لوٹا
جو لوٹ نہ سکا ہم کو
وہ اس نے اپنا بنا کے لوٹا

یہاں مطلب کے لوگ ہیں کسی کے دل کے ساتھ کھیلنا ان کا شوق ہے۔ کسی پر ہنستے ہیں زخموں پر نمک کی مرہم لگاتے ہیں۔ مجھے شکوہ نہیں کہ تم نے مجھے چھوڑ دیا۔ مجھے افسوس نہیں کہ تم مجھے نہیں ملے۔ مجھے دکھ نہیں کہ تم سے بچھڑ گیا۔ دکھ اس بات کا ہے کہ الفت میں کھائی قسمیں تم نے توڑ دیا۔ اپنے ہاتھوں میں میرے فون کی لگائی میری محبت کا خون کیا۔ تمہاری شادی پر میرا ہر نغمہ گونج اٹھا۔ مجھے تمہاری آنکھوں میں آنسو برداشت نہ ہوا تب واپس آیا۔ گانا مکمل گاتا تو تمہاری شادی بربادی میں بدل جانا تھا۔ اس لئے مجھے ڈر لگا کہ میری جان کی آنکھوں میں آنسو نہ آئے۔ گانا یاد کرو تم۔

دولہا دلہن کی جوڑی سلامت رہے
ان کے دل میں ہمیشہ محبت رہے
عشق کی بازی لگا کے وہ قاتل بنی
تیرے دل میں میری چاہت رہے
دولہا دلہن کی جوڑی سلامت رہے

دل پاگل ہے جو لب پر آیا بول اٹھا جس کے لئے میں شرمندہ ہوں۔ زندگی میں ہر قدم پر تم کو میری کمی محسوس ہو جائے گی۔ تمہاری آنکھوں میں آنسو آئے اور پونچھنے والا نہ ہوگا، تمہاری نظریں کسی کی تلاش کریں گی مگر کوئی نظر میں نہ آئے تب تم کو میرا احساس ہو جائے گا۔ ابھی تم خوشیوں کے آنگن میں کھیل رہی ہو، تمہاری یادیں میرے زخمی دل میں کانٹے کی طرح چبھ رہی ہیں جب بے وفا دنیا کے مطلب پرست لوگوں کی اصلیت تم پر عیاں ہو جائے گی تب تم کو میری الفت یاد آئے گی۔ تم نے کچھ عرصہ میرے ساتھ محبت کی، ابھی تم کو دولت والے ملے ہیں تو مبارک ہو، دل کے ہم غریب نہیں دل کے ہم بھی امیر ہیں۔

ہم کو غم میں رہنے دو ہنسی تم کو مبارک ہو
مجھ کو تم سے محبت تم کو خواہش مال اور زر کی

کاش تم میرا تھوڑا انتظار کرتی، تم نے بہت جلد دولت والوں کو اپنایا۔ ابھی میرے پاس سب کچھ ہے مگر صرف تم نہیں۔ مجھے تمہاری حالت دیکھی نہیں جاتی، میں نے کبھی بددعا تو نہیں کیا تھا جو تم کو ایسی بیماری سے دوچار ہیں۔ میں تنہائی میں روتے ہوئے بھی تمہاری سلامتی کی دعا مانگتا تھا۔ آج تمہاری حالت سے میں تڑپ اٹھتا ہوں۔ کاش میں تمہارے لئے کچھ کر سکتا تو میں اپنی جان بھی تمہارے نام کرتا۔ پر افسوس جب جان تمہارے قدموں میں دی تو تم نے الٹا پاگل اور دیوانہ کے نام سے پکارا تھا۔ آج میں غزل کے سہارے اپ[illegible] کو بھ[illegible]ے کی کوشش میں ہوں۔ تو جواب عرض مجھ سے اتنی الفت کرتا ہے کہ میرے دل کا ہر زخم اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے۔ مجھے ہزاروں خوشیاں دینے لگتے ہیں شام کی تنہائی میں میرے ہمدم میرے ساتھ رہتے ہیں۔ میری آنکھوں کے آنسوؤں کو بھی میرا ہمسفر جواب عرض اپنے اندر جذب کرتا ہے اور زمین پر گرنے نہیں دیتا۔ آج شام کی تنہائی میں بیٹھا دل کی داستان یاد کرتے کرتے نہ جانے کہاں ہو گیا۔ زندگی میں ہر طرف دھوکہ ہی دھوکہ دینے والے نظر آتے ہیں۔ میری زندگی اجاڑنے والے تمہاری زندگی کیوں اداس ہے۔ تم خوش رہو۔ عید کا چاند نظر آیا تو میری آنکھوں میں آنسو آئے۔ میں عید مبارک تم کو دے رہا ہوں۔

خوشیوں میں ہے جو آباد ان کو عید مبارک
جن کو نہیں ہم یاد ان کو عید مبارک
دو چار پل کھیلا میری زندگی میں آ کر
میں نے کیا مجھے برباد ان کو عید مبارک

آج تمہاری یادیں بھلانے کے واسطے کبھی سگریٹ سے دوستی کرتے ہیں تو کبھی آنسوؤں سے دل کا غم ہلکا کرتا ہوں۔

یا الٰہی کیا کروں سگریٹ سے غم مٹا نہیں
دل تو کالا ہو گیا محبوب نظر آتا نہیں
اس بے وفا کی یاد میں ہو گئیں آنکھیں لال
آنکھیں بہت روتی ہیں محبوب نظر آتا نہیں

آج یہ خشک آنکھیں تمہارے انتظار میں بیٹھی یہی دیکھ رہی ہیں کہ کبھی تم میرے راستے سے گزرو گی۔ کبھی تم بھی میری یاد میں اشک بہاؤ گی۔ یہی سوچتے سوچتے شام کے اداس لمحے رات کی چادر اوڑھ لیتے ہیں۔ میں رات کو سونے سے ڈرتا ہوں کیونکہ تمہاری ظالم یادیں مجھے سونے بھی نہیں دیتیں اور مجھے رونے بھی نہیں دیتیں۔ سوچنا بھی کتنا مجبور کرتا ہے سوچ بھی ایک پاگل ہے جو نہ ملنے والی چاہت پر سوچتے ہیں۔

سوچتا ہوں میں تجھے سوچ کے جس سوچ میں ہوں
پہلے اس سوچ کا مفہوم سمجھو تو کہوں
میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں میری جان صنم
میں تجھے کہیں کھو نہ دوں کہیں اس سوچ میں ہوں
میں تم سے کہنا چاہتا ہوں اپنے دل کی بات
مگر تم کرے انکار اس سوچ میں ہوں
یوں تو کرتی ہے تم پیار کی باتیں مجھ سے
کہیں نہ ہو دکھاوا اس سوچ میں ہوں
یہ جو سوچا ہے میں نے سب یہی کیا ہو گی حقیقت
سو میں دن رات اس سوچ کی سوچ میں ہوں
لو اب آزاد سمجھا اس سوچ کا مفہوم دوستو!
اب نہ سوچوں گا آزاد بس اس سوچ میں ہوں

تمہاری یاد سوچتے سوچتے دماغ مفلوج ہو کر رہ گیا ہے۔ ہر طرف تمہاری یادوں نے قبضہ کیا ہے۔ میرے دل و دماغ پر، ہر طرف صرف تم ہی نظر آتی ہو۔ تمہاری معصوم سی صورت مجھے رات کو سونے ہی نہیں دیتی اور رات گزر جاتی ہے۔ میری آنکھوں سے نیند غائب ہے۔

کتنی جلدی یہ ملاقات گزر جاتی ہے
پیاس بجھتی نہیں برسات گزر جاتی ہے
اپنی یادوں سے کہو ہم کو ستایا نہ کریں
نیند بھی آتی نہیں رات گزر جاتی ہے

آج سارے خواب ٹوٹ گئے ہیں دل کی ساری حسرت ایک ارمان بن کر رہ گئی ہے۔ تمہاری تمنا تو پوری ہوئی ہے اس کے باوجود آج تمہاری زندگی میں اداس کیوں ہو۔ دل سے الفت مٹا کر تم چلی گئی اور اس دنیا کے لوگوں کے لئے میں ایک تماشا بن کر رہ گیا۔ کوئی میرے حال پر ہنستے ہیں تو کوئی میری ہمت پر داد دیتے ہیں۔ آج یہ بات سچ ہے کہ شاعر اس وقت تک نہیں بنتا جب تک کسی کے دل پر گہری چوٹ نہ لگے۔ آج میری غزل تمہاری یادیں بھلانے کے واسطے لکھ رہا ہوں۔ تمہاری کی ہوئی بے وفائی کو بھلانے کے لئے ہر آزمائش سے گزر رہا ہوں۔ کبھی لاہور کے خوبصورت شہر میں تو کبھی اسلام آباد کے پرسکون جگہوں پر تو کبھی موت کا کنواں کراچی میں زندگی کی کٹھن لمحے گزر رہے ہیں۔ تمہاری یاد آنے پر میرا دل خون کے آنسو روتا ہے۔ لب خاموش اور نظریں جھکی ہوئی رہتی ہیں۔ ایک بار پھر پاگل دل سوچتا ہے کہ یہ تنہا زندگی کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دوں مگر پھر سوچتے ہیں کہ زندگی کے کسی موڑ پر تم مجھ کو پکارے اور میں جواب نہ دوں تب تم مجھے الٹا بے وفا کہہ کر روٹھ نہ جائے۔ اسی آس پر بیٹھا ہوں کہ تم کو مجھ سے کیا وعدہ ایک دن ضرور یاد آئے گا جو میں نے تم سے لیا تھا کہ

مجھ سے وعدہ کرو مجھے رلاؤ گے نہیں
حالات جو بھی ہوں مجھے بھلاؤ گے نہیں
چھپا کے اپنی آنکھوں میں رکھو گے مجھ کو
زمانے میں کسی اور کو دیکھاؤ گے نہیں
مجھے یہ یقین دلاؤ مجھے تم یاد رکھو گے
میری یادوں کو اپنے دل سے بھلاؤ گے نہیں
میرے لفظ میرے دل سے لکھی تحریر ہے
قسم اٹھاؤ ان کو کبھی جلاؤ گے نہیں
آزاد کو دل میں چھپا لے دھڑکن کی طرح
آزاد کا نام لکھ کر کبھی مٹاؤ گے نہیں

یہ وعدہ میں نے تم سے لیا تھا پر افسوس تم نے ایک ہی دن میں ایک ہی شام کے وقت میری زندگی کی شام کر دی۔ مجھے تنہا کر کے تم غیروں کی بانہوں میں خوشیاں دینے چلی گئی۔ صرف شام کی تنہائیاں میرے نام کیں۔ ہزاروں وعدوں کو ایک پل میں تور کر تم چلی گئی۔ ابھی میری زندگی میں صرف یادیں باقی ہیں جو کبھی ناگن بن کر ڈستی ہیں تو کبھی خیالوں میں آ کر مجھے رلاتی ہیں۔ میں نے کبھی تم سے شکوہ نہیں کیا دل کا حال صرف میرے ہمدم جواب عرض کو سنایا اور عالمگیر بھائی کو جو ٹوٹے دلوں

کی آواز سنا کرتا ہے۔ میں ہر دوست سے کہیں کہتا ہوں کہ دوستو کوئی غلطی مجھ سے ہوئی ہے تو معاف کرنا معلوم نہیں زندگی کی شام کب ہو جائے شاید زندگی کی شام ہو آج شام کے بعد۔

شام ڈھل چکی ہے رات ہو رہی ہے
محفل دل میں پھر تیری بات ہو رہی ہے
میرے خواب وخیال پہ پھر تیرا قبضہ ہو گیا ہے
زندگی پھر سے میری بے جذبات ہو رہی ہے
ہر طرف لگا دیا ہے تیری یاد نے پہرا
پھر بہت مشکل سے بسر رات ہو رہی ہے
کیا بتاؤں تم کو یہ شام کی تنہائیوں کا منظر آزاد
عجب سی کیفیت میرے ساتھ ہو رہی ہے

قسمت کی لکیروں میں جدائی کے نشان دیکھ کر تم بار بار پوچھتی تھی کہ یہ لکیریں کب ملیں گی۔ حالات سے مجبور ہو کر میں نے چھری سے ہاتھوں کی لکیروں کو ملایا مگر ہاتھ کی لکیر ملنے سے قسمت نہیں بدلتی۔

کیوں کرتے ہو تم ہاتھوں کی لکیروں پہ یقین
قسمت ان کی بھی اچھی ہوتی ہے جن کے ہاتھ نہیں

دل تو پاگل ہے جو خود کو زخم دیتا رہا اور تم اتنی معصوم بن کر اس پر کبھی نمک کا زخم لگاتی تو کبھی پیاری باتوں سے زخم پر مرہم کرتی رہی۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ تم ایک دن اتنا گہرا زخم دے کر چلی جاؤ گی کہ میں عمر بھر یہ زخم ناسور کی طرح ناسور بن کر مجھے جینے کی آس بھی ٹوٹ جائے گی۔

تم نے کیا میرے زخموں کا بھی ایسا علاج
مرہم بھی لگائی تو کانٹوں کی نوک سے

میرے ہاتھوں پر تیرا نام لکھا ہوا اور لبوں پہ تیرے ہی نام کا کلام۔ آج میرے دل کی دھڑکن پر صرف تیرا ہی پیغام ہے۔ کاش میں الفت نہ کرتا تو آج یہ شام بھی خوبصورت ہوتی۔ آنکھوں میں آنسو اور سب خاموش نہ ہوتا۔ یہ چھوٹی سی زندگی بھی بہت حسین ہوتی۔ آج شام کی تنہائی مجھے نہ ستاتی اور تمہاری یادیں مجھے نہ رلاتی۔ ہر وقت یہی سوچ میرے دماغ میں رہتی ہے جبکہ دولت کے سامنے سچی محبت کی قیمت نہیں۔ دولت والوں کی نظر ہمیشہ محبت کرنے والوں کے اوپر کیوں ہوتی ہے۔ آج اللہ کا کرم میرے پاس سب کچھ ہے مگر میں پھر بھی تنہا محسوس کرتا ہوں۔ تمہارے دیئے ہوئے زخموں کا اس دولت سے علاج نہیں ہوتا ہے۔ رات کو سونے سے ڈرتا ہوں کہ خواب میں گزرے لمحے نہ آ جائیں۔ محفل میں رونے سے ڈرتا ہوں کہ یہ مطلب پرست لوگ کہیں تم کو بدنام نہ کر دیں۔ لبوں پر ہنسی آتی ہے تو آنکھوں سے اشک نکل جاتے ہیں کہ کاش تم میرے ساتھ ہوتی، اس بے وفا دنیا نے بہت کچھ مجھ سے چھین لیا۔ عشق کی بازی نے ہر قدم پر دکھ دیا۔

ایک ٹوٹی ہوئی زنجیر کی فریاد ہیں ہم
یہ دنیا سمجھتی ہے کہ آزاد ہیں ہم
تمہاری محبت کے بعد کیا ملا آزاد کو
کل بھی برباد تھے آج بھی برباد ہیں ہم
محبت کی گلی میں صرف رسوائی ملی
کبھی ملن تو کبھی جدائی ملی
آزاد بن کر دیکھا آزاد نے دینا میں
میری قسمت میں صرف تنہائی ملی

جن کی قسمت میں صرف تنہائی ہو اس کی زندگی کا ہر پل شام ہی ہوتا ہے۔ دوستو! آپ ہی بتاؤ کہ میں کیا کروں۔ جن کے مقدر کا چاند ٹوٹ جائے اس کی زندگی میں کبھی چاند نہیں آتا۔ دکھی دل کو خوشی کب میسر ہو گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ شاید میری موت ہی مجھ کو اس دکھ بھری زندگی سے آزاد کرے گی۔ آج میں اپنے ہمدم جواب عرض سے پوچھتا ہوں کہ

اے غم یار تو ہی بتا لوگ کیسے جیا کرتے ہیں
جن کی تقدیر بگڑتی ہے کیا کرتے ہیں
ہم تو اہل وفا تھے پر آزاد وفا کر نہ سکے
اس میں وفا ہو کر بھی کیوں بے وفا کرتے ہیں

آج تم مجھے چھوڑتے وقت یہ کہہ کر چلی گئی کہ میری مجبوری تھی۔ میں جانتا ہوں کہ تمہاری دولت والے ملے تب تم مجبور ہو گئی۔ میری سچی محبت کا تم نے یہی صلہ دیا کہ عمر بھر کے لئے میری زندگی کی شام کر دی۔ میری محبت کا یہی ثبوت ہے کہ تیری بے وفائی کو بھلانے کے واسطے میں غزل لکھتا ہوں۔ اگر تم مجبور ہوتی تو تم بھی غزل لکھنے لگتی۔ ابھی لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ شاعر کیسے بنائیں میں یہی بات کہتا ہوں کہ

شاعر بن جاؤ گے یہ کبھی سوچا نہ تھا
عشق ہو جائے گا یہ کبھی سوچا نہ تھا
زندگی میں ان سے ملتے ہم رہتے تھے بہت
الفت بھی دل میں ہو جائے گی یہ کبھی سوچا نہ تھا
بے وفائی کر گئی وہ زندگی سے آنے کے بعد
تنہا دل کر جاؤ گے یہ کبھی سوچا نہ تھا
شاعری کرنے کا شوق پہلے آزاد کو تھا
شاعر بن جاؤ گے یہ کبھی سوچا نہ تھا

زندگی کی داستان لکھنے بیٹھوں تو یہ دکھ بھری زندگی کی داستان کبھی ختم نہیں ہوتی۔ کوئی دوستی کی آڑ میں دغابازی تو کسی کی الفت میں بے وفائی۔ شاید میری زندگی کی تنہائی کبھی کم نہ ہو۔ آخر میں ایک شعر میری جان کے نام۔

تیری محبت نے دیا سکون اتنا
تیرے بعد کوئی اچھا نہ لگا
تم نے بے وفائی بھی اس ادا سے کی
تیرے بعد کوئی بے وفا نہ لگا

□❀□

غزل

تجھے اپنے ہاتھوں کی لکیروں میں نہ بسایا تو پھر کہنا
آ کے تجھے تیرے خوابوں میں نہ ستایا تو پھر کہنا
تیری سوچ میں گزر جاتی ہے ساری رات
زندگی بھر راتوں کو نہ جگایا تو پھر کہنا
ڈھونڈتے پھرو گے تم ہر جگہ ہم کو
اپنے عشق میں تجھے پاگل نہ بنایا تو پھر کہنا
تم کو اوروں نے چاہا ہو گا میری جان
تمہیں اپنے آپ سے زیادہ نہ چاہا تو پھر کہنا

☆......اعجاز احمد چدھڑ۔ ننکانہ صاحب

غزل

آیا تھا زندگی میں وہ آ کر چلا گیا
وہ شخص میرا آسیاں گرا کر چلا گیا
کہتا تھا خوشیاں بیچ کر خریدوں گا تیرے غم
عمر بھر کا غم میری زندگی کو لگا کر چلا گیا
کبھی جو لکھتا تھا ہواؤں میں میرا نام
اب اپنے دل سے میرا نقش مٹا کر چلا گیا
دنیا کی رونقوں میں کبھی جو ہمسفر رہا
صحراؤں کے رستے پہ مجھے لگا کر چلا گیا
لاتا تھا چمن سے چن کے میرے لئے وہ پھول
اب کانٹے میرے رستے میں بچھا کر چلا گیا
وہ بیچ کر میری وفاؤں کو سر عام
غیروں میں اپنی قیمت بڑھا کر چلا گیا
اس کے گھر میں رہیں گے چراغوں کو جگر کا خون
میری زندگی کے چراغ جو بجھا کر چلا گیا
سوچا تھا سنائیں گے اسے داستانِ دل
وہ میری ہی زندگی کا افسانہ سنا کر چلا گیا

☆......کشور کرن۔ پتوکی

غزل

ہم سوکھے گلاب کے ملال میں رہتے ہیں
لوگ سمجھتے ہیں ہم کتاب میں رہتے ہیں
بے ساختگی میں اٹھے نہ کسی اور پہ نظر
چہرہ تازہ دم سے اجتناب میں رہتے ہیں
کیا بتائے کہ چھ چھکے غم تنہائی اب ہم ہیں
اور دل وحشت جس کے عذاب میں رہتے ہیں
راکھ میں دبی چنگاری کوئی کرید نہ دے
اندر کے الاؤ کے احتساب میں رہتے ہیں
زندگی کی ابھرتی ڈوبتی نبضوں پہ ہاتھ رہتا ہے
کہہ نہ دے کوئی شاعرہ اسی سدباب میں رہتے ہیں

☆......عائشہ ندیم

:❖:

جگر چھلنی

.....اللہ دتہ بے درد- راولپنڈی کینٹ

جب آپ ان مانگنے والوں کو کچھ دے نہیں سکتے تو باتیں کرنے کا حق تمہیں کس نے دیا ہے کہ ہم ان کے اوپر الزام تراشی کریں یہ کہاں کا اصول ہے؟ مجھے معلوم نہیں ہوتا کہ لوگ جیب سے تو کچھ دے کر راضی نہیں ہوتے بلکہ اس پر تو اللہ بھی راضی نہیں ہوتا جس کا پڑوسی بھوکا سوئے اور وہ خود پیٹ کر. کبھی آپ نے سوچا کہ مانگنے والے کتنے مجبور ہوتے ہیں یہ بات بھی سچ ہے کہ آج کل مانگنے والے بھی حد سے زیادہ ہیں لیکن ان میں بھی تو ایک نہ ایک نازیہ جیسی مجبور عورت ہو گی جو اپنے پیٹ کا ایندھن بھرنے کے لئے مانگتی ہے ...... ایک درد بھری معاشرتی کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

آج مجھے ایک کام کی غرض سے راولپنڈی صدر جانے کا اتفاق ہوا تو ایک عورت مجھے مانگتے ہوئے نظر آئی تو میں جب اپنی بائیک سے اتر کر اس کی طرف چل کر گیا اس کی مدد کرنے تو اس نے مجھے کہا کہ بیٹا آپ اس شہر میں نئے آئے ہو کیا؟ میں نے کہا۔ جی آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میں نیا ہوں تو اس نے کہا کہ کبھی فرصت ملے تو میرے پاس آنا پھر میں آپ کو بتاؤں گی کہ مجھے کیسے پتہ چلا۔ تو میں نے کہا کہ میں تو فارغ ہوں آپ بتائیں کہ آپ کو کیسے پتہ چلا۔ تو اس نے کہا کہ میرے پیچھے پیچھے آؤ اور اشارہ ختم ہوا تو میں اس کے پیچھے چلتا ہوا ایک محلے میں آیا اور اب میں ڈر بھی رہا تھا کہ کوئی چکر نہ ہو کیونکہ میرے پاس موٹر سائیکل بھی میری اپنی تھی اپنے صاحب کی نہیں تھی لیکن میں نے اپنی طرف سے خطرے کو اپنے اوپر نہ لیا کہ کیا بنے گا میں اس کے پیچھے چلتا گیا اور پھر اس نے ایک محل نما گھر کا دروازہ کھولا تو مجھے حیرانی ہوئی کہ ایک مانگنے والی کا یہ محل ہے یا کوئی اور چکر ہے تو میں نے اس کو آواز دی کہ آنٹی آپ نے مجھے صرف یہ بتانا تھا کہ آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ میں پہلی دفعہ اس شہر میں آیا ہوں اور آپ تو مجھے اتنی سی بات پر اتنا دور لے آئی ہے تو آنٹی بولی کہ آپ اندر آئیں جب اتنا دور آ گئے ہو تو ایک کپ چائے کا بھی پی لے تو میں یقین کریں ایک دفعہ ڈر گیا تھا کہ کوئی چکر ضرور بر ضرور ہے لیکن میں اتنا بھی ڈرپوک نہیں تھا کہ اب اندر نہ جاتا اور میری قارئین ایک کمزوری بھی ہے کہ میں نے کبھی انکار نہیں کیا اور میں نے اس کمزوری کی وجہ سے کافی نقصان بھی اٹھایا ہے اور پھر جب میں اندر گیا تو محل واقعی کالی تھا اور ایک مرد کی تصویریں لگی ہوئی تھیں ہر جگہ گیلری میں برآمدے میں میری جدھر بھی نظر اٹھی مجھے ہر پوز اور ایک سے بڑھ کر ایک تصویر ہوتی میں اب اپنی بات بھول گیا اور اس کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ یہ مرد اتنا پیارا ہے اور یہ کون ہو سکتا ہے اور اس کا کیا رشتہ ہو سکتا اب میں اپنا آپ بھول گیا اور یہ بھی بھول گیا کہ میں کدھر ہوں۔ ایک طرف میرا ذہن پچھ اور سوچتا کہ یہ تو بھیک مانگتی ہے اور یہ محل اس کا نہیں ہو سکتا تو دوسری

طرف وہ محل گواہی دے رہا تھا کہ یہ ضرور اس کا اپنا ہے کیونکہ ہر ایک چیز کی ترتیب دی ہوئی اور اس نے آتے ہی پہلے سارے کمرے کھولے تھے کیونکہ اگر اس کا اپنا نہ ہوتا تو وہ ضرور جو اس کا اپنا ہوتا یا جس کا گھر تھا وہ ضرور ایک اپنا کم سے کم بیڈ روم ضرور لاک کر کے جاتا اس لئے اب میں اپنے آپ سے باتیں کرنے لگا کہ اپنا سوال چھوڑوں اس کے اندر جو درد ہے وہ بن ہو سکتا ہے میرے عزیز دوست اور جواب عرض کے قارئین کے لئے سبق ہو تو میں نے اس کو آواز دی آنٹی آنٹی آپ کدھر چلی گئیں ہیں اور آنٹی ایک ٹرے میں چائے اور بسکٹ لے کر آئی اور مجھے ایک کمرے میں بٹھایا اور اب میرے اتنے گم ہونے پر مجھے ٹائم کا احساس بھی نہ ہوا کہ آنٹی اب وہ آنٹی نہیں لگ رہی تھی بلکہ اب وہ ایک خوبصورت اور بہت ہی حسین لگ رہی تھی اور میں یہ آنٹی کا دوسرا روپ دیکھا تو میرے اندر احساس ہوا کہ میری بات یقیناً سچ ہے کہ آنٹی کچھ ڈھونڈتے کے لئے باہر بھیک مانگتی ہے ورنہ روپے کسی چیز کی کمی تو نہیں ہو سکتی کیونکہ گھر وہ صرف گھر نہیں بلکہ گھر کے اندر بہت سے قیمتی صوفے بیڈ یقیناً کوئی بھی ایسی چیز نہیں تھی جو ایک محل کی رونق میں شامل نہ ہو تو جب آنٹی آئی تو میں نے پوچھا کہ آنٹی یہ کون ہے اور بہت پیاری تصویر ہے اور کسی سجانے والے نے بھی لگتا ہے خوب انصاف کیا ہے تو میری اتنی باتوں پر آنٹی کا چہرہ افسوس سے بھر گیا اور پھر آنٹی نے پوچھا کہ پہلے اس بارے میں بتاؤں یا آپ کے بارے میں کہ میں نے آپ کو کیسے پہچانا تو میں نے کہا کہ میں وہ پھر کبھی پوچھوں گا آج اس بارے میں بتائیں تو آنٹی نے ٹشو سے اپنے آنسو صاف کئے اور پھر گویا ہوئی۔

جب میں پیدا ہوئی تو اس وقت میرے والد کا سایہ میرے اوپر نہیں تھا وہ میرے پیدا ہونے سے پہلے اس دنیا سے جا بسے اور میں اپنے ماں باپ کی اکلوتی اولاد تھی باپ کے نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے سارے رشتے دار موسمی پرندوں کی طرح میری ماں کو چھوڑ گئے اور میری والدہ تو ایک سیدھی سادی عورت تھی اور میری والدہ نے میری پرورش کی خاطر ایک سلائی مشین ایک دکان دار سے خریدی اور سلائی کا کام شروع کر دیا اور ساتھ ساتھ کڑھائی بھی شروع کر دی اور جس کی وجہ سے ہم ماں بیٹی کا پیٹ پلتا اور میں بھی اپنی ماں کا ہر کام میں ہاتھ بٹاتی اور میری ماں نے مجھے سکول میں داخل کروا دیا اور میں نے سکول میں پڑھنا شروع کر دیا اور اب میں جب سولہ سال کی ہوئی اور میں میٹرک کی سٹوڈنٹ تھی اور میری ماں کو کوئی خبر نہیں کہ محلے والے ہم ماں بیٹی کے بارے میں کیا کیا سوچتے ہیں لیکن میں تو خود اس بات سے بے خبر تھی کیونکہ میرے اندر ابھی تک بچوں کی طرح کے خیالات تھے اور میرے اندر حسن تو کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا میرے لمبے بال، خوبصورت آنکھیں میرے حسن کو چار چاند لگا دیئے اور میں ان لڑکوں سے بے خبر کہ کوئی میرے بالوں پہ مرتا تو کوئی میری آنکھوں کا متولی ہوتا۔ مجھے تو اپنی خوبصورتی کا احساس نہیں تھا بلکہ میں تو لڑکیوں کے ساتھ ساتھ لڑکوں کو بھی تنگ کرتی اور مجھے بڑا مزہ آتا اور میں ہر وقت ایک نیا پلان بناتی کہ اب کس لڑکے کو یا لڑکی کو تنگ کرنا ہے اور مجھے ذرا بھی پرواہ نہیں تھی کہ اب میرے بارے میں کیا کیا سوچتے ہوں گے اور پھر ایک دن نئے لوگ ہمارے محلے میں آئے اور میری تو عید ہو گئی اب ایک اور گھر میرے نشانے پر تھا اور ان کی فیملی اتنی بڑی نہیں تھی کہ مجھے کوئی دشواری ہوتی ان کا ایک لڑکا اور وہ میاں بیوی تھے اور فیملی پڑھی لکھی تھی ان کا بیٹا ایم بی بی ایس تھا جس کا نام آکاش تھا اور اس کی والدہ پڑھی لکھی اور ہاؤس تھی اور والد ایک سرکاری ملازم تھے جو کہ گھر کم ہی رہتے تھے وہ کسی اور شہر میں ڈیوٹی کرتے تھے۔ اب وہ لڑکا اور اس کی والدہ گھر پر ہوتے کیونکہ آکاش کسی اچھی لگہ نوکری کی تلاش میں تھا اس لئے اب وہ تعلیم سے تو فارغ تھا اور جب تک نوکری نہ ملتی وہ میرا شکار تھا۔ اب محلے کی عورتیں ان کے گھر جانے لگیں اور مجھے بھی ایک دن خیال آیا کہ میں بھی ہو آؤں اور پھر ایک دن میں چلی گئی اور کافی محلے کی عورتیں بھی تھیں اور ان کو دلچسپی تھی کہ یہ کون ہے اور کہاں سے آئے ہیں اور

مجھے اس بات پر دلچسپی کہ اب ان کے بیٹے کو کس چیز کا نشانہ بناؤں میرے محلے میں میری ان شرارتوں کی وجہ سے کافی لڑکیاں دوست بن گئی تھیں اور مجھے میری حرکتوں کی وجہ سے کوئی بھی ناپسند نہ کرتی بلکہ میری وجہ سے تو سب خوش تھیں کیونکہ میں ہر کام کر لیتی تھی جو وہ لڑکیاں اپنے گھر والوں کے خوف سے نہیں کر پاتی تھیں۔ میں ہی وہ واحد لڑکی تھی جو کسی بھی وقت اور جس کے ساتھ دل کرتا شرارت کر لیتی اور میں نے کافی لڑکوں کے الٹے نام رکھے ہوئے تھے اور میری شرارتوں کا ٹارگٹ ہر ایک عمر کا ہوتا اور مجھے آج تک کسی نے بھی منع نہیں کیا معلوم نہیں کیا وجہ تھی میری خوبصورتی یا پھر میرا یتیم ہونا، ان دونوں میں سے ایک ضرور تھی اور کچھ لڑکے تو میرے انتظار میں رہتے کہ میں کب ان کے ساتھ شرارت کروں اور میں اس کے گھر کے آنے پہلے محلے میں اتنی بری نہیں تھی میری کی گئی شرارتوں کو ناپسند کرنے کے باوجود بھی لوگ ان شرارتوں کو میری عمر کا حصہ سمجھ کر نظر انداز کر دیتے تھے اور پھر آکاش بھی میری شرارتوں سے نہ بچ سکا۔ اب میں اس کو بھی کسی نہ کسی جملے سے آتے جاتے ضرور چھیڑ چھاڑ کر دیتی اور وہ بھی میری کسی بات کا برا نہیں مناتا بلکہ میری طرف سے اچھالے گئے ہر جملے کا جواب نرم سی مسکراہٹ سے دیتا اسے کبھی بھی میری شرارت سے کوئی شکایت نہ تھی۔ اس کی اس خاموشی اور نرم سی مسکراہٹ نے میری اور بھی ہمت بڑھا دی اور میری ساری دوستوں کو آکاش بڑا پسند تھا اور ہوتا بھی کیوں نہ وہ تو تھا ہی اتنا خوبصورت اور پھر ایک ڈاکٹر بھی تھا لیکن اس میں کوئی غرور اور تکبر نہیں تھا اور میری ہر دوست کی ماں کی بھی خواہش تھی کہ میری بیٹی اس کی وائف ہو کیونکہ میری ساری دوست مجھے بتاتیں کہ آج میری ماں یہ کہہ رہی تھی اور میری ماں میرے لئے یہ سوچ رہی ہے اور اب میری دوستوں کی مائیں میری جان کی دشمن بن گئیں جب ان کو پتہ چلا کہ آکاش کی ماں نے میرا رشتہ مانگ لیا ہے۔ سوری آنٹی آپ اپنی آپ بیتی تو سنا رہی ہیں لیکن آپ نے اپنا نام نہیں بتایا۔ اوہ بیٹا آپ نے پوچھا نہیں میرا نام نازیہ ہے۔ آکاش نے لگتا تھا کہ مجھے پسند کیا تھا اور پھر اس نے اپنی والدہ سے بات کی ہو تو اس نے اپنے بیٹے کی فرمائش قبول کر لی ہو کیونکہ آکاش ان کی اکلوتی اولاد تھی اس لئے ان کو اپنے بیٹے کی ہر خوشی پوری کرنا یا وہ اس کی ہر خوشی کو ٹال نہ سکی اور وہ ہمارے گھر آ گئی اپنے بیٹے کا رشتہ لے کر اور جب وہ ہمارے گھر میں داخل ہوئی تو اس کو دو باتوں کا تو اندازہ ہو گیا تھا کہ ایک تو یہ کہ گھر غربت کا بولتا ثبوت تھا اور دوسرا یہ کہ میری ماں کے سگھڑاپے کا آئینہ دار تھا انہوں نے بغیر گھمائے پھرائے بات کی کہ بہن آپ سے آپ کی کل کائنات مانگنے آئی ہوں۔ میری ماں تو حیران ہوئی اور بولی۔ بہن آپ کیا کہہ رہی ہیں میں آپ کا مطلب نہیں سمجھ سکی تو آکاش کی ماں نے دوبارہ بتایا کہ میں تم سے تمہاری کل کائنات مانگنے آئی ہوں میں اپنے بیٹے کا رشتہ لے کر آئی ہوں آپ کی بیٹی کا رشتہ مانگنے مجھے تمہاری بیٹی کا رشتہ چاہئے۔ میری ماں کی جو حالت تھی سو تھی لیکن میں خود بھی ایک دم گھبرا گئی اور جلدی سے کمرے سے باہر نکل گئی لیکن اپنے کان اندر ہونے والی باتوں کی طرف لگا دیئے۔ میری ماں نے بھرائی ہوئی آواز میں سوال کیا کہ کہیں آپ مجھ غریب سے مذاق تو نہیں کر رہی ہیں تو آکاش کی ماما بولی کہ نہیں بہن میں مذاق نہیں کرتی بلکہ میں رشتہ لے کر ہی جاؤں گی۔ کیا ہوا کہ مجھے خدا نے بیٹی نہیں دی تو لیکن مجھے عقل تو دی ہے کہ میں کسی کی بیٹی کا مذاق اڑاؤں تو میری والدہ نے کہا کہ میری بہن آپ ہم سے بڑھے ہیں تو وہ بولی کہ بہن ہم بڑے نہیں ہیں بلکہ بڑے وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنی بیٹی کا ہاتھ دوسروں کو دیتے ہیں اور چھوٹے تو وہ ہوتے ہیں جو ان کی عزت نہیں کرتے۔ میں نے محسوس کیا کہ اب میری ماں آکاش کی والدہ کی باتیں سن کر رونے لگی ہے کیونکہ میری والدہ نے زمانے کے سرد و گرم دیکھے تھے میرے والد کے فوت ہونے پر میری والدہ سے زمانے نے کس طرح ہم ماں بیٹی سے آنکھیں پھیر لی تھیں میری ماں بیوہ ہونے کے بعد انہیں لوگوں کے کئے ہوئے ایک

ایک جملے میں چھپے ہزاروں نشتر یاد تھے انہوں نے ایک بار پھر آکاش کی ماں کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں پکڑا اور رندھی ہوئی آواز میں کہا کہ میری بیٹی بڑی بھولی ہے اسے ابھی زمانے کی سمجھ نہیں ہے لیکن میں اتنا جانتی ہوں کہ وہ کبھی بھی آپ کو کوئی تکلیف نہیں دے گی تو آکاش کی ماں بولی میری بہن آپ کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ میرے بیٹے کی پسند کی بری نہیں ہو سکتی اور آپ نازیہ کو بلائیں تو امی نے مجھے آواز دی کہ نازیہ بیٹی اندر آؤ۔ امی کی آواز سن کر میں اندر کمرے میں داخل ہوتی تو آنٹی نے مجھے اپنے پاس بٹھایا اور میرا ماتھا چومتے ہوئے میرے ہاتھ میں ایک ہزار کا نوٹ تھما دیا تو میں نے اپنی ماما کی طرف دیکھا تو مجھے میری ماں نے اشارہ کیا کہ رکھ لو بیٹی اور ساتھ ہی میری ماں نے مجھے کہا کہ جاؤ بیٹی خالہ کے لئے چائے بنا کر لاؤ تو میں اپنی ماں کو بتایا کہ مجھے تو نہیں بنانا آتی چائے ملک شیک بنا کر لاؤں تو میری ماں نے مجھے کہا کہ چلو خالہ کے لئے شربت ہی بنا لاؤ تو میں نے جلدی سے ملک شیک بنایا اور آنٹی کو دیا۔ اگر کوئی عام سی عورت ہوتی تو شاید ایسی لڑکی کو اپنی بہو بناتی جو اٹھارہ سال کی ہو اور چائے بھی بنانا نہ آتی ہو لیکن خالہ تو ایک سلجھے ہوئے مزاج کی عورت تھی خالہ میری امی کی شرمندگی کو دیکھ کر مجھے پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ بیٹی تم نے ملک شیک بہت اچھا بنایا ہے اور چائے میں کم ہی پیتی ہوں اور پھر میں باہر آئی تو میری والدہ خالہ سے مخاطب ہوئی کہ میری بیٹی ہی میرے لئے کل کائنات ہے اس لئے میں نے کبھی اس پر گھر داری کا بوجھ ڈالا ہی نہیں تھا میں نے یہی سوچا ہوا تھا کہ جب اس کی شادی کروں گی تو ایک سال پہلے ہی اس کو کام وغیرہ سکھا دوں گی۔ میری والدہ کو خالہ نے کہا کہ تمہیں وضاحت کرنے کی اب ضرورت نہیں اب وہ تمہاری نہیں بلکہ میری بھی بیٹی ہے اور پھر آنٹی نے اجازت لی اور چلی گئی اور میری والدہ کو بتایا کہ ہم دو تین ماہ میں منگنی کرنے آئیں گے اور پھر جب وہ چلی گئی تو میں نے ماں سے پوچھا کہ یہ خالہ آج مجھے یہ ہزار روپے کس خوشی میں دے کر گئی ہے میرے اس سوال پر میری ماں جو پریشان سی بیٹھی تھی ایک دم چونکی اور انہوں نے مجھے اپنے گلے لگا لیا اور مجھے بتایا کہ وہ تمہیں اپنے بیٹے کے لئے پسند کر گئی ہے اور وہ رشتہ تمہارا مانگ رہی تھی تو میں نے کہا کہ کیا میرا رشتہ میں یہ سب پہلے سن چکی تھی لیکن پھر بھی میں انجان بن کر امی سے سوال کیا۔ میرا دل دھک دھک کر رہا تھا یہ حقیقت تھی کہ میں نے کبھی اپنی شادی کے بارے میں سوچا ہی نہیں تھا مجھے کبھی اس بات کا خیال ہی نہیں آیا تھا کہ میری بھی شادی ہو گی میں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا تو میری ماں بولی کہ بیٹا ایک نہ ایک دن تو یہ دن آنا ہی تھا کیونکہ بڑے بڑے راجا مہاراجا اپنی بیٹیوں کو گھر میں نہیں رکھتے لڑکیوں کو ان کے اصل گھر تو جانا ہی ہوتا ہے تو میں نے کہا کہ امی میں شادی نہیں کروں گی میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی میں ہمیشہ آپ کے پاس رہوں گی یہ کہہ کر میں اپنی ماما کے گلے لگ کر رونے لگ پڑی کافی دیر تک روتی رہی اور میری ماں بھی میرے ساتھ رونے لگ پڑی اور پھر پتہ بھی نہ چلا کہ دن ہفتے اور مہینے میں بدل گئے اور مجھے میری ماں نے باہر جانے نہ دیا اور گھر کا کام بھی اب مجھ سے کرواتی اور پھر وہ وقت بھی آیا جب میری منگنی ہونی تھی۔

آکاش کی ماما اور ابو اور خود آکاش بھی آیا صرف تین لوگ ہی آئے اور خالہ نے پھر مجھے اپنے ہاتھوں سے انگوٹھی پہنائی اور میری امی نے آکاش کو انگوٹھی پہنائی۔ اتنی سادہ سی تقریب تھی مگر میں شرم سے اس طرح سمٹی جا رہی تھی کہ جیسے زمانہ بھر کا شرم مجھ میں سما گیا ہو۔ ان دنوں میں اپنے آپ کو ایک عورت سمجھنے لگی اور میری ماں نے اب مجھے گھر کے کافی سارے کام بھی سکھا دیئے اور پھر امی نے مجھے اشارہ کیا اور میں اٹھ کر باہر چلی گئی مجھے کھانے کے لئے دستر خوان سجانا تھا۔ ہمارے گھر میں ایک ہی پکا مکان تھا اس لئے میری ماں نے دوپہر سے ہی کھانے پکانے کی تیاری شروع کی تھی اور میں نے بھی کافی مدد کی تھی ساتھ اور پھر میں نے دستر خوان پر کھانا لگا دیا اور امی کو جا کر بتایا کہ کھانا لگ گیا ہے اب مجھے آکاش نے نہیں دیکھا تھا اتنے دن میں باہر نہ گئی اس لئے اس کو ایک جھلک دیکھنے کو میں بھی ترس رہی تھی تو جب میں بتانے کے لئے گئی تو آکاش کی نظر مجھ پر پڑی اور وہ اپنی نظر اٹھا ہی نہیں رہا تھا اس کی آنکھوں کی پیاس بجھنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ میں اس کی آنکھوں کی تپش سے پریشان ہو رہی تھی جب کہ میرا رشتہ طے ہوا تھا مجھ میں قدرتی طور پر حیا اور شرم پیدا ہو گئی تھی لیکن میں نے دیکھنے کی خواہش کو دفن ہی رکھا اپنے اندر اور اب میں اپنے آپ کو محسوس کرتی کہ اب میں آکاش کا سامان نہیں کر پاؤں گی۔ کھانے سے فارغ ہو کر امی نے مجھے آواز دی کہ بیٹا چائے بنا کر لاؤ تو میں نے جی امی میں نے چائے اب پہلے ہی رکھ دی تھی میرا یہ جواب سن کر آنٹی نے اٹھ کر میرا ماتھا چوما اور کہا ارے میری بیٹی نے چائے بنانا بھی سیکھ لی۔ جی میری ماں نے اب مجھے کھانا پکانا بھی سکھا دیا ہے۔ میں نے بڑی معصومیت سے جواب دیا تو آکاش کے ابو بولے۔ کیا مطلب ہے تمہارا ہماری بہو کو چائے بھی بنانا نہیں آتی انہوں نے حیران ہو کر اپنی بیگم سے پوچھا تو میرا سر شرم سے جھک گیا تھا تو میری ہونے والی ساس نے جواب دیا کہ میری بہو تو لاکھوں میں ایک ہے۔ میری ہونے والی ساس نے اپنے شوہر کو جواب دیا۔ جسے چائے بھی بنانا نہ آتی ہو وہ لاکھوں میں ایک کیسے ہو سکتی ہے میرے سسر جی نے شرارت سے دوبارہ سوال کیا تو میری ساس بولی کہ یہ بات آپ نہیں سمجھیں گے خالہ نے مسکرا کر اپنے بیٹے کو دیکھا تو میری امی بولی کہ بھائی جان آپ کے گھر جانے سے پہلے میں اپنی بیٹی کو گھر داری میں ماہر کر دوں گی آپ بالکل پریشان نہ ہوں۔

اب دونوں گھروں میں ایک درمیانہ سا محبت کا رشتہ بن چکا تھا دونوں طرف سے مائیں اپنے بچوں کی خوشی میں مگن تھیں۔ ان کے نزدیک اپنے بچوں کی خوشی سے زیادہ کوئی چیز نہیں تھی۔ آکاش کی فیملی کے جانے کے بعد میری ماں کی آنکھوں میں آنسو تھے اور مجھے پوچھا کہ بٹیا تو خوش ہے ناں تو میں اپنی ماں کو دیکھا تو شرما کر ان کے گلے میں اپنی بانہیں ڈالتے ہوئے کہا کہ میری ماں خوش ہے تو میں کیوں نہ خوش ہوں۔ تو میری ماں اب ان کی تعریف کرنے لگی کہ بیٹی وہ بہت اچھے اور شریف لوگ ہیں اللہ تعالیٰ نے میرے صبر کا پھل مجھے دے دیا خدا تیرے نصیب اچھے کرے اللہ تعالیٰ کرے یہ لوگ ہمیشہ تیرے لئے اچھے ہی رہیں۔ امی کے منہ سے بھر بھر کے میرے لئے دعائیں نکل رہی تھیں ان کا بس چلتا تو اڑ کر آسمان پر جاتیں اور اللہ کے حضور جا کر اس سے گڑگڑا کر اپنی بچی کے اچھے نصیب کے لئے اس کا شکر ادا کرتیں۔ کسی نے سچ ہی کہا ہے ماں تو ماں وہ صرف اپنی اولاد کے لئے کچھ بھی کر گزرتی چاہے اس کی جان چلی جائے تو دوسری طرف جب آکاش کی امی نے پورے محلے میں اپنے بیٹے کی خوشی کی مٹھائی بانٹی تو پورا محلہ ہی ہم ماں بیٹی کا دشمن بن گیا۔ میری شرارت پر مسکرانے والے سب میری عیب جوئی میں لگ گئے مجھے دل سے پسند کرنے والے لڑکے میرے اور اپنے افیئر کے من گھڑت قصے ایک دوسرے کو سنانے لگے۔ ان ماؤں کے کلیجوں پر تو سانپ ہی سونگھ گیا جنہوں نے میری ساس کی خدمت صرف اسی جذبے سے کی تھی کہ ایک دن ان کی بیٹی ان کی بہو بنے گی۔ دونوں گھرانے محلے کی ان باتوں سے یا تو بے خبر تھے یا پھر اس بات کو اہمیت ہی نہیں دے رہے تھے۔ دونوں طرف سے شادی کی اب تیاری شروع تھی میرے چہرے کی خوبصورتی اب اور بھی نکھر آئی تھی اور میری ابھی تک ڈاکٹر آکاش سے کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی جسے وہ باقاعدہ محدبت کا پیغام سمجھا جائے لیکن میرا دل پوری طرح آکاش کی محبت میں گرفتار ہو چکا تھا۔ رات کی تنہائیوں میں اپنی وہ شرارتیں یاد آتیں جو میں نے ڈاکٹر آکاش کے ساتھ کی تھی اپنی شرارتوں پر میری آنکھوں میں آپ ہی آپ مسکراہٹ کے ننھے منے جگنوں ناچنے لگتے۔ دل کی رفتار تیز ہوتی تو گال خود ہی سرخ ہو جاتے اور اب شادی کے کچھ دن پہلے آکاش کی والدہ ہمارے گھر میں آئی اور اس کے ہاتھ میں کافی سارے

شاپر تھے انہوں نے مجھے آواز دیتے ہوئے کہا یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے کہ میرے بیٹے کو ایک اچھی جگہ جاب مل گئی ہے اور پھر عنقریب وہ ایک بڑی سی کوٹھی بھی دیں گے اور پھر میں اپنی بہو کو بیاہ کر اس کوٹھی میں ہی لے کر جاؤں گی تو میری والدہ نے پوچھا کہ اس کا مطلب ہے کہ شادی تب ہی ہو گی جب آپ کو سرکاری کوٹھی ملے گی تو خالہ نے کہا کہ بہن آپ غلط مت سوچئے کہ جب سرکاری گاڑی اور کوٹھی ملے گی تو میں نازیہ کو اپنی دلہن نہ بناؤں بلکہ نازیہ تو میرے بیٹے کی پسند ہے اور اب تو یہ ہمارے خاندان کی عزت ہے۔ میری بہن کبھی بھول کر بھی مت سوچنا کہ ہم بدل جائیں گے۔ امی کے دل میں درحقیقت یہی بات تھی جو ان کی آنکھوں میں آکاش کی ماں نے پڑھ لی تھی خالہ نے وضاحت کے بعد وہ شاپر کھولے اور اس میں ایک میں مٹھائی تھی جو خالہ نے نکال کر میرا اور میری ماں کا منہ میٹھا کروایا اور باقی کپڑوں کے شاپر تھے۔ جو خالہ نے میری ماں کو دے دیئے اور دوبارہ گویا ہوئی کہ میں اپنی بہو کو بنگلے میں ہی بیاہ کر لے جاؤں گی اور پھر خالہ چائے پی کر چلی گئی۔ تو میں اپنے مستقبل کے خوابوں میں کھو گئی لیکن مجھے یہ احساس بھی ہوا تھا کہ امی ایک نئی الجھن میں گرفتار ہو گئیں کیونکہ آکاش کی فیملی تو پہلے ہی ہمارے مقابلے میں کافی بڑے تھے اور پھر اب آکاش ایک سرکاری ڈاکٹر بن گیا تھا اور اس کے ساتھ سرکاری گاڑی اور بنگلہ بھی اور اس کی ماں کی خواہش تھی کہ وہ اپنے بیٹے کی پسند اور اپنی بہو کو بنگلے میں بیاہ کر لے جائے۔ امی کے سامنے اب یہ سوال تھا کہ وہ کس طرح اپنی بیٹی کو بھاری بھرکم طریقے سے رخصت کریں تاکہ سسرال میں ان کی بیٹی کی عزت ہو اور پھر آکاش کو گھر مل گیا اور شادی کے دن بھی رکھ دیئے گئے اور میری ماں نے اپنی بساط سے بڑھ کر شادی کی تیاری کی تھی اور پھر خالہ نے میری ماں سے کہا کہ جہیز کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے میری بہو لاکھوں میں ایک ہے چاند کا ٹکڑا ہے وہ میں تمہارے آنگن سے لے جا رہی ہوں اس لئے مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے البتہ باراتیوں کی اچھی طرح خاطر تواضع ہونی چاہئے امی کو تو خالہ کی باتوں نے ان کا غلام بنا دیا اور پھر میری شادی کی تاریخ بھی آ گئی اور میں دلہن بنی سیج پر بیٹھی تھی۔ جس کی بھی نظر مجھ پر پڑتی تو وہ میری خوبصورتی کی داد دیتی اور محلے کی عورتیں بھی اس شادی میں شریک تھیں جن سے میری خوشیاں کسی بھی طرح ہضم نہیں ہو رہی تھیں ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کیا کریں کہ میرا چہرہ بگڑ جائے۔ نکاح کے بعد مبارک باد دی گئی لوگ آکاش کو گلے مل کر اس کے کاندھے کو تھپتھپاتے ہوئے مبارک باد کہہ رہے تھے مگر اس وقت کسی نے کوئی ایسا فقرہ میرے جگر کے ٹکڑے کے کانوں میں کہا کہ وہ آگ بگولا ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگا مگر مبارک باد دینے کے وقت وہ لڑکا نظر نہ آیا اور پھر تو اس وقت انہوں نے میری طرف غصے میں دیکھا لیکن کوئی بات نہ کی شاید مہمانوں کی وجہ سے اور پھر جب ہم رات کو اکٹھے ہوئے تو میں نے خود پوچھا کہ آپ کو اس وقت کیا ہوا تھا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ نازیہ مجھے ایک بات سچ سچ بتانا کہ آپ نے پہلے کبھی کسی سے پیار کیا ہے تو مجھے بتا دو اگر کوئی غلطی بھی ہوئی ہے تو سچ سچ بتا دیں تو میں نے اپنی ساری سٹوری بتائی کہ میں صرف مذاق کی حد تک سب لڑکیاں اور لڑکوں کے ساتھ رہتی ہوں میں نے اب تک تو یہ پیار نہیں کیا تھا لیکن اب میں صرف آپ سے پیار کرتی ہوں اور ساتھ ساتھ میرے آنسو بھی جاری ہو گئے اور پھر آکاش نے بتایا کہ پھر وہ کسی کی سازش تھی جو میرے کانوں میں اس نے اس طرح کی بات کی۔

وقت خوشیوں بھرا ہو تو اس تیزی سے گزرتا ہے کہ اس کا پتہ ہی نہیں چلتا یہی وقت اب میری زندگی میں تھا جس کا مجھے چار سال کا پتہ ہی نہ چلا خالہ نے میرا اتنا خیال رکھا کہ میں بیان نہیں کر سکتی لیکن اب اس کو ایک پریشانی لگ گئی کہ چار سال ہو گئے ہیں اور ابھی تک کوئی خوشی کی بات نہیں بتائی نہ ہی بہو نے اور نہ ہی بیٹے نے جبکہ آکاش خود ایک ڈاکٹر ہے اس لئے ان کے کافی دوست بھی اچھے سے اچھے ڈاکٹر تھے اور پھر انہوں نے ماں کے کہنے پر اپنا اور میرا چیک اپ کروایا تو معلوم ہوا کہ دونوں

ہی ٹھیک ہیں بس یہ تو خدا کی دین کب معلوم نہیں اللہ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں تو اب میں اور میری ساس ہر وقت اللہ کے آگے ہاتھ پھیلائے رکھتیں لیکن میری ساس اب مجھے نفرت بھی کرنے لگی جس کا مجھے تھوڑا تھوڑا شک ہوا لیکن میں نے اپنے دل پر نہ لیا اور پھر آہستہ آہستہ میرے دشمن بھی پیدا ہوتے گئے اور میری ساس اب ہر کوئی مشورہ دیتا کہ اپنے بیٹے کی اولاد دیکھنی ہے تو اس کی دوبارہ شادی کر دو یہ تو شادی سے پہلے ایک بچہ گرا چکی ہے اور اس کے بعد اس نے آپریشن کروا لیا تھا کہ میری بار بار بچہ نہ گرانا پڑے اس لئے آپ کے ہاں اولاد نہیں ہو رہی کیونکہ یہ ماں بیٹی ٹھیک نہیں تھیں۔ تو قارئین کیا اس میں میری ماں بیچاری کا کیا قصور تھا وہ تو مجھے پالنے کے لئے لوگوں کے کپڑے کڑھائی سلائی کر کے پالتی رہی ہے میرا مذاق کرنا لوگوں کو اب اتنا برا لگا جبکہ کبھی بھی اس وقت مجھے کسی نے منع نہیں کیا تھا اور پھر جب میری ماں نے یہ سنا تو وہ یہ صدمہ برداشت نہ کر سکیں اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں اور پھر جب وہ چلی گئیں اور مہمان بھی چلے گئے تو میں اپنی ساس کے ساتھ جانا چاہتی تھی لیکن میری ساس نے مجھے کہا کہ تم ابھی تک یہی رہو کوئی نہ کوئی آ جاتا ہے افسوس کے لئے اس لئے ابھی تمہارا یہاں رہنا ضروری ہے اور پھر مجھے مجبوراً رکنا پڑا اور پھر کافی دن ہو گئے میری ساس کو گئے ہوئے تو مجھے تشویش ہوئی تو جب میں نے خالہ کو فون کیا کہ آپ مجھے لینے کیوں نہیں آئیں تو خالہ نے مجھے کہا کہ مجھے ایسی دلہن نہیں چاہئے جو پہلے ہی اپنا سب کچھ ختم کر کے ہمارے گھر میں آئی تھی جس کے پاس سب سے بڑی ایک چیز ہے وہ ہے عزت اور تمہاری عزت تو تمہارے پاس نہیں تھی اور مجھے تو اب پتہ چلا کہ تم بازاری عورت ہو تو میرے ہاتھ سے فون نیچے گرا اور میں بھی گر پڑی نجانے کب کسی نے مجھے ہسپتال پہنچایا اور جب مجھے ہوش آیا تو آکاش میرے پاس تھے اور پھر میں ان کے گلے لگ کر خوب روئی تو پھر وہ مجھے اپنے گھر لے گئے تو میری ساس کا چہرہ اترا ہوا تھا تو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ میں تمہاری دوسری شادی کروں گی اس سے تو اب کوئی اولاد کی توقع نہیں ہے۔ آپ خود اس سے پوچھئے تو جب آکاش اندر آئے تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ امی جو کہہ رہی ہے وہ کیا تو میں نے کہا کہ امی کو کسی نے بتایا کہ میں بدچلن ہوں اور میں نے خود اپنا آپریشن کروایا تھا کہ مجھے اولاد نہ ہو میں پہلے سے ہی داغ دار ہوں اور اس لئے اب میں ماں نہیں بن رہی تو آکاش اپنی ماں کو بلا کر لائے اور امی سے پوچھا تو خالہ بولی کہ بیٹا اگر اولاد میں رکاوٹ اللہ کی مرضی سے ہوتی تو میں صبر کرتی آئی ہوں لیکن جب مجھے ان کے محلے کی ایک عورت نے بتایا کہ شادی سے پہلے نازیہ کے اب تو مجھے بتاتے ہوئے بھی شرم آ رہی ہے۔ آکاش اپنی ماں کے منہ سے سن کر یہ سب باتیں حیران رہ گئے ان کے کانوں کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ان کی ماں ان کی محبوب بیگم سے اور اپنی لاڈلی بہو کے لئے اس طرح کے الفاظ استعمال کریں گی امی آپ نے کبھی چار سال ہو گئے بے چاری شادی کو آپ نے اس دوران کبھی بھی دیکھا ہے تو پھر آپ کچھ کہتیں تو مجھے بھی برا نہ لگتا آپ کیسی ماں ہیں کہ آپ کو اپنی اولاد پر کیچڑ اچھالنے لگتی ہے جب میں تمہارا بیٹا ہوں تو یہ بھی تو اب آپ کی عزت ہے اور اب میں اس طرح کھڑی تھی جس طرح کسی مجرم کو کٹہرے میں کھڑا کیا جاتا اور فیصلے کا منتظر ہو کہ میری زندگی کا کیا فیصلہ ہوتا ہے تو جب آکاش نے کہا کہ ماں یہ سب جھوٹ ہے تو آکاش کی ماں دوبارہ بولی کہ پر اولاد کیوں نہیں ہو رہی ہے میری ساس نے اتنے غصے میں کہا کہ میں بھی کانپ کر رہ گئی تو آکاش بولے کہ اس لئے امی کہ آپ کے بیٹے میں اب اولاد پیدا کرنے کی کوئی صلاحیت نہیں ہے آکاش کے منہ سے یہ الفاظ سن کر میں اور میری ساس ہکا بکا رہ گئیں تو میری ساس بولی کہ بیٹا تم یہ کیا کہہ رہے ہو۔ امی میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں میں نے اس وقت جھوٹ بولا تھا کہ ہم دونوں ٹھیک ہیں کیونکہ میں نازیہ کو کھونا نہیں چاہتا تھا اس لئے جھوٹ بولا تھا۔ اب کمرے میں موت کا سناٹا چھایا ہوا تھا کچھ دیر بعد آکاش نے مجھے مخاطب کیا کہ معاف کرنا نازیہ میں اس وقت خودغرض بن گیا تھا کیونکہ میں آپ کو

کھونا نہیں چاہتا تھا۔ اب جبکہ تمہیں اس سچائی کا پتہ چل گیا ہے تو تمہیں اس بات کا پورا حق ہے تم چاہو تو میں تمہیں چھوڑنے کے لئے تیار ہوں کیونکہ عورت کا شادی کرنے کے بعد پہلا یہی ہوتا ہے کہ وہ ماں بنے لیکن اب آپ کی مرضی ہے جو دل کرتا ہے وہ کرو تو میں نے بتایا کہ اولاد ہونی ہوئی تو ہو جائے گی لیکن میں اب آپ کے قدموں میں ہی مرنا چاہتی ہوں کیونکہ آپ ہی میرا پیار ہے اور میری زندگی بھی تو جب میری ساس کو معلوم ہوا تو انہوں نے مجھے گلے لگا لیا اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا کہ میرے بچوں مجھے معاف کر دینا میں تو پوتا پوتی دیکھنے کی خواہش میں اندھی ہو گئی تھی اور اب ہماری زندگی اب ایک پھر ہمارے گھر میں اب خوشی آ گئی۔

ایک دن آکاش کسی دوسرے شہر میں اپنے عزیز کی شادی میں جا رہے تھے کہ ان کو راستے میں کسی نے اغوا کر لیا جس کا ہمیں بعد میں فون آیا کہ آپ اتنے روپے دیں تو آپ کے بیٹے کو چھوڑا جا سکتا ہے ورنہ گولی مار دیں گے اور کسی کو بتانا مت لیکن وہ پیسے اتنے زیادہ تھے کہ ہم سے اتنی جلدی اکٹھے بھی نہ ہو سکے تو ایک دن پھر فون آیا کہ آپ جلدی کریں ورنہ کچھ بھی ہو سکتا ہے تو میری ساس غصے میں بولی کہ خبردار جو میرے بیٹے کو کچھ کہا تو اتنا سننا تھا کہ گولی کی آواز سنائی دی فون کے اندر سے تو میری ساس گھر کر فوت ہو گئی اور وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملی اور آکاش کے والد پاگل ہو گئے تھے اور اب وہ ایک پاگل خانے میں ہیں اور میں اب بھیک مانگتی ہوں اور روپے جمع کر رہی ہوں کہ جلد سے جلد رہا کروا سکوں لیکن اس کے بعد ان کا فون آیا تھا کہ وہ گولی انہوں نے کسی اور کو ماری تھی جس کی وجہ سے میری ساس اپنا بیٹا سمجھ کر مری تھی اور میری انہوں نے آکاش سے بات کروائی تھی اور پھر ایک دن انہوں نے آکاش کو بھی مار دیا کیونکہ مجھے بھیک مانگتے ہوئے کافی عرصہ لگ گیا تھا روپے اتنے جمع نہ ہو سکے اور پھر میں وہ صدمہ برداشت نہ کر سکی تو میں ہسپتال داخل رہی اور جو میں نے پیسے جمع کئے تھے وہ بھی میرے اوپر لگ گئے۔

اب میں پھر بھیک مانگنے پر گزارا کر رہی ہوں اب آکاش کا یہ گھر ہے جو میں بیچنا نہیں چاہتی کیونکہ میرے پاس تو آکاش کی ایک ہی نشانی ہے میں اس کو کھونا بھی نہیں چاہتی۔ بھیک تو اب میری عادت بن گئی ہے مانگنے والی اور اب پھر میں دوبارہ اپنی ماں کے وقت کو یاد کرتی ہوں تو روتی رہتی ہوں کہ شاید میری ماں اور مجھے صرف اس حال میں جینا ہے ورنہ میرے تو ذہن میں بھی نہیں تھا کہ مجھے یہ دن دیکھنا پڑیں گے اور پہلے تو میری ماں تھی جو مجھے سلائی کڑھائی کر کے کھلاتی پلاتی رہی اور اپنا بھی پیٹ پالتی رہی لیکن اب میں ہوں کہ میں اپنا پیٹ بھی پالنے کے لئے بھیک مانگ کر پیسے اکٹھے کرتی ہوں پہلے تو میری ماں اپنے ہاتھوں سے کما کر کھلاتی تھی تو میرے اوپر اتنے الزام لگے لیکن اب تو میں بھیک مانگتی ہوں تو نجانے اب کیا کیا لوگ باتیں کرتے ہیں مجھے آج تک سمجھ نہیں آئی کہ جب آپ ان مانگنے والوں کو کچھ دے نہیں سکتے تو باتیں کرنے کا حق تمہیں کس نے دیا ہے کہ ہم ان کے اوپر الزام تراشی کریں یہ کہاں کا اصول ہے؟ مجھے معلوم نہیں ہوتا کہ لوگ جیب سے تو کچھ دے کر راضی نہیں ہوتے بلکہ اس پر تو اللہ بھی راضی نہیں ہوتا جس کا پڑوسی بھوکا سوئے اور وہ خود پیٹ کر۔ کبھی آپ نے سوچا کہ مانگنے والے کتنے مجبور ہوتے ہیں یہ بات بھی سچ ہے کہ آج کل مانگنے والے بھی حد سے زیادہ ہیں لیکن ان میں بھی تو ایک نہ ایک نازیہ جیسی مجبور عورت ہو گی جو اپنے پیٹ کا ایندھن بھرنے کے لئے مانگتی ہے اگر قارئین آپ کوئی نیک مشورہ یا اس کی کوئی خدمت کرنا چاہتے ہیں تو رابطہ ضرور کرنا اور یہ بھی بتانا کہ میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں اس سٹوری کو لکھنے میں۔ امید ہے پہلے کی طرح پسند کریں گے آپ سب کا شکریہ کہ آپ میری تحریروں کو پسند کرتے ہیں اور شہزادہ عالم گیر صاحب کا بھی اور تمام سٹاف کا بھی آپ میری سٹوری کو جلد شائع کرتے اور مجھے ایک نیا حوصلہ دیتے ہیں لکھنے کا۔

◆✲◆

میرا کیہہ قصور

✍......ساجد حسین بھروعی-ڈڈیال

جب اپنے محبوب کی نگاہوں کی طرف دیکھا تو نگاہ ملانا بڑی مشکل تھی اتنا غصہ میرے محبوب کو کہ نہ جانے کہاں سے آ گیا تھا. بڑی بہادری سے بڑی بے چینی سے اپنی صنم کے آگے دامن پھیلا کر بیٹھ گیا کہ شاید میرا دامن محبت سے پیار سے خلوص سے بھر دیں گا لیکن اس پتھر صنم نے ایسا ہرگز نہ کیا میں نے اپنا قصور جب پوچھا تو اپنا رخ موڑ کر نہ جانے کہاں چلے گئے ...... ایک دکھ بھری کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

میرے دوستو! محبت ایک ایسا جذبہ ہے احساس ہے کہ یہ کبھی بھی کسی وقت دل پر زور دے کر باہر کی طرف جھانکتا ہے۔ محبت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر پتھر پر آ جائے تو پتھر کو بھی موم بنا دیتی۔ قارئین کرام! ہم تو سب یہی کہتے ہیں کہ محبت ایسی ہے ویسی ہے، محبت انسان کو بے بس بے سہارا کر دیتی ہے۔ قارئین کرام میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔

قارئین کرام! میرا نام ساجد حسین ہے میں نے ایک متوسط گھرانے میں آنکھ کھولی۔ پھر زندگی کی گاڑی کی اپنی رفتار سے راستہ عبور کرتی رہی۔ جب میری عمر چھ سال کی ہوئی تو مجھے سکول میں داخل کرایا گیا۔ میں جلد ہی میٹرک میں پہنچ گیا۔ جب میٹرک میں گیا تو گاڑی نے بریک لگا دی میں میٹرک کے امتحان سے کامیاب نہ ہو سکا۔ مجھے شدید دکھ ہوا صدمہ ہوا آخر میں سکول کو خیر باد کہہ دیا۔ پھر میں گھر رہنے لگا گھر کا کام وغیرہ اگر وہ نہیں تو پھر دوستوں کی محفل میں چلا جاتا۔ جب وہاں جاتا وہ اپنی ہی باتیں کرتے رہتے میں جب بھی ان کے پاس جاتا انہوں نے محبت کے قصے چھیڑے ہوتے۔ تنگ آ کر گھر چلا آتا۔ میں محبت کے نام سے واقف نہیں تھا۔ یہ کیا چیز ہوتی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب انسان کا واسطہ کسی چیز کے ساتھ پڑے تو تب پتہ چلتا ہے یہ کیا چیز ہے۔ محبت کی داستانیں تو بہت سنی تھیں کہ محبت پتھر سے بھی کی جاتی ہے۔ انسان اس پتھر کی پوجا کرنے لگ جاتا ہے میں جب یہ سنتا تھا تو خود سے کہتا تھا کہ یہ لوگ پاگل ہو گئے ہیں۔ ان کے ہوش حواس جواب دے گئے ہیں۔ قارئین کرام! یقین جانیں میں ان لوگوں کا مذاق اڑاتا تھا۔ میں لوگوں کا مذاق اڑایا کرتا تھا آج لوگ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔ وہ کیسے کہ میں ایک دن اپنے موبائل فون پر گیم کھیل رہا تھا کہ اچانک ایک کال آ گئی نمبر کچھ پہچان گیا وہ میرے رشتہ داروں کا تھا جب میں کال ریسیو کی تو ایک کوئل سی پیاری آواز میرے کانوں میں جب گونجی تو میں اپنے ہوش حواس کھو بیٹھا کہ اتنی پیاری سی آواز لگتا تھا کہ قدرت نے کوئل کی آواز اس میں بھر دی ہو میں جتنی بھی آواز کی تعریف کروں کم ہے۔ خیر سلام دعا ہوئی اس کے بعد جب آخری بات کرنے کے بعد اس نے فون بند کر دیا۔ مجھے تو اپنا دیوانہ بنا گئی۔ قارئین کرام میں صرف اس کی آواز کا دیوانہ ہو گیا۔ مجھے اس سے اس قدر محبت ہو گئی تھی کہ بیان نہیں کر سکتا اس

کے کبھی کبھی فون پر بات ہو جاتی مگر اظہار محبت نہ کر سکا ڈرتا تھا کہ شاید اس کو مجھ جیسے بدنصیب بندے سے محبت ہوگی یا نہیں۔ آخرکار میں بے بس ہو کر اس کے پاس چلا گیا لیکن مجھ کو وہاں سے بھی مایوس لوٹنا پڑا۔ کیوں کہ جب میں سامنے جاتا تو زبان بے وفا ہو جاتی۔ آخرکار گھر آ گیا۔ کچھ دنوں کے بعد فون پر بات ہوگئی۔ تو میں ڈرتے ڈرتے اظہارِ محبت کر ڈالی۔ جب میں نے یہ کہا کہ مجھے آپ سے محبت ہوگئی ہے تو اس نے جواب دیا کہ میں کب کی آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ خیر ہماری محبت پروان چڑھ گئی۔ وعدے قسمیں پہ بات آ گئی۔ وعدے بھی قسمیں کر ڈالیں لیکن آج میں یہ بات سوچتا ہوں کہ کیوں یہ قسمیں وعدے جھوٹے کرتے ہیں۔ خیر محبت کے پرخطر راستے میں چل پڑے۔ آخر چلتے چلتے ایک ایسا موڑ آ گیا کہ ہنستے مسکراتے چہرے مرجھانے شروع ہو گئے۔ کیوں کہ جدائی کا موسم آ گیا تھا خزاں کا موسم آ گیا تھا۔ جب اس سے بات کرنی مشکل ہوگئی تھی۔

جو ہم اگر روز تو دوسرے تیسرے دن بات کرنے والے ایک ایک دو دو ماہ بات نہیں ہوتی۔ یہ بے قراری یہ بے چینی یہ دکھ سکھ غم خوشی محبت والے دل پر بھی لوگ جانتے ہیں کہ اپنے پیار کہیں پیاس اپنے محبوب کا دیدار کتنا لازم کتنا اہم اور سرور والا ہوتا ہے۔ جب بے قراری بڑھ جاتی دھڑکنیں بے ترتیب ہو جاتیں تو میں اپنے محبوب کے آشیانہ میں چلا جاتا۔ جی بھر کر اپنے محبوب کا دیدار کرتا۔ پیار بھری نگاہوں سے دیکھتا رہتا جی کرتا کہ ساری زندگی اسی طرح اپنے محبوب کا دیدار کرتا رہتا آخر مجبور بھی تھا۔ شاید کوئی دیکھ نہ لے پھر جب دل کو سکون ملتا تو واپسی کا ٹکٹ لے لیتا۔ لینے کا دل تو نہیں کرتا آخر گھر والوں سے مجبور تھا۔ خیر کسی نہ کسی طریق سے اپنی محبت کی پیاس بجھا لیتا۔

کب تک محبت کی پیاس بجھاتا رہوں گا
ایک دن صنم کی محبت کی ٹھوکریں کھاؤں گا

خیر یہ سلسلہ چلتا رہا پیار و محبت کا۔ میں اپنے محبوب فریحہ سے اتنی محبت کرتا ہوں کہ قسم سے سوچ بھی نہیں سکتا مجھے اپنی فکر نہیں تھی جتنی کہ میرے دل کی دھڑکن، اپنے دل کے ٹکڑے کی ہوتی تھی کہ وہ کس حال میں ہے۔ میرے ہر وقت سانسوں میں خیالوں میں کہیں اسی کا نام ہی ہوتا تھا۔ مجھے اپنے محبوب کی ہر اک ادا اپنی جان سے بھی پیاری لگتی تھی۔ دل کرتا تھا کہ میں ساری زندگی اپنے محبوب کی زلفوں کے نیچے زندگی گزار سکوں۔ میرا [illegible] سچا پیار تھا۔ سچا پیار انسان کو برباد کر دیتا ہے۔ جب محبوب بچھڑتا ہے تو وہ پیار بھری باتیں وہ وعدے وہ قسمیں تیر کی طرح دل سے گزرتی ہیں پھر انسان کو تنہائی پسند ہوتی ہے۔ تنہائی تو محبوب کا ایک حسین تحفہ ہوتا ہے جو وفا کے بدلے ملتا ہے۔ خیر ہماری محبت چلتی رہی۔ کبھی کبھی میرا محبوب فریحہ مجھ سے ناراض ہو جاتی میں اس کو تھوڑی دیر میں ہی منا لیتا۔ میرے منانے میں کتنا مزہ کتنا سکون ملتا تھا وہ صرف دل والے عاشق پریمی لوگ جانتے ہیں۔ روز ناراض ہونا روز منانا یہ ہمارا کھیل تھا کیا پتہ تھا کہ یہ کھیل یہ تماشا ایک دن میری زندگی پر کھیل ہوگا میری زندگی کو عذاب میں دکھوں میں مبتلا کر دے گا۔ خیر یہ سلسلہ محبت کا کافی عرصہ چلتا رہا میں اس سے بے حد محبت کرتا تھا۔ اس کے بغیر ایک پل بھی کسی زمانے سے کم نہیں ہوتا تھا مجھے تو صرف اسی کا خیال رہتا تھا جب بھی میری آنکھیں کوئی خواب کوئی سپنا دیکھتیں تو وہ صرف میری صنم فریحہ کا ہوتا مجھے تو اس کا نام بھی پیارا لگتا تھا۔ وہ خود تو مجھے جان سے بھی پیاری لگتی تھی مجھے اس سے اتنا پیار تھا کہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مجھ کو اتنا پیار کہاں سے اس کے لئے آ گیا لیکن مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ پیار یہ خلوص کل مجھے وہی تڑپائے گا ستائے گا۔

ایک دن میں نے اپنی صنم کو فون جب کیا تو وہ فون ہی نہیں اٹھا رہی تھی میں نے سوچا کہ شاید گھر پر نہیں ہے جب روز ایسا ہوتا رہا تو میں بہت پریشان ہو گیا اداس ہو گیا بے چین ہو گیا۔ آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے کہ میرا کیا قصور ہے جس کی وجہ سے آج میری صنم مجھ سے ناراض ہو گئی ہے۔ مجھ سے یہ بے رخی دیکھی نہ گئی۔ آخرکار اداس ہو کر دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس کے آشیانے کی طرف چل پڑا جب اس کے آشیانے پر پہنچا تو سلام دعا کے بعد سب گھر والے اپنے اپنے کاموں میں لگ گئے مجھے بھی موقع مل گیا جب اپنے محبوب کی نگاہوں کی طرف دیکھا تو نگاہ ملانا بڑی مشکل تھی اتنا غصہ میرے محبوب کو کہ نہ جانے کہاں سے آ گیا تھا۔ بڑی بہادری سے بڑی بے چینی سے اپنی صنم کے آگے دامن پھیلا کر بیٹھ گیا کہ شاید میرا دامن محبت سے پیار سے خلوص سے بھر دیں گا لیکن اس پتھر صنم نے ایسا ہرگز نہ کیا میں نے اپنا قصور جب پوچھا تو اپنا رخ موڑ کر نہ جانے کہاں چلے گئے میں نے جب یہ بے رخی دیکھی تو بہ مشکل اپنے آپ کو سنبھالا کہ شاید کوئی دیکھ نہ لے میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ میری وجہ سے کسی کا چین قرار سکون چھین لیا جائے میں مردہ دل واپس لے کر اپنے آشیانے کی طرف آ گیا میں نے کئی مرتبہ لوگوں سے پتہ کرایا کہ صرف مجھ سے میری صنم کی بے رخی کی وجہ دریافت کی جائے لیکن وہ اپنے محبوب کی نہیں سنتی تھی جس پر وہ جان نچھاور کرنے والی تھی اتنی چاہت اتنا پیار دیتی تھی وہ اور کسی کی کب سنتی تھی کافی عرصہ گزر گیا ہے کہ صرف اس کی یادوں کے سہارے جی رہا ہوں۔ صرف اور صرف اسی صنم کی وجہ سے میں آج تنہائی اپنا ساتھ بنا لیا ہے۔ اس صنم کے لئے اتنا روتا ہوں کہ آنکھوں سے سیلاب امڈ آتے ہیں۔ جب یہ آنسو چھلکتے ہیں وہ بھی اس پیاری جان کا نام لیتے ہیں کتنے آنسو بھی وفا رکھتے ہیں۔ آج لوگ میرے دوست مجھ سے سوال کرتے ہیں کیوں آپ ہماری محفل میں نہیں آتے کیا تمہیں ہو گیا ہے۔ ہر وقت کھوئے کھوئے سے رہتے ہو لیکن میں ان کو کیا بتاؤں کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ کیا میرے ساتھ بیت رہا ہے۔ دل بھی اسی کی یاد میں روتا ہے۔ ہر وقت قسم سے اسی کی یاد آتی رہتی ہے۔ سوچتا ہوں کہ پیار ہی نہ کرتا نہ یہ ہوتا لیکن یہ دل کب کسی کی سنتا ہے۔ اندھی آنکھوں سے یہ اعتماد کر بیٹھتا ہے۔

میرے دوستو! اب میں ہر وقت تنہائی میں روتا رہتا ہوں میں ہر وقت اسی کو یاد کرتا رہتا ہوں ہر وقت اپنے پیارے رب سے دعا مانگتا ہوں کہ اے میرے رب اس کو میرا کر دے یا مجھ کو اس کا کر دے۔ میں ہر وقت یہی سوچتا ہوں کہ مجھ سے ایسی کون سی خطا ہو گئی ہے جو وہ نرم دل صنم پتھر کی ہو گئی ہے۔

کرنی تھی بے وفائی تو پہلے ہی بتا دیتے
دنیا بڑی حسین تھی کسی اور سے دل لگا لیتے

میں کہانی کا اختتام کرتے ہوئے یہی کہوں گا کہ میری جان میرے دل کا ٹکڑا میری آنکھوں کا تارا جہاں بھی رہے خوش رہے۔ زندگی میں کوئی بھی غم نہ آئے ہر وقت کامیابیاں اس کے قدم چومیں جو بھی میری جان کے راستے میں کانٹا آئے وہ پھول بن کر میری صنم کا پاؤں چوم لے۔ میری آپ لوگوں سے التماس ہے کہ میرے لئے دعا کریں کہ جلد ہی میری فریحہ مجھ سے راضی ہو جائے اور میری اجڑی ہوئی زندگی کو آباد کر دے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ کو میری یہ سچی کہانی ضرور پسند آئے گی۔ اپنی رائے سے ضرور مجھے آگاہ کیجئے گا۔ چاہے تنقید ہی کیوں نہ ہو۔

□❖□

غزل

جب عشق ستاتا ہے مجھے
تیرا چہرہ یاد آتا ہے مجھے
تھی جو تیرے ہونٹوں کی مسکراہٹ
جام اس مسکراہٹ کا پلاتا ہے مجھے
تیرا اک پل پلکیں اٹھا کر دیکھنا
نظارہ اس دیکھنے کا دکھاتا ہے مجھے
جب دیکھ دیکھ کر تھک جاتے تھے ہم
تیرا اک طرف چل پڑنا رلاتا ہے مجھے
گل کھلتے ہیں جب گلشن میں
تیرا نغمہ عندلیب سناتا ہے مجھے
انتظار میں ہوئی شام جو مسکان
اندھیرا شب بھر کا ڈراتا ہے مجھے

☆......شہزادہ صدی احمد مسکان- ننکانہ صاحب

دنیا کب بدلے گی؟

مشال۔ سنگنی، گوجر خان

ایک عورت اپنے باپ، بھائی اور شوہر کے بنا ادھوری ہوتی ہے یہی اس کے محافظ ہوتے ہیں.یہی اس کے سچے ہمدرد ہوتے ہیں اس لئے ان کو کبھی بھی اپنی بہن، بیٹی پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہئے. کچھ بھی ہو جائے کیسے بھی حالات ہوں ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں ہے

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

میں بے اختیار اس کے گلے سے لپٹ گئی اور دل کا حال بیان کرنے لگی۔ یہاں تک کہ میرے آنسوؤں سے اس کے شانے تر ہوگئے۔ میری گڑگڑاہٹ سے اس کا دل بھی موم ہوگیا اور اس کی آنکھیں بھی برسنے لگیں۔ میں اجنتی تھی وہ بھی کسی کے گلے سے لپٹ کے رونے کا انتظار کر رہی ہے۔ میری تکلیف اور میرے درد سے وہ بخوبی آشنا تھی۔ آج جو قیامت مجھ پر ٹوٹی تھی اس کا احساس اسے بھی تھا۔ آج جیسے میری دنیا اجڑ چکی تھی۔ ویسے وہ بھی ویران شہر کی شہری تھی۔ میرے گلے سے لپٹی یہ عورت کبھی میری خاص دوست تھی۔ اس کا نام ذرعا ہے۔ میں ذرعا کے گلے سے لپٹی روتی روتی بے ہوش ہوگئی۔ ہوش آیا تو بت ساری عورتوں نے مجھے گھیرا ہوا تھا۔ ان میں سے ایک کہنے لگی۔ بیٹی اٹھ آخری بار اپنے شوہر کو دیکھ لے جنازے کا ٹائم ہوگیا ہے۔ یہ سنتے ہی میرے وجود میں چنگاریاں بھڑک اٹھیں اور میں بری حالت میں دھاڑتے ہوئے اپنے شوہر محیط کی ٹوٹی پھوٹی میت پہ آ گری۔ ارے میرے شوہر نے کیا بگاڑا تھا کسی کا۔ جانے وہ کون ظالم تھے جن کو میری آٹھ ماہ کی معصوم بچی پر رحم نہ آیا۔ یہ کون سا جہاد ہے یہ کس کتاب کا اسلام ہے یہ کون سے پیغمبر کے امتی ہیں جنہیں نہ حرمت والے مہینوں کا پاس نہ اللہ کے گھر کا احترام۔ آج پھر اس شہر میں دھماکہ ہوا تھا۔ بہت سی جانوں کے ساتھ بہت سی زندگیاں بھی تباہ برباد ہوکر رہ گئی تھیں۔ بہت سے رشتے ذرہ ذرہ ہوکر بکھر گئے تھے۔ بہت سی بیٹیوں کے سر ننگے ہوگئے تھے۔ بہت سی ماؤں کے لخت جگر ان کے سہارے ختم ہوگئے تھے اور مجھ جیسی بہت سی بدنصیب بیویاں بھی تھیں جنہوں نے اپنی محبت اپنے شوہروں کو کھو دیا تھا۔ جانے کیوں ان لوگوں نے یہ کیوں نہیں سوچا ایک انسان کے مرنے سے باقی زندگیوں میں بہت کچھ مر جاتا ہے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے میرے ہاتھوں کی گرفت سے میرے شوہر کی میت کو چھین کر چند لوگ کلمے کے ہمراہ شہر خاموشاں چلے گئے اور میں روتی رہی اور روتے روتے گھر کے ایک کونے میں جا بیٹھی اور بانہوں میں منہ چھپا لیا۔ کچھ دیر بعد کسی نے مجھے پکارا۔ ارسلا...... ارسلا! بات سنو۔ میں نے دیکھا تو وہ ذرعا تھی۔ کہنے لگی۔ تمہاری بچی بھوک سے بلک رہی ہے اور بہت لوگوں کے رش سے گھبرا کر رو بھی رہی ہے۔ میں اسے اپنے گھر لے جا رہی ہوں کچھ کھلا پلا کر تھوڑی دیر میں لے آؤں گی۔ مجھے جلدی سے بتا کر وہ میری عیذاء کو اپنے ساتھ لے گئی۔ میری عیذاء کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتی تھی پر اسے میں کیسے دلاسہ دیتی جبکہ خود میں بے ہمت ہو چکی تھی۔ اب تو بولنے کی بھی ہمت نہیں تھی مجھ میں۔ محیط کے وہ الفاظ بار بار یاد آ رہے تھے جب انہوں نے مسجد میں جانے سے پہلے مجھ

سے کہا تھا۔ ارسلاء دیکھو دھیان رکھنا کہیں عیذاء نہ رو پڑے خیال رکھنا اس کا شاید مجھے آتے ہوئے دیر ہو جائے۔ ہائے میرے خدا میں کیوں محیط کو روک نہیں پائی۔ کاش! مجھے پتہ ہوتا تو میں محیط کو جانے ہی نہیں دیتی۔ پر اللہ کے کاموں کا کسے پتہ جانے اس کے آگے میرے نصیب میں کیا لکھ رکھا ہوگا۔ کیسے میں پھر سے زندگی جیوں گی، اپنے محیط کے بنا اور کیسے عیذاء کو سمجھاؤں گی کہ اس کے بابا کہاں چلے گئے ہیں۔ شاید مجھے میرے گناہ کی سزا ملی میں نے ہی تو بہت لوگوں کو بہت دکھ دیئے ہیں۔

یہ ذرعا اور محیط دونوں ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے۔ ذرعا ہمارے خاندان کی نہیں تھی تو محیط کے والدین نے رشتے سے صاف انکار کر دیا۔ تب میں محیط میں دلچسپی رکھتی تھی اور میں نے محیط سے شادی کرنے کا سوچ لیا۔ اگر اس وقت میں چاہتی تو محیط اور ذرعا کو ملا سکتی تھی پر میں نے صرف اپنے بارے میں سوچا۔ ان دونوں کی محبت کو برباد کرنے میں میرا بھی بہت ہاتھ رہا۔ کل میں نے ذرعا سے اس کی محبت چھینی تو آج خدا نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مجھ سے میری محبت چھین لی۔ ایک عورت ہی ایک عورت کا دکھ درد سمجھ سکتی ہے۔ اسے محسوس کر سکتی ہے پر جب ایک عورت ہی عورت کی دشمن ہو جاتی ہے تو دکھوں کی ایسی داستان شروع ہوتی ہے جہاں انسان اکیلا ہی رہ جاتا ہے۔ نہ کوئی ہمراز ہوتا ہے نہ کوئی ہمدرد۔ خاندان کے دباؤ میں آ کر محیط نے مجھ سے شادی تو کر لی پر اپنا نہ سکے۔ شادی کے دو سالوں تک میں ان کی محبت کے لئے تڑپتی رہی پھر بہت انتظار کے بعد محیط نے مجھے اپنے دل میں جگہ دی۔ آج جب سب کچھ ٹھیک ہوا تو محیط ہی ہمیں چھوڑ کے چلے گئے۔

میں یہی سوچ کے آنسو بہا رہی تھی کہ ذرعا میری عیذاء کو لے کر واپس آئی اور آ کر میرے پاس بیٹھ گئی۔ حوصلہ کرو ارسلا تم ایسے ٹوٹ جاؤ گی تو اس معصوم بچی کا کیا ہوگا، کون سنبھالے گا اسے۔ پر ذرعا مجھے کون سنبھالے گا، میرے کون آنسو پونچھے گا، میرا کون درد بانٹے گا۔ تمہیں خود ہی ہمت کرنی ہوگی ارسلاء۔ اب تمہیں اپنی بیٹی کے لئے جینا ہوگا کیونکہ اس کا تمہارے سوا بھی کوئی نہیں۔ میں ذرعا کی بات سن کے اپنی بیٹی کو اٹھا کے پیار کرنے لگی۔ تب ہی مجھے ذرعا کا خیال آیا اور میں نے اس سے پوچھا۔ ذرعا تمہاری شادی شدہ زندگی کیسے چل رہی ہے؟ یہ سنتے ہی اس کی آنکھیں برسنے لگیں۔ میں نے کہا۔ کیا ہوا تمہاری شادی ہوئی تھی ناں اور تم دوسرے شہر چلی گئی تھی، سب ٹھیک تو ہے ناں؟ پھر ذرعا آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

سب ختم ہو چکا ارسلا! کیا مطلب؟ مجھے طلاق ہو گئی ہے۔ کیا یہ کیا کہہ رہی ہو؟ ہاں ارسلا! مجھے تو شادی کے چھ سات مہینے بعد ہی طلاق ہو گئی تھی۔ لیکن کیوں؟ ارسلا! پہلے تو سب ٹھیک جا رہا تھا میں بھی اپنی شادی شدہ زندگی سے بہت خوش اور مطمئن تھی۔ ساس کا رویہ تو پہلے دن سے ناقابل برداشت تھا پر میں نے سوچا وقت کے ساتھ ساتھ سب ٹھیک ہو جائے گا اور وہ بھی مجھے اپنا لیں گی۔ پر تقریباً تین مہینوں بعد میرے شوہر کی دُکان میں اچانک سے آگ لگ گئی اور سب تباہ ہو گیا۔ پھر میرے زیور بیچ کر میرے شوہر نے دوبارہ کام شروع کیا۔ پر چل نہ سکا۔ انہی دنوں میری ٹینشن بڑھنے لگی وہ مجھے منحوس کہنے لگیں روز روز کی لڑائیاں میرے شوہر نے بھی مجھ سے اب ٹھیک طرح سے بات کرنا ضروری نہ سمجھتے۔ دن بھر کام کی ٹینشن اور گھر میں میری اور میری ساس کی لڑائیوں سے تنگ آ کر انہوں نے سکون کے لئے شراب چن لی۔ شراب میں دھت دیر سے گھر آنے کی تو اب ان کی عادت بن چکی تھی۔ کبھی میں بھی حالات سے تنگ آ کر انہیں کچھ کہہ دیتی تو مجھ پر ہاتھ اٹھانے میں بھی دیر نہ کرتے۔ پھر ایک دن وہ جلدی گھر آ گئے اور شراب بھی پی تھی۔ آتے ہی مجھے پکارنے لگے اور بہت غصے میں تھے۔ میں ان کے پاس گئی ہی تھی کہ مجھے بالوں سے پکڑ کر مارنے لگے۔ پتہ نہیں کہاں سے انہیں میرے اور محیط کے بارے میں پتہ چل گیا تھا۔ بہت مارنے کے بعد مجھے طلاق دے کر اسی وقت گھر سے نکال دیا اور آج ڈیڑھ دو سالوں سے میں طلاق کا طوق گلے میں لٹکائے دنیا کی ٹھوکروں میں کبھی ادھر تو کبھی ادھر۔ ارسلا! یہاں مرد کی کبھی کوئی غلطی نہیں مانی جاتی صرف عورت میں ہی خامیاں تلاش کی جاتی ہیں۔ صرف اس کی غلطیاں گنی جاتی ہیں اور ایسا میرے ساتھ بھی

ہوا صرف میری غلطی گنی گئی جبکہ محیط صرف میرا ماضی تھا اور میں اسے بھول کر حال میں جی رہی تھی۔ یہ کہتے کہتے ذرعا پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی اور میں نے ذرعا کو گلے لگا لیا اور دلاسہ دینے لگی۔

جاتے ہوئے ذرعا نے مجھ سے کہا۔ ارسلاء اب تمہارے یہاں رہنے کی وجہ ختم ہو چکی ہے اگر میری مدد کی ضرورت پڑے تو مجھے ضرور بتانا۔ تب مجھے اس کی بات سمجھ میں نہ آئی پر کچھ دنوں بعد ہی میں اپنے ہی گھر میں پرائی ہونے لگی۔ میرا اور میری پھول سی بچی کا خرچہ کسی سے برداشت نہیں ہو رہا تھا اور ہر وقت کی کھٹ پٹ یہاں تک پہنچی کہ میرے جیٹھ نے مجھ سے کہہ دیا اپنے بھائیوں کے گھر چلی جاؤ، یہاں تمہاری بیٹی کی ذمہ داری کوئی نہیں لے سکتا۔ خیر اگر میرے بابا زندہ ہوتے تب تو سوچنے کی ضرورت ہی نہ تھی پر بات بھائیوں اور بھابیوں کی تھی۔ جب بھائیوں کے گھر پہنچی تو سب کے منہ لٹک گئے، کسی کو بھی میرا آنا پسند نہ آیا۔ آخر میں کہاں جاؤں میرا کون سا گھر ہے۔ پھر میں نے لوگوں کے گھر کام کرنا شروع کر دیا اور اپنی بچی کو بھابیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کے میں کام پر جانے لگی۔

انیسویں صدی ہو یا اکیسویں عورت کے لئے زمانہ کبھی نہیں بدلتا اور نہ گندے مردوں کے ذہن۔ میں جب گھر سے نکلتی تو میرا تماشا بننا شروع ہوتا۔ چلتی تو سیٹیوں سے بے عزت کی جاتی، رکتی تو گندے جملے کسے جاتے۔ کیوں ایسا ہوتا ہے ہم مسلمان ہوتے ہوئے بھی اسلام سے اتنے دور کیوں ہیں۔ کیوں باہر نکلنے والی عورتوں کو تحفظ نہیں دیا جاتا کیوں ہمارے کچھ بھائی اتنے بے غیرت ہو چکے ہیں کہ کسی بہن کے سر پر ہاتھ نہیں رکھ سکتے۔ عورتیں آج بھی باہر قدم رکھنے سے ڈرتی ہیں کیونکہ ہمارے کچھ بھائیوں کو عورت کی عزت کرنا نہیں آتی۔ جب بس میں عورتیں بیٹھیں تو گانے چلا دیئے جاتے ہیں۔ جب کہیں کام کرے تو باس یا صاحب اسے اپنے باپ کی جاگیر سمجھنے لگتا ہے اور یہ لوگ کون ہوتے ہیں کس گھٹیا کریکٹر کے ہوتے ہیں جو گرلز سکول کالجوں کے باہر دریاؤں، بس سٹاپ اور جہاں سے بھی عورتوں کا گزر ہو وہاں آ کر موقع کے انتظار میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور آتی جاتی عورتوں کو کسی گندی نظروں سے دیکھتے ہیں۔ جیسے ان کی اپنی بہنیں نہیں ہوتیں یا اتنے بے غیرت ہوتے ہیں کہ انہیں بہنوں میں فرق آتا نہیں۔

قارئین! ارسلا کی طرح بہت عورتیں ایسی پریشانیاں روز اٹھاتی ہیں، روز بدکرداروں کی گندی نظروں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ قارئین! کرام ایک لڑکی ایک عورت اپنے باپ، بھائی اور شوہر کے بنا ادھوری ہوتی ہے یہی اس کے محافظ ہوتے ہیں۔ یہی اس کے سچے ہمدرد ہوتے ہیں اس لئے ان کو کبھی بھی اپنی بہن، بیٹی پر ہاتھ نہیں اٹھانا چاہئے۔ کچھ بھی ہو جائے کیسے بھی حالات ہوں ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں ہے۔ ایک اچھا با کردار اور عزت والا انسان وہ ہوتا ہے جو اپنی ماں، بہن یا بیوی کے علاوہ بھی ایک عورت کی عزت کرنا جانتا ہو۔ کیوں کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا کی دو چیزیں پسند تھیں ایک خوشبو، دوسری عورت۔

***

سنو! میں ایسی تو نہ تھی ...... تم نے ہی کچھ کر دیا ...... ہاں تمہاری ہی کوئی سازش ہے ...... آنکھیں صرف تمہاری متلاشی ہیں ...... اور اک عجیب سی دل میں بے چینی رہتی ہے ...... جب تم سامنے آتے ہو ...... جانے کیوں دل بس میں نہیں رہتا ...... تمہیں دیکھ کر آنکھوں کو ایسے ٹھنڈک ملتی ہے ...... جیسے ...... صحرا میں تپتی ریت پر برسوں بعد برسات ...... ہونے لگی ہو ...... ایسے لگتا ہے اک انمول سی راحت ...... میں چاہتے ہوئے تم سے نظریں نہیں ہٹا پاتی ...... یہ کیسی بے قراریاں ہیں جن میں میٹھا سا درد ...... ہلکا سا سکون ہے ...... شب بھر آنکھوں میں تمہی رہتے ہو ...... نیند سے تو ناطہ نہ رہا اب ...... میں نہ چاہتے ہوئے بھی تمہاری قیدی سی بن گئی ہوں ...... تم سے ملنے سے پہلے تو بہت خوش تھی میں ...... اب میں صرف میں نہیں ہوں ...... مجھ میں تم رہنے لگے ہو ...... یہ تم نے کیا کر دیا ...... میں ایسی تو نہ تھی

☆ ...... مرسلہ: مشال۔ سنگنی، گوجر خان

آخری سانس

شعیب اختر آسی-گلگت

جس مرد کی پہلی بیوی ہو اس کے ساتھ کبھی بھی اپنی بیٹی کا رشتہ نہ کریں۔ سوتن آخر سوتن ہوتی ہے۔ دوسری بات زندگی ایک سفر ہے، زندگی کے اس سفر کے لئے ہمسفر ہم خیال ہونا بہت ضروری ہے۔ بیٹی نعمت و رحمت ہے، بیٹی کا رشتہ سوچ سمجھ کر اور ان سے رائے معلوم کر کے کریں تاکہ بیٹی کا گھر جنت بن سکے...... معاشرے کی ایک ایسی برائی کو اجاگر کرتی ہوئی تڑپتی سسکتی کہانی

اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام فرضی ہیں۔

قارئین کرام! دور جہالت، اسلام سے قبل جب کسی گھر میں بیٹی پیدا ہوتی تھی تو اسے زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ عورت کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اسلامی معاشرے میں عورت کی اہمیت کیا ہے؟ اسلامی معاشرے میں عورت ماں ہے، عورت بیٹی ہے، عورت بہن ہے، عورت بیوی ہے، عورت اگر ماں ہے تو تپتی دھوپ میں سایہ ہے۔ عورت اگر بیٹی ہے تو گھر کے لئے نعمت ہے۔ عورت اگر بہن ہے تو خاندان کی عزت و آبرو ہے۔ عورت اگر بیوی ہے تو گھر کی زینت سر کا تاج، مرد کی کامیابی ہے۔ مگر افسوس اس دور میں بھی عورت کے ساتھ وہی سلوک ہے جو دور جہالت میں کیا جاتا تھا۔ لوگ کہتے ہیں۔ زمانہ بدل گیا ہے۔ زمانہ بدلا نہیں ہے بلکہ زمانہ وہی ہے، لوگ بدل گئے ہیں۔ مجھے دکھ ہوتا ہے اُن ماں باپ پر جو بیٹی کو زحمت سمجھتے ہیں۔ مجھے دکھ ہوتا ہے ایسے مردوں پر جو بیوی کو پاؤں کی جوتی سمجھتے ہیں۔ تمام انسانوں نے ماں کی کوکھ سے جنم لیا ہے۔ عورت کے پیٹ میں نو ماہ رہ کر گود میں تین سال رہ کر اسی ماں سے باتیں سیکھ کر چلنا سیکھ کر۔ اسی ماں جس نے تپتی دھوپ میں جنہیں سایہ دیا ہے۔ عورت وہ بھی ایک عورت ہے۔ عورت کوئی بھی ہو مسلم ہو یا غیر مسلم عورت ماں ہے۔

قارئین کرام! آجاؤ غور سے سنو ایک مظلوم اور بے سہارا عورت کی کہانی۔ ایک بوڑھے کے ساتھ اس کی شادی کر دی گئی ہے۔

میرا نام شازیہ ہے۔ میں درمیانے گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں۔ جب میں پیدا ہوئی تو میرے والدین نے اپنی حیثیت کے مطابق خوشیاں منائیں۔ جب میں پانچ سال کی ہوئی تو گاؤں کے سکول میں میرا داخلہ کرایا گیا۔ وقت گزرتا گیا۔ جب میں چوتھی کلاس میں آئی تو میرا والد محترم فوت ہوا۔ یہ دن ہمارے لئے قیامت صغریٰ سے کم نہ تھا کیونکہ میرے دو بھائی چھوٹے تین بہنیں مجھ سے بڑی تھیں۔ گھر کے اخراجات ابو اٹھاتے تھے۔ ابو کے فوت ہونے کے بعد چند رشتہ داروں نے میری ماں اور بہن بھائیوں کو دلاسہ دیا مگر کچھ ہی دنوں کے بعد تمام رشتہ داروں نے منہ پھیر لیا کیونکہ

بیگانے اپنے بن جاتے ہیں جب کچھ پاس ہوتا ہے
غریبی توڑ دیتی ہے جو رشتہ خاص ہوتا ہے

جب انسان کے پاس کچھ نہیں ہوتا تو اپنا خون بھی سفید ہو جاتا ہے۔ اس وقت میری بہنیں جوان تھیں۔

میری امی نے ہمت نہیں ہاری محلے کے بچوں کو قرآن کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ سلائی کڑھائی کر کے میری بڑی دو بہنوں کی شادی کردی۔ میری بہنوں کو تھوڑی زمین بیچ کر جہیز دیا۔ ان دنوں میں نے پرائیویٹ پانچویں کا امتحان بورڈ کے ساتھ دیا اور پاس ہوئی۔ یہاں سے آگے تعلیم کے لئے مجھے مشکلات ہوئیں۔ میں نے تعلیم کو خیر باد کہہ دیا۔ امی کے ساتھ سلائی کڑھائی شروع کی۔ محلے کی بہت سی لڑکیوں کو میں نے سلائی کڑھائی کا ہنر بھی سکھا دیا۔ ایک دن ہمارے گھر میں سرگودھا سے کچھ مہمان آئے میری امی کا پھوپھی زاد کزن فیاض اور اس کی ماں اور کچھ چھوٹے بچے ساتھ تھے۔ مجھے فیاض جو کہ رشتے میں ہمارے ماموں لگتے تھے، بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ جب اس نے پانی مانگا تو میں نے گلاس میں پانی پیش کیا تو گلاس کے ساتھ میرے ہاتھ کو بھی پکڑا بڑے بدنظر اور بدچلن انسان تھے۔ مجھے اتنی نفرت ہوئی اس شخص سے میں آپ کو کیا بتاؤں۔ آج انہوں نے رات گزاری۔ رات کو اس عورت نے میری ماں کو الگ کیا اور آہستگی میں کچھ باتیں کرنے لگی۔ مجھے پتہ ہی نہیں چلا کہ یہ باتیں میرے رشتے کی ہو رہی ہیں۔ صبح بڑی بہن نے مجھ سے پوچھا۔ آپ کا رشتہ ماموں فیاض کے ساتھ ہم کر رہے ہیں اگر آپ کے دل میں کسی کے لئے چاہت ہے تو بتاؤ ہم یہ رشتہ نہیں دیں گے۔ میں بہن سے کیا کہتی۔ میں کسی کو چاہتی نہیں تھی کسی نے مجھے چاہا نہیں تھا۔ میرا حسن دیکھ کر سب پاگل ہوتے تھے۔ فیاض بھی میرے حسن کا دیوانہ ہوا تھا۔ وہ صبح مجھے کہہ رہا تھا۔ کراچی آنا ہے میرے ساتھ میں نے کہا میں اتنا دور لمبا سفر نہیں کر سکتی۔ خیر صبح وہ لوگ چلے گئے۔

پانچ ماہ بعد میری شادی اس بوڑھے سے کر دی گئی جس کی عمر اس وقت بیالیس سال تھی۔ میری عمر اس وقت سولہ سال تھی۔ فیاض کی پہلی بیوی بچے بھی تھے۔ رشتہ مانگتے وقت اس نے کہا تھا کہ مجھے پہلی والی بیوی پسند نہیں ہے اور مجھ سے چھ سال کی بڑی ہے۔ خیر میری ماں نے تھوڑی سی زمین بیچ کر مجھے جہیز دیا تا کہ سسرال والے یا میری سوتن جہیز کا طعنہ نہ دے۔ آج مجھے دلہن بنایا گیا۔ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ عمر کا بڑا ہے میرا خیال رکھے گا مگر ایسا نہیں ہوا۔ میری ڈولی اٹھی مجھے جیتے جی پرانی قبر میں دفن کر دیا گیا۔ میرے بھائی بھی اس وقت چھوٹے تھے ان کا بھی کوئی بس نہیں چلتا تھا۔ میں خون کے آنسو روتے ہوئے بابل کے گھر سے رخصت ہوئی۔ آج میری سہاگ رات تھی۔ یہ سہاگ رات کہاں زندگی اور موت کی رات تھی۔ سہاگ رات میں شاید پیار محبت کی باتیں ہوتی ہوں گی مگر ایسا کہاں ہوا۔ فیاض درندہ بن گیا تھا۔

ایک گاؤں میں فیاض کے باپ دادا کی زمین تھی، وہاں ایک الگ تھلگ مکان تھا۔ وہاں اس نے مجھے بٹھایا تھا۔ ایک ماہ تک میں چل نہیں سکی۔ اس ایک ماہ کے بعد وہ دوبارہ سرگودھا چلا گیا۔ ایک سال تک میں اپنی ماں کے ساتھ رہی۔ اس سال خدا نے مجھے بیٹا دیا۔ فیاض ملنے بھی نہیں آیا بلکہ کچھ عرصہ بعد آیا اور کہا کہ یہ بیٹا مجھ سے نہیں ہے یہ ناجائز اولاد ہے۔ یہ جس کا ہے بڑا ہوا تو اس کو دے دو۔ یہ میری نسل نہیں ہے۔ اس دن فیاض کی یہ باتیں سن کر اور بھی مجھے نفرت ہوئی۔ میری قسمت میں خدا نے ایسا شریک حیات کیوں لکھا؟ میں نے اس کی عمر کی بھی پرواہ نہیں کی۔ چھوٹی عمر میں اس بوڑھے کو قبول کیا مگر اس کو احساس ہی نہیں۔ میرے بھائی اس وقت چھوٹے تھے اگر چھوٹے نہ ہوتے تو بھی کیا کر لیتے۔ ہم غریب لوگ تھے، فیاض پیسے والا تھا۔

خون کے آنسو روتے ہوئے مجھے چار سال کا عرصہ ہوا۔ میری شادی کے چار سال بعد ہمارے محلے کے شہزاد سے مجھے پیار ہوا۔ ایسا پیار کہ جب میں شہزاد کو ایک پل بھی نہیں دیکھتی تھی میرا ہر پل قیامت کا گزرتا تھا۔ شہزاد بھی مجھ سے پیار کرتا تھا۔ مجھے شہزاد سے محبت کرتے ہوئے دو سال کا عرصہ ہوا۔ ایک دن شہزاد نے مجھے بڑے امتحان میں ڈالا۔ میرے شوہر کو اس بات کا علم نہیں تھا جب مجھے شہزاد سے پیار ہوا تھا ان دنوں میں اپنے والدین کے گھر میں تھی۔ شہزاد نے کہا۔ میں آپ کے ساتھ تنہائی میں کچھ وقت گزارنا چاہتا ہوں اور آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنا

ہیں۔ ان دنوں فیاض نے مجھے فون کیا۔ آپ میرے گھر جاؤ۔ فیاض کے بھائی کا گھر ہے اسی گھر کے پاس ہی فیاض نے مجھے رکھا تھا جس مکان میں ہم نے سہاگ رات منائی تھی میں واپس اسی مکان میں گئی۔ وہ رات کو آیا رات کو اپنی پیاس بجھائی اور صبح جاتے وقت مجھے خوب مارا۔ میرا بازو توڑ دیا اور چلا گیا۔ صبح سے شام تک بازو پکڑ کے روتی رہتی شام کو فیاض کا بھائی آیا اور ہسپتال لے جا کر میری مرہم پٹی کروائی۔ روتے روتے ایک ماہ گزر گیا۔ دوپہر کو شہزاد کا فون آیا اور پھر ضد کی میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں نے شہزاد کو رات کو آنے کی اجازت دے دی۔ رات کو شہزاد آیا اور شروع شروع میں میٹھی میٹھی باتیں کیں آخر میں شہزاد نے کہا۔ میں آپ کا اعتماد چاہتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ آپ مجھے کتنا پیار کرتی ہو۔ میں اس کی میٹھی باتوں میں آ گئی۔ میں اسے سچا پیار کرتی تھی، انکار نہیں کر سکی۔ یہ رات گزر گئی کچھ دنوں بعد پھر شہزاد رات کو آیا۔ آج وہی شہزاد کے الفاظ سن کر میرا دل خون کے آنسو روتا ہے۔ شہزاد کہتا ہے آپ نے میرے ساتھ یہ کچھ کیا ہے تو اور کتنے ہوں گے جو آپ سے رات کو ملنے آتے ہیں۔ آپ سب کو خوش کراتی ہو۔ آپ شادی شدہ عورت ہو میں ایک سٹوڈنٹ ہوں۔ یہ الفاظ ہیں شہزاد کے اور اس نے مجھے برباد کیا۔ اس دنیا میں کس پہ اعتبار کیا جائے اور میں اس زندگی سے کیا کروں جس میں مجھے ایک پل بھی خوشی نصیب نہیں ہوئی۔

رہے گا یاد ہمیں زندگی کا وہ ہر لمحہ
کہ ہم زندگی میں ترسے ہیں زندگی کے لئے

اب مجھے جینے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ فیاض کے طعنے اور ظلم وستم نے مجھے نڈھال بنایا ہوا ہے۔

فیاض اپنی پہلی والی بیوی بچوں کے ساتھ سرگودھا میں رہتا ہے۔ فیاض کے پاس موٹر سائیکل ہے مہینے میں ایک بار آتا ہے اور پہلے دنیا جہان کے طعنے دیتا ہے پھر مجھے خوب مارتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ میں بھوکی ہوں یا کچھ کھاتی ہوں کبھی اس نے نہیں پوچھا۔ لوگ کہتے ہیں میری سوتن کالا جادو کا علم جانتی ہے شاید اس نے کوئی جادو بھی کیا ہوگا۔ میرا بیٹا پیدا ہونے کے دو سال بعد جب دوبارہ میں حاملہ ٹھہری تو ایک دن فیاض آیا اور مجھے مارا۔ اس دوران میرا چار مہینے کا بچہ بھی گر گیا۔ فیاض مجھے بیوی تسلیم نہیں کرتا۔ شہزاد مجھے آوارہ لڑکی سمجھتا ہے اور مجھ سے پیار کرنا چھوڑ دیا۔ اگر شہزاد مجھ سے پیار کرتا رہتا تو مجھے ایک حوصلہ تو مل جاتا۔ پر شہزاد نے بھی میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ فیاض نے مجھے گاؤں کی حویلی میں پابند کیا ہوا ہے۔ میرے ماموں کا انتقال ہوا فیاض نے مجھے اجازت نہیں دی۔ میں ماموں کے جنازے میں بھی نہیں جا سکی۔ فیاض کہتا ہے اگر آپ کی ماں مر گئی تو بھی آپ کو اجازت نہیں ہے۔ خدایا یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ فیاض کا یہ رویہ ایک نہ ایک دن میرے لئے جان لیوا ثابت ہوگا۔ ویسے بھی مجھے جینے کا اب کوئی شوق نہیں ہے۔

زندگی جبر مسلسل کی طرح کاٹی ہے میں نے
جانے کس جرم کی سزا پائی ہے یاد نہیں

اب میری صحت بھی گر گئی ہے کچھ کھانے کو دل نہیں کرتا۔ میں نے ان دس سالوں میں کبھی نئے کپڑے نہیں پہنے۔ اب تو ہر بار موت کو گلے لگانے کو دل کرتا ہے۔

قارئین کرام! یہ تھی شازیہ کی کہانی جو اس کی زبانی آپ نے سنی۔ میں ان والدین سے گزارش کرتا ہوں کہ دولت کی لالچ میں بیٹیوں کی زندگی تباہ نہ کریں۔ خصوصاً جس مرد کی پہلی بیوی ہو اس کے ساتھ کبھی بھی اپنی بیٹی کا رشتہ نہ کریں۔ سوتن آخر سوتن ہوتی ہے۔ دوسری بات زندگی ایک سفر ہے، زندگی کے اس سفر کے لئے ہمسفر ہم خیال ہونا بہت ضروری ہے۔ بیٹی نعمت و رحمت ہے، بیٹی کا رشتہ سوچ سمجھ کر اور ان سے رائے معلوم کر کے کریں تا کہ بیٹی کا گھر جنت بن سکے۔ ایسا نہ ہو دیگر بہن بیٹیوں کا حال بھی شازیہ کی طرح نہ ہو۔ شازیہ بہت کمزور ہو چکی ہے۔ میں نے اسے قسم دی ہے کہ وہ خودکشی نہیں کرے گی اور ہاں شازیہ اپنی زندگی کی آخری سانسیں لے رہی ہے۔ قارئین کرام! شازیہ کی خوشیوں اور لمبی زندگی کے لئے دعا کریں۔ آپ کی قیمتی آراء کا انتظار رہے گا۔

❊❊❊

نعت شریف

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہی تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمہی تو ہو
پھوٹا جو سینہ شب تارِ الست سے
اس نورِ اوّلین کا اجالا تمہی تو ہو
سب کچھ تمہارے لئے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایت اولیٰ تمہی تو ہو
جلتے ہیں جبرائیل کے پر جس مقام پر
اس کی حقیقتوں کے شناسا تمہی تو ہو
گرتے ہوؤں کو تھام لیا جس کے ہاتھ نے
اے تاجدارِ یثرب و بطحا تمہی تو ہو
دنیا میں رحمت دو جہاں اور کون
جس کی نہیں نظیر وہ تمنا تمہی تو ہو

☆ .... محمد ہارون قمر یج پور ہزارہ

رباعی

بسا سکتے تھے یادوں کے کئی چہرے کئی پیکر
مگر کچھ سوچ کر ہم نے یہ دل ویران رکھا ہے
ہمیں شوق اذیت ہے وگرنہ اس زمانے میں
تیری یادیں بھلانے کو بہت سامان رکھا ہے

☆ .... شعیب شیرازی-جوہر آباد

قطعہ

اک شخص مجھ کو زخم جدائی دے گیا
جب نہ دے سکا پیار تو رسوائی دے گیا
جاتے ہوئے اپنی نشانی کے طور پر
کتنے خلوص سے مجھے تنہائی دے گیا

☆ .... رانا حبیب الرحمٰن-گوجرہ

غزل

مقدر آزمانے میں زمانے بیت جاتے ہیں
مرادیں دل کی پانے میں زمانے بیت جاتے ہیں
نہیں رکھتا کوئی ہمت اگر اظہار الفت کی
دل کی بات زبان پر لانے میں زمانے بیت جاتے ہیں
محبت زندگی میں بڑی ہی مشکل سے ملتی ہے
مگر اس کو نبھانے میں زمانے بیت جاتے ہیں
اگر ایک بار آنکھوں میں بس جائے کوئی صدام
اسے دل سے بھلانے میں زمانے بیت جاتے ہیں

☆ رئیس صدام حسین ساحل-خان بیلہ

غزل

اے عشق تری آنکھ پہ پردہ تو نہیں ہے
صورت میں کہیں پیار کی دھوکا تو نہیں ہے
کیوں اس طرح بیتاب ہے اے دل تیری دنیا
دیدار کا پھر اُن کے تقاضا تو نہیں ہے
دو پار کے ماروں کو زمانے سے غرض کیا
دشمن ہے زمانہ، مسیحا تو نہیں ہے
دولت کی ترازو میں وفا تل نہیں سکتی
یہ پیار ہے یہ پیار کا سودا تو نہیں ہے
ہے اپنی جگہ عشق کی رفتار ابھی تک
ہے شکر خدا کا کوئی چرچا تو نہیں ہے
رکھتے ہیں اسے یاد جسے چاہتا ہے دل
بھولیں گے اسے کھیل تماشا تو نہیں ہے
کیوں آج بڑی شان سے نکلے ہو غنی نقش
ملنے کا کسی سے کہیں وعدہ تو نہیں ہے

☆ .... عبدالغنی نقش-کراچی

غزل

تیری چاہت میں ہم زمانہ بھول گئے
تیرے بعد کسی کو اپنانا بھول گئے
پھر لگا سارا جہاں ویراں ہم کو
جیسے چمن میں پھول مہکانا بھول گئے
ہم کو تم سے محبت ہے بتانا سارے جہاں کو
پر یہی بات تم کو بتانا بھول گئے
ہم نے مٹا دیا جہاں لکھا تھا تیرا نام
لیکن دل سے مٹانا بھول گئے
وہ جدا ہوئے ہم سے مسکراتے ہوئے صنم
مگر آنکھوں سے آنسو ہٹانا بھول گئے

☆ .... خرم شہزاد سحر-لیہ

اداسی

چپ چپ رہنا کچھ نہ کہنا ...... یہ بھی ایک اداسی ہے ...... ہنس کے سارے صدمے سہنا ...... یہ بھی ایک اداسی ہے ...... بیٹھے بیٹھے کھو جانا یونہی دور خیالوں میں ...... چلتے چلتے ہنستے رہنا ...... یہ بھی ایک اداسی ہے ...... دل کی باتیں سن کر ہنسنا یہ تو ...... سب کی عادت ہے ...... غم کی بات پہ ہنستے رہنا ...... یہ بھی ایک اداسی ہے ...... مار کے کنکریاں گننا بیٹھ کے ...... جھیل کنارے پر ...... کچھ لوگوں کا ہے یہ کہنا ...... یہ بھی ایک اداسی ہے

☆ .... عمران انجم راہی-ستہ پانی

غزل

رنجش ہی سہی دل ہی دکھانے کے لئے آ
آ پھر سے مجھے چھوڑ کے جانے کے لئے آ
کچھ تو میرے پندارِ محبت کا بھرم رکھ
تو بھی تو کچھ مجھ کو منانے کے لئے آ
پہلے سے مراسم نہ سہی پھر بھی کبھی تو
رسم و رہِ دنیا ہی نبھانے کے لئے آ
کس کس کو بتائیں گے جدائی کا سبب ہم
تو مجھ سے خفا ہے تو زمانے کے لئے آ
اک عمر سے ہوں لذتِ گریہ سے بھی محروم
اے راحت جاں مجھ کو رلانے کے لئے آ
اب تک دل خوش فہم کو تجھ سے ہیں امیدیں
یہ آخری شمعیں بھی بجھانے کے لئے آ

☆ .... شفاءاللہ فراز-کالاباغ

غزل

منتظر ہیں تیرے زمانے بہت
ملنا ہو تو ہیں پھر بہانے بہت
بھول جاؤ تو اور بات جناب
ورنہ کارڈ بہت اور ڈاک خانے بہت
اہل ثروت کی کیا محبت ہے
ایسے لوگوں کے ہیں یارانے بہت
گر بسی ہو نظر میں سچائی
من کے اندر ہیں پیر خانے بہت
وقت ہو تو کبھی سنو انجم
تیری زلفوں کے ہیں ترانے بہت

☆ .... محمد اسحاق انجم-کنگن پور

تم نے کہا تھا

لوٹ کے آئے گی محبت کی شام تم نے کہا تھا
یہ زندگی ہوئی تیرے نام تم نے کہا تھا
اس آس پہ گر جاتا ہوں میں اکثر
میں لوں گا تجھے تھام تم نے کہا تھا
تیری جدائی تیری یادوں نے مار ڈالا ہے
میری محبت لے گی انتقام تم نے کہا تھا
ہر زبان پہ ہیں قصے میری دیوانگی کے
اتنا نہ چاہو مجھے ہو جاؤ گے بدنام تم نے کہا تھا
جو دل پہ چوٹ کھائے اور پھر بھی مسکرائے دلشاد
محبت اسے کرتی ہے سلام تم نے کہا تھا

☆ .... ارشد دلشاد سحر جٹ

تم اجنبی بہتر سہی

چلو ایک بار پھر سے اجنبی بن جائیں ہم دونوں
نہ میں تم سے کوئی امید رکھوں دلنوازی کی
نہ تم میری طرف دیکھو غلط انداز نظروں سے
یہ میرے دل کی دھڑکن لڑکھڑائے میری باتوں سے
نہ ظاہر ہو تمہاری کشمکش کا راز نظروں سے
تمہیں بھی کوئی الجھن روکتی ہے پیش قدمی سے
مجھے بھی لوگ کہتے ہیں کہ یہ جلوے پرائے ہیں
میرے ہمراہ بھی رسوائیاں ہیں میرے ماضی کی
تمہارے ساتھ بھی گزری ہوئی راتوں کے سائے ہیں
تعارف روگ ہو جائے تو اس کو بھولنا بہتر
تعلق بوجھ بن جائے تو اس کو توڑنا اچھا
وہ افسانہ جسے تکمیل تک لانا نہ ہو ممکن
اسے ایک خوبصورت موڑ دے کر چھوڑنا اچھا
چلو اک بار پھر سے اجنبی بن جائیں ہم دونوں

☆ . زیب ظہور احمد بلوچ-ڈیرہ اللہ یار

غزل

میرے ظرف کا یہ قصور تھا کہ میں درد دل نہ چھپا سکا
میرے ظرف نے بھی دغا کیا میں تو ظرف بھی نہ بچا سکا
میرا نفس ایک الاؤ تھا میری روح تک کو نگل گیا
کہ میں خواہشوں کے الاؤ کو نہ جلا سکا نہ بجھا سکا
ملی مجھ کو جو بھی اذیتیں تھیں وہ دوستوں کی عنایتیں
میں تمام عمر اسی خوف سے کوئی دوست پھر نہ بنا سکا
مجھے مفلسی نے تھکا دیا میرے ولولوں کو سلا دیا
مجھ سے لوگ کہہ کر جدا ہوئے کہ یہ دوستی نہ نبھا سکا

☆ .... نوید اختر سحر-کبیروالہ

غزل

الف اک پیار دا حرف سچا
حرف ب دا پڑھیا تے کیہہ پڑھیا
دید یار دی عید توں ود سانوں
چن عید دا چڑھیا تے کیہہ چڑھیا
کیندے اکو یار ساڈا رہے راضی
جے ہو لڑیا زمانہ تے کیہہ لڑیا
سوہنا آپ بلاوے تاں بول پیئے
پلا نہس کے پھڑیا تے کیہہ پھڑیا

غزل

مجھ سے بچھڑی تو دور ہٹ کر روئی
نہ جانے کیوں وہ اپنوں میں پلٹ کر روئی
یاد آئیں جب اس کو میری باتیں دکھی
پگلی میرے خط سے لپٹ کر روئی
سنا ہے مہندی لگا کر ہاتھوں پر بھی
سہیلیوں کے بھرے جھرمٹ میں [illegible]ئی
وہ میری بانہوں میں خوش رہنے والی اظہر
کل کسی کے بازوؤں میں سمٹ کر روئی
جب ہم سا ہمدرد اس کو نہ ملا تو اظہر جانوں
مہندی کے دن دروازے سے لپٹ کر روئی

☆ ..... اظہر سیف دکھی-سکھیکی منڈی

بہت کچھ کھویا

وہ اپنی ساری نفرتیں مجھ سے لٹاتا رہا
میرا دل جس کو سدا محبتیں سکھاتا رہا
اس کی عادت کا ذرا یہ پہلو تو دیکھو
مجھ سے کئے وعدے وہ کسی اور سے نبھاتا رہا
کچھ خبر نہیں وہ شخص کیا چاہتا ہے
کہ تعلق توڑ کر بھی مجھ کو آزماتا رہا
دل ناداں تو محبت کی صدا دیتا ہے
جسے چاہو وہی شخص دغا دیتا ہے

پھر میں کیوں اس سے محبت کی توقع رکھوں
جو ہر بات رقیبوں کو بتا دیتا ہے
تو اگر بے وفا ہوا تو کیا غم اے خالد
دل تو پھر بھی تجھے جینے کی دعا دیتا ہے
تم اگر چھڑکو زخم پر نمک
وقت مرہم ہے ہر چیز بھلا دیتا ہے
☆ ...... ایم خالد محمود سانول-مروٹ

واپسی

اس نے کہا.....سن!.....عہد نبھانے کی خاطر مت آنا.....عہد نبانے والے اکثر ......مجبوری یا مہجوری کی تھکن سے لوٹا کرتے ہیں.....تم جاؤ.....اور دریا دریا سانس بجھاؤ.....جن آنکھوں میں ڈوبو ......جس دل میں بھی اترو......میری جلن آواز نہ دے گی ......لیکن جب میری چاہت.....اور.....میری خواہش کی لو.....اتنی تیز اور اتنی.....اونچی ہو جائے.....ثانی جان ثانی.....جب دل رو دے.....اور جب میری.....محبت تم کو ستائے.....تب لوٹ آنا.....اور بس اتنا کہنا کہ..... مجھے تم سے محبت ہے...... مجھے تم سے محبت ہے
☆ .... فاروق احمد شاکی-چکوال

انسان

ہو کے شرمندہ گناہوں سے
کبھی سر جھکا تو سہی
وہ کرے گا معاف تجھے
دو آنسو بہا تو سہی
نہ رہے گا تو محتاج کسی کا
وہ ہے غفور رحیم
سنتا ہے دعا سبھی کی
اے نادان اپنے ہاتھ اٹھا کر
دامن پھیلا تو سہی
☆ .... ظہیر عباس انجم کبوہ-حاصل پور

خواب

خواب کہاں بکتے ہیں کس بازار میں ملتے ہیں.....گر پتہ چلے تو.....اک خواب میں بھی خرید لاؤں.....اور ان اجڑی آنکھوں میں سجاؤں.....پھر گئے دنوں کی امید جگاؤں ...... انہیں جینا سکھاؤں...... یا پھر خواب نگری میں جاؤں ...... اک خواب میں بھی چرا لاؤں......دیکھو وہاں اس نکڑ پر......جو اتنی بھیڑ ہے......سنا ہے وہاں خوابوں کی بولی لگتی ہے......کچھ سستے اور کچھ مہنگے دام بکتے ہیں......اے خواب فروش...... اک حسین خواب مجھے بھی دیتا جا......تو کہے تو میں اور دام بڑھا دوں......تو مجھ کو اس کی تعبیر بھی دیتا جا
☆. انتخاب: پرنس افضل شاہین-بہاولنگر

لوٹ آؤ

لوٹ آؤ.....کہ تیری یاد آ رہی ہے...... میری جان جا رہی ہے......نہ رات کٹ رہی ہے......نہ نیند آ رہی ہے......لوٹ آؤ...... مجھے کیوں ستا رہے ہو...... مجھے کیوں رلا رہے ہو......تم کیوں میری چاہت کو......آزما رہے ہو......لوٹ آؤ ...... ایسا نہ ہو کہ آنے میں پھر دیر ہو جائے علی...... تجھے رونا پڑ جائے، مجھے کھونا پڑ جائے......لوٹ آؤ......اب ......لوٹ آؤ
☆ .... علی نواز مزاری-گھونکی

ذرا سوچ لو

راہ محبت پہ چلنے والو ذرا سوچ لو
ملیں گے طعنے اور ہو گی رسوائی ذرا سوچ لو
کیا کیا باتیں کہے گا زمانہ ذرا سوچ لو
اس راہ پہ جو چل پڑو ایک بار تم
پھر پیچھے نہ ہٹنا میرے دوستو ذرا سوچ لو
تیرے لبوں پہ آئے جو نام میرا
پھر نہ آئے کسی اور کا نام ذرا سوچ لو
یہ نہ کہنا کہ ہم نے کی ہے بے وفائی آپ سے
تم ہی بدل گئے تھے ذرا سوچ لو
راہ محبت پہ چلنے والو ذرا سوچ لو
☆ .... تصور علی حسرت کھوکھر-اگوچک

میری جان

نہیں ممکن اندھیروں میں چراغوں کا بجھا دینا
بہت مشکل ہے میری جان تمہیں دل سے بھلا دینا
تمہیں اک دن ستائیں گے میری چاہت کے سب جذبے
میری غزلیں میری نظمیں میرے خط بھی جلا دینا
کبھی جو یاد آؤں میں تمہیں فرصت کے لمحوں میں
حسین ہاتھوں سے کاغذ پر مجھے لکھنا مٹا دینا
☆ .... قمر عباس-نور جمال

سرد ہواؤں کا موسم

یہ موسم سرد ہواؤں کا
کیوں لوٹ کے پھر سے آیا ہے
مجھ کو کر کے تنہا سا
بے تابی ساتھ میں لایا ہے
یخ بستہ شبنمی راتوں میں
سب ان کہی سی باتوں میں
میری آنکھوں میں میری سانسوں میں
اک عکس ازل سے چھایا ہے
یہ موسم سرد ہواؤں کا
کیوں لوٹ کے پھر سے آیا ہے
ہر محفل میں تنہائی میں
کبھی یادوں کی گہرائی میں
ہر سائے میں پرچھائی میں
میں نے سانول ساتھ ہی تجھ کو پایا ہے
یہ موسم سرد ہواؤں کا
کیوں لوٹ کے پھر سے آیا ہے
☆ ....انتخاب: محمد شہباز جوئیہ-بہاولنگر

قبر تے آ کھڑلیس

ایڈا سخت مزاج نہ بنڑ ماہی
ہک مخلص یار ونجا کھڑلیس
دل روسیں لمبیاں بانہیں کرتے
جذاں ہتھوں. باز اڈا کھڑلیس
اے ویلے ول ہتھ آنوڑیں نی
انسو اچ نیر اوہا کھڑلیس
اساں کملی آ خاک ال لگ ونجواں
ماہی ول ساڈی قبر تے آ کھڑلیس
☆ .... محمد سلیم عاصی-حاصل پور

غزل

مجھ کو اتنا ستانے کا کیا فائدہ
دل پر زخم لگانے کا کیا فائدہ
جبکہ ملنا ہمارا مقدر نہیں
پھر خوابوں میں آنے کا کیا فائدہ
جیتے وقت پھول ہم کو میسر نہ تھے
اب کفن پر پھول چڑھانے کا کیا فائدہ
زندگی میں اگر مل نہ سکو ہم سے
پھر جنازے پر آنے کا کیا فائدہ
☆ .... رئیس ساجد کاوش-خان بیلہ

تم ساوہ

اک تازہ حکایت ہے سن لو تو عنایت ہے
اسک شخص کو دیکھا تھا تاروں کی طرح ہم نے
اسک شخص کو چاہا تھا اپنوں کی طرح ہم نے
ایک شخص کو سمجھا تھا پھولوں کی طرح ہم نے
وہ شخص قیامت تھا کیا اس کی کریں باتیں
دن اس کے لئے پیدا اور اس کی ہی تھیں راتیں
کم ملتا کسی سے تھا ہم سے تھی ملاقاتیں
رنگ اس کا شادابی تھا اور زلف میں مہکاریں
آنکھیں تھیں کہ جادو تھا، پلکیں تھیں کہ تلواریں
دشمن بھی اگر دیکھے سو جان سے دل ہارے
کچھ تم سے وہ ملتا تھا باتوں میں شباہت تھی
ہاں تم سا وہ لگتا تھا شوخی میں شرارت میں
لگتا بھی تمہیں سا تھا دستور محبت میں
وہ شخص ہمیں ایک دن اپنی کی طرح بھولا
تاروں کی طرح ٹوٹا پھولوں کی طرح مرجھایا
کشتی کی طرح ڈوبا
پھر ہاتھ نہ آیا وہ ہم نے تو بہت ڈھونڈا
☆ .... چوہدری یاسین-جن پور

دعا خالی نہیں جاتی

تجھ سے ملنے کی کوئی راہ نکالی نہیں جاتی
تو آنے کا نہ کہا کر تیری کوئی بات مجھ سے ٹالی نہیں جاتی
میری آنکھوں میں تیرے سوا کوئی دوسرا نہیں
تیری یاد تیری صورت دل سے نکالی نہیں جاتی
حالت دیکھ تو آ کر میری کیا ہوں تیرے بغیر
اب تو بکھری ہوئی زلفیں بھی سنبھالی نہیں جاتی
میں رب سے دن رات صبح و شام تجھ کو ہی مانگوں
اب تو خدا نے بھی کہہ دیا صائمہ تیری کوئی دعا
اس کے نام سے خالی نہیں جاتی
☆ .... صائمہ

فریاد

فریاد کسی سے کیا کریں ہم
کسی کو کیا داستان سنائیں ہم
اک اپنا تو وہی تھا جو چلا گیا
اس کی یاد کسی کو کیا بتائیں ہم
دل ہی تھا جو زخموں سے چور تھا
ان زخموں کو کیسے دکھائیں ہم
دل میں لگی تھی جو آگ غم تنہائی کی
اس میں جلنا کسی کو کیا دکھائیں ہم
چہرے بدل بدل کر اس دنیا میں ملتے ہیں لوگ
اصل چہرہ کسی کو کیا دکھائیں ہم
☆ .... واصف

عظیم ماں

عظیم ماں تیرے بیٹے کی لاش آئی ہے
خدا ہوا ہے شہادت کی موت پائی ہے
عظیم ماں تیرا نور نظر شہید ہوا
خدا کی راہ میں تیرا پسر شہید ہوا
خدا کا شکر ہے کہ میداں سے منہ نہیں موڑا
دشمن ہے سینے پہ بازو پہ زخم کھائے ہیں
کہ شیر لوٹ رہا ہے کچھار کی جانب
کافر کا خوں پیئے ہڈیاں چبائے ہوئے
تیرا شہید لہو میں نہا کے آیا ہے
قدم قدم پہ گلستاں کھلا کے آ ہے
ہزار آندھیاں آئیں وہ بجھ نہیں سکتیں
لہو سے اپنے وہ شمعیں جلا کے آیا ہے
لکھا تھا خالد وا کبر نے اپنے خوں سے جسے
اُسی کتاب کے صفحے بڑھا کے آیا ہے
رضائے حق سے تیرا دل کس قدر آباد
عظیم ماں تجھے سب مبارک ہو
جو دیکھتا ہے ادب سے سر جھکاتا ہے
تیرے شہید کا شاہی جلوس آتا ہے
☆ ....بہادر عار بانی بلوچ-گھونکی

محبت کی سزا ملی ہے ہم کو

جب سے تو نے مجھے دیوانہ بنا رکھا ہے
سنگ ہر شخص نے ہاتھوں میں اٹھا رکھا ہے
اس کے دل پہ بھی کڑی عشق میں گزری ہوگی

نام جس نے بھی محبت کا سزا رکھا ہے
پتھرو آج میرے سر پہ برستے کیوں ہو
میں نے تم کو بھی کبھی اپنا ہمنوا رکھا ہے
اب میری دید کی دنیا بھی تماشائی ہے
تو نے کیا مجھ کو محبت میں بنا رکھا ہے
پی جا ایام کی تلخی کو بھی ہنس کے ناصر
غم کے سہنے میں بھی قدرت نے مزہ رکھا ہے
☆ .... رئیس ارشد-خان بیلہ

نظر کی پیاس

نظر کی پیاس بجھانے کا حوصلہ نہ ہوا
ملے تو لب ہلانے کا حوصلہ نہ ہوا
پکارتی ہی رہیں دور تک نظریں اسے
مگر زبان سے بلانے کا حوصلہ نہ ہوا
تمہارے جبر و ستم ہنس کے سہہ لئے دل پر
تمہارے دل کو دکھانے کا حوصلہ نہ ہوا
لوٹے کچھ اس طرح محبت میں ہم کو
اب تک کسی کو دل میں بسانے کا حوصلہ نہ ہوا
☆ ..... انتخاب: محمد عمیر مظہر سنی-تبکیاں

غزل

کچھ اور تو خدا سے نہیں مانگتے ہیں ہم
تم سے جدا نہ ہوں یہ دعا مانگتے ہیں ہم
تیرے لئے زمانے سے ڈرتے نہیں کبھی
ہم ہر جگہ کہیں گے تمہیں چاہتے ہیں ہم
لگتا ہے یہ کہ جھیل کی گہرائی کچھ نہیں
تیری حسین آنکھوں میں جب جھانکتے ہیں ہم
مانگیں اگر وہ جان بھی تو حاضر ہے دوستو!
اُن کی کوئی بھی بات کہاں ٹالتے ہیں ہم
سانول اُن کا وعدہ ہے آئیں گے کسی شام
ہر رات اس خیال سے اب جاگتے ہیں ہم
☆ .... فخر سانول-کانوی

حسینائیں

ہر طرف ہے بے وفاؤں کا راج
لاہور سرگودھا ہو یا نارووال
آغاز محبت میں ہے وعدوں کی بارش
پھر کر دیتے ہیں غم کے بادل ہزار
گھر بلا کر کرتے ہیں ذلیل خوار
سچا کس پے کرے اعتبار
آج کل ان اک دور ہے جناب
روز حشر پوچھے گا رب رحمٰن
تو نہ ان کے چکر میں اے سچا
فریب دینا ہے ان کا کام
یہ حسینائیں کیا ڈرامہ رچاتی ہیں
اپنے آپ کو بے بس مجبور بتاتی ہیں
☆ .... ایم وائی سچا-جدہ

غزل

فاصلے اتنے بڑھانے کی ضرورت کیا تھی
تجھے مجھ سے روٹھ جانے کی ضرورت کیا تھی
اب جو مجھ سے روٹھ کر اداس رہتے ہو
اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھڑانے کی ضرورت کیا تھی
دنیا کب کسی کے غم کو اپنا سمجھتی ہے
تمہیں غم اپنا دنیا کو سنانے کی ضرورت کیا تھی
میں آج تک اس بات کو نہیں سمجھ پائی نازیہ
جب ساتھ تمہارے میں تھی تو زمانے کی ضرورت کیا تھی
☆ .... نازیہ-منڈی بہاؤالدین

میرا مقدر

میرے مقدر میں ہیں غم کئی ہزار لوگو
مجھ پہ ہیں محرومیاں سوار لوگو
میں گلوں کی تمنا کروں تو کس طرح
میری قسمت میں تو ہیں خار ہی خار لوگو
دکھ درد سہہ کر بھی میں خاموش رہتی ہوں
میری فطرت میں ہے ایسا ایثار لوگو
اور کیا لکھوں میں اس دل کی حالت کنول
دل کا بنجر ہے سارا ویرانہ لوگو
☆ ... مس فوزیہ کنول-منڈی ککن پور

غزل

گزرے دنوں کی بات بھلائی نہ جا سکی
جب سے کسی کی یاد آئی نہ جا سکی
کیے کتنے وعدے کھائی کتنی قسمیں
ان سے کوئی بھی بات نبھائی نہ جا سکی
ہجر و فراق کے لمحے جاتے ہیں رات دن
دل میں لگی یہ آگ بجھائی نہ جا سکی
کسی نے کہا یہاں دو پھول بنا دو
مہندی تو لے لی ہاتھوں پہ لگائی نہ جا سکی
خوشی کے کتنے پل آئے جیون میں کیف
دل سے کوئی بھی محفل سجائی نہ جا سکی
☆ .. عبدالمالک کیف-صادق آباد

غزل

کبھی نظریں ملانے میں زمانے بیت جاتے ہیں
کبھی نظریں چرانے میں زمانے بیت جاتے ہیں
کسی نے آنکھ کھولی تو سونے کی نگری میں
کسی کو گھر بنانے میں زمانے بیت جاتے ہیں
کبھی کالی سیاہ راتیں، اک پل سی لگتی ہیں
کبھی اک پل بتانے میں زمانے بیت جاتے ہیں
کبھی کھولا گھر کا دروازہ تو سامنے تھی منزل
کبھی منزل کو پانے میں زمانے بیت جاتے ہیں
اک پل میں ٹوٹ جاتے ہیں عمر بھر کے رشتے
وہ جن کو بنانے میں زمانے بیت جاتے ہیں
☆ . انتخاب: خالد فاروق آسی-فیصل آباد

غزل

تم سے بہت کچھ کہنا ہے مگر کبھی
تم نہیں ملتے تو کبھی لفظ نہیں ملتے
اک نئی دنیا بنانا چاہتا ہوں مگر
کبھی نیند نہیں آتی کبھی خواب نہیں ملتے

یہ دوریاں تو مٹا دوں میں اک پل میں مگر
کبھی قدم نہیں چلتے تو کبھی راستے نہیں ملتے
میں تو ملنے کو بیتاب ہوں بہت مگر
کبھی وقت نہیں ملتا اور کبھی تم نہیں ملتے
☆ .... اختر بیوس-تلہ گنگ

بچھڑی دوستی

پل بھر میں ہی ان سے جدا ہو گئے
اک پل کے لئے وہ ہم سے خفا ہو گئے
نہ جانے کیا بات تھی ہماری دوستی میں
دوست جو اپنے تھے سب پرائے ہو گئے
اعتبار نہ کرنا یہ سکھا دیا سب نے
سنا تھا خوشیاں ملتی ہیں زندگی اور دوستوں سے
کا پتا تھا ہمارے نصیب میں دکھ ہوں گے
دنیا میں ایسے بیکار جی کر کیا کریں گے
اک دن سو جاؤں گا ہمیشہ کے لئے ضیافت
کیا پتا اس کے بعد ہمارے طلبگار کتنے ہوں گے
☆ .... ضیافت علی-کوٹلی آزاد کشمیر

آخری ملاقات

آخری بار وہ ملی تو چہرے پہ پریشانی تھی
کردار تھا اس کا ادنیٰ مگر شکل انسانی تھی
وہ چپ رہی بتایا نہ اس نے جدائی کا سبب
شاید اس نے ساری بات گھر والوں کی مانی تھی
یاد آئی ہے مجھے اس کی ایک ملاقات
وہ دن بھی اچھا تھا وہ رات بھی سہانی تھی
حیران نہیں ہوں میں اس کے قول و قرار سے
بے وفائی کرنا دنیا کی رسم پرانی تھی
آگ اور پانی آپس میں دشمن ہیں ازل سے
اس سے ملنا باتیں کرنا میری بھی نادانی تھی
جدا ہو گئی تو بھی کچھ نقصان نہیں ہوا
مل بھی جاتی تو بھی یہ دنیا تو فانی تھی
☆ .... محمد افضل اعوان-گوجرہ

نادانیاں

اٹھی بادلوں میں ایک خنک سی ...... یہ کہانی تو ہے جاوداں ...... بامعنی ہے یہ چیز تو ...... کیسے کہوں میں کہانیاں ...... بدلا جو موسم تو بدلتا گیا ...... اسے دیکھ کر دیکھ میں سنبھلتا گیا ...... حیران کر گئیں مجھ کو ...... بادلوں کی آنی جانیاں ...... تھام کے ساغر ہاتھ میں ...... کھویا میں اپنی ذات میں ...... یاد آئے اپنوں کے کرم ...... بڑھتی گئی پریشانیاں ...... عاقل ہے تو پر عقل نہیں ...... صابر ہے تو پر صبر نہیں ...... غلطی ہے فطرت آدم میں ...... شامل ہے لفظ یہ انسانیاں ...... گزرا جو زندگی کا سفر ...... پریشان تھا میں اس قدر ...... لکھی تحریر اپنی بے بسی ...... بھول پن اور نادانیاں ...... دولت ملی شہرت ملی ...... سب کچھ ملا عزت ملی ...... سانسیں رکیں یہ احساس ہوا ...... میری ذات ذرۂ بے نشاں

☆ .... ہارون سومرو-منچن آباد

غزل

تیرے ہی خیال میں رات گزر جاتی ہے
بے بسی کے حال میں رات گزر جاتی ہے
تو مجھے یاد کرتی ہے کہ نہیں
اسی سوال میں رات گزر جاتی ہے
تیرے چہرے کا عکس ذہن میں بناتا ہوں
تصور ملال میں رات گزر جاتی ہے
تمہیں چاند کہوں یا چاند جیسا کہوں
سوچوں کے اسی جال میں رات گزر جاتی ہے
کاش کہ تو ہر وقت میرے ساتھ رہے
خواہش کمال، میں رات گزر جاتی ہے

☆ ...... مدثر سعید پردیسی-عارف والہ

غزل

تیری خاطر جو روتا ہوں تو یہ میری محبت ہے
جو موتی رول دیتا ہوں تو یہ میری محبت ہے
تمہاری یاد کی کرنوں کو اکثر آنکھ میں رکھ کر
میں اپنی نیند کھوتا ہوں تو یہ میری محبت ہے
ہوا احساس خوشبو چاندنی کو دیکھ کر اکثر
تیرے دھوکے میں رہتا ہوں تو یہ میری محبت ہے
فلک پر چاند تاروں کے حسین جھرمٹ کے منظر میں
ترے چہرے کو تکتا ہوں تو یہ میری محبت ہے
میں اپنی زندگی کے سارے جذبوں کو میری جاناں
تمہارے نام کرتا ہوں تو یہ میری محبت ہے
کبھی تو دیکھ لے آ کر پرنس راہ محبت میں
میں خود سے خود ہی لڑتا ہوں تو یہ میری محبت ہے
☆ ... پرنس عبدالرحمٰن گجر-گاؤں نین لانجھا

بے وفا

میرے مرنے کے بعد میری کہانی لکھنا
کیسے برباد ہوئی میری جوانی لکھنا
اور لکھنا میرے ہونٹ خوشی کو ترسے
کیسے برسا میری آنکھوں سے پانی لکھنا
اور لکھنا کہ اسے انتظار تو بہت تھا تیرا
آخری سانسوں میں وہ ہچکیوں کی روانی لکھنا
لکھنا کہ مرتے وقت بھی دیتا تھا دعا تجھ کو اے دوست
ہاتھ باہر تھے کفن سے یہ نشانی لکھنا
☆ ... انتخاب: عبداللہ حسن چشتی-سیت پور

آزمائش محبت

محبت میری آزما کر تو دیکھو
کبھی میرے پاس آ کر تو دیکھو
کر دوں گا تجھ پہ فدا جان جاناں!
اک بار مجھ کو بلا کر تو دیکھو
تجھے کیا خبر ہے دل ٹوٹتا ہے کیسے

آئینہ ہاتھ سے گرا کے تو دیکھو
مر کے بھی ساتھ نہیں چھوڑوں گا تمہارا
کبھی دل میں بسا کے تو دیکھو
شاید سجاد وہ آ ہی جائیں
حال دل ان کو سنا کر تو دیکھو
☆........ سجاد حسن جھولے والا-ملتان

دیکھا اس کو

گیلے کاغذ کی طرح ٹھہری زندگی اپنی
کوئی لکھتا بھی نہیں کوئی جلاتا بھی نہیں
موم کی طرح پگھلتے ہوئے دیکھا اس کو
رُت جو بدلی تو بدلتے ہوئے دیکھا اُس کو
وہ جو کانٹوں کو نرمی سے چھوا کرتا تھا
ہم نے پھولوں کو مسلتے ہوئے دیکھا اُس کو
جانے کس غم کو چھپانے کی تمنا ہے اس کو
آج ہر بات پر ہنستے ہوئے دیکھا اُس کو
وہ مانگتا جاتا ہے دعاؤں میں کسے
ہاتھ اٹھاتے ہی سسکتے ہوئے دیکھا اُس کو
پھر دعا کے لئے ہاتھ ہم نے اٹھائے
جب مقدر سے الجھتے ہوئے دیکھا اس کو
☆.......... محمد نوید اسلم ساجد-چونیاں

اُسے کہنا

اُسے کہنا دسمبر جا رہا ہے...... دسمبر کے گزرتے ہی...... برس اک اور ماضی کی فضاؤں میں ڈوب جائے گا...... اسے کہنا...... دسمبر کے گزرنے سے ذرا پہلے...... محبت کی کہانی کو کوئی تکمیل دے جانا...... اُسے کہنا...... دسمبر کا مہینہ جیسے گزرے گا امیدیں ڈوب جائیں گی...... وہ سپنے ٹوٹ جائیں گے...... اُسے کہنا...... دسمبر کے گزرنے سے ذرا پہلے محبت کو کوئی بغیر تعبیر دے جاتے...... اُسے کہنا...... مقدر کو ہمارے ڈوب جانے سے بچا لینا...... اُسے کلہنا دسمبر جا رہا ہے...... اُسے کہنا
☆......... راجہ محمد ذوالفقار-آزاد کشمیر

وفاؤں کا صلہ

میں خواب بن کر اسے نیند میں دکھائی دوں
وہ میرا قرب جا چاہے تو میں جدائی دوں
کچھ اس طرح سے چاہے وہ مجھ کو کہ میں
دھڑکنوں کی طرح قلب میں بھی اُسے سنائی دوں
رکھیں گے ہم تجھے دل کی دنیا میں بسا کر وفا
چھوڑیں گے نہ ہم کبھی تجھے اپنا بنا کر
یہ عمر گزار دیں گے تیرے پیار میں ہم
ہر خواہش بھلا دیں گے ہم تجھے پا کر
جانے والے کو زاد سفر اور کیا دیتے
اتنا ہی بس میں تھا ہم اس کو دعا دیتے
وہ مانگ رہا تھا پچھلی وفاؤں کا صلہ
ہم اپنی جان نہ دیتے تو اور کیا دیتے
☆ ... رانا وارث اشرف عطاری-وزیر آباد

غزل

کسی سے یوں تعلق بڑھانا اچھا نہیں لگتا
مجھے حد سے زیادہ ملنا ملانا اچھا نہیں لگتا
جہاں ان کے آباؤ اجداد کی قبریں ہیں عاجز
آج بچوں کو وہ گاؤں پرانا اچھا نہیں لگتا
پیٹ کی خاطر در در کی ٹھوکریں کھاتے ہیں
ورنہ کسی کو بھی پردیس جانا اچھا نہیں لگتا
ہم تیری خاطر یوں اپنا آپ گنوا بیٹھے
اب چاہیں بھی تو لوٹ کے واپس آنا اچھا نہیں لگتا
☆. حافظ محمد شفیق عاجز سلطانی-ڈھیری سندھاں

محبت

کبھی کسی کو ہنساتی ہے محبت
کبھی کسی کو رلاتی ہے محبت
کبھی جلتی ہے خود شمع بن کر
کبھی دلوں کو بھی جلاتی ہے محبت
کبھی سناتی ہے ہر خوشی کے قصے
کبھی غموں کو ساتھ لاتی ہے محبت
کبھی دلوں کو یہ چین بخشے
کبھی بے قراری بڑھاتی ہے محبت
کبھی رولی جاتی ہے آغاز سفر
کبھی ابد تک ساتھ نبھاتی ہے محبت
روتے ہیں مستوئی انہیں یاد کر کے
کبھی مجھ کو یاد آتی ہے محبت
☆ سردار محمد اقبال خان مستوئی-سردار گڑھ

وفا کی ریت

تم آئے ہو ہمارے دل میں اچانک...... کسی ٹوٹے ہوئے خواب کی مانند...... تم ہو سراپائے حسن و جمال...... بنایا ہے تجھے قدرت والے نے کمال...... تیری زلفوں نے تیری آنکھوں نے...... کر دیا مجھے تیرا دیوانہ...... یا پھر ہے کوئی بہانا...... تم آئے تھے بن بلائے...... اور چلے گئے کیوں بغیر بتائے...... یہ کیا کھیل ہے تنہا کیا رہتی ہے...... لگی جس کو دل کی لگی وہی...... کیوں ہمارا یہ نام بر ہیت ہے...... اے حسن والوں وفا کی بھی کوئی ریت ہے
☆ امداد علی عرف ندیم عباس تنہا-میر پور خاص

ماں کے نام

ماں کی ایک دعا زندگی بنا دے گی
خود روئے گی مگر تجھ کو ہنسا دے گی
کبھی بھول کر بھی ماں کو نہ رلانا
تمہاری ایک غلطی پورا عرش ہلا دے گی
☆.......... غمگین نہ معلوم بابا آدم

حالِ دل

اب جو روٹھے تو کبھی منانا نہیں جا کر
سہہ لیں گے دکھ سارے اسے سنانا نہیں جا کر
لوٹ آئے گا ضرور اگر وہ میرا ہوا اداس
آج سے طے ہوا خود بلانا نہیں جا کر
اسے چاہا ہے چاہتے رہیں گے سفیر اداس
اس کے دل میں کیا ہے آزمانا نہیں جا کر
میلت و برسا دیں گے سارا پیار اس پر
نہیں تو حال دل بھی بتانا نہیں جا کر
☆ .... سفیر اداس موہری-پنج کوٹ

جنڈ

مصروف رہتے ہیں دن رات جنڈ والے
کرتے ہیں دلوں پے راج جنڈ والے
بے تابی اے دل کا اندازہ کس اور کو اندازہ نہیں
سمجھتے ہیں دلوں کے جذبات جنڈ والے
قاتل ہے عشق یہ جانتے ہوئے بھی
کرتے ہیں اس پے اعتبار جنڈ والے
دنیا لاکھ مطلب کی سہی پھر بھی
یاروں کے یار ہیں جنڈ والے
بے وفا ہے دنیا تو بے وفا ہی سہی
مدتوں سے وفادار ہیں جنڈ والے
☆ .... انعام علی-جنڈ

تیرے لئے

وقت دعا میں ایک دعا کروں...... میں رب، محمد سے ایک التجا کروں...... تو خوش رہے...... تو سدا رہے...... تیرے دل کا آنگن آباد رہے...... تو ہر پل یونہی ہنسا کرے...... تو پھولوں کی مانند کھلا کرے...... تیری زندگی میں کوئی غم نہ ہو...... تیری آنکھ کبھی نم نہ ہو...... تجھے کسی سے کوئی گلہ نہ ہو...... کوئی دکھ تجھے ملا نہ ہو...... تیری رد کبھی دعا نہ ہو...... تیری لب پہ کوئی صدا نہ ہو...... تجھے بن مانگے وہ عطا کرے...... تیری معاف ہر ایک خطا کرے
☆ .... شاہد اقبال خٹک-کرک

دعا

یہ جو دعاؤں کا ہے سلسلہ
خدا کرے یہ یونہی سدا رہے
یہ چراغ ہے تو جلتا رہے
یہ پھول ہے تو کھلتا رہے
تجھے نصیب ہوں مسکراہٹیں
تو جہاں رہے خوش رہے
تیرے ساتھ میری دعا رہے
تو دعا کرے تو قبول ہو
تو وفا کرے تو وصول ہو
کوئی غم نہ تیرے قریب ہو
تیرا جیون خوشیوں سے بھرا رہے
تیرا چہرہ خوشیوں سے کھلا رہے
یہ جو دعاؤں کا ہے سلسلہ
خدا کرے یہ یونہی سدا رہے
☆ .... شہزاد سلطان کیف-الکویت

آنکھیں

دراز پلکیں وصال آنکھیں
مصوری کا کمال آنکھیں
شراب رب نے حرام کر دی
مگر کیوں رکھی حلال آنکھیں
ہزاروں ان سے قتل ہوں گے
خدا کے بندے سنبھال آنکھیں
☆ .... شاہد اقبال بھٹی-کبیر والہ

نمکین غزل

جو بیوٹی پارلر میں خرچ ہو
اس کو اپنے حسن کا فطرانہ کہہ
فیس بابو کو اگر دینی پڑے
اس کو رشوت مت سمجھ نذرانہ کہہ
حسن کی گر دیکھنی ہو برہمی
ایک دن نسرین کو رخسانہ کہہ
ہر جواں عورت کو باجی مت بنا
جو معمر ہیں انہیں آپا نہ کہہ
☆ .... ڈاکٹر زاہد جاوید-وہاڑی

غزل

تیری جدائی میں ہر پل تڑپنا اچھا لگتا ہے
تیری حسین نظروں میں کھویا رہنا اچھا لگتا ہے
میرا درد غم قائم ہے اسی میری اداسی سے
تجھے ہر وقت تڑپنا جلانا اچھا لگتا ہے
کوئی تو ہو مہربان جو میرے دل کی ویرانی کو جانچے
ہر کسی کے دل میں گھر بنانا اچھا لگتا ہے
کوئی تو ہے سنگدل جو میرے اداس موسم کا سبب ہے
کسی ایک کے لئے جینا مرنا اچھا لگتا ہے
شاہد دیوانہ مر رہا ہے کسی بے وفا کے لئے انجان
کسی ہرجائی بے وفا کے لئے خود کو برباد کرنا اچھا لگتا ہے
☆ .... شاہد سلیم-کچہ موڑ

قطعات

کہیں بکھری ہے کتابیں کہیں میلے کپڑے
گھر کی حالت ہی ہم نے عجیب بنا رکھی ہے
اپنے وحشت زدہ کمرے کی اک الماری میں
تیری تصویر عقیدت سے سجا رکھی ہے

خود سے روٹھوں تو کئی روز خود سے نہ بولوں
پھر کسی درد کی دیوار سے لگ کر رو لوں
تو سمندر ہے پھر اپنی سخاوت بھی دکھا
کیا ہے ضروری کہ میں پیاس کا دامن کھولوں
☆ .... نامعلوم

●✻●

شاعرہ کشور کرن کی شاعری

غزل

جب آنکھ میری دیکھے سپنا تم خواب میں آ جانا
کچھ داستاں میری سن جانا کچھ درد اپنے سنا جانا
میں دل کی گلیاں سجاؤں گی تیری منتظر ہو کر
تم آ کر ان گلیوں کی رونق کو بڑا جانا
یہ دل بچھا دوں گی راہوں میں ہو گا کھلا دروازہ
ہوں پاگل تیری چاہت میں مجھے کچھ بہلا جانا
کوئی غم نہ تیرے پاس آئے ہے دل سے دعا میری
دے دوں گی ساری خوشیاں تمہیں تم غم میرے نام لگا جانا
کچھ دن تیرے بن جی لے گی کرن اک بار چلے آؤ
میرا سپنا ٹوٹنے سے پہلے سینے سے لگا جانا

غزل

ہم جان کی بازی لگا دیں گے کبھی ہم سے روٹھ نہ جانا تم
تم تنہا نہیں تیرے ساتھ ہیں ہم کبھی اتنا ٹوٹ نہ جانا تم
یہ بتلاؤ تم ہوش میں ہو مدہوش ہمیں کیوں رکھتے ہو
کبھی پی کر ہم گر جائیں تو مت آ کر ہمیں اٹھانا تم
ہم جو بھی وعدہ کرتے ہیں اسے اکثر پورا کرتے ہیں
میرے سچے پیار پہ شک کر کے کبھی ہمیں نہ آزمانا تم
بن تیرے جی نہیں سکتے ہم ہمیں آ کر گلے لگانا تم
یہ سانسیں ٹوٹ نہ جائیں کہیں پل دو پل بیٹھو پاس میرے
اگر تم سے جدا مر جائے کرن مت قبر میری پہ آنا تم

غزل

تم روٹھنا چاہو تو پہلے مجھ کو منا لینا
کانٹوں پہ نہ چل پاؤ تو پاؤں میرے لگا لینا
یہ دنیا ظالم ہے چھین لیتی ہے خوشیاں
اینٹوں پہ نہ نیند آئے میری زلفیں بچھا لینا
تڑپائے جو یاد میری تیرے آنسوں نہ رک پائیں
افسانہ میرا لکھنا تم قلم اٹھا لینا
راتوں کے اندھیرے میں کبھی تجھ کو جو خوف آئے
میرا بدن جلا کے صنم تم روشنی پا لینا
جب سفر میں تھک جاؤ اک قدم نہ چل پاؤ
تم اڑنا چاہو تو پَر میرے لگا لینا
منزل نہ ملے اے کرن انہی راہوں پہ لوٹ آنا
سینے سے لگا لوں گی مجھے دل میں چھپا لینا

تو مجھ کو جان سے پیارا ہے

میری تنہائی کا اک تو ہی واحد سہارا ہے
مجھے مایوس مت کرنا تو مجھ کو جان سے پیارا ہے
پیاس بھی بہت ہے اور میں پی بھی نہیں سکتی
میرے سامنے سمندر ہے اور پاس کنارا ہے
قسمت پہ اب کیوں دوش میں دوں تو ہے میری قسمت میں
میرے ہاتھوں کی لکیروں کا ملا تجھ سے ستارا ہے
جب تم سے دور میں ہوتی ہوں میری راتیں گزرتی نہیں
میرا ٹائم وہی رک جاتا ہے ہر دن رو کے گزارا ہے
اب ڈر نہیں کسی کا کرن ہر طوفان کو روکیں گے
ہم آسماں کو بھی چھو لیں گے ہوا تو جو ہمارا ہے

میری تنہائی

وہ دن جدائی کے دسمبر کی راتیں
وہ راتوں کی ٹھنڈک تیری میٹھی باتیں
لحافوں میں چھپ کر تیرا مجھ کو ستانا
پھر یوں ہی اچانک تیرا روٹھ جانا
وہ میرا تڑپنا اور تجھ کو منانا
پھر تیرا مان جانا گلے لگانا
اب تجھ کو میری یاد آتی نہیں کیا
کوئی رات تجھ کو جگاتی نہیں کیا
اب آ جاؤ کہ ڈستی ہے تنہائی مجھ کو
میں رو رو کے واپس بلاتی ہوں تجھ کو

ہم اپنا اثر دکھاتے دیتے ہیں

گھنے پیڑوں کے پتے جب بھی ہوا دیتے ہیں
ایسے میں ہم لوگ تو بس خود کو جلا دیتے ہیں
کوئی زخمی پرندہ گھر میرے گر جائے تو
ہم اپنے کاٹ کے پر اس کو لگا دیتے ہیں
کوئی ٹھوکر لگائے جو ہمیں خودغرضی میں
ہم اسے دل کی گہرائیوں سے دعا دیتے ہیں
کسی کی بددعا ہم پر اثر نہیں کرتی
ہم دعاؤں میں اپنا اثر دکھا دیتے ہیں
وفا کے نام سے کرن اب ہم کو تو ڈر لگتا ہے
ہم تو پتھر کو دعاؤں میں پگھلا دیتے ہیں

قطعہ

اک روز تو آ میرے چمن میں تو تجھے پھول کا تحفہ پیش کروں
جو تجھ کو ضرورت پڑ جائے میں پھولوں جیسی سیج بنوں
لب نازک پھول کی پتیاں مسکان ان پر رہے دینا
کبھی جام پینا پڑ جائے کرن نشہ ان لبوں کا پیش کروں

فردیات

ہر اک سے امنگی خوشیاں غم ہی ملے کرن
نہ اپنوں نے بھرم رکھا نہ غیر کام آئے

......کشور کرن
چتوکی

نئی ابھرتی ہوئی شاعرہ نرگس ناز کی شاعری

انتظار

اتنا دکھ مرنے والوں کا نہیں ہوتا ہے
جتنا بچھڑنے والوں کا ہوتا ہے
مرنے والے تو مٹی میں دفن ہو جاتے ہیں
اور کبھی نہ کبھی ان کی یاد دل سے نکل جاتی ہے
مگر بچھڑنے والوں کا انتظار نا کی یاد
ہمیشہ دل میں چھپی رہتی ہے جانے والا شاید
دنیا کی بھیڑ میں گم ہو جاتا ہے مگر انتظار کرنے والا
اس کی راہ میں آنکھیں بچھائے رہتا ہے
شاید کہ وہ راستہ بھول کر آ جائے
اور نظروں کی پیاس بجھ جائے

نئی خواہش

دیکھے جب شام تنہائی میری کوئی
پھر دل میں اتر جائے میرے کوئی
میں نے چاند اور ستاروں کی تمنا کی تھی
چاند میں پھر میرا گھر بنائے کوئی
اک نئی خواہش جو دل میں ابھری ہے
ڈر یہ کہ اندھیروں میں اڑا لے کوئی
شہر جہاں میرے پیار کے چرچے ہیں
اک تو میری نظر میں نہ سمایا کوئی

غزل

اے محبت تیرے انجام پے رونا آیا
جانے کیوں آج تیرے نام پے رونا آیا
یوں تو ہر شام امیدوں میں گزر جاتی ہے
آج کچھ بات تھی جو شام پے رونا آیا
کبھی تقدیر کا ماتم کبھی دنیا کا گلا
منزل اے عشق میں ہر کام پے رونا آیا
جب ہوا ذکر زمانے میں محبت کا
مجھے اپنے دل نادان پے رونا آیا
اے محبت تیرے انجام پے رونا آیا

قطعہ

وہ جاتے ہوئے بھی کچھ اپنے سنگ لے گیا
پھولوں کی خوشبو بہاروں کے رنگ لے گیا
پہلے بھی تھے ہجر کے شب و روز بہت تھے
اب کے موسم جدائی جینے کے ڈھنگ لے گیا

فردیات

وہ اکثر ہم سے کہا کرتا تھا
زندگی تمہارے نام کر دی ساقی
نہ جانے زندگی ہمارے نام کر کے
وہ کب کس کا ہو گیا

اپنی زندگی تو اب مفت کا کھلونا رہ گیا ہے غالب
کبھی ہم بھی جایا کرتے تھے
جب کوئی ہمارا ہوا کرتا تھا

مجھے قسمت سے کوئی شکوہ نہیں لیکن اے خدا
وہ میری زندگی میں آیا ہی کیوں
جو میری قسمت میں نہیں تھا

☆......نرگس ناز
سکھر

شاعری خلیل احمد ملک

مزہ آجائے گا

اک غزل وہ بھی سنائیں تو مزہ آ جائے گا
اک آنسو وہ بھی بہائیں تو مزہ آ جائے گا
آج کہہ دو ساقی سے کہ میرا غم بہت گہرا ہے
وہ نظروں سے پلا کے دشمنی نبھائے تو مزہ آ جائے گا
اُس زہر کو بھی میں جام سمجھ لوں گا ساحل
وہ اگر اپنے ہی ہاتھوں سے پلائے تو مزہ آ جائے گا

اُجڑتے دیکھا ہے

رخ شباب کو آج جو آنچ سے سرکتے دیکھا ہے
چاند کو آ کاش پہ ستاروں کے جھرمٹ سے نکلتے دیکھا ہے
مجھ کو محسوس ہوا ہے کہ درد جدائی کیا ہوتا ہے
جب میں نے پھول کو ٹہنی سے بچھڑتے دیکھا ہے
زندگی کتنا عذاب ہے ساحل میری دوست کوئی مجھ سے پوچھے
کئی بار میں نے ان آنکھوں سے گلشن کو
بہاروں میں اجڑتے دیکھا ہے

جلنے کی خبر

میرے پہلو میں بھی اک شمع جلا کرتی ہے
جس کی لو سے تصویر بنا کرتی ہے
سامنے تیرے تو زبان میری بند رہتی ہے
دل کی جو باتیں ہیں وہ آنکھ ادا کرتی ہے
چپ کیوں ہو ہم سے کوئی تو بات کرو
ایسی خاموشی سے تکلیف اور ہی بڑھا کرتی ہے
شمع جلتی ہے تو زمانے کو پتہ چلتا ہے ساحل
دل کے جلنے کی خبر کب ہی کسی کو ہوا کرتی ہے

شکایت ہوگی

وہ کسی اور کی ہو گی تو قیامت ہو گی
پھر کسی کو بھی نہ کسی سے کبھی محبت ہو گی
اُسے کوئی اور دیکھے اچھا نہیں لگتا مجھ کو
اس سے بڑھ کر کسی کو اور کیا کسی سے الفت ہو گی
کل رات چودھویں کے چاند کو دیکھا تو احساس ہوا
وہ اکیلی ہے اُسے بھی شاید میری ضرورت ہو گی
اے خدا کسی اور کا نہ ہونے دینا میری ساحل کو
میرے مولا زندگی بھر نہ مجھ کو تجھ سے شکایت ہو گی

☆......خلیل احمد ملک
شیدانی شریف

نئے شاعر محمد خاں انجم کا کلام

تلاش

آ مجھے غم زیست کی بانہوں میں تلاش کر
سناٹوں سسکیوں آہوں میں تلاش کر
بہت دیکھے تم نے جوش و ہوش والے
ہم کو صرف میکدوں کی فضاؤں میں تلاش کر
ہر روز جلاتا ہوں چاہت کا اک دیا
مجھے شب و روز صنم گاہوں میں تلاش کر
تم کو مجھ سے نفرت بہار کو مجھ سے عداوت ہے
مجھے زرد پتوں اور خزاؤں میں تلاش کر
میں نظر کا دھوکا ہوں یا شوقِ وفا
ہو کر آئینہ روبرو اپنی نگاہوں میں تلاش کر
میں عبارت ہوں مجھے دنیا نگیں سے کیا غرض انجم
مجھے اہل قلم کے مداحوں میں تلاش کر

یہ زندگی

ان خلاؤں میں کچھ تلاش کیا کروں
بے سبب ہی پلکیں بھگویا کروں
کچھ ان کہی باتیں کچھ گزری ہوئی یادیں
تھکا تھکا سا بہت کچھ سوچا کروں
دکھوں کے زنداں میں قید رہ کر بھی
بچھڑی خوشیوں کی اڑان بھرا کروں
دل پہ آویزاں نہیں کوئی صورت
میں کسی خیال کے بت تراشا کروں
کسے محسوس ہو میرے ہونٹوں کی لرزش
بولتے ہوئے بھی کچھ نہ بولا کروں
انجم ان محبتوں کے قرض ادا ہوں گے کب
رفتہ رفتہ زندگی کو موت دیا کروں

وجہ

خزاں رسیدہ شجر ہوا کیوں نہیں دیتے
پت جھڑ کے موسم اب مزہ کیوں نہیں دیتے
بوند بوند ترسی ہیں یہ زمینیں
ابر اب بادل برسا کیوں نہیں دیتے
رہی سی چاہتوں کی ریت ڈالی کس نے
نسل انساں کو ہم وفا کیوں نہیں دیتے
انجم رنجشیں دشمنیوں میں بدلتی ہیں کیوں
یہ زن و زر کے فساد مٹا کیوں نہیں دیتے

سوال

میں آزمائش ہوں کہ ہوں امتحان
میں مظلوم ہوں کہ ہوں مہرباں
بہار کب میری دسترس میں تھی
ہمیشہ رہا آپ بیتی خزاں
حروف میرے نہیں زباں میری نہیں
کیسے لکھوں کیسے سناؤں اپنی داستاں
میں بجھنا چاہوں بھی تو بجھ پاتا نہیں
وہ کرتا ہے اپنی لحد پر سے چراغاں
میں سراب ہوتا تو وہ کیوں اتنا بھاگتا انجم
میں نایاب تھا تو بنا اُس کا کل جہاں

کہانی ہماری

ابھی زندگی میں ایسے بھی لمحے آئیں گے
اسی تشنگی میں جذبات ابھی پیاسے آئیں گے
شام و سحر مقید ہیں ملال و زوال میں
کیسے ہو امید کہ دن کبھی اچھے آئیں گے
پال رکھا ہے عشق کا سانپ دل میں
ہجر و وصال کے سپیرے تو آئیں گے
موسم الفت اور یہ اداس شامیں
کہانی ہماری سنانے زرد پتے آئیں گے
انجم الوداع الوداع کہہ دیا شہنائی نے
جاؤ اگلے جنم تجھے پانے آئیں گے

قطعات

خلاف توقع وہ پھر عشق آتش جلا گیا
سلگتی رہو یونہی میری خزاں سے کہا گیا
خود کو دیکھوں تو ٹوٹ جاتے ہیں آئینے انجم
کہاں سے کہاں جستجو بہاراں کا سلسلہ گیا

کبھی یوں ہوا کہ جاگنا پڑا میخانوں میں
کبھی یوں ہوا کہ بولنا پڑا بیابانوں میں
انجم کچھ فطرت ہی پائی تھی ایسی ہم نے
کرتے ہیں ہر گفتگو خاموش زبانوں میں

ویلا آ کے لنگھ جاوے جیں بے کوں بھلائے نہ جاون
باہروں ہچلاں داغ لگدے اندروں کھوٹ مکائے نہ جاون
کئی مڑ کے نئیں رانجھے اپناں پچھے ٹر گئے
سوہنے اجاڑے سدا ویہڑے کہیں دے وسائے نہ جاون

شکست کی آندھی میرے آنگن کے تنکے لے گئی
میرے ماضی کے سب پرانے قصے لے گئی
انجم ابھی باقی تھی کچھ پختگی اپنی محبت میں لیکن
موجِ خزاں دریا سے سب کچھ گھڑے لے گئی

✍......محمد خاں انجم
لدھے وال، ڈاک خانہ بصیر پور، دیپالپور

شاعرہ نائلہ طارق ملک کی شاعری

حمد

ابتدا کر رہی ہوں تیرے نام سے
مجھ کو محفوظ رکھ نامِ بدنام سے
چل کے آئی ہوں میں جائے الزام سے
خوب واقف ہے تو میرے انجام سے
جس نے ہستی تمہاری بھلائی یہاں
شان جھوٹی کمائی بنائی یہاں
پیٹھ کی جس نے تمہارے احکام سے
لا تعلق رہوں ایسی اقوام سے
دن ڈھلے شب دیجور لائی تھی جو
میرے اجداد کے سر پہ آئی تھی جو
خوف آتا ہے مجھ کو اُسی شام سے
دل دہل جاتا ہے گونجِ کہرام سے
جان اپنی کروں حق کی راہ میں فدا
ایسی راہوں پہ چلتی رہوں میں سدا
جو جڑی ہوں تمہارے در و بام سے
ہے تعلق میرا بابِ الاسلام سے
تم نے بخشا ہے جن کو جہاں میں قرار
نام اپنا کر دوں میں انہی میں شمار
خیر و برکت ملے شاہِ انعام سے
پہنچے لوگوں کو فائدہ میرے کام سے

غزل

اک سرد ہوا کے جھونکے نے جب تیرا نام بتایا تھا
کچھ گزری باتیں یاد آئیں کچھ بیتا زمانہ آیا تھا
وہ شوخ ادا مخمور نگاہ، پھر دل میں اتر کر آنے لگے
حسرت کی صدا نے درد بھرا اک گیت انوکھا گایا تھا
معصوم کیل بے نام کلی، اک غنچہ شاخ پہ لہرایا
یہ دیکھ کے زخمی ہونٹوں پر کسی حرف نے درد جگایا تھا
میرا گیت سنا تھا گلشن نے، ہر پھول کھلا وہ مالی بھی
سن گیت کلی ہر مہکی تھی، اک پھول جدا سا پایا تھا
ہر ایک نے دیکھا گلشن میں، وہ پھول تمہاری حسرت کا
بے نام سی خوشبو پھیلی تھی، بے رنگ سا کوئی سایہ تھا

غزل

یا غم یا کہرام ملا
درد سے کب آرام ملا
دھوپ میں سارا دن گزرا
سایۂ وقتِ شام ملا
ظلم کی جب فہرست بنی
اس میں تیرا نام ملا
تیری دکھیا نگری میں
چین برائے نام ملا
جس کے سہارے شب کاٹی
ایک چراغ شام ملا
ایک ہم ہی اچھے ہیں سنو
ہر شاعر بدنام ملا

سرائیکی گیت

درد دل توں اٹھے دل کوں جاہ نہ ملی
دل دی درسال تے کیوں پناہ نہ ملی
مل کے وچھوڑے بسے وقت تھوڑے دے وچ
عمر گزری ہے سالم وچھوڑے دے وچ
ایں زمانے تے میڈی صلاح نہ ملی
دل دی درسال تے کیوں پناہ نہ ملی
راہ تے منزل دی خواہش رکاوٹ بنی
دل دی دھڑکن وی اپنی تھکاوٹ بنی
راہ رکاوٹ رہی راہ توں راہ نہ ملی
دل دی درسال کیوں پناہ نہ ملی
موت آ کے ملاون دا وعدہ کرے
ہے جو حسرت نبھاون دا وعدہ کرے
تیئں توں نکھڑن دی کوئی وجہ نہ ملی
دل دی درسال تے کیوں پناہ نہ ملی
باجھ تیڈے حیاتی ہریندی رہی
رات میکوں مسلسل ڈریندی رہی
چن فلک تے ہا میڈی نگاہ نہ ملی
دل دی درسال تے کیوں پناہ نہ ملی
نائلہ تیڈا جہاں کوں ڈسیندی رہی
زخم سینے دا اپنا ڈکھیندی رہی
بھر کے ڈکی ٹری آں کوئی دوا نہ ملی
دل دی درسال تے کیوں پناہ نہ ملی

✍......نائلہ طارق ملک
ضلع لیہ

*

غزل

یادِ ماضی میں، جو آنکھوں کو سزا دی جائے
اس سے بہتر ہے کہ ہر بات بھلا دی جائے
جس سے تھوڑی بھی امید زیادہ ہو کبھی
ایسی ہر شمع سر شام جلا دی جائے
میں نے اپنوں کے رویوں سے یہ محسوس کیا
دل کے آنگن میں بھی دیوار اٹھا دی جائے
میں نے یاروں کے بچھڑنے سے یہ سیکھا محسن
اپنے دشمن کو بھی جینے کی دعا دی جائے

☆......مرسلہ: شکیلہ بانو-لاہور

نئی شاعرہ ثناء کنول کی شاعری

غزل

دل کے لٹ جانے کا اظہار ضروری تو نہیں
یہ تماشہ سر بازار ضروری تو نہیں
مجھے تھا عشق تیری روح سے اور اب بھی ہے
جسم سے ہو کوئی سروکار ضروری تو نہیں
میں تجھے ٹوٹ کے چاہوں تو میری فطرت ہے
تو بھی ہو میرا طلبگار ضروری تو نہیں
اے ستمگر ذرا جھانک میری آنکھوں میں
زبان سے پیار کا اظہار ضروری تو نہیں

تمہارے سوا

تجھے چاہتے ہیں بے انتہا پر چاہنا نہیں آتا
یہ کیسی محبت ہے کہ ہمیں کہنا نہیں آتا
زندگی میں آ اجنو زندگی بن کر
کہ تیرے بن ہمیں زندہ رہنا نہیں آتا
ہر پل تجھے بس تجھے دعاؤں میں مانگتے ہیں
کیا کریں کہ تمہارے سوا کچھ مانگنا نہیں آتا

میرے جیسا ہو

نہ وہ فرشتہ ہو نہ فرشتوں جیسا ہو...... مجھے
تلاش ہے اس کی جو میرے جیسا ہو......
میرے خلوص کو پہچانتا ہو بس کافی ہے......
وہ کوئی بھی ہو کہیں بھی ہو کیسا بھی ہو......
میری محبت کو پہچان سکے ...... وہ ایسا ہو
...... میری خاطر مرنے کا حوصلہ بھی رکھتا
ہو...... اگر میں روٹھ جاؤں اس سے...... تو
...... مسکرا کے منائے وہ ایسا ہو...... جو
بات کرے وہ نبھاہ بھی سکے...... ارادوں
میں وہ اپنی چاہتوں جیسا ہو...... دکھوں
میں ہنسنے کا ہنر جانتا ہو...... ایک ایسا ہم
سفر جو...... سمندر جیسا ہو...... مجھے تلاش
ہے اس کی...... جو...... میرے جیسا ہو!

تیرا نام

ذرا ساحل پہ آ کر وہ ...... جو تھوڑا مسکرا
دیتا ...... بھنور گھبرا کے خود مجھ کو ......
کنارے پر لگا دیتا...... وہ نہ آتا مگر......
اتنا تو کہہ دیتا میں آؤں گا...... ستارے
چاند سارا آسمان راہ میں بچھا دیتا...... خبر
ہوتی اگر یہ جال ہے ...... قسمت کی
سازش کا ...... لکیریں اپنے ہاتھوں کی
...... اسی لمحے مٹا دیتا...... شجر ہوتا تو تیرا
نام...... سب پتوں پہ لکھ کر...... تمہارے
شہر کی جانب...... ہواؤں میں اڑا دیتا

بے وفائی

جھوٹی تسلیوں کی ضرورت نہیں مجھے
کہہ دو کہ میرے لئے فرصت نہیں تجھے
یہ بھی نہیں کہ میں تمہیں الزام دے سکوں
میں بھی تمہاری ادا کو دل سے بھلا تو دوں ثناء
پر کیا کروں کہ بے وفائی کی اجازت نہیں مجھے

ارمان

میری اجڑی ہوئی بستی کو ...... یونہی
سنسان رہنے دو...... خوشیاں راس نہیں
آتیں ...... مجھے پریشان رہنے دو......
زینت نہیں بنتا تو نہ بنے ...... دل کے
آنگن کی...... پر اپنے آشیانے تک......
میری اڑان رہنے دو ...... تیری گلیوں
میں یوں پھرنا...... اگر نادانی ہے...... تو
سن ...... میں دانشمند نہیں بنتا...... مجھے
نادان رہنے دو...... نہیں میں امنگتا تجھ
سے...... پھولوں سے بھری تنہائی...... جو
جلتا ہے میرے دل میں ...... وہ آتش
دان رہنے دو...... تیری ہستی میں مانا ہم
...... بسیرا کر نہیں سکتے ...... پر اپنی سوچ کا
کچھ پل کے لئے ...... مہمان رہنے دو
...... پینے کو نہیں دیتے تو...... مت دے
جام اے ساقی ...... پینے گئے تیرے
میخانے سے...... یہ ارمان رہنے دو

تیری راہوں میں

ہم پاگل محبت کو...... پانے چلے تھے......
ہمیں کیا خبر تھی ...... خود کو رلانے چلے
تھے ...... اب تو دامن میں بس ......
یادیں ہی پڑیں ہیں...... بے وفا ہو کر بھی
بے وفا...... کہلوانے چلے تھے...... ہمیں
ٹھکرا کر روتا...... تو...... وہ بھی ہوگا......
جس سے ہم سچی محبت ...... نبھانے چلے
تھے...... اب جو خواب ٹوٹے ہیں...... تو
یہ احساس ہوا...... ہم سمندر کنارے......
محل بنانے چلے تھے...... دل دکھایا ہے تم
نے ...... پر سدا خوش رہو...... ہم تیری
راہوں میں...... پھول بچھانے چلے تھے

...... ثناء کنول
چکوال

ثناء ماہ نور عرف شونوں کی شاعری

غزل

کتنا اذیت سے اس نے مجھ کو بھلایا ہوگا
میری یادوں نے اسے خوب رلایا ہوگا
بات بے بات پہ اس کی آنکھ چھلکی ہوگی
اس نے چہرے کو بازوؤں میں چھپایا ہوگا
سوچا ہوگا اس نے دن میں کتنی بار مجھے
نام ہتھیلی پر لکھ کے بھی مٹایا ہوگا
جہاں اس نے میرا ذکر سنا ہوگا کسی سے
اس کی آنکھوں میں کوئی آنسو آیا ہوگا
رات کے بھیگنے تک نیند نہ آئی ہوگی اسے
اس نے تکیے کو بھی سینے سے لگایا ہوگا

غزل

وہ مثل خواب ہی رہتا تو کتنا اچھا ہوتا
وہ میرے ساتھ ہی رہتا تو کتنا اچھا ہوتا
صبح خوشگوار اور راتیں بہت حسین ہوتیں
وہ میرے شہر میں ہی رہتا تو کتنا اچھا ہوتا
ہوا کے دوش پہ بکھری ہوئی تھی اس کی مہک
ہوا کا رخ نہ بدلتا تو کتنا اچھا ہوتا
میں زندگی کے ہر مسائل سے لڑ بھی سکتی تھی
وہ گر مجھے حوصلہ دیتا تو کتنا اچھا ہوتا
نہ اب ملاقاتیں ہوں گی نہ باتیں ہوں گی
وہ یہ لفظ نہ کہتا تو کتنا اچھا ہوتا

غزل

انداز اپنا دیکھتے ہیں آئینے میں وہ
اور یہ بھی دیکھتے ہیں کوئی دیکھتا نہ ہو
اپنی دعا میں وہ صرف مجھے مانگتے ہیں
اور یہ بھی مانگتے ہیں کوئی اور مانگتا نہ ہو
مجھے پتہ صرف مجھ سے پیار کرتے ہیں وہ
پھر بھی نجانے کہنے سے کیوں ڈرتے ہیں وہ
ہر لمحہ میرے بارے میں سوچتے ہیں وہ
اور یہ بھی سوچتے ہیں کوئی اور سوچتا نہ ہو
بس مجھ کو دل و جان سے چاہتے ہیں وہ
اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ کوئی اور چاہتا نہ ہو

غزل

تیرے حصار سے باہر نکل گئی ہوں میں
تو سچ کہتا ہے شاید بدل گئی ہوں میں
تجھے خبر نہیں کیسے خراب رستے تھے
شکر ہے خدا کا سنبھل گئی ہوں میں
میرے علاوہ بھی تجھے کوئی عزیز ہے
ذرا سی بات پہ ایسے ہی جل گئی ہوں میں
یہ پاؤں جانتے ہیں وقت ہجر کیسا ہے
قدم قدم کسی پتھر میں ڈھل گئی ہوں میں
اٹھا لیا ہے ستاروں نے آسمان سر پر
ذرا چاند کی خاطر جو مچل گئی ہوں میں

غزل

دشت دریا کے یہ اس پار کہاں تک جاتی
گھر کی دیوار تھی دیوار کہاں تک جاتی
مٹ گئی حسرت دیدار بھی رفتہ رفتہ
ہجر میں حسرت دیدار کہاں تک جاتی
تھک گئے ہونٹ بھی تیرا نام لیتے لیتے
اک ہی لفظ کی تکرار کہاں تک جاتی
تو بہت دور بہت دور گیا تھا مجھ سے
میری آواز میرے یار کہاں تک جاتی
ہر طرف حسن کے بازار لگے تھے
ہر طرف چشم خریدار کہاں تک جاتی

غزل

بات دن کی نہیں اب رات سے ڈر لگتا ہے
گھر ہے کچا میرا مجھے برسات سے ڈر لگتا ہے
تیرے تحفوں نے دیئے ہیں مجھے خون کے آنسو
زندگی اب تیری سوغات سے ڈر لگتا ہے
پیار کو چھوڑ کر اب تم کوئی اور بات کرو
اب مجھے پیار کی بات سے ڈر لگتا ہے
میری خاطر نہ کہیں وہ بدنام ہو جائیں
اب ان کی ملاقات سے ڈر لگتا ہے
اب اسے بھولوں تو کیسے بھولوں
جن کے بغیر جینے کے خیالات سے ڈر لگتا ہے

غزل

اس نے دور رہنے کا مشورہ بھی لکھا ہے
ساتھ ہی محبت کا واسطہ بھی لکھا ہے
اس نے یہ بھی لکھا ہے میرے گھر نہ آنا
اور صاف لفظوں میں پتہ بھی لکھا ہے
کچھ لفظ لکھے ہیں ضبط کی نصیحت میں
کچھ الفاظ میں حوصلہ بھی لکھا ہے
شکر یہ بھی لکھا ہے دل سے یاد کرنے کا
دل سے دل کا کتنا فاصلہ بھی لکھا ہے
کیا اسے لکھیں کیا اسے کہیں شونوں
جس نے بے جان کر کے جان لکھا ہے

...... ثناء ماہ نور
بہاولنگر

نئے شاعر ایم لقمان اعوان کی شاعری

غزل

پیار کرنے سے پہلے دل سے پوچھنا ہوگا
دماغ کیا کہتا ہے سوچنا ہو گا
پہلے تم دوستی کرو گے پھر آگے بڑھنا ہوگا
سوچ سمجھ کے قدم رکھنا پیار نبھانا ہوگا
بہت مشکل ہے منزل پیار کی پار کرنا ہوگا
بہت غم بہت دکھ تم وکی برداشت کرنا ہوگا
نہ مل سکا پیار تو پھر تم کیا کرنا ہو گا
یہ سب باتیں پہلے پیار سے سوچنا ہوگا
کچھ درد کے راستوں پر چلنا ہو گا
ان سب کو سہہ کے آگے بڑھنا ہوگا
پھر ملے گی منزل پیار کی تم کو
وکی اس منزل کو تم نے پانا ہو گا

چہرہ کہوں محبت ہو تم

چہرے پے چہرہ دیکھتے ہو تم
اصلی چہرہ کہوں محبت ہو تم
آج ہو گا ایک دن سر عام محفل میں
کیوں محفل میں آ کر چہرہ محبت ہو تم
ہو گا آج اس محفل میں ذکر تمہارا
اپنا ذکر سنا کر کیوں محفل سے جاتے ہو تم
آخر سچ بتا کیا ماجرا ہے تیرے پیار کا
کیوں اپنے اس چہرہ کو داغ لگاتے ہو تم
جو کچھ بھی ہے تیرے دل میں بیان کر
یہ محفل وکی کی ہے کیوں یہاں کرنے سے ڈرتے ہو تم

محبت کو پہچان چاہئے

پیار کی آنکھیں کھول کر دیکھنا چاہئے
دل کی بستی آباد کر کے دیکھنا چاہئے
ہو جو دل میں سوال کر کے دیکھنا چاہئے
جواب جو نہ ملے تو جواب دینا چاہئے
کر کے بات محبت کی پھر محبت چاہئے
نہ ملے محبت تو پھر آنکھیں بدل کر چاہئے
آج نہیں تو کل محبت ہو جاتی ہے
محبت کو محبت سے نبھانا چاہئے
پیار کی تو آنکھیں ہی : ہوتی ہیں
آنکھیں کھول کر پیار کرنا چاہئے
آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پہچان لیتا ہے وکی
غور سے دیکھ اس محبت کو پہچان چاہئے

دل کی کتاب بدل دی

دل کی کتاب بدل دی ہم نے
لکھنے کی بات بدل دی ہم نے
سوچنے کی عادت بدل دی ہم نے
دیکھنے کی نظر بدل دی ہم نے
لوگوں کی بات سننا چھوڑ دی ہم نے
اپنی مستی میں رہنے کی عادت اپنالی ہم نے
دنیا میں کیا رکھا ہے سوچ یار
اس لئے الگ دنیا بسا لی ہم نے
ظلم کرنے والوں کی عادت نہ بدلی
ظلم سہنے کی عادت اپنا لی ہم نے
ایک دن وہ آئے گا وکی چھوڑنا ہو گا
اس دن کی امید ہم نے رکھ لی ہم نے

......ایم لقمان اعوان

انتباہ! کالم ”اُبھرتے ہوئے شاعر“ شائع کرنے کا مقصد یہ ہے کہ نئے شاعروں کے کلام کو شائع کر کے لوگوں میں متعارف کروایا جائے اور اُن کی حوصلہ افزائی ہوتا کہ وہ بہتر سے بہتر لکھ کر مستقبل میں ایک کامیاب شاعر بن جائیں۔ مگر کچھ لوگ اس صرف اپنا نام شائع کروانے کے لئے کسی دوسرے شاعر یا کتابوں وغیرہ سے شاعری نوٹ کر کے ارسال کر دیتے ہیں۔ لہٰذا اس سلسلے میں ادارہ کو بہت سی شکایات موصول ہو رہی ہیں کہ کالم ”اُبھرتے ہوئے شاعر“ میں کچھ لوگ چوری شدہ شاعری بھیج دیتے ہیں اور اپنے نام سے شائع کرواتے ہیں۔ لہٰذا ادارہ نے فیصلہ کیا کہ جو قاری چوری شدہ شاعری بھیجے گا
اُس کی شاعری کالم ”اُبھرتے ہوئے شاعر“ میں شائع نہیں کی جائے گی اور اس ارسال کردہ مواد ضائع کر دیا جائے گا۔
نوٹ فرمالیں کہ کالم ”اُبھرتے ہوئے شاعر“ کے لئے اتنا مواد بھیجیں جو کہ ”جواب عرض“ کا ایک صفحہ بن جائے۔ اس سے کم مواد کو بھی کالم ہذا میں شامل نہیں کیا جائے اور زائد مواد ضائع کر دیا جاتا ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ آئندہ سے ان باتوں کا خیال رکھیں۔ شکریہ!
ادارہ

رشتے ناطے

”رشتے ناطے“ کالم کے لئے ہر ماہ بہت سے رشتے وصول ہو رہے ہیں۔ جو خواتین و حضرات اپنے رشتے فوری شائع کروانا چاہیں وہ اپنے شناختی کارڈز کی فوٹو کاپی بھی ارسال کریں۔ رشتے ناطے کالم میں اپنے رشتے شائع کرانے کے لئے اپنے خطوں کے رشتے ارسال کرتے وقت اپنے شناختی کاڈرز کی فوٹو کاپی ضرور ارسال کریں۔ جن رشتوں کے ہمراہ شناختی کارڈز کی فوٹو کاپی نہیں ہوگی وہ رشتے شائع نہیں کئے جائیں گے۔......ایڈیٹر

☆......گرین کارڈ ہولڈر ایک سینتیس سالہ بیوہ کے لئے رشتہ درکار ہے جو کہ امریکہ ایک ریاست میں رہائش پذیر ہے جہاں اس اپنی بوتیک اور اچھا خاصا کام چلتا ہے۔ ایک اچھی فیملی جو اچھے اور شریف اور لالچی لوگ نہیں ہوں۔ لڑکے کو بھی شادی کے بعد اپنے ساتھ لے جائے گی اور وہیں رہنا ہوگا۔ لڑکا شریف ہو اور اس میں کوئی بری عادت نہ ہو مثلاً نشہ وغیرہ اور اچھے کردار کا مالک ہونا چاہئے جو کہ اس کے ساتھ اس کے کاروبار میں بھی ساتھ دے۔ لڑکا کم از کم بی اے ہو۔ ذات برادری کی کوئی قید نہیں۔ خواہشمند حضرات خود یا والدین رابطہ کریں۔ (جاوید فاضل امتیازی-ساہیوال)

☆......میرا دوست جس کا اپنا کراچی میں سپر سٹور ہے۔ جس کی آمدنی لاکھوں میں ہے اور اکیلا ہے اس دنیا میں۔ اللہ کا دیا سب کچھ ہے کمی ہے تو بس گھر کو سنبھالے والی ایک بیوی کی ہے۔ میرے دوست کی تعلیم بی ایس سی اور عمر تقریباً اٹھائیس سال ہے جو کہ مغل فیملی سے تعلق ہے۔ خواہشمند لڑکیاں خود یا والدین رابطہ کریں۔ (جمشید علی-کراچی)

☆......ایک برسر روزگار پڑھے لکھے لڑکے کے لئے ایک پڑھی لکھی اور سلجھی لڑکی چاہئے۔ لڑکے کی تعلیم بی اے اور عمر ستائیس سال ہے اور ایک اچھے سرکاری عہدے پر فائز ہے۔ لڑکی کم از کم میٹرک ہو۔ لڑکی پیار کرنے والی اور گھر گرہستی میں ماہر ہو۔ خواہشمند والدین یا لڑکیاں خود رابطہ کریں۔ (عبدالرحمٰن سیف-سرگودھا)

☆...... میرے دوست کو رشتہ چاہئے گاؤں والی لڑکی کا رشتہ مل جائے غریب لوگوں کی مدد بھی کروں گا ہر دکھ سکھ میں ساتھ دوں گا۔ (امجد امین-سعودی عرب)

☆...... مجھے میرے ایک دوست کے لئے رشتہ چاہئے میرے دوست کی تعلیم ایف اے تک ہے اور اس کی عمر 24 سال ہے۔ والدین رابطہ کریں۔ (اسحاق علی-حیدر آباد)

☆...... رشتے کی تلاش ہے کھانا پکانے والی لڑکیاں رابطہ کریں۔ (فیاض الحسن-گوجرانوالہ)

☆...... رشتہ چاہتا ہوں، لڑکی کا لاہور کا ہونا ضروری ہے۔ خوبصورت لڑکی سے رشتہ چاہتا ہوں۔ (آفتاب قریشی-مظفر آباد)

☆...... مجھے میرے ایک دوست کے لئے لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ میرے دوست کا قد 5 فٹ 9 انچ، تعلیم گریجوایٹ ہے۔ خالی مس کال یا تنگ کرنے والوں سے معذرت۔ (شمس الحق-پشاور)

☆......ایک چوبیس سالہ خوبرو حسینہ کے لئے ایک اچھی فیملی سے رشتہ درکار ہے۔ لڑکا اچھے کردار کا مالک ہو اور تعلیم کم از کم بی اے ہو۔ لڑکی نے بی اے، ایل ایل بی ہے۔ لڑکا سرکاری ملازم ہو یا اپنا کاروبار ہو تو تعلیم ایف اے بھی چل سکتی ہے۔ خواہشمند حضرات یا والدین رابطہ کریں۔ (چودھری اصغر-چونیاں، قصور)

دُکھ درد ہمارے

"دکھ درد ہمارے" کالم کے لئے جو قارئین بھی اپنا دکھ شائع کرانا چاہتے ہیں وہ اپنے دکھ لکھ کر ہمراہ اپنے شناختی کارڈز کی کاپی بھی ارسال کریں۔ "دکھ درد ہمارے" کالم کے لئے جن قارئین کے شناختی کارڈز کی کاپی ہمراہ نہیں آئے گی ان کو "دُکھ درد ہمارے" کالم میں جگہ نہیں دی جائے گی۔ ایسے تمام قارئین کے آئے ہوئے خطوط

☆...... میری زندگی ایک جہد مسلسل کی طرح کٹ رہی ہے۔ ایسی شروع سے تو نہیں تھی۔ میں ایک اچھے کھاتے پیتے گھرنے میں پیدا ہوئی تھی اور ایک بہت ہی اچھے گھرانے میں بیاہ کر آئی تھی۔ میرا شوہر مجھ سے بہت زیادہ پیار کرتا تھا اور وہ ایک بہت اچھا انسان تھا۔ اس کا اپنا امپورٹ ایکسپورٹ کا کاروبار تھا۔ ہمارے تقریباً ہر ملک میں دفتر تھے اور ہمارا کاروبار اتنا وسیع تھا کہ ہم سے دولت کا کوئی شمار نہیں ہوتا تھا۔ پھر نہ ہم سے کیا غلطی سرزد ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا امتحان لینے کے لئے ہم سے سب کچھ چھین لیا۔ وہ مالک ہے کچھ بھی کرسکتا ہے۔ ہوا کچھ یوں کہ میرے شوہر اپنے والدین اور بہن بھائیوں کے ساتھ بیرون ملک جارہے تھے کہ راستے میں جہاز کریش ہوگیا اور ہماری پوری فیملی جاں بحق ہوگئی۔ اس حادثے میں ایک میں ہی بچی تھی۔ وہ بھی اس لئے میں کسی وجہ ان کے ساتھ نہیں گئی تھی۔ بس پھر کیا تھا کہ آہستہ آہستہ تمام جائداد نیلام ہوگئی کیونکہ کاروبار تو میرے شوہر ہی سنبھالتے تھے مجھے تو کچھ پتہ نہیں تھا۔ ہمارے منیجر صاحب نے بھی دھوکا بازی کی اور ساری جائداد پھر خود قابض ہوگیا اور مجھے دھکے مار کر گھر سے باہر نکال دیا۔ اس طرح وہ دن جائے اور آج کا دن میں دربدر کی ٹھوکریں کھاتی پھرتی ہوں اور بھیک مانگ کر کبھی کسی دربار پر تو کبھی کسی در پر۔ اللہ کا شکر ہے وہ جس حال میں بھی رکھے۔ میں کہتی ہوں کہ انسان کو اللہ کا شکر گذار رہنا چاہئے چاہے خوشی ہو یا غم۔ (عائشہ منیب-ملتان)

☆...... میری زندگی اچھی بھلی گزر رہی تھی کہ اچانک ایک طوفان آیا اور سب کچھ لے اڑا۔ میں چھوٹی تھی کہ میری ماں فوت ہو گئی تو میری آنٹی مجھے اپنے پاس لے گئی اور مجھے پالا پوسا اور پڑھایا لکھایا اور میری شادی کی۔ اس دنیا میں میرا آنٹی کے سوا اور کوئی نہیں تھا کیونکہ میرا باپ تو میرے پیدا ہونے چار ماہ پہلے فوت ہو گیا اور میرا کوئی بہن بھائی بھی نہیں تھا اس لئے میں اپنے ماں باپ کی اکیلی اولاد تھی۔ آنٹی جس آدمی سے میری شادی کی تھی وہ ایک فراڈیہ نکلا۔ وہ ایک جواری اور شرابی انسان تھا صرف اتنا ہی نہیں اس کا یہ کاروبار تھا کہ عورتوں سے شادی کرنا اور ان کو بیچ کر روپے کمانا۔ اس نے میرے ساتھ بھی ایسا ہی کیا۔ مجھے ایک غیر ملکی آدمی کے آگے بیچ دیا اور وہ مجھے لے کر بیرون ملک چلا گیا جہاں اس نے میرے بازارو عورت بنا دیا اور وہ پیسے کماتا رہا۔ میرا آنٹی سے رابطہ بالکل ختم ہو چکا تھا اور میں اپنی آنٹی سے بہت دور جا چکی تھی۔ اس وقت ٹیلی فون بھی بہت کم ہوتے تھے اس لئے ہمارے گھر میں ٹیلی فون بھی نہیں تھا کہ میں اپنی آنٹی سے رابطہ کرسکتی۔ ایک طرف تو وہ شخص میری کمائی کھاتا اور دوسری طرف مجھ پر بہت زیادہ تشدد بھی کرتا۔ میں اس زندگی سے بہت تنگ آ چکی تھی اور اللہ تعالیٰ سے میں دعائیں کرتی کہ یااللہ مجھے اس عذاب سے نکال دے۔ آخر اللہ تعالیٰ کے حضور میری دعا مقبول ہوئی کہ ایک دن وہ آدمی

باہر گیا تو دروازہ لاک کرنا بھول گیا تو میں نے موقع غنیمت جانا اور وہاں سے بھاگ نکلی۔ اب مجھے کوئی پتہ نہیں تھا کہ میں کہاں ہوں کس ملک میں ہوں۔ باہر سڑکوں پر پھرتے پھراتے مجھے پتہ چلا کہ یہ تو کوئی مشرقی ملک ہے۔ میرے پاس کچھ زیورات تھے جو میں ساتھ لے آئی ان کو بیچ کر میں نے خرچہ بنایا اور اپنے ملک کے ایجنسی تک رسائی حاصل کی اور اس طرح ایجنسی کے ذریعے میں اپنے ملک آنے میں کامیاب ہوگئی۔ جب یہاں پہنچی تو اپنی آنٹی کے گھر پہنچی تو پتہ چلا کہ آنٹی لوگ تو دو سال ہوئے ایک حادثے میں فوت ہو چکے ہیں اور پھر گیا تھا کہ میں پاگل سی ہوگئی کہ میں اس دنیا میں اکیلی رہ گئی ہوں اور پھر میں لوگوں کے گھروں میں کام کر اپنا پیٹ پالنے لگی۔ یہ دی میری دکھ بھری داستان۔ (روشن بی بی-سرگودھا)

☆...... میں ایک کھاتے پیتے گھرانے کا واحد چشم و چراغ اور منہ میں سونے کا چمچ لے کر پیدا ہوا تھا۔ میرے باپ کی اپنی پانچ فیکٹریاں تھیں اور تقریباً ہر ملک میں میرے باپ کی فیکٹریوں کے دفاتر تھے۔ ابھی میں مشکل سے دس سال کا ہوا تھا کہ میری ماں ایک موذی مبتلا ہو گئی اور اسی بیماری میں ایک دن وہ ہمیں چھوڑ کر مالک حقیقی کے پاس چلی گئیں۔ یوں میں اپنی ماں کے سائے سے محروم ہوگیا۔ میں چونکہ چھوٹا تھا اس لئے میرے باپ نے دوسری شادی کر لی۔ میری سوتیلی ماں مجھ سے سارا دن کام کرواتی اور پڑھنے نہ دیتا۔ سکول سے آتا تو سارا دن گھر کے کام کرتا رہتا اور سکول کا کام کرنے کا وقت ہی نہ ملتا تو اس طرح میں پڑھائی میں کمزور رہ گیا اور پھر میں امتحان میں فیل ہوگیا اس طرح تین مرتبہ لگاتار فیل ہوتا رہا تو میری سوتیلی ماں نے باپ سے کہا کہ اس کو سکول سے اٹھالیں کیونکہ یہ ہر سال فیل ہو جاتا ہے۔ پھر مجھے سکول اٹھا لیا گیا۔ سوتیلی ماں سارا دن کام کرواتی اور ساتھ میں تشدد بھی کرتی تو میں ذہنی طور پر بھی کمزور ہوتا چلا گیا اور اس طرح میں ذہنی مریض بن گیا اور پھر مجھے میں پاگل سا ہوگیا تو میری ماں نے میرے باپ سے کہہ کر مجھے پاگل خانے میں داخل کروا دیا جہاں میرا علاج ہوتا رہا۔ مسلسل پانچ سال کے علاج سے جب میں نارمل ہوا تو مجھے گھر بھیج دیا گیا۔ جب گھر آیا تو پتہ چلا کہ دو سال پہلے میرا باپ بھی ایک حادثے میں فوت ہوگیا ہے اور سوتیلی ماں تمام جائداد، گھر، فیکٹریاں وغیرہ سب کچھ بیچ کر کسی دوسرے ملک چلی گئی ہے۔ اس طرح میں لاوارث اور بے سہارا رہ گیا اور آج در در کی ٹھوکریاں کھاتا پھرتا ہوں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میرے لئے کوئی اچھا سبب پیدا کر دے اور میں بھی زندگی میں کوئی مقام حاصل کر لوں۔ (افضل شبیر-سیالکوٹ)

☆...... میری زندگی کی عجیب داستان ہے۔ میں تقریباً ایک اچھی فیملی میں پیدا ہوا تھا۔ میرے ماں باپ انتہائی شریف اور رحم دل والے تھے۔ میری پیدائش کے چند ماہ بعد میری ماں کو ایک موذی مرض لاحق ہو گیا جس کی وجہ سے وہ اس دنیا سے چل بسی۔ میرے والد ایک سرکاری ملازم تھے اور بہت تھوڑی تنخواہ ہونے کی وجہ سے ہمارا گزارا بہت مشکل سے ہو رہا تھا۔ میں چونکہ بہت چھوٹا تھا اس لئے میرے باپ نے دوسری شادی کر لی۔ جب میں کچھ بڑا ہوا تو میری سوتیلی ماں نے مجھے سکول داخل کروانے کی بجائے مجھ سے گھر کے کام کروانے شروع کر دیئے اور جب کوئی نقصان ہو جاتا تو مجھے بہت مارتی اور مجھ پر بہت زیادہ تشدد کرتی۔ اس طرح جب میں بارہ سال کا ہوا تو میرا باپ بھی فوت ہو گیا اور پھر سوتیلی ماں کا تشدد اور زیادہ ہو گیا اس طرح میں تشدد برداشت کرتا کرتا تنگ آ گیا اور ایک دن میں نے اپنی سوتیلی ماں کو قتل کر دیا تو مجھے عمر قید کی سزا ہو گئی۔ اس طرح مجھے جیل میں تقریباً سات سال کی قید کاٹ جیل سے رہا ہو گیا ہوں اور آج میرا اس دنیا میں کوئی نہیں میں اکیلا ہوں اور در در پر بھٹکتا پھرتا ہوں۔ ❖❖

ماں سے پیار کا اظہار

❀...... ماں کے دم سے ہے دل کی مراد پوری، ماں کے بنا ہے زندگی ادھوری، اٹھائے ہاتھ تو عرش ہلا دیتی ہے، خدا کو بھی کرنا پڑتی ہے ماں کی دعا پوری۔ (محمد شہباز گل- گوجرانوالہ)

❀...... میری ماں عظیم ماں ہے، ماں کی نافرمانی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا، ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔ (سفیر اداس موہری-مظفر آباد)

❀...... اگر کوئی چاہے کہ میں دونوں جہان میں کامیاب رہوں تو ماں کی قدر کرے اور اپنی ماں سے دعائیں لے۔ (وسیم صابر خٹک-کرک)

❀...... کہاں سے لاؤں وہ لفظ جو ماں کی تعریف میں شامل ہوں، ماں ہی ہر اک کی زندگی کی پہچان ہے۔ (ہمراز کاظمی-مظفر آباد)

❀...... میری ماں دنیا کی خوبصورت ترین ماں ہے، میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں۔ (خضر حیات بلوچ-میاں چنوں)

❀...... اگر چہ ماں نہ ہوتی تو ہم کسی مخلص پیار کی مثال نہ دے پاتے اور اگر ماں نہ ہوتی تو ہم کوئی مخلص قسم نہ کھا پاتے کیونکہ ماں تجھے سلام۔ (سیّد اظہر حسین شاہ-چنیر)

❀...... میں اپنی ماں سے بے حد محبت کرتا ہوں، میری ماں بھی مجھ سے بہت پیار کرتی ہے۔ میری ماں میری جنت، ماں تیری عظمت کو سلام۔ (نثار احمد حسرت-نور جمال شالی)

❀...... کائنات کی ہر جاندار اور بے جان تب بھی ماں جیسے رشتے کی چاشنی پوری نہیں ہو سکتی عورت ہر بار ملتی ہے مگر ماں ایک بار ملتی ہے۔ (محمد خاں انجم-دیپالپور)

❀...... ماں کے قدموں تلے جنت ہے، میری ماں ہی میرا سب کچھ ہے۔ (عارف حسین-جام پور)

❀...... زندگی اور آخرت میں اگر سکون چاہتے ہو تو اپنی ماں کی خدمت کرو تو دونوں جہان سنوار لو۔ (امداد علی عرف ندیم عباس تنہا-میر پور خاص)

❀...... کشمیر کے کھلتے پھولوں میں، کشمیر کی خوبصورت وادی میں اک خوبصورت ہستی رہتی ہے وہ ہے میری پیاری ماں۔ (شہزاد سلطان کیف-الکویت)

❀...... ماں ایک چمکتا ستارہ ہے، ایک کھلا ہوا پھول ہے، ایک پھول کی کلی ہے اور ایک نہ ختم ہونے والا پیار کا سلسلہ ہے۔ (پرنس مظفر شاہ-پشاور)

❀...... میری پیاری ماں آپ سدا خوش رہو اور اللہ پاک آپ کا سایہ ہمیشہ ہمارے سر پے قائم رکھے۔ (ضیافت علی-کوٹلی، آزاد کشمیر)

❀...... ماں اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہے، ماں وہ ہستی ہے جو اولاد کو کبھی دکھی نہیں دیکھ سکتی۔ (بہادر عاربانی-گھوئکی)

❀...... میں اپنی ماں سے جنون کی حد تک محبت کرتا ہوں، میری ماں میری زندگی ہے۔ قارئین بھائیو! میری ماں کی صحت کے لئے دعا کریں۔ (محمد ہارون قمر بیج پور ہزارہ)

❀...... ماں ایک ایسی ہستی ہے جس سے جتنا پیار کیا جائے اتنا کم ہے، مجھے اپنی ماں ہر چیز سے عزیز ہے۔ (اختر بیوس-تلہ گنگ)

❀...... اے ماں جب میں روتا تھا تو آپ کی لوری میرے کان میں سنائی دیتی تھی اور میں خاموشی سے سو جاتا، آج پردیس میں میں تنہا ہوں۔ (اسماعیل آزاد-کھر کوہ) دنیا میں اگر کوئی کسی سے سچی محبت کرتا ہے تو ایک ماں کی ذات ہے جو اپنی اولاد سے محبت کرتی ہے۔ (سیف الرحمٰن زخمی-سیالکوٹ)

❀...... وہ کتنی عظیم ہستی ہو گی جس نے پہلی بار اس رشتے کا نام ماں رکھا تھا۔ دنیا کی ساری مٹھاس سے زیادہ میٹھا لفظ ہے ماں، قسم سے۔ (محمد افضل اعوان-گوجرہ)

❀...... پیاری ماں میں آپ کے لئے ایک کیا ہزار قربانی دے سکتا ہوں پر میری حالت کو تو سمجھو۔ (زبیر ایس تنہا-میلسی)

❀...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتی ہوں، خدا میری ماں کو ہمیشہ خوش رکھے اور میری دعا ہے کہ اسے میری بھی عمر لگ جائے۔ (ثناء کنول-چکوال)

❀...... میری ماں سب سے اچھی ہے، مجھے مشکل وقت میں میری ماں کی دعائیں نکالتی ہیں۔ (نامعلوم-میاں چنوں)

❀...... ماں وہ ہستی ہے جس کا کوئی ثانی نہیں ہے، اللہ میری ماں کو ہمیشہ خوش رکھے۔ (نیلم شہزادی- فتہ بھنڈ)

❀...... ماں قدرت کا اک حسین شاہکار ہے، ماں قدرت کا حسین تحفہ ہے، ماں کے بغیر دنیا ویران ہوتی ہے، ماں ہی وہ واحد ہستی ہے جو سچا پیار دیتی ہے۔ (رانا وارث اشرف عطاری-گوجرانوالہ)

❀...... ماں کے بغیر گھر بہت ویران ہوتا ہے، ماں اللہ کا سب سے قیمتی تحفہ ہے، ماں کی خدمت کرو۔ (غلام مصطفیٰ عرف موجو)

❀...... ماں خوشی ہے، ماں سکول ہے، ماں دولت ہے، ماں شفقت ہے، ماں عزت ہے، ماں کے بغیر ساری دنیا ویران ہے، ماں اپنی اولاد کا سہارا ہے۔ (مریز بشیر گوندل-گوجرہ)

❀...... زمانے میں سچا پیار دیکھنا ہے تو ماں کو دیکھو، ماں مجھے تم بہت پیاری ہو، اللہ تمہیں لمبی عمر عطا فرمائے۔ (ایم یعقوب اعوان-چکوال)

❀...... تمام قارئین سے گذارش ہے کہ وہ میری ماں کے لئے دعا کریں کہ خدا میری ماں کو شفا دے اور وہ صحت یاب ہو جائے۔ (بے وفا ایم زیڈ اے-کراچی)

❀...... ماں اللہ پاک کی طرف سے دیا ہوا انمول تحفہ ہے لیکن افسوس ہماری ماں عرصہ دراز سے اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو گئی ہے، اللہ انہیں جنت الفردوس دے۔ (محمد صفدر دکھی-کراچی)

❀...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں، وہ زندگی میں میری ساری دنیا سے ایسا ہے میری ماں۔ (عبدالصمد ایس کے گبول-کراچی)

❀...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتا ہوں۔ بہن بھائیوں سے گذارش ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کی خوب خدمت کریں۔ (نبیل احمد گبول-کراچی)

❀...... ہم سب اپنی ماں سے بہت پیار کرتے ہیں، ہماری ماں ہمارے گھر میں چاند کی طرح ہے، اللہ ہماری ماں کو لمبی زندگی دے۔ (رائے اطہر مسعود سحر-214/9R)

❀...... ماں کی نافرمانی نہیں کرنی چاہئے اس لئے کہ ماں کی بددعا آسمان کو توڑ کر خدا کے پاس جاتی ہے۔ (چوہدری سعید آکاش-موہری)

❀...... غم کی وادی میں آنسوؤں کی برسات میں تنہائی کے لمحات میں صرف ماں کی دعا مجھ کو نجات دلاتی ہے ان سب مصیبت سے۔ (افسانہ آزاد-اسلام آباد)

❀...... میں اپنی ماں سے بہت پیار کرتی ہوں، ماں نہیں تو کچھ بھی نہیں، ماں ہے تو جہان ہے۔ (راحیلہ منظر-جھمرہ سٹی)

❀...... میں اپنی ماں سے بے حد پیار کرتا ہوں۔ خدا کرے کہ میری ماں کا سایہ ہمارے سروں پر سدا قائم رہے۔ (محمد عمر ساقی- نور جمال)

❀...... میری ماں مجھ سے بہت پیار کرتی ہے، میری ماں میری زندگی کا ستارہ ہے۔ (فیاض احمد چانڈیو-مظفر گڑھ)

❀...... ماں اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا انمول تحفہ ہے۔ پلیز اپنی ماں کی خدمت کرو، جنت کا ذریعہ ماں ہے، ماں کا منکر کبھی جنت میں نہیں جائے گا۔ (ذوالفقار علی سانول-ملک وال)

❀...... ماں تیری زندگی ہمیشہ سلامت رہے، دوستو! اپنی جنت کو کبھی ضائع مت کرو، والدین کی خدمت کرو، والدین کو کبھی ناراض مت کرو، جنت میں جگہ بناؤ۔ (شاہد اقبال خٹک-کرک)

غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو کیسا لگتا ہے؟

میری رائے میں غم کے بعد واقعی سچی خوشی ملتی ہے جیسے پیاسے کو ریگستان میں پانی ہے میری یہی دعا ہے کہ کسی کو غم نہ ملے سدا خوش رہو یہ ہے دعا میری پلیز کسی غم والے کا ساتھ دو۔ (محمد عباس جانی- چک نمبر 75/12L)

میری رائے میں غم کے بعد جب خوشی ملے تو دل باغ باغ ہو جاتا ہے، تمام غموں کو بھول جاتے ہیں۔ دماغ تر و تازہ ہو جاتا ہے لیکن حقیقی خوشی نہیں ملتی ہے۔ (عبدالرشید بزنجو-گڈانی)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو آدمی اپنے آپ کو بالکل ہلکا محسوس کرنے لگتا ہے، اللہ تعالیٰ ہر انسان کو خوشیاں نصیب کرے۔ (محمد ہارون قمر سیج پورہ ہزارہ)

میری رائے میں غم کے بعد جو خوشی ملتی ہے اسے اس کا اپنا ہی مزہ ہوتا ہے ہمیشہ غم کے بعد ملنے والی خوشی انسان کو راس آتی ہے۔ (اختر بیوس-تلہ گنگ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی کب ملے گی، عمر بھر صرف غم ہی ملے۔ (محمد اسماعیل آزاد- کھرکوہ)

میری رائے میں زندگی تو ہے ہی غم کے سفر کا نام، صبح بھی غم شام بھی غم بہادر زندگی کا نام بھی غم۔ (بہادر عاربانی بلوچ-گھوٹکی)

میری رائے میں غم کے بعد جب خوشی ملتی ہے تو انسان اپنے آپ کو ہواؤں میں محسوس کرتا ہے لیکن بعض لوگ دوسروں کی خوشی برداشت نہیں کر سکتے۔ (ضیافت علی-کوٹلی آزاد کشمیر)

میری رائے میں جب بھی انسان کو غم کے بعد خوشی ملتی ہے اس کو اک عجیب سی تازگی اور فرحت محسوس ہوتی ہے اور وہ ذہنی طور پر مطمئن سا ہو جاتا ہے۔ (عمران انجم ملک-تتہ پانی)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملے تو انسان بہت خوش ہوتا ہے جیسے اسے دوبارہ زندگی مل گئی ہو۔ (سفیر اداس موہری-مظفر آباد)

میری رائے میں اگر انسان کو غم کے بعد خوشی ملے تو وہ اپنے سارے غم بھول جاتا ہے۔ اس طرح غم کے بعد خوشی اچھی لگتی ہے۔ (شاہی ناز عمران-بھکر)

میری رائے میں لگتا تو اچھا ہے مگر یہی نظام قدرت ہے، غم کے بعد خوشی اور خوشی کے بعد غم۔ (محمد افضل اعوان- گوجرہ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی اور خوشی کے بعد غم یہ تو کوئی مجھ سے ہی پوچھے کہ کیا ہوتا ہے۔ جب تک میں اپنے محبوب کو ملا نہیں تھا تو اس کے غم میں روتا تھا، دن رات آنسو رکنے کا نام نہیں لیتے تھے۔ عرصہ دراز کے بعد جب وہ ملا اور چلا تو اب اس کی جدائی کے غم میں آنسو رکنے کا نام نہیں لیتے۔ (خلیل احمد ملک-شیدانی شریف)

میری رائے میں وقتی طور پر تو انسان خوش ہو جاتا ہے لیکن اسے وہ خوشی نہیں ملتی جو غم سے پہلے ملے اور وہ اس احساس کا اظہار کرتا ہے۔ (محمد صفدر دکھی-کراچی)

میری رائے میں جب غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو خوشی کی قدر بڑھ جاتی ہے، خوشی منانے کا مزہ ہی تب آتا ہے۔ (ذوالفقار تبسم- میاں چنوں)

میری رائے میں یہ کوپن اب ختم کر دیں کیونکہ یہ بہت شائع ہوا ہے، ہر قاری کی رائے سامنے آئی اب اس کی جگہ کوئی نیا کوپن شروع کریں۔ (بے وفا ایم زیڈ اے گبول-کراچی)

میری رائے میں جب غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو خوشی کے ساتھ غم کو بھی ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کیونکہ خوشی سے پہلے غم اور غم کے بعد ہی خوشی ملتی ہے۔ (مسٹر ایم ارشد وفا- گوجرانوالہ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو ایک انجانا سا خوف دماغ پہ چھایا رہتا ہے کہ یہ خوشی اور غم ایک دوسرے سے آنکھ مچولی کیوں کھیلتے رہتے ہیں۔ (خالد فاروق آسی- فیصل آباد)

میری رائے میں جب غم کے بعد اچانک خوشی ملتی ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے بے جان جسم میں جان آ گئی ہو جیسے بھٹکے ہوئے مسافر کو راستہ مل گیا ہو۔ (آسیہ چغتائی-لاہور)

میری رائے میں غم کے بعد جب خوشی ملتی ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے پیاسے کو پانی ملتے وقت ہوتی ہے خوشی۔ (جاوید اقبال جاوید- اچکرہ)

میری رائے میں اگر غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو اس خوشی کی انتہا ہی نہیں ہوتی۔ انسان غم بھول جاتا ہے اور زندگی میں خوشیاں ہی خوشیاں ہوتی ہیں۔ (ساگر محمد امین-لاہور)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو ایسے لگتا ہے جاناں جیسے خزاں کے بعد آ گیا ہو بہار کا موسم۔ (مجاہد ناز عباسی-سنجر پور)

میری رائے میں غم اور خوشی کا راز دن کی روشنی اور رات کے اندھیرے میں پنہاں ہے غم اور خوشی کا جوڑ ازل سے قائم ہے اور ابد تک رہے گا۔ (پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی-کراچی)

میری رائے میں غم کے بعد جب انسان کو خوشی ملتی ہے تو ایسا لگتا ہے کہ دونوں جہان کی خوشیاں مل گئیں۔ خدا خوشی کے بعد کسی کو غم نہ دے۔ (یاسر ساقی-مانسہرہ)

میری رائے میں تو پھر میں خدا پاک کا شکر ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ یااللہ تمام غمگین لوگوں کو بھی میری طرح خوش و خرم رکھ۔ (ایم یعقوب اعوان- چکوال)

میری رائے میں کبھی انسان کو آنکھوں میں آنسو لے کر جینا پڑتا ہے اور مسکراتا ہے وہ ہجوم میں بالکل تنہا ہوتا ہے بہرحال پھر بھی خوش رہتا ہے غم کے بعد جب خوشی ملتی ہے اس کا اپنا مزہ ہے۔ (ممریز بشیر گوندل-گوجرہ)

میری رائے میں یہ ہے کہ انسان کو خوشی ہو یا غم دونوں میں صبر سے کام لینا چاہئے۔ (غلام مصطفیٰ عرف موجو-جلیانہ)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی جب ملتی ہے تو انسان اپنے وجود میں اک نئی تبدیلی محسوس کرتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اک نئی دنیا میں آ گیا ہے۔ (رانا وارث اشرف عطاری- گوجرانوالہ)

میری رائے میں یہ ہے کہ غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو ایسا لگتا ہے کہ صحرا صحرا نہیں بلکہ سمندر ہو گیا ہے۔ (زبیر ایس تنہا-میلسی)

میری رائے میں کیا غم ہے کہ خوشی معلوم نہیں، اپنے ہیں کہ اجنبی معلوم نہیں، جن کے بغیر اک پل نہیں گزرتا، کیسے گزرے گی عمر معلوم نہیں۔ (ثناء کنول- چکوال)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو میں اپنے سارے غم بھول جاتا ہوں اور ایسا لگتا ہے کہ میں دنیا کا خوش نصیب انسان ہوں۔ (محمد سلیم بروہی-میر پور خاص)

میری رائے میں غم کے بعد خوشی ملتی ہے تو انسان ایسا محسوس کرتا ہے جیسا ساری دنیا کی خوشیاں اس کو مل گئی ہیں۔ (عبدالمجید احمد-فیصل آباد)

میری رائے میں بہت اچھا لگتا ہے کیونکہ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کسی بہت لمبی رات کے بعد صبح نکلتی ہے تو انسان بہت خوش ہوتا ہے۔ (کھوکھر ندیم شوکت-ٹکال)

میری رائے میں اس زندگی میں غموں کے سوا اور کیا ہے، ہر انسان اپنے غم میں رو رہا ہے، رہ انسان ہمیشہ اپنی خوشی کے بارے میں دعا کرتا ہے، خوش قسمت انسان کی دعا قبول ہوتی ہے، وہ خوشی دیکھ کر غم بھول جاتے ہیں۔ (شاہد اقبال خٹک-کرک)

میری رائے میں میری زندگی میں اب تک صرف غم ہی غم ہیں پتہ نہیں مجھے خوشی ملے گی بھی یا نہیں۔ (ایم شفیع تنہا-امرہ خورد)

آپ کا بہترین دوست کون ہے؟

میرا بہترین دوست میرے لئے سب دوست ہی اچھے ہیں لیکن عالمگیر گوجرانوالہ بہت اچھا دوست ہے۔ ایک تو وہ سچ بولتا ہے، دوسرا مشکل وقت میں ساتھ دیتا ہے کیونکہ خوشی کے وقت سب دوست ہوتے ہیں مزہ تو تب ہے کہ مشکل گھڑی میں ساتھ دے۔ خدا میرے دوست کوخوشی ۔ (محمد اقبال رحمن- سہکی بالا ہزارا)

میرا بہترین دوست میرا بہترین دوست میری تنہائی ہے کیونکہ تنہائی میں جواب عرض اور غزل لکھنے کا موقع ملتا ہے۔ کسی کی یاد ستاتی ہے اور روتا ہے تو تنہائی میں آنسو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ (محمد اسماعیل آزاد- کھرکوہ)

میرا بہترین دوست منظور شائن ہے جو کہ عرصہ آٹھ سال سے سعودی عرب میں ہے، کیوں ہے؟— "یہ ضروری تو نہیں اظہار تمنا اے دوست ...... دوست ہوتا نہیں ہر ہاتھ ملانے والا"۔ (محمد ہارون قمر سیج پور ہزارہ)

میرا بہترین دوست میں سب سے اچھا دوست وقار وکی ہے جو مجھ سے ناراض بھی ہوتو میرے مشکل ٹائم میں میرے ساتھ کھڑا ہوتا ہے مجھے اپنے دوست ہے۔ فخر ہے ایسے دوست آج کل بہت کم ملتے ہیں۔ (اختر بیوس- تلہ گنگ)

میرا بہترین دوست آئی اے ہے کیونکہ اس نے مجھے جینا سکھایا، میرے اندر حوصلہ پیدا کیا۔ میں جو ناامیدی محرومی میں جکڑا ہوا تھا اس نے نکال کر دنیا میں نئی امنگ سے جینے کا سہارا دیا۔ میری بیسٹ اینڈ گریٹ فرینڈ آئی! Thanks آپ کا۔ (مجید احمد جائی- ملتان)

میرا بہترین دوست عارف حسین کوٹ ادو ہے کیونکہ وہ میرے ساتھ ہر بات دکھ سکھ خیر کرتا ہے اور میں علی اس کے ساتھ ہر بات شیئر کرتا ہوں اور ہم ایک دوسرے کا ہر وقت پر ساتھ دیں گے یہی وجہ ہے کہ عارف حسین کوٹ ادو میرا بہترین دوست ہے۔ (عارف حسین لغاری- جام پور)

میرا بہترین دوست میرے بچپن کا دوست عبدالوحید وہاب جو میرے گاؤں کا ہے، وہ میرا بہترین دوست اس لئے ہے کہ وہ ہر مشکل وقت میں میرے کام آ جاتا ہے۔ میں خود پر فخر کرتا ہوں کہ میرے وہاب جیسے دوست ہیں، اس کی دوستی ایک مثالی دوستی ہے۔ (عبدالوحید ابرار- آواران)

میرا بہترین دوست محمد بلال ہے، کیونکہ وہ میرا بہت خیال رکھتا ہے اور بھائیوں سے بڑھ کر مجھ سے پیار کرتا ہے۔ (محمد عمیر مظہر سنی- تبکیاں)

میرا بہترین دوست شہزادہ عالمگیر تھا، میں اس سے بہت محبت کرتا ہوں لیکن وہ اس دنیا میں نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ شہزادہ عالمگیر کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے۔ (منان سحر آڑھتی- چوک اعظم)

میرا بہترین دوست ہے سواد خان خیر بخش ممتاز علی ثناء اللہ جلال عبدالرزاق نور حمید ذوالفقار علی یہ سارے میرے بہترین دوست ہیں۔ میں ان سب سے بہت محبت کرتا ہوں۔ (محمد خادم جنگ- ڈیرہ مراد جمالی)

میرا بہترین دوست میں تو ساری زندگی اچھے دوست کی تلاش میں ہی رہا ہوں نہ جانے کیوں کوئی اچھا دوست ملا نہیں۔ (ملک عرفان- عبدالحکیم)

میرا بہترین دوست نصیر مرحوم ہے کیونکہ وہ میرا بچپن کا دوست تھا اور جب وہ مجھے تنگ کرتا تو میں کہتا کہ میں ناراض ہوں آپ سے تو وہ کہتا کہ ناراض آپ ہیں میں تو نہیں۔ (اللہ دتہ بے درد- راولپنڈی کینٹ)

میرا بہترین دوست میرا اچھا دوست ایک ہے جس کی کبھی بھی ضرورت پڑتی تو وہ اس وقت وہ اپنی جان ہے اور اس دوست کا نام ملک محمد افضل طاہر۔ (محمد محسن ساغر- عارف والہ)

میرا بہترین دوست عمران ہے کیونکہ وہ ہر غم میں ہر خوشی میں میرا ساتھ دیتا ہے کا مجھے اس جیسا دوست پورے زمانے میں نہیں مل سکتا کیونکہ دوست ایک ہی اچھا ہوتا ہے اس جیسا کبھی دوبارہ نہیں ملتا۔ (ارمان سنگم- فیصل آباد)

میرا بہترین دوست میرے تمام دوست اچھے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مجھے اچھی اچھی نصیحت کرتے ہیں۔ اگر اجازت ہو نام وسیم ڈھکو، اے ڈی ناز، افضل ساگر علی عباس ڈھکو اور رحمان ڈھکو۔ (ندیم عباس ڈھکو- ساہیوال)

میرا بہترین دوست جس کا میں نام نہیں بتا سکتا بس اتنا کہوں گا کہ وہ بہت ہی اچھا ہے اس کی آواز اور اس کا باتیں کرنے کا انداز سب سے جدا ہے اس کی ہنسی کی آواز میرے دل کو بھاتی ہے اور وہ ہر روز مجھ سے بات کرتا ہے۔ (ایم اشفاق بٹ- لالہ موسیٰ)

میرا بہترین دوست چوہدری الطاف حسین دھی ہے۔ کیوں کہ وہ بہت ہی اچھے انسان ہیں اور اس لئے وہ ہمارے بہترین دوست ہیں۔ (غلام عباس- محمد پور دیوان)

میرا بہترین دوست میری ساس سفیلاں سلیم ہے، وہ میرے ہر غم اور خوشی میں ساتھ دیتی ہے، وہ مجھ سے بے پناہ محبت کرتی ہے، انہوں نے کبھی مجھ کو تنہا نہیں چھوڑا، وہ حسن اخلاق اور دوسروں کا ہاتھ بٹانے کی وجہ سے بہت اچھی لگتی ہے، میری نظر میں اس سے بہتر کوئی اور دوست نہیں۔ (نورین شاہد- کچہ موڑ)

میرا بہترین دوست میں ایک دوست بنانا چاہتا ہوں میرا بہترین دوست کوئی نہیں ہے اگر کوئی بنانا چاہتا ہے تو ساری زندگی وفا کرتا رہوں گا اور میں سچے دوست کی تلاش میں ہوں۔ (محمد صابر- جھونجھن والی)

میرا بہترین دوست میری جان ہے جو میرا دوست ہونے کے علاوہ میرے دل کا قرار میری روح کی پیاس ہے کیونکہ وہی تو میرے سر کا تاج اور وہی میرا غرور اور وہی میرا مان ہے۔ (آسیہ چغتائی- لاہور)

میرا بہترین دوست عبدالصمد ہے۔ وہ بہترین اس لئے ہے کہ اس نے ہر دکھ اور سکھ میں میرا ساتھ دیا کبھی مجھے اکیلا نہیں چھوڑا اپنا بھائی سمجھ کر وہ میرا ہر کام کرتا ہے کبھی اس نے مجھے کسی کام کے لئے مایوس نہیں کیا۔ (بے وفا ایم زیڈ اے گبول- کراچی)

میرا بہترین دوست دوستی سچے رشتے کا نام ہے۔ میرا بہترین دوست SK لکی مروت جو میرے سارے دوستوں سے عزیز ہے خدا اس کو ہر غم سے دور رکھے، میرے حصے کی خوشیاں اللہ اس کی جھولی میں ڈالے۔ (شاہد اقبال خٹک- کرک)

میرا بہترین دوست اشتیاق نقوی صاحب ہے جو کہ بہت اچھا دوست ہے اور اچھا اس لئے ہے کہ وہ میرے ساتھ جھوٹ نہیں بولتا ہمیشہ سچ بولتا ہے اور مجھے کبھی شکایت کا موقعہ نہیں دیتا۔ (جاوید اقبال جاوید- اچکرہ)

میرا بہترین دوست میرا سب سے اچھا دوست جواب عرض ہے اس کے علاوہ میرا کوئی دوست نہیں ہے۔ جواب عرض میری تنہائیوں کا ساتھی ہے۔ میرے غموں کا مداوا ہے، میری تمام چاہتیں جواب عرض کے لئے ہیں، میرا سب سے اچھا دوست جواب عرض۔ (شعیب شیرازی- جوہر آباد)

میرا بہترین دوست میرا بہترین دوست علم ہے جو ہر وقت میرے ساتھ رہتا ہے اور اس سے میری دوستی اور بروز بڑھتی اور پختہ ہوتی ہے علم میرا بہترین دوست ہے۔ (واجد نگینوی- کراچی)

میرا بہترین دوست حافظ بشیر سانول اور حافظ جاوید ہیں۔ ان دونوں نے ہر مشکل میں میرا ساتھ

دیا اور بہت وفادار دوست ہیں۔ (یاسر ساقی۔ مانسہرہ)

میرا بہترین دوست میرا گزرا ہوا ماضی ہے کیونکہ اس میں میں نے بہت سارے رشتے بنائے ہیں، بہت زیادہ دوست بنائے ہیں، اس لئے میں اپنے دوست (ماضی) کو کبھی بھی بھول نہیں سکتا۔ (ایم یعقوب اعوان۔ چکوال)

میرا بہترین دوست تب ہوتا جب میرا کوئی دوست ہوتا پھر میں کیسے ہوں کہ میں ایک اچھا دوست ہوں لیکن صرف کسی یادیں ہی میری اچھی دوست۔ (غلام مصطفیٰ عرف موجو۔ جلیانہ)

میرا بہترین دوست نثار حسرت کھاریاں ہے جو جواب عرض نے تحفے میں دیا ہے میرا دوست بہت اچھا اور مخلص ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر کسی کو بہترین دوست دے۔ (ممریز ثمر اعجاز گوندل۔ گوجرہ)

میرا بہترین دوست میرے سب دوستوں سے اچھا میرا دوست محمد عمیر ساقی ہے۔ خدا میرے دوست تم کو سدا خوش رکھے۔ (قمر عباس ساغر۔ نور جمال شالی)

میرا بہترین دوست میرے لور کا دوست آر ہے اس نے اس کے میرے ہر دکھ میں ساتھ دیا وہ اب مجھے (لور) چھوڑ سکتی ہے لیکن دوست کوئی نہیں۔ (زبیر ایس تنہا۔ میلسی)

میرا بہترین دوست ساحل ہے کیونکہ اس نے مجھے ایک نئی زندگی بخشی ہے۔ جینے کی راہ دکھائی ہے مجھے وہ پیار دیا ہے جس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔ وہ میرا دل میری یادوں کا گہوارہ میری آنکھوں کا نور اور آنسوؤں کا سمندر، میرے کان اس کی آواز کے متلاشی، میری زبان اس کی ملنے کے لئے دعاگو رہتی ہے۔ میرا دماغ اس کے خیالوں میں گم رہتا ہے مگر وہ ہے کہ...... (خلیل احمد ملک۔ شیدائی شریف)

میرا بہترین دوست میرا بہترین دوست تھا پر وہ اب میرا دوست نہیں ہے۔ (عبدالمجید احمد۔ فیصل آباد)

میرا بہترین دوست میرا بہترین دوست اب اس دنیا میں نہیں ہے، وہ خودکش دھماکے میں شہید ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی شہادت کا درجہ بلند فرمائے۔ (وسیم صابر خٹک۔ دوڑ خیل)

میرا بہترین دوست میرا بہترین دوست نثار احمد حسرت اور منیر شیر اقبال ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے مجھے کبھی بھی اداس نہیں ہونے دیا ہمیشہ میرے دکھ درد میں برابر کے شریک رہے ہیں۔ (ایم شفیع تنہا۔ امرہ خورد)

میرا بہترین دوست جواب عرض ہے۔ جب میں جواب عرض پڑھتا ہو تو اپنے سارے غم بھول جاتا ہو جواب عرض شہزادہ عالمگیر صاحب اللہ آپ کو جنت میں اعلیٰ مقام دے۔ (فیاض احمد چانڈیہ۔ مظفر گڑھ)

میرا بہترین دوست بہت بہت شکریہ کہ یہ کوپن شائع کیا، میری بہترین دوست میری بہت سی دوستیں ہیں، وہ سب بہت اچھی ہیں پر میری وہ دوست جس سے میں اپنے دل کی ہر بات کہہ سکتی ہوں وہ میری ڈائری ہے۔ (راحیلہ منظر۔ جھمرہ سٹی)

میرا بہترین دوست چوہدری شازیہ، عمران راہی ظفران۔ (چوہدری آکاش۔ موہری مظفر آباد)

میرا بہترین دوست میرا بہترین دوست صرف اور صرف ایک ہی ظفر حسین جو کہ بہت ہی مخلص اور وفادار دوست تھا لیکن افسوس ہے وہ اس دنیا سے کوچ کر گیا ہے ہماری دعا ہے خدا انہیں جنت الفردوس دے۔ (محمد صفدر دکھی۔ کراچی)

میرا بہترین دوست میرا بہترین دوست تو صرف اور صرف میرا ایک ہی دوست تھا جو میرا ہر وقت خیال رکھتا ہے اور مشکل مدد میں میرا ساتھ دیتا ہے، وہ صرف اور صرف میرا پیار سویٹ محبوب (اے S) ہے۔ (مسٹر ایم ارشد وفا۔ گوجرانوالہ)

میرا بہترین دوست میرے تنہائیوں کا ساتھی جواب عرض ہے کہ کیونکہ اس کی وجہ سے مجھے بہت کچھ ملا ہے۔ (خالد فاروق آسی۔ فیصل آباد)

آپ کی زندگی میں چاند کون ہے؟

میری زندگی کا چاند زندگی کا چاند میری غزل، میری تنہائی، میرا دوست، یہ سب زندگی کا چاند ہیں۔ (محمد اسماعیل آزاد۔ کھر کوہ)

میری زندگی کا چاند N تھا مگر اب کچھ باقی نہیں رہا، سب کچھ ختم ہو گیا ہے، سارے خواب ٹوٹ گئے ہیں۔ (محمد سلیم عاصی۔ حاصل پور)

میری زندگی کا چاند فقط میری امی جان تھیں جنہیں میں صمیم قلب سے چاہتا تھا پر افسوس تقدیر کے بے رحم ہاتھوں نے مجھ سے میرا سب سے قیمتی اثاثہ چھین لیا اور آج میں ہوں دنیا میں اکیلا۔ (عمران انجم راہی۔ تتہ پانی)

میری زندگی کا چاند آج کل کا دور مطلب ہے، آج کل کے چاند بھی مطلبی ہیں اس لئے میرا کوئی بھی چاند نہیں۔ (محمد آفتاب شاد۔ کوٹ ملک دوکوٹہ)

میری زندگی کا چاند میری ماں ہے جسے میں حد سے زیادہ چاہتا ہوں، میری ماں کی بدولت ہی میں چمکتے ستارے کی بدولت ہوں۔ (رئیس ارشد۔ خان بیلہ)

میری زندگی کا چاند کیا ہوگا چاند ہمیشہ تنہا ہے، وہ دوسروں کو روشنی تو دیتا ہے لیکن خود تنہائی کی زندگی گزارتا ہے میری طرح۔ (مجید احمد جائی۔ ملتان)

میری زندگی کا چاند میں ہر گھڑی تیرے خوش رہنے کی دعا کرتا ہوں، سنا ہے مسکرانے سے عمریں دراز ہوتی ہیں اے ماں! میری ماں ہی زندگی کا چاند ہے، خدا لمبی زندگی دے ماں کو۔ (محمد اقبال رحمٰن۔ سیہکی بالا ہزارہ)

میری زندگی کا چاند میرے ابو ہیں کہ جس نے مجھے تعلیم دلا دی، دنیا میں چلنے کا ڈھنگ سکھا دیا ورنہ بنا اس کے آج میں کیا تھا کون تھا مجھے خود پتہ نہیں۔ (عبدالوحید ابرار بلوچ۔ آواران)

میری زندگی کا چاند میرا دوست ہے، میرے جتنے بھی دوست ہیں وہ سب میری زندگی کے چاند ہیں۔ (محمد خادم جھنگ۔ ڈیرہ مراد جمالی)

میری زندگی کا چاند وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے عورت کے روپ میں میرے لئے بھیجا ہے یعنی کہ بیوی۔ (امین مراد انصاری۔ کراچی)

میری زندگی کا چاند شہزادہ عالمگیر تھا جس نے ہمیں اچھے اور برے میں تمیز سکھائی، اللہ تعالیٰ شہزادہ عالمگیر کو جنت میں جگہ دے۔ (منان سحر آڑھتی۔ چوک اعظم)

میری زندگی کا چاند میں ہر وقت اپنے چاند کی تلاش میں رہتا ہوں مگر ابھی تک مجھے میرا چاند نظر نہیں آیا۔ (ملک عرفان۔ عبدالحکیم)

میری زندگی کا چاند میرے ماں باپ اور دوست اور جواب عرض کیونکہ چاند تو وہ ہوتا ہے جو روشنی دے اور میری زندگی میں تو وہی روشنی لائے ہیں۔ (اللہ دتہ بے درد۔ راولپنڈی کینٹ)

میری زندگی کا چاند میری زندگی سب جواب عرض والے دوست چاند ہیں۔ (محمد محسن ساغر۔ عارف والہ)

میری زندگی کا چاند میری زندگی میں چاند جواب عرض اور میرے دوست اور والدین، عزیز رشتہ دار ہیں۔ (ندیم عباس ڈھکو۔ ساہیوال)

میری زندگی کا چاند میری زندگی کا چاند میرا بھانجا ہے کیونکہ اس کا نام بھی مون ہے اور وہ بہت شرارتی ہے، اس کی شرارتیں ہی مجھے پسند ہیں۔ (نامعلوم)

میری زندگی کا چاند میری ماں ہے کیونکہ جب میں شام کو گھر جاتا ہوں تو اپنی ماں کے سینے پہ اپنا سر رکھ دیتا ہوں تو میری ماں اپنا ہاتھ میرے سر پہ پھیرتی ہے تو میری تھکن دور ہو جاتی ہے۔ (ایم اشفاق بٹ۔ لالہ موسیٰ)

میری زندگی کا چاند میری زندگی کا چاند ایس ہے۔ (غلام عباس جتوئی-محمد پور دیوان)

میری زندگی کا چاند جس سے میں پیار کرتا ہوں جس کا میں انتظار کرتا ہوں جس کو میں سوچتا ہوں جس کو میں پوجتا ہوں جس کی محبت میرے دل میں بسی ہے وہ صرف میری اور میری G ہے۔ (محمد شہباز گل-گوجرانوالہ)

میری زندگی کا چاند میں جس کو اپنی زندگی میں چاند کی حیثیت دینا چاہتی ہوں مجھے نہیں لگتا وہ میری زندگی کا چاند بن سکے گا شاید ہماری کوئی اہمیت نہیں ہے۔ (نرگس ناز-سکھر)

میری زندگی کا چاند میرے والد صاحب اور چاندلی میری پیاری ماں اور ستارے میرے بہن بھائی جنہوں نے مجھے اس روشن مستقبل کے لئے راہ دکھائی۔ (شہزاد سلطان کیف-الکویت)

میری زندگی کا چاند میری دوست سلیم ہے جس سے میں بے حد محبت کرتی ہوں۔ (رخسانہ آفتاب-موضع چٹھہ مخدوم رشید)

میری زندگی کا چاند ہر وہ مسلمان جس کا قول و فعل اک ہو اور جو صرف اپنے والدین کے لئے سب کچھ ٹھکرا دینے کی ہمت رکھتا ہو آسمان کا چاند بھی اس پر فخر کرتا ہے۔ (عدنان حیدر-چوٹالہ)

میری زندگی کا چاند میرے وہ دوست ہیں جنہوں نے مجھے دوست ہونے کے قابل سمجھا، دوست سدا سلامت رہو۔ (میاں شکیل کشور-خان پور)

میری زندگی کا چاند میری پیاری سی بیوی ہے جو مجھ سے بہت پیار کرتی ہے اور میری خوشی کا بہت زیادہ خیال رکھتی ہے۔ (ایم خالد محمود سانول-مروٹ)

میری زندگی کا چاند میری سویٹ ماں ہے میری خدا ہے دعا ہے کہ میرا چاند اسی چمک دمک کے ساتھ چمکتا رہے اور میرے سر پر قیامت تک سایہ رہے۔ (ظہیر عباس انجم کمبوہ-حاصل پور)

میری زندگی کا چاند اس چاند کا کیا ذکر کروں جس کی روشنی ہی کسی اور کے لئے تھی جس کی چاندنی کسی اور کے آنگن میں بکھرتی رہی۔ (عثمان غنی-قبولہ شریف)

میری زندگی کا چاند جواب عرض میری زندگی کا چاند ہے۔ (محمد عرفان-دبئی)

میری زندگی کا چاند ایک ایسا انسان ہے جس نے لوگوں کی سوچ کو بدل کے رکھ دیا اور انہیں زندگی میں زندہ رہنے کے گر سکھائے وہ ہے ایک استاد کی شخصیت۔ (مہر محمد احسان نذیر-پسرور)

میری زندگی کا چاند میرے امی ابو ہیں، ان کے بغیر ہر طرف اندھیرا ہے۔ (نوید اشرف نظامی-کوٹ مومن)

میری زندگی کا چاند میری زندگی کا چاند میرے گھر والے ہیں۔ (نیلم شہزادی-فتہ بھنڈ)

میری زندگی کا چاند میری زندگی کا چاند میرا پیارا دوست محمد حیات ہے۔ (شفقت جاوید-شورکوٹ)

میری زندگی کا چاند S ہے وہ جہاں بھی ہو خدا اسے خوش رکھے۔ (سیف الرحمٰن زخمی-مقابر شریف)

میری زندگی کا چاند جواب عرض میں چھپی ہوئی ہے اور پتہ نہیں میرا چاند میری زندگی میں کب خوشیاں لے کر آئے گی۔ (میر احمد میر بگٹی-سوئی گیس فیلڈ)

میری زندگی کا چاند میری ماں اور سخی شہباز قلندر بابا ہیں ان دونوں نے میری ویران زندگی کو چاند کی طرح چمکایا ہے۔ (الٰہی بخش غمشاد-کیچ مکران)

میری زندگی کا چاند میری ماں ہے جس نے مجھے پڑھا لکھا کر اس قابل بنایا کہ میں دوسرے لوگوں کی مشکل وقت میں شاید کوئی مدد کر سکوں۔ (ضیافت علی-کوٹلی آزاد کشمیر)

میری زندگی کا چاند AA ہے جس سے میری زندگی کی تمام راہوں میں روشنی ہے۔ (محمد افضل اعوان-گوجرہ)

میری زندگی کا چاند میری زندگی کا چاند میرا دوست نثار احمد حسرت ہے۔ دعا ہے میرے دوست تو سدا خوش رہے۔ (میاں محمد عمیر ساقی-

کیا آپ ایک اچھے دوست ہیں؟

میں واقعی ایک اچھا دوست میں کیوں ایک اچھا دوست ہوں یہ مجھے بھی پتہ نہیں اگر میرا بیک گراؤنڈ معلوم کرنا ہو تو میرے دوستوں سے معلوم کر لینا۔ (محمد ہارون قمر سیج پور ہزارہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں اچھا دوست ہوں کیونکہ میرے پاس اشرف، جیلانی، عبدالستار اور ایس ایم ایس جیسے اچھے دوست ہیں۔ (محمد اسماعیل آزاد-کھرکوہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں ایک اچھا دوست ہوں اگر میرے ساتھ کوئی اچھائی سے پیش آئے تو میں ایک مخلص اور اچھا دوست ثابت ہوں گا۔ (اختر بیوس-تلہ گنگ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں پر آج کل کے دور میں اچھے دوست بہت کم ملتے ہیں کیونکہ آج کل مطلب کے دوست ہیں جو مطلب کے بغیر دوستی کرنا گناہ سمجھتے ہیں۔ (ضیافت علی-کوٹلی آزاد کشمیر)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں اچھا دوست ہوں، وفا بھی کرتا ہو مگر لوگ بے وفائی کر جاتے ہیں اس بات کا دکھ ہے۔ (سفیر اداس موہری-مظفر آباد)

میں واقعی ایک اچھا دوست فدنیا میں اچھے کام کرو تاکہ لوگ آپ کو دل سے یاد کریں اچھے لوگ یا اچھے دوست تلاش نہ کرو خود کو اچھا بناؤ۔ (سیف الرحمٰن زخمی-سیالکوٹ)

میں واقعی ایک اچھا دوست جی اپنی طرف سے تو اچھا ہوں مگر پتہ نہیں دنیا والے کیا سمجھتے ہیں، ہاں میرے کچھ دوست ہیں جو اچھی طرح بتا سکتے ہیں کہ میں کیسا ہوں۔ (محمد افضل اعوان-گوجرہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست بننے کی کوشش تو کرتا ہوں پر کبھی کبھی غلطیاں سرزید ہو جاتی ہیں جو دوستوں سے جدا کر دیتی ہیں کیونکہ میں بھی انسان ہوں کوئی فرشتہ تو نہیں۔ (عمران انجم ملک-ستہ یانی)

میں واقعی ایک اچھا دوست مجھے دوستوں نے دھوکہ دیا تب مجھے لگا کہ میں ایک اچھا دوست نہیں اس لئے مجھ کو دھوکہ دیا۔ (افسانہ آزاد-اسلام آباد)

میں واقعی ایک اچھا دوست یہ تو میرے دوست ہی بہتر بتا سکتے ہیں، میں تو اپنی طرف سے پوری پوری کوشش کرتا ہوں کہ میری وجہ سے کسی کی دل آزاری نہ ہو۔ (محمد عمیر ساقی-نور جمال)

میں واقعی ایک اچھا دوست مجھے علم نہیں ہے کہ میں اچھا ہوں یا برا یہ تو میرے دوستوں کو پتہ ہو گا۔ (فیاض احمد چانڈیہ-مظفر گڑھ)

میں واقعی ایک اچھا دوست نہیں ہوں کیونکہ اگر میں اچھا دوست ہوتا تو میرا دوست FK یوں مجھے روتا ہوا چھوڑ کے چلا جاتا۔ (خلیل احمد ملک-شیدانی شریف)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں کیونکہ میری ساری فرینڈز مجھ سے بہت پیار کرتی ہیں۔ (ثناء کنول-چکوال)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں کیونکہ میرے دوست میری تعریف کرتے ہیں اور میں اپنے دوستوں کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا ہوں اور میرا ہر دوست مجھ سے خوش ہے۔ (محمد سلیم بروہی-میر پور خاص)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہاں میں ایک اچھا دوست ہوں لیکن مجھ سے زیادہ یہ بات میرے دوست جانتے ہیں۔ (عبدالمجید احمد-فیصل آباد)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں کیونکہ میرے دوست بہت اچھے ہیں، وہ ہر مشکل وقت میں ایک دوسرے کے کام آتے ہیں۔ (کھوکھر ندیم شوکت-ٹکال)

میں واقعی ایک اچھا دوست یہ میں نہیں بتا سکتا لیکن یہ میں ضرور لکھنے جا رہا ہوں کہ جب آپ خود اچھے ہو تو دوست بھی آپ کے اچھے ہوں گے۔ (شاہد اقبال خٹک-کرک)

میں واقعی ایک اچھا دوست آپ خود اچھے یا برے نہیں ہوتے بلکہ آپ کا کردار آپ کو اچھا یا برا بنا دیتا ہے اور میرے دوست ہی بتا سکتے ہیں کہ میں کیسا ہوں۔ (ایم شفیع تنہا- امرہ خورد)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، میرے دوست بھی میری دوستی پر ناز کرتے ہیں۔ (وسیم سلطان صابر خنک-دوڑخیل)

میں واقعی ایک اچھا دوست اگر میں کسی کے لئے اچھا ہوں تو سب مجھے اچھا دوست کہیں گے اچھا دوست وہی ہوتا ہے جسے دوسرے اچھے لفظوں سے یاد کرتے ہیں۔ (ذوالفقار علی سانول-ملکوال)

میں واقعی ایک اچھا دوست نہیں اگر میں اچھا دوست ہوتا تو میرا دوست مجھے چھوڑ کر نہ جاتا۔ (زبیر الیس تنہا-میلسی)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں۔ (ذوالفقار تبسم-میاں چنوں)

میں واقعی ایک اچھا دوست 75 فیصد دوست ہوں 25 فیصد بننے کی کوشش کر رہا ہوں، اللہ سے دعا ہے کہ مکمل ہو جاؤں۔ (رائے اطہر مسعود سحر-فورٹ عباس)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں کیونکہ اچھے دوست ہونے کے لئے مخلص ہونا بہت ضروری ہے جو الحمدللہ خدا نے میرے اندر ایک جذبہ پیدا کر رکھا ہے جسے مخلص کا نام دیا ہے۔ (ممریز ثمر اعجاز گوندل-گوجرہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست اچھا دوست ہونا یا نہ ہونا یہ فیصلہ انسان خود نہیں کرتا اچھا لگتا کیوں کہ یہ فیصلہ تو ہمارے دوست ہی کر سکتے ہیں کہ ہم ان کو کیسے لکھتے ہیں۔ (رانا وارث اشرف عطاری-گوجرانوالہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں اپنی تعریف کرنا یا کروانا پسند نہیں کرتی یہ تو میرے دوستوں پر ہے ان کا کیا خیال ہے میری دوستی کے بارے میں۔ (بنت علی اکبر-منہالہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، کیونکہ میں کوشش کرتا ہوں کہ میں ہر ایک سے خلوص و محبت سے پیش آؤں۔ (خالد فاروق آسی-فیصل آباد)

میں واقعی ایک اچھا دوست یہ تو میرے دوست ہی بتا سکتے ہیں۔ (ایم یعقوب اعوان-چکوال)

میں واقعی ایک اچھا دوست یہ تو میرے دوست بتاتے ہیں کہ بہت اچھا ہوں۔ (امداد علی عرف ندیم عباس-میر پور خاص)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، ہر وقت کھلکھلا کر قہقہے لگاتا ہوں اپنے ساتھیوں سے مسکرا کر بات کرتا ہوں، میں زندہ دلی کا پیکر ہوں۔ (پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی-کراچی)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں اگر کسی کو شک ہو تو آزما کر دیکھ لے۔ (ظفر اقبال-چشتیاں شریف)

میں واقعی ایک اچھا دوست ثابت ہوں گا اگر کوئی مجھے اس قابل سمجھے تو۔ (یاسر ساقی-مانسہرہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، میں نے جس سے بھی دوستی کی وہی بے وفائی کر گیا۔ (محمد امین-لاہور)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں۔ (شعیب شیرازی-جوہر آباد)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں، مگر مجھے افسوس ہے کہ مجھے کوئی سمجھ نہیں پایا۔ (سید ہمراز نرائن-مظفر آباد)

میں واقعی ایک اچھا دوست جی ہاں میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں کیونکہ میں اپنے پیارے دوستوں کو کبھی دھوکہ نہیں دیتا۔ (مجاہد ناز عباسی-سنجر پور)

میں واقعی ایک اچھا دوست اچھا دوست بننے کی کوشش کرتا رہتا ہوں لیکن ابھی تک بن نہیں سکا۔ (جاوید اقبال جاوید-اچکرہ)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہوں۔ (سید اظہر-چنیر آزاد کشمیر)

میں واقعی ایک اچھا دوست ہاں میں اچھی دوست ہوں مگر میں دوستی نہیں کر سکتی کیونکہ دوستی میں دھوکے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ (کلثوم گبول-کراچی)

میں واقعی ایک اچھا دوست میں اچھا دوست ہوں کیونکہ میرے جتنے بھی دوست ہیں وہ سب مجھے بہت اچھا دوست کہتے ہیں۔ (نبیل احمد گبول-کراچی)

مجھے شکوہ ہے

مجھے شکوہ ہے آئی لاہور سے جو میرے خطوط کا جواب نہیں دیتی۔ (محمد رمضان شاہد-کبیر والہ)

مجھے شکوہ ہے اپنے آپ سے، میری فطرتی عادت ہر بات اگلے کے منہ پر کہہ دینا۔ (شہزاد سلطان کیف-الکویت)

مجھے شکوہ ہے اپنی جان PS بچیکی سے جو اپنے ماں کے ڈر سے میرے پیار کا جواب نہیں دیتی۔ (محمد اشرف زخمی دل-بچیکی)

مجھے شکوہ ہے ان دوستوں سے جو کہ وفا کے نام سے دوستی کرتے ہیں مگر نبھاتے نہیں۔ (سید نادر علی شاہ فراق-شاہ پور چاکر)

مجھے شکوہ ہے A راولپنڈی سے وہ اکثر مجھ سے بات کرتے کرتے کہیں کھو جاتی ہے۔ (غلام فرید جاوید-حجرہ شاہ مقیم)

مجھے شکوہ ہے F سے کہ وہ ہم کو بالکل تنہا کر کے خوش ہے۔ (ملک کامران علی-بھلانی)

مجھے شکوہ ہے اب شکوہ کروں بھی تو کس سے یہاں تو دور ہی اس قسم کا ہے کہ ہر کوئی قاتل بنا پھرتا ہے۔ (اللہ دتہ بے درد-لاہور کینٹ)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو کسی کی مجبوری کو نہیں سمجھتے اور ان کو بے وفا کہتے ہیں۔ (محمد جنید جانی-پشاور)

مجھے شکوہ ہے اپنے دوستوں بابر رانجھا، طاہر رانجھا، رضا رانجھا، قمر رانجھا اور عبدالرحمٰن سے یہ نماز نہیں پڑھتے۔ (ذکاء اللہ گوندل-کوٹ مومن)

مجھے شکوہ ہے خالد سانول، رانا وارث، صدا حسین صدا، اسلم جاوید، BR جہلم اور الیس بلوچستان سے جو میرے ساتھ رابطہ نہیں کرتے۔ (جاوید اقبال جاوید-اچکرہ)

مجھے شکوہ ہے قارئین کرام سے کہ وہ مجھ سے رابطہ نہیں کرتے۔ (اسدالرحمٰن بھنگو-شورکوٹ شہر)

مجھے شکوہ ہے آج کل کی نوجوان نسل سے کہ وہ نماز نہیں پڑھتے بس فضول کاموں میں اپنی زندگی ضائع کر رہے ہیں۔ (نثار احمد حسرت-نور جمال شالی)

مجھے شکوہ ہے مجھ کو شکوہ ہے ان دوستوں سے جو صرف مطلب کی دوستی کرتے ہیں۔ (ساجد اعوان ہزاروی-شیخوپورہ)

مجھے شکوہ ہے ان بہن بھائیوں سے جو بار بار مس کالیں دے کر مجھے اپنے کام یا نیند سے ڈسٹرب کرتے رہتے ہیں اور کچھ اس طرح کے بھی ہیں کہ بیک وقت سینکڑوں الیس ایم الیس بھیجتے ہیں۔ (عبدالرشید بزنجو-گڈانی)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو اپنی خوشیوں کی خاطر کسی اور کے گھر کو اجاڑ کر خوشی پاتے ہیں۔ (مظہر نذیر-کیوائی)

مجھے شکوہ ہے M سے کہ رات آئی خواب زندگی کا افسانہ تھا۔ (نامعلوم)

مجھے شکوہ ہے S سے جو میری محبت کا یقین نہیں کرتی۔ (غلام مرتضٰی تبسم-کسووال)

مجھے شکوہ ہے جواب عرض کے ایسے رائٹروں سے جو کہ جواب عرض میں بے کار تحریریں لکھتے۔ (عمر دراز ساحر-ذاکر آباد)

مجھے شکوہ ہے مدثر ندیم مدثر سے جو دوستی کے لئے جواب عرض میں کالم تو بھیجتے ہیں لیکن دوستی کی اصلیت کو نہیں جانتے۔ (مدثر علی مدثر-اگو چک)

مجھے شکوہ ہے مجھے کسی سے شکوہ نہیں، شکوہ کرنے سے دوسروں کا دل ٹوٹتا ہے۔ (مزمل حسین صدا-چک نمبر 5/14L)

مجھے شکوہ ہے ایڈیٹر سے کہ وہ اسلامی صفحہ نہیں لکھتے اور نہ ہی میری ماں کا کالم شائع کرتے ہیں۔ (حافظ محمد شفیق عاجز سلطانی-کوٹلی آزاد کشمیر)

مجھے شکوہ ہے اُن لوگوں سے جو دوستی کے نام پر دھوکہ دیتے ہیں۔ (محمد شوکت-مانسہرہ)

مجھے شکوہ ہے شہزادہ انکل سے پلیز انکل جی میری تحریریں ضرور شائع کیا کریں۔(کرن خان-ٹھٹھہ قریشی)

مجھے شکوہ ہے شفیق الرحمٰن سے، انہوں نے میرے دکھی دوست مزمل سے بے وفائی کر کے مزید دکھی کر دیا۔ (سعید احمد عرف مزمل فراز-کسووال)

مجھے شکوہ ہے ان حسین لڑکیوں سے ہمیں مس کالیں کرتی رہتی ہیں، جب فون کریں تو اٹینڈ نہیں کرتیں۔ (محمد ذیشان سعید-گوجرہ)

مجھے شکوہ ہے آج کل دوست تو نہیں مگر شکوہ ضرور ہے جس کا خلاصہ کلام محسن نقوی کے شعر میں لکھتے ہیں "عذاب دید میں آنکھیں لہو لہو کر کے ...... میں شرمسار ہوا تیری جستجو کر کے"۔ (معاویہ عنبر-ہڑپہ)

مجھے شکوہ ہے کہ میں نے جب کسی سے دوستی کرنا چاہی تو اس نے مجھے دوستی کے قابل نہیں سمجھا۔ (نوید احمد-لاہور)

مجھے شکوہ ہے اس دل سے کہ جب کوئی ہم سے ہنس کے بات کر لیتا ہے تو یہ دل اس کا ہی کیوں ہو کر رہ جاتا ہے۔ (اے آر راحیلہ منظر-جھمرہ سٹی)

مجھے شکوہ ہے شہزادہ انکل سے وہ کیوں دیر سے جواب عرض بھیجتا ہے۔ (محمد خادم جنگ- ڈیرہ مراد جمالی)

مجھے شکوہ ہے ان لڑکیوں سے جو پردہ نہیں کرتیں۔ (مختیار حیدر عسکری-ڈیرہ اسماعیل خان)

مجھے شکوہ ہے وقت اور حالات سے دونوں نے مل کر میری وفاؤں کو سر عام نیلام کیا اور زندگی کو تشنگی کے سوا اور کچھ نہ دیا۔ (محمد خان انجم-دیپالپور)

مجھے شکوہ ہے میرے ہاتھوں کی لکیروں سے کہ ان میں میری جان کی جدائی کب تک لکھی ہے۔ (عالمگیر-گوجرانوالہ)

مجھے شکوہ ہے اپنی جان S سے جو میری کال وصول نہیں کرتی۔ (امداد علی عرف ندیم عباس تنہا- میر پور خاص)

مجھے شکوہ ہے بے وفا لوگوں سے۔ (غلام مصطفیٰ عرف موجو-کراچی)

مجھے شکوہ ہے اپنے دوستوں سے، جنہیں میں دوستی جیسے مقدس رشتے میں اپنایا اور انہوں نے میرے سارے بھرم توڑ ڈالے۔ (رائے جاوید کھرل-فورٹ عباس)

مجھے شکوہ ہے ان لڑکیوں سے جو مجھے بلاوجہ تنگ کرتی ہیں۔ (محمد عرفان اکرم-فورٹ عباس)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جو بڑوں کا احترام نہیں کرتے اور ان کی بات نہیں مانتے۔ (محمد افضل جواد- کالاباغ)

مجھے شکوہ ہے N سے جو میرے پیر کو نہیں سمجھ پاتی۔ (سمیع اللہ سمعی-دری خیل)

مجھے شکوہ ہے ان لوگوں سے جنہوں نے مجھ سے میرا پیار چھینا۔(مصطفیٰ گل-کراچی)

مجھے شکوہ ہے ان سے جو روزہ نہیں رکھتے اور نماز ادا نہیں کرتے۔ (چوہدری محمد شمریز-راجہ چک)

مجھے شکوہ ہے ایس سے جس نے اپنی شاعری میں میرا نام صاف صاف لکھ دیا۔ (ڈاکٹر رئیس شاد-جہلم)

مجھے شکوہ ہے اپنے دوست عمر سلطان سے جس نے اپنی گرل فرینڈز کے لئے مجھے چھوڑ دیا۔ (ڈاکٹر عمران علی شیر- پھول نگر)

مجھے شکوہ ہے ان مسلمانوں سے جو آہستہ آہستہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ (قمر سلیم- گاؤں گوہر)

مجھے شکوہ ہے میں شکوہ کس سے کروں جب کوئی شکوہ سننے والا ہی نہیں۔ (عثمان غنی-قبولہ شریف)

مجھے شکوہ ہے بے وفا لوگوں سے جو بے وفائی کرتے ہیں۔ (نبیل احمد گبول-کراچی)

مجھے شکوہ ہے اپنے رشتے داروں سے جو ایک جھوٹے کا ساتھ دیتے ہیں اور سچے کو جھٹلا دیتے ہیں۔ (محمد آفتاب شاد-کوٹ ملک دوکوٹہ)

مجھے شکوہ ہے اس بے وفا سے جس یاد مجھے آج بھی تڑپا رہی ہے۔ (سردار اقبال مستوئی-سردار گڑھ)

پسندیدہ اشعار

آ

آج بازار میں پھول بکتے دیکھا تو قدم رک سے گئے دوست
کسی نے اک بار کہا تھا دوست پھولوں جیسے ہوتے ہیں
☆ ------- بہادر عاربانی بلوچ-گھوٹکی

آج کل کے تبسم میں وہ خاص بات کہاں
جاوید جس پہ کبھی مر مٹنے کو دل کرتا تھا
☆ ------- جاوید اقبال جاوید-اچکرہ

آج کی شام بھی قیامت کی طرح گزری
نہ جانے کیا بات تھی کہ ہر سانس پہ تم یاد آئے
☆ ------- غلام مصطفیٰ عرف موجو

آج جب موت آئی لینے ہمیں تو یہ کہہ کر واپس چلی گئی زبیر
کہ میں زندگی اُن کی لیتی ہوں جو زندہ ہوتے ہیں
☆ ------- محمد زبیر شاہد-ملتان

آج باغ میں کلی ہے کل گلاب ہو گا
مجھ سے شادی کر لو تم کو ثواب ہو گا
☆ ------- کاشف نعیم-فتح جنگ

آج یوں دل میں تری یاد آئی
جیسے ویرانے میں چپکے سے بہار آ جائے
☆ - پرنس عبدالرحمٰن گجر-گاؤں نین لانجھا

ا

اس سے زیادہ اور محبت کیا ہو گی فراز
تیری یاد بھی آئے تو سنور جاتے ہیں
☆ ------- شعیب شیرازی-جوہر آباد

ایک یاد ہی تیری رہ گئی ہے تو اُس کو بھی چھین لے
لیتا ہوں غم میں جس کا سہارا کبھی کبھی
☆ ------- ایم یعقوب-چکوال

ان پھولوں سے دوستی مت کرو
جو اک بار کھلیں اور مرجھا جائیں
دوستی ہم جیسے کانٹوں سے کرو
جو اک بار لگیں اور بار بار یاد آئیں
☆ ------- قمر اعجاز گوندل-گوجرہ

اب فرصت نہیں انہیں مجھے یاد کرنے کی
کبھی وہ شخص میری سانسوں سے جیا کرتا تھا
☆ ------- نیلم شہزادی-فتہ بھنڈ

اُسی کے نام سے وابستہ ہو کے جیتے تھے ساقی
اُسی نے ہم کو مار ڈالا زندگی بن کر
☆ ------- نثار احمد حسرت-نور جمالی

افسانہ جسے پیار کا انداز سمجھ بیٹھا ہوں
وہ تبسم، وہ تکلم، تیری عادت تو نہیں آزاد
☆ ------- افسانہ آزاد-اسلام آباد

اک دوست میری زندگی میں ایسا ہے
پھولوں میں گلاب جیسا ہے
میری دوستی کی ہر حد اُس پہ ختم ہوتی ہے
رہتا زمین پہ ہے مگر چاند جیسا ہے
☆ ------- سیّد اظہر حسین شاہ-چنیر

اس سے زیادہ اور کیا ہوتی صبر کی حد اے فراز
وہ مجھ سے لپٹ کر روتا رہا کسی اور کے لئے
☆ - عبدالصمد SK گبول-جلاب گوٹھ

اے جاناں تیرے شہر زیارت میں آیا ہوں چلا جاؤں گا
اک بار بزنجو کو جھانک کے دیکھ تیرا کیا جائے گا
☆ ------- عبدالرشید بزنجو

اس نے وعدہ کیا تھا محبت کو نبھانے کا
چند دنوں کا نہیں بلکہ پوری زندگی نبھانے کا
جب وقت آیا زندگی ساتھ نبھانے کا
یہ کہتے ہوئے ہو بدل گیا کہ یہ دستور تھا زمانے کا
☆ ---- عبدالوحید ابرار بلوچ-آواران

اس معصوم ظالم کی ظلمت کا یہ حال تھا صائم
وہ خود کو سزا دیتا تھا مجھ کو تڑپانے کے لئے
☆ ------- صائمہ-چکوال

اے میرے مالک کیا کمی ہے تیری خدائی میں
عطا کر دے مجھ کو فا کرنی
☆ ------- ندیم عباس ڈھکو-ساہیوال

اے دوست تنہائی میں جب یاد تمہاری آتی ہے
نکل جاتے ہیں آنسو جب تمہارا نام آتا ہے
☆ ------- شاہد سلیم-کچہ موڑ

اس نازک سے دل میں کسی سے اتنی محبت ہے
کہ جب تک آنکھ بھیگ نہ جائے نیند نہیں آتی
☆ ------- عدنان حیدر-چونالہ

اپنی یادوں کے چراغ ہمارے ساتھ رہنے دو
نہ جانے کس گلی میں زندگی کی شام ہو جائے
☆ ------- امین مراد انصاری-کراچی

اتنی سی داستان ہے فقط حسن و عشق کی
تو شمع بن گئی تو میں پروانہ بن گیا
☆ -- آفتاب احمد چوہدری-اسلام آباد

اک یہی آس ہی کافی ہے مرے جینے میں
دل نہیں آپ دھڑکتے ہیں میرے سینے میں
☆ ------- محمد حسین ظفر-منڈی ککن پور

اک دوسرے کے واسطے دونوں بنے فیاض
گلدان میرا دل ہے یاد تیری پھول ہے

اے ماں میری یہ عزتیں میری یہ شہرتیں
کچھ بھی نہیں بس تیرے قدموں کی دھول ہے
☆ ---- حافظ فیاض احمد کنول-ساہیوال

اب ہم بچھڑے تو شاید کبھی خواب میں ملیں
جس طرح سوکھے ہوئے پھول کتابوں میں ملیں
☆ ------- صادق سکندر بلوچ-مکران

ب

بس یہی سوچ کر قدم آگے بڑھایا میں نے واجد
کیوں میرا وجود بے نام و نشان رہے

☆ -------- پروفیسر واجد نگینوی-کراچی
بے کیف ہے تم بن جیون کیف
اس دشت میں خیمہ زن ہیں یادیں تیری
☆ -------- عبدالمالک کیف-ڈھرکی
بغیر کانٹوں کے پھول کب کھلا کرتے ہیں
بچھڑنے والے دوبارقسمت سے ملا کرتے ہیں
☆ ---- حافظ محمد شفیق عاجز سلطانی-کوٹلی
بچھڑ کے مجھ سے کبھی تو نے یہ بھی سوچا ہے
ادھورا چاند کبھی کتنا اداس لگتا ہے
اسے گنوا کے میں زندہ ہوں اس طرح محسن
کہ جیسے تیز ہوا میں چراغ جلتا ہے
☆ ------------ غفور شہزاد یومی-پسرور
بہت ستایا ہے کسی کی بے بسی یادوں نے اے زندگی
اب تو ختم ہو جا کہ اور رویا نہیں جاتا
☆ -------------- نوید اقبال ثاقب
بس اتنا ہی میرے بعد میری ذات کو
اگر کبھی یاد آؤں تو خدا سے میری مغفرت کی دعا کرنا
☆ -------- محمد عرفان (جاہانا)-اٹک

پ

پل بھر میں ہو جاتی ہیں رائیگاں عمر بھر کی محبتیں
تو کسی سے تاعمر ساتھ کی امید نہ رکھ راحیلہ
☆ ------ اے آر راحیلہ منظر-جمبرہ ٹی
پتھر بنا دیا مجھے رونے نہیں دیا
دامن بھی تیرے غم نے بھگونے نہیں دیا
تنہائیاں تمہارا پتہ پوچھتی رہیں
شب بھر تمہاری یاد نے سونے نہیں دیا
آنکھوں میں آ کے بیٹھ گئی اشکوں کی لہر
پلکوں پر کوئی خواب پرونے نہیں دیا
☆ امداد علی عرف ندیم عباس تنہا-کنری
پھر پلٹ آئی ہیں سردیوں کی لمبی راتیں
پھر تیری یاد میں جلنے کے زمانے آئے
☆ --------------- محمد عمیر مظہر سنی
پیار حد سے بڑھ جائے تو غم ملتے ہیں
یہی سوچ کے ہم ہر شخص سے کم ملتے ہیں
☆ ------ شہزاد سلطان کیف-الکویت
پیاسے تھے محبت کے یوں ہاتھ پھیلائے ہم نے
ورنہ عادت تو نہ تھی ہم کو بھیک مانگنے کی
☆ ---ایم افضل کھرل-گاؤں عظیم والہ

ت

تم اگر یاد رکھو گے تو عنایت ہو گی
ورنہ ہم کو کہاں تم سے شکایت ہو گی
یہ تو بے وفا لوگوں کی دنیا ہے
تم اگر بھول بھی گئے تو
☆ ------------------- ظفر اقبال
تجھے حق دیا ہے میں نے میرے ساتھ دل لگی کا
میرے دل سے کھیل جب تک تیرا دل بہل نہ جائے
☆ -------------- ثناء کنول-چکوال
تاعمر تیری دید کو ترسیں گی میری آنکھیں
دل کو تو وہم و گمان نہ تھا تیری جدائی کا
☆ ---- کھوکھر ندیم شوکت-راولپنڈی
تو اس شہر کے لوگوں کے حسن سلوک سے
واقف نہیں اے فراز
یہ تو اپنے محسن کو بھی سر عام سزا دیتے ہیں
☆ --------- ذیشان عالی-فیصل آباد
تجھ کو دن رات یاد کرتے ہیں میری آنکھوں کے آنسو
اگر ہو سکے تو ان آنکھوں کی پیاس بجھا جاؤ
☆ ---------------- ملک عرفان
تیرے پیار نے میرا سب کچھ رکھ دیا جلا کر
میں پھر بھی جی رہی ہوں تیری یاد سینے سے لگا کر
☆ ----------رخسانہ آفتاب-ملتان
تمہارے سرد لہجے نے ہمیں چونکا دیا ورنہ
محبت میں محبت سے دھوکے کھا رہے تھے ہم
☆ -------- میاں شکیل کشور-خان پور
تم مجھ سے دور تو تمہیں یاد بار بار کرتے ہیں
نجانے تم کس حال میں ہو ہم فریاد یہاں کرتے ہیں
☆ سردار اقبال خان مستوئی-سردار گڑھ
تمام عمر کسی کی یاد میں تڑپتا رہے گا دل
کاش! اسے اس بات کا احساس ہو جائے
☆ - عاشق حسین طاہر-منڈی نوتانوالی
تحریر میں کب سمٹتے ہیں درد لوگوں کے
خود کو بہلاتا ہوں ذرا ان کاغذوں کے
☆ ------ مدد حسین بلوچ-عارف والہ

ٹ

ٹوٹ کر نہ چاہو کسی کو آغاز سفر میں
بچھڑے گا تو ایک ایک ادا تنگ کرے گی
☆ ---- وسیم سلطان صابر خٹک-کرک
ٹوٹ جائے گا تیری انا کا محل اس وقت
جب ملے گی خبر تجھ کو کہ ہم یہ جہاں چھوڑ گئے
☆ ---------- جاوید شیخ جیدی-بیروالہ

ج

جب تم سے جدا ہوئے تو کسی کو خبر نہ تھی
تیرا مڑ مڑ کر دیکھنا وفا کو بدنام کر گیا
☆ ------ مسٹر ایم ارشد وفا-گوجرانوالہ
جتنی بھی محبت ملی سب بانٹ دی
دنیا والوں میں تبسم
جب ہم نے جھولی پھیلائی تو
درد کے سوا کسی نے کچھ نہ دیا
☆ -------------- مدثر سعید تبسم-اٹک
جو خواب ازل سے دیکھا تھا اس خواب کی یہ تعبیر ملی
ایک صبر شکن احساس ملا اک درد بھری تصویر ملی
☆ -------- شبیر حیدر واصف-خوشاب
جذبہ عشق سلامت ہے تو ان شاء اللہ
کچے دھاگے سے چلے آئیں گے سرکار بندھے
☆ ----------- رب نواز بھٹی-کنڈان

چ

چنا تھا اک پھول ہم نے بھی محبت کے باغ سے
سکھ بھری زندگی کو عذاب کر لیا فیاض
☆ -------------- فیاض احمد چانڈیہ
چمن میں پھول کھلتے ہیں خوشبو کچھ ایسی ہوتی ہے
میرا دل ٹوٹ جاتا ہے جب یاد تمہاری آتی ہے
☆ ------------ نورین شاہد-کچہ موڑ

ح

حیرت سے جو یوں میری طرف دیکھ رہے ہو
لگتا ہے کبھی تم نے سمندر نہیں دیکھا
☆ --------- مریہ بشیر گوندل-گوجرہ

خ

خوشبو کیوں نہ ہو گی میری گفتگو میں شاہین
میں نے ایک عمر گذاری ہے ایک پھول کے ساتھ
☆ ------ محمد سلیم بروہی-میرپور خاص
خوشبو گئی نہ دل سے نہ یادوں سے بے رخی
ظالم کے سارے نقش بڑے پائیدار تھے
☆ ---------- آسیہ کنول آسی-لاہور
خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے
☆ -------- عبدالستار نیازی-کھڈان

د

دنیا کا ستم تقدیر کا غم ہر حال میں سہنا پڑتا ہے
شکوے بھی زباں پہ آتے ہیں خاموش بھی رہنا پڑتا ہے
☆ ------------ منان سحر آزحتی-لیہ
دل والے محبت سے کنارہ نہیں کرتے
سہ جاتے ہیں غم مگر لب سے پکارا نہیں کرتے
خود سر پر اٹھا لیتے ہیں غم مگر
محبوب کی رسوائی گوارا نہیں کرتے
☆ -------- محمد شہباز گل-گوجرانوالہ
دل تو میرا ٹوٹ گیا مگر بجھ نہ سکی پیاس
تیرے بعد ہم نے نہ دیکھی شہزادہ عالمگیر کسی کی آس
☆ ---- منانس سحر آزحتی-سبزی منڈی
دل کا کیا ہے یہ تو جی لے گا تمہاری یادوں کے سہارے
قصور تو ان آنکھوں کا ہے جو ترستی رہتی ہیں تیرے دیدار کیلئے
☆ -------- شاہد رفیق تبسم-کھاریاں

ذ

ذکر اک روز پلٹنے کا کیا تھا تم نے
اک دیا دل کے اندھیرے میں جلا رکھا ہے
☆ ---- قاضی عبدالمنان-صادق آباد

ر

رانجھے نے تو ہیر کے لئے چھوڑا تھا تخت ہزارہ
پر ہمیں تو تیرے پیار میں بھول گیا ہائے جگ سارا
☆ -------------- تنویر خالد-میلسی

ز

زندگی میں تیرے کچھ نشان چھوڑ جائیں گے
آنکھوں میں تیرے کچھ ارمان چھوڑ جائیں گے
لے جائیں گے تیری دنیا سے اک کفن ہمراز
تیرے لئے سارا جہان چھوڑ جائیں گے
☆ -------- سید ہمراز نرائن-مظفر آباد
زہر بھی دیتے ہیں کہتے ہیں پینا پڑے گا
ہم پی بھی لیتے ہیں کہتے جینا پڑے گا
☆ -------- ذوالفقار تبسم-میاں چنوں
زندگی جب بھی کسی چیز کی طلب کرتی ہے
میرے ہونٹوں پہ تیرا نام مچل جاتا ہے
☆ سید اشفاق حسین نقوی-موڑ ایمن آباد

س

ستاروں کی بہاروں میں بھی
اے قمر تو اکثر اداس رہتا ہے
پھولوں کو تو دیکھو جو کانٹوں میں بھی
ہنس ہنس کے گزارا کرتے ہیں
☆ ------------ حماد ظفر ہادی-گوجرہ
ستارے چاند کے بہت قریب ہوتے ہیں
دل توڑتے ہیں وہی جو دل کو عزیز ہوتے ہیں
☆ ----------- غزالہ جبرائیل-لاہور
سر جھکاؤ گے تو پتھر دیوتا ہو جائے گا
اتنا مت چاہو اسے وہ بے وفا ہو جائے گا
☆ --- واصف علی آرائیں-نوشہرو فیروز
سوچا تھا تیری سادگی پہ لکھیں گے اک غزل
افسوس کہ تیرے معیار کے الفاظ نہ مل سکے
☆ -------- اولیس امجد-کھڈیاں خاص

ش

شاید اسی کا نام ہے مجبوری حیات
لمحات جو گزر گئے واپس نہ آ سکے
☆ ------------ مجید احمد جائی-ملتان
شکوہ کروں تو کس سے کروں
خود سے کروں یا تم سے کروں
میں جانتا ہوں نادان ہو تم
مگر بے وفا کہوں تو کس کو کہوں
☆ ------------- دین محمد بگٹی-کراچی
شاید ابھی پہنچی نہ ہو باب قبولیت تک دعا غالب
ساقی اک اور جام پلا دے کہ تو با ابھی سفر میں ہے
☆ ----------- حبیب الرحمان طارق
شب فرقت جدائی کے نہ جانے اور کتنے لمحے باقی ہیں
میں روز حشر تک درد جدائی سہہ نہیں سکتا
☆ ---------- مدثر عمران ساحل

ع

عمر بھر لکھتے رہے پر بھی ورق سادہ رہا
کون سے وہ لفظ تھے جو ہم سے تحریر نہ ہو سکے
☆ ---- توقیر اسلم رحمانی-منگرو وٹھہ شرقی
عدالت حسن کی ہو گی
مقدمہ تیرے عشق کا ہو گا
گواہی میرے دل کی ہو گی
اور مجرم تیرا پیار ہو گا
☆ ------ نبیل احمد گبول-جلاب گوٹھ
عدالت حسن کی ہو گی مقدمہ عشق کا ہو گا
گواہی میرا دل دے گا مجرم تیرا پیار ہو گا
☆ ----------- محمد امین مزاری-گھوٹکی

ف

فاصلے دل سے ہوا کرتے ہیں جدائی سے نہیں
یارو! چاہنے والے تو تصور میں ملا کرتے ہیں
☆ -------- صدا حسین صدا - کیلا سکے
فرشتوں سے بڑھ کر ہے انسان ہونا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ
☆ --- ثمرا اعجاز مریز بشیر گوندل - گوجرہ

ک

کسی کی خاطر محبت کی انتہا کر دو
پر اتنی بھی نہیں کہ اس کو خدا کر دو
مت چاہو کسی کو ٹوٹ کر اتنا بھی
کہ اپنی ہی وفاؤں سے اسے بے وفا کر دو
☆ - رانا وارث اشرف عطاری - وزیر آباد
کبھی وہ دن بھی تھے کہ
میں ترستا تھا تیرے دیدار کو
آج یہ دن بھی ہیں کہ میں اٹھتا ہوں
تو تیرا دیدار کر کے سوتا ہوں
☆ --- تصور علی حسرت کھوکھر - اگو چک
کتنا درد ہوتا ہے جب بچھڑتا ہے کوئی
جسم تو جسم روح بھی کانپ جاتی ہے
☆ ------------ ظفر نور بھٹو - اوباوڑہ
کبھی زندگی سے وفا کر کے روئے
کبھی موت کی دعا کر کے روئے
عجب سلسلے ہیں نماز محبت کے
کبھی ادا کر کے روئے کبھی قضا کر کے روئے
☆ -- محمد آفتاب شاد - کوٹ ملک دوکوہہ
کر دینا معاف مجھ کو بہت گنہگار ہوں میں
وکی کی زندگی کیسے گزری بے نام سی لکھتا ہوں میں
☆ ------ محمد لقمان اعوان - سریانوالہ
کیا خوشامد ہو رہی تھی دل کے لینے کے لئے
کیسے نظریں پھیر لیں مطلب نکل جانے کے بعد

☆ ------------- جنیدا اقبال - حضرو
کس طرح الوداع کریں، کس طرح جدا کریں
آنے کا وعدہ تم کرو، ملنے کی دعا ہم کریں
☆ ----------------- محمد محسن ساغر
کفن کا گھیرا کھول کر میرا دیدار تو کر لو
بند ہو گئی ہیں وہ آنکھیں جن سے تم شرمایا کرتی تھی
☆ ----------- حسنین عباس - اوکاڑہ
کاش میں بادشاہ ہوتا محبت کا قانون بنا دیتا
دو دل جدا کرنے والوں کو موت کی سزا سنا دیتا
کیوں ہوتا ہے یہ اعتبار کی دہلیز پہ اکثر
جو بہت اپنے ہوں وہ اپنے نہیں رہتے
☆ ------------ محمد شوکت - مانسہرہ
کچھ طبیعت میں بے چینی تھی
کچھ عشق کا روگ تھا
کچھ شہر کے لوگ تھے قاتل
کچھ مرنے کا شوق تھا
☆ ---------- شہناز ساگر - نواب شاہ
کسی کے ایک آنسو سے ہزاروں دل تڑپتے ہیں
کسی کا عمر بھر رونا یونہی بیکار ہوتا ہے
☆ --------- سلمان خان - آمان کوٹ
کوئی موسم ہو دل میں ہے تیری یاد کا موسم
کہ بدلا ہی اب تک تیرے بعد موسم
نہیں تو آزما کہ دیکھ لو کیسے دلا ہے
تمہارے مسکرانے سے دل نہ شاد کا موسم
☆ - محمد ارسلان احمد شانی - ڈھوک مراد
کتنا نازک بدن ہے میرے محبوب کا جگر
کہ ہاتھ میں جگنو پکڑ کر ہاتھ ہی جلا بیٹھا
☆ ------ عامر سہیل جگر بھٹی - سمندری

ل

لگا کے سینے میں چلی ہو تم کہاں
ابھی تو راکھ اڑنے میں تماشا اور بھی ہو گا
☆ --------------------- اختر بیوس

لگتا نہیں ہے کہ ساتھ نبھائے گا دیر تک
لیکن وہ مجھ کو بھول نہ پائے گا دیر تک
☆ ------ خالد فاروق آسی - فیصل آباد
لوگوں نے ٹھکرا دیا حال غریبی دیکھ کر اداس
ہم آج بھی انمول ہیں دوستی کے بازاروں میں
☆ ------ سفیر اداس موہری - پنج کوٹ

م

محبت کی راہ میں صرف رسوائی ملی
کبھی ملن تو کبھی جدائی ملی
آزاد بن کر دیکھا آزاد نے دنیا میں
میری قسمت میں صرف تنہائی ملی
☆ --------- محمد اسماعیل آزاد - کھر کوہ
مٹ جاتے ہیں وہ لوگ ریت کی دیوار کی طرح شاہد
اپنی جان سے بھی زیادہ جو کسی سے پیار کرتے ہیں
☆ ---------------- ضیافت علی - کوٹلی
میرے اندر اک دوڑ لگی ہے ایسے
تیری یادیں آگے ہیں دل کی دھڑکن پیچھے
☆ ---------- محمد افضل اعوان - گوجرہ
مت کھلونا میرے ماضی کی کتابوں کو اے ساقی
ہر اُس شخص نے بے وفائی کی جس پہ ہمیں ناز بہت تھا
☆ ---------- یاسر ساقی - لساں نواب
مقدر آزمانے یں زمانے بیت جاتے ہیں
مرادیں دل کی پانے میں زمانے بیت جاتے ہیں
محبت زندگی میں جو مشکل سے ملتی ہے
مگر اس کے نبھانے میں زمانے بیت جاتے ہیں
☆ ---- خلیل احمد ملک - شیدانی شریف
میں کیوں خود سے اسے پکاروں کہ لوٹ آؤ سحر
کیا اسے خبر نہیں کہ میرا دل نہیں لگتا اس کے بغیر
☆ - رائے اطہر مسعود سحر - فورٹ عباس
محبت کے بعد محبت ممکن ہے
لیکن ٹوٹ کر چاہنا صرف ایک بار ہوتا ہے
☆ --------- عبدالمجید احمد - فیصل آباد

مجھ سے شکوہ نہ کر میری محبت کا اے جانِ جاناں
ہم راہ الفت میں جان بھی دے دیں گے
☆ ---- ذوالفقار علی سانول - ملک وال
مجھے تیرے قافلے میں چلنے کا کوئی شوق نہیں ہے راحت
مگر تیرے ساتھ کوئی اور چلے مجھے اچھا نہیں لگتا
☆ ---------- محمد یٰسین شفیق - جہانیاں
مت کر انکار محبوب پاس آنے سے
خدا بھی روٹھ جاتا کسی کا دل دکھانے سے
☆ ------ بنت عابد علی شیر - لاہور کینٹ
مطلب ہو تو ہر سانس پہ یاد کرتے ہیں دنیا والے
بن مطلب کے کہاں وفا ہے ان مٹی کے انسانوں میں
☆ ---------- بے وفا ایم زیڈ اے گبول
میری آنکھ سے دیکھ تو کتنی حسین ہے
عارف کے دل سے پوچھ جس میں تو مکین ہے
سید عارف شاہ - جہلم
مل ہی جائے گا ہم کو بھی کوئی چاہنے والا ظہیر
شہر کا شہر تو بے وفا نہیں ہوتا
☆ --- ظہیر عباس انجم کمبوہ - حاصل پور
میت پہ میری آئے ہیں وہ کچھ اس ادا سے فراز
سب اُن پر مر مٹے میری لاش چھوڑ کر
☆ -------- محمد سلیم عاصی - حاصل پور
مجھے مسلمان سے کافر بنا کر فقط اس نے اتنا کہا ساحل
تم تو اپنے رب سے وفا نہ کر سکے ہم سے کیا کرو گے
☆ رئیس صدام حسین ساحل - خان بیلہ
مطلب ہو تو ہر سانس پہ یاد کرتے ہیں یہ دنیا والے ارشد
بن مطلب کے کہاں وفا ملتی ہے ان مٹی کے انسانوں سے
☆ ------------ رئیس ارشد - خان بیلہ
میں حد سے بھی زیادہ پیار کروں
وہ میرا ہو نہیں سکتا
اگر آسماں سے تارے توڑ کے بھی لاؤں
تو وہ میرا ہو نہیں سکتا
☆ --------- محمد اقبال رحمٰن - سہیکی بالا
میرے من کے آنگن میں کیوں اپنا روپ سجاتی ہو
سارے موسم بیت گئے اب سج دھج کر کیوں آتی ہو
برسوں پہلے میں نے چپکے چپکے چاہا تھا من میں
اب کیوں تم بچھتے وہ بن کر میرے خواب چراتی ہو
☆ ----- محمد خادم جنگ - ڈیرہ مراد جمالی
موسم جتنے روٹھے تھے سب لوٹ آئے
اسے کہو اک عمر ہوئی ہے اب لوٹ آئے
میں نے تو اس کو اتنی مہلت دی تھی کہ
جب وہ تنہا ہو جائے تب لوٹ آئے
☆ ---------------- نرگس ناز - سکھر
محبت کا بچھڑ جانا تو اک رسم ہے سانول
عجب بات تو یہ ہے کہ دوست بھی بے وفا ہو جاتے ہیں
☆ ---------- بشیر سانول - راولپنڈی
مت لکھا کر اپنے نام کے ساتھ میرا نام
کہیں تیری یہ عادت مجھ کو بدنام نہ کر ڈالے
☆ ----------- عابدہ رانی - گوجرانوالہ
محبت کی حقیقت سے ہم خوب واقف تھے بے بس
بس یونہی شوق ہوا تھا زندگی برباد کرنے کا
☆ ------------ شفیق اقبال - کرک
میری آنکھوں کی نمی کو کوئی تو دیکھے
میرے دل کا حال کوئی تو سیکھے
کیوں روتا ہوں میں ہر لمحہ
ہے کوئی تو میرے ہی حال پر لکھے
☆ ------ شوکت علی وفا - صادق آباد
میری ہر وفا پہ تم بھی وفا کرنا
نہ کبھی دوستی میں تم دغا کرنا
اپنی دوستی کا سورج کبھی غروب نہ ہو
تم بھی خدا سے بس یہی دعا کرنا
☆ --------- شہناز مجید - میرپور ماتھیلو
میری نماز جنازہ پڑھا دیا اوروں نے
مرا تھا جن کے لئے وہ رہے وضو کرتے
☆ ---------------- ایم وائی سچا - جدہ
میری زندگی کو برباد کرنے والے سن
تیری یادوں کے سہارے جی رہا ہوں

☆ -------- الٰہی بخش غمشاد - کیچ مکران
میں نے سجایا ہے تیرا نام دل کے پھولوں میں
میں نے سجایا ہے تیرا نام لبوں کے پھولوں میں
☆ ---- قاضی ایوب خان - گاؤں بابیہ
مجھے آج بھی یاد ہے جنوری کی وہ سرد راتیں
گھر والوں کے ڈر سے چپکے چپکے ملنا تیرا
☆ ------ جبرائیل آفریدی - ناصر آباد
میری زندگی کی مالک میرے دل پہ ہاتھ رکھ دے
تیرے آنے کی خوشی میں میرا دل مچل نہ جائے
☆ ---------------- محمد طارق - مکران

ن

نہ نگاہ پھیر ساقی نہ برت بے نیازی
ہم آئے ہیں تیرے پاس کئی راستے بدل کر
☆ --------- محمد ہارون قمر بیج پور ہزارہ
نہ جانے کیوں آج بہت اداس ہے ہمارا دل مزاری
لگتا ہے یہیں بھول جانے کا ارادہ کیا ہے
☆ ------------ علی نواز مزاری - گھونگی
نہ رویا کرو اس بے وفا کی یاد میں دن رات
وہ اپنی دنیا میں خوش ہے سہیل تیری دنیا اجاڑ کر
☆ --------------------- سہیل تنہا
نہ کروں یاد تو الجھ جاتی ہیں سانسیں
سمجھ نہیں آتی زندگی سانسوں سے ہے یا تیری یاد سے
☆ -------- غلام عباس جتوئی - محمد پور
نام تیرا تھا میری زباں پہ دعا کی طرح
وہ مجھے چھوڑ کے چلا گیا بے وفا کی طرح
☆ -------- محمد عارف بروہی - حب
نہ جانے کیا ہے اس کی اداس آنکھوں میں جانی
وہ نظر چرا کے بھی گزرے تو بے وفا نہیں لگتا
☆ محمد عباس جانی - چک نمبر 15/12L

و

وہ جس دن کرے گا یاد میری محبت کو آ کاش
تو بہت روئے گا وہ خود کو بے وفا کہہ کر

☆ ---------- چوہدری سعید آ کاش
وہ میرا سب کچھ ہے پر میرا مقدر نہیں
کاش! وہ میرا کچھ نہ ہوتا میرا مقدر ہوتا
☆ ---------- کلثوم گبول - کراچی
وہ شخص مجھے پیارا تھا اسے کہنا
وہی جینے کا سہارا تھا اسے کہنا
لوگ پیارے تھے بہت سے مجھے ثانی
مگر وہ سب سے پیارا تھا اسے کہنا
☆ ---------- فاروق احمد ثانی - چکوال
وہ کریں بھی تو کن الفاظ میں قسمت کا گلہ
جن کو میری نگاہ لطف نے برباد کر دیا
☆ ---------- محمد اسحاق انجم - کنگن پور
وہ بے وفا نہ تھا یونہی بدنام ہو گیا فراز
چاہنے والے بہت تھے کس کس سے وفا کرتا
☆ ---------- اعجاز علی - کھڈیاں خاص
وقت خوش خوش کاٹنے کا مشورہ دیتے ہوئے
رو پڑا وہ خود مجھ کو حوصلہ دیتے ہوئے
☆ ---------- محمد گل اعوان - بنوں
وہ لوگ تو میٹھی میٹھی نیند سو گئے دراز
اک ہم ہیں کہ مدتوں سے جاگ رہے ہیں
☆ ---------- عمر دراز بادشاہ - جڑانوالہ
وعدے پہ تم میرے اعتبار نہیں کرتے
ہم ذکر محبت سر بازار نہیں کرتے
ڈرتا ہے دل تیری رسوائی سے
اور تم سوچتی ہو کہ ہم تم سے پیار نہیں کرتے
☆ ---------- اکبر علی شاہین - یزمان

ہ

ہر آئینے کی قسمت میں تصویر نہیں ہوتی
ہر کسی کی ایک جیسی تقدیر نہیں ہوتی
کچھ ہوتے ہیں جیسے بدنصیب لوگ
جن کے ہاتھوں میں محبت کی لکیر نہیں ہوتی
☆ ---------- محمد امین - ستوکتلہ

ہوا کے رخ پہ جلتا ہے چراغ آرزو اب تک
دل برباد میں اب بھی کسی کی یاد باقی ہے
☆ ---------- ایم شفیع تنہا - امرہ خورد
ہنستے ہوئے چہروں کو غموں سے آزاد نہ سمجھو
ہزاروں غم چھپے ہوتے ہیں ہلکی سی مسکراہٹ میں
☆ ---------- نوید اختر سحر - کبیر والہ
ہے یاد ملاقات کی وہ شام ابھی تک
میں تجھ کو بھلانے میں ہوں ناکام ابھی تک
آ تجھ کو دکھاؤں تیرے بعد ستمگر
ویران پڑے ہیں یہ در و بام ابھی تک
☆ ---------- پرنس مظفر شاہ - پشاور
ہر چیز زمانے کی آئینہ دل ہوتی ہے
خاموش محبت کا اتنا تو صلہ ملا ہوتا
☆ --- اللہ دتہ بے درد - راولپنڈی کینٹ
ہے کوئی اہل دل جو خرید لے ہمارے مزاج کو
ہم زخم بھی خریدتے ہیں محبت کرنے والوں سے
☆ ---------- بدنصیب خورشید احمد - مانسہرہ
ہم نے انداز محبت دیکھا ہے انداز وفا نہیں سانولؔ
پنجرہ کھول بھی دو تو کچھ پنچھی جایا نہیں کرتے
☆ ---------- فخر سانولؔ - جنڈ
ہر آہٹ ہمارا احساس دلائے گی
ہر ہوا ہمارا قصہ سنائے گی
اتنی یادیں بکھیر دیں گے آپ کی زندگی میں
کہ نہ چاہتے ہوئے بھی ہماری یاد آئے گی
☆ ---------- ایم خالد محمود سانول - مروٹ
ہم روز اداس ہوتے ہیں اور شام گزر جاتی ہے
اک روز شام اداس ہو گی اور ہم گزر جائیں گے
☆ ---------- ظفر اقبال دردی - پاک پتن
ہم سے محبت کی نمائش نہ ہو سکی عابد
بس اتنا جانتے ہیں کہ بہت چاہتے ہیں تمہیں
☆ ---------- عابد رشید - راولپنڈی

ی

یاد تمہاری ہر پل مجھے ستاتی ہے عمران
کاش میں نے تجھے دل سے چاہا نہ ہوتا کبھی
☆ ---------- شاہی عمران - بھکر
یہ دکھ، یہ آہیں اور تنہائیوں کا جھرمٹ
عمران اس محبت نے تجھے کیا کچھ نہیں دیا
☆ ---------- عمران انجم ملک - ستہ پانی
یہ زندگانی تیرے بن بالکل ادھوری ہے ناز
کہ لوٹ آؤ اب تیرے بن جیا نہیں جاتا
☆ ---------- مجاہد ناز عباسی - سنجر پور
یہ آنسو بھی ایک پریشانی ہے
خوشی اور غم دونوں کی نشانی ہے
سمجھنے والوں کے لئے انمول
اور نہ سمجھنے والوں کے لئے صرف پانی ہے
☆ ---------- شاہد اقبال خٹک - کرک
یوں تو ہر لمحہ تیری یاد کا بوجھل گزرا
دل کو کچھ محسوس ہوئی شام کے بعد
☆ ---------- ایم اشفاق بٹ - لالہ موسیٰ
یہ عشق نہیں ہے آسان بس اتنا سمجھ لیجئے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے
☆ ---------- فیض جی - دربار تخی سرور
یاد آتا ہے بہت چھوڑ کے جانے والا
اب نہیں کوئی مجھ کو رلانے والا
جب بھی آئے گی میری یاد تڑپ جائے گا
اپنی دنیا کو میرے یار بسانے والا
☆ ---------- عارف حسین لغاری - جام پور
یادیں ترے سلوک کی ڈستی ہیں آج بھی
ملنے کی آرزوئیں ترستی ہیں آج بھی
☆ ---------- ڈاکٹر زاہد جاوید - وہاڑی
یوں جدائی کو میرا نصیب نہ بناؤ دوست
کہ جب تم لوٹ کر آؤ تو میرے پاس زندگی نہ ہو
☆ ---------- حبیب الرحمٰن

❀ ❖ ❀

شعری پیغام اپنے پیاروں کے نام

این، زیارت کے نام

فرصت ملے تو یاد کرنا
ہماری بھی کمی کا احساس کرنا
ہمیں تو عادت ہے آپ کو یاد کرنے کی
اگر ڈسٹرب کیا تو معاف کرنا
فیض اللہ مجاور - دربار تخی سرور

کنگن پور کے کسی بے وفا کے نام

نہ سہی کچھ مگر اتنا تو کیا کرتے تھے
وہ مجھے دیکھ کر پہچان لیا کرتے تھے
محمد اسحاق انجم - کنگن پور

حمزہ ستار، ساہیوال کے نام

دوستی سے ہی نکلتا ہے رشتہ دشمنی کا
ورنہ پہلے کون کسی کا رقیب ہوتا ہے
کیوں کریں گلہ اس کی جدائی کا ندیم
ہر کسی کا اپنا اپنا نصیب ہوتا ہے
ندیم عباس ڈھکو - ساہیوال

N شیخوپورہ کے نام

اجنبی سی ہو مگر نہیں لگتی ہو
وہم سے بھی ہو نازک وہ یقین لگتی ہو
ہائے یہ پھول سا چہرہ یہ گھنیری زلفیں یہ آنکھیں
میرے شعروں سے بھی تم مجھ کو حسین لگتی ہو
ماریہ چوہدری - شیخوپورہ

نفیس الرحمٰن، کھڈیاں خاص کے نام

وہ بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا
حبیب الرحمان طارق - جعفر آباد

ایس ایس آزاد کشمیر کے نام

جب لوگ ہی جذبوں کی توقیر نہیں کرتے
ہم بھی اپنا کوئی دکھ تحریر نہیں کرتے
دل چیرتا ہے اس کا روکھا پن
کرتی ہے زبان وہ کچھ جو تیر نہیں کرتے
رئیس ساجد کاوش - خان بیلہ

ایم گوجر خان کے نام

اپنوں کی چاہتوں نے دیئے اس قدر فریب
روتے رہے لپٹ کر ہر اجنبی کے ساتھ
محمد گل اعوان - بنوں

ایس میر پور کے نام

حقیقت کی رضامندی اے مجھ تو کیا جانے
میرا دل تجھے چاہتا ہے تیرے دل کی خدا جانے
حافظ محمد شفیق عاجز سلطانی - کوٹلی

وفا فیصل آباد کے نام

اسے شک ہے کہ میں اس کے لئے
جان نہ دے پاؤں گا وفا
مجھے یہ ڈر ہے کہ رو دے گا بہت وہ آزما کے مجھے
رانا وارث اشرف عطاری - گوجرانوالہ

ہشام جدہ کے نام

کون کہتا ہے میں تم کو بھول گیا ہوں یار
ہشام تو بھولنے والی چیز تو نہ تھا
ایم وائی سچا - جدہ

میر احمد میر بگٹی سوئی گیس فیلڈ کے نام

پا کے محبت کو نہ مسکرانا دین
مٹ جاؤ گے چوٹ کھانے کے بعد
دین محمد بگٹی - کراچی

ایم این لاہور کے نام

کتنی عجیب ہے اس شہر کی تنہائی بھی
ہزاروں لوگ ہیں مگر پھر بھی کوئی تم جیسا نہیں
تعلق توڑنے کا تم کسی سے بھی ذکر مت کرنا
میں لوگوں سے کہوں گا کہ اسے فرصت ہی نہیں
امداد علی عرف ندیم عباس تنہا - میر پور خاص

شوکت ڈسکہ والے کے نام

تم کو معلوم کیا اے اجنبی
دکھ کتنے ہیں دل میں میرے
تیری محبت مل جائے اک پل
شام زندگی کی ہو جائے
غفور شہزاد یومی - کنگرہ، سیالکوٹ

شہباز چنیوٹ کے نام

پھول کھل جائیں تو اس شاخ سے کم کم ملنا
اکثر دسمبر میں محبت پہ زوال آتا ہے
نوید اقبال - سرگودھا

کسی اپنے کے نام

وہی کارواں وہی راستے وہی زندگی رہی
مرحلے مگر اپنے اپنے مقام پر کبھی تم نہیں کبھی ہم نہیں
پرنس عبدالرحمٰن گجر - نین لانجھہ

زیڈ تہنگ سرگودھا کے نام

پہلے جو کہہ رہے تھے تیری محبت رہی تو نہ تھی
رو رو کے جو مانگ رہے تھے وفا بات رہی تو نہ تھی
ابھی تو بھول بیٹھے ہو کیا بات ہے
لگتا ہے کوئی اور مل گیا میری محبت میں کمی تو نہ تھی
سراج خان - کرک

این ساہیوال کے نام

اپنی ناراضگی کی کوئی وجہ تو بتائی ہوتی

ہم زمانے کو چھوڑ دیتے تجھے منانے کیلئے
محمد سلیم عاصی-حاصل پور

G.J لاہور کے نام

بہت خوش نصیب کل کی رات گزری
کچھ تنہا پر کچھ خاص گزری
نہ نیند آئی نہ خواب کوئی
بس تیرے خیالوں کے ساتھ گزری
جبرائیل آفریدی-ناصر آباد

ایس ایف کے دیپالپور کے نام

خوشبو کے جزیروں سے ستاروں کی حدوں تک
اس شہر میں سب کچھ ہے شازو بس تمہاری کمی ہے
حافظ فیاض احمد کنول-ساہیوال

سارے پاکستان سے سب دوستوں کے نام

حیات اک مستقل غم کے سوا کچھ بھی نہیں بے درد
خوشی بھی یاد آتی ہے تو افسوس کر
اللہ دتہ بے درد-پھلروان

A فیصل آباد کے نام

بے تاب ولولے ہیں تیرے انتظار کے
آرہے میری بہار دن آئے بہار کے
مدثر عمران ساحل-تلواڑہ

عمیر انور، شعیب انور جٹ، گلاں کے نام

نہ جانے اسے آنسوؤں سے اتنی محبت کیوں ہے
وہ بات بات پہ رونے لگ جاتی ہے
ہوتے ہیں اپنی آنکھوں میں آنسو بھی بے وفا
وہ جب بھی نکلتے ہیں تو کسی اور کی خاطر نکلتے ہیں
فاروق احمد شانی-چکوال

ایس مری کے نام

آج اداس ہوں تو کسی نے آواز نہ دی
کیا یہ مٹی کے لوگ کسی سے وفا نہیں کرتے
غلام مصطفیٰ عرف موجو-کراچی

اپنی جان کے نام

رگ رگ میں تیری یاد سمائے تو کیا کروں
دل سے تیرا خیال نہ جائے تو کیا کروں
دیوانہ نہیں ہوں کہ میں جاگوں تمام شب
مجھ کو میرا نصیب جگائے تو کیا کروں
صدا حسین صدا-کیلا سکے

شاعر اشفاق ساغر، دوکوٹہ کے نام

خرید سکتے تو اپنی زندگی بیچ کر بھی خرید لیتے
پر کچھ لوگ قیمت سے نہیں قسمت سے ملا کرتے ہیں
UBR-کمالیہ

AK ڈیرہ غازی خان کے نام

برسی اکھیاں جس کی یاد میں برسات کی طرح
وہ بھی بدل گیا میرے حالات کی طرح
یہاں جیتے جی انسان کو کوئی پوچھتا نہیں
پھر میت پہ کیوں آتے ہیں سب بارات کی طرح
سیف الرحمٰن زخمی-مقابر شریف

ملک محمد افضل طاہر، لاہور کے نام

جانے والے ترے قدموں کے نشاں باقی ہیں
ہم تو سجدے تیری راہوں میں کئے جائیں گے
محمد محسن ساغر-عارف والہ

محمد باقر ملتان کے نام

خوشیوں کے جزیروں سے ستاروں کی حدوں تک
اس شہر میں سب کچھ ہے بس تیری کمی ہے
شفقت جاوید بھنگو-شورکوٹ شہر

کسی اپنے کے نام

یاد آئیں گی تجھ کو اکثر میری وفائیں
جب تیری ذات کے صحرا سے چلی جاؤں گی
نیلم شہزادی-فتہ بھنڈ

سیّد مبارک علی شمسی، قائم پور کے نام

تیرے دل میں میرے لئے وہ پہلی سی محبت نہیں رہی
لگتا ہے خود کو تیری نظروں سے گرا چکی ہوں
ایس ایف-قائم پور

این سرگودھا کے نام

تیری نفرت میں وہ دم ہے
جو میری چاہت کو مٹا دے
میری چاہت کا سمندر
تیری سوچ سے بھی گہرا ہے
نوید اشرف نظامی-سرگودھا

جے ایس پیر محل کے نام

جس سے ہمیں بہت پیار تھا اس کو نہ مجھ پر اعتبار تھا
چھوڑ کر چلی گئی وہ مجھے جس کے بن جینا دشوار تھا
اظہر سیف دکھی-سکھیکی

این پھول نگر کے نام

وہ کہتا تھا تیرے جسم کا سایہ ہوں میں
شاید اس لئے اندھیروں میں ساتھ چھوڑ گیا
اتنی ہمت نہیں کہ کسی کو حال دل سنا سکیں عثمان
بس جس کے لئے اداس ہیں وہ محسوس کر لیں تو کیا بات ہے
عثمان غنی-قبولہ شریف

حاصل پور میں اپنے کزن کے نام

کسی نے محبت میں اس طرح دل توڑا
کہ لبوں پہ اس کا نام نہیں آتا
دل کو ہم بھی کہیں اور لگا لیتے
مگر ٹوٹا ہوا دل کسی کے کام نہیں آتا
ظہیر عباس انجم کمبوہ-حاصل پور

ایس لالیاں کے نام

نہ کوڑے وعدے کیتے کر
نہ کوڑیاں قسماں چاہاں کر
تیکوں کئی واری میں آکھیاں اے
ساکوں ول ول نہ آزمایا کر
تیری یاد دے وچ میں مر وہساں
ساکوں اتنا یاد نہ آیا کر
غلام شبیر پرنس-لالیاں

ایس گلس شریف کے نام

اے جان وفا میرا پیغام یاد رکھنا
ہاں میرا وعدہ وفا بھی یاد رکھنا
تو ازل سے میرا اور میں ازل سے تیرا
بس یہی پیغام یاد رکھنا
ذوالفقار علی سانول-ملکوال

سہیل شوکت کھوکھر، جہلم کے نام

رکھتے ہیں جو اوروں کے لئے پیار کا جذبہ
وہ لوگ بھی ٹوٹ کر بکھرا نہیں کرتے ندیم
کھوکھر ندیم شوکت-شاہ باغ

ایس بی کرک کے نام

ہم لوگ جو تنگ رہنے والے دل کو کسی دکھاتے نہیں
جو کرتا ہے ہم سے دوستی اس کو ہم ٹھکراتے نہیں
محمد رزاق اجنبی-قصور

ایم آر لاکھو بریار کے نام

میں اسی خیال سے آج تک اسے دل کی بات نہ کہہ سکا
کہ وہ درد و غم سے ہے بے خبر کہیں مسکرا کے نہ ٹال دے
انجم-قصور

ایم منڈی بہاؤالدین کے نام

تمام عمر کی بے تابیوں کا حاصل تھی
وہ اک رات جو پہلو یار میں گزری
عدنان احمد-منڈی بہاؤالدین

A راولپنڈی کے نام

وقت بدلتا ہے زندگی کے ساتھ
زندگی بدلتی ہے محبت کے ساتھ
محبت نہیں بدلتی اپنوں کے ساتھ
بس اپنے ہی بدل جاتے ہیں وقت کے ساتھ
ندیم اقبال قریشی-بھریا روڈ

محمد اسد خان کائنات جھنگ کے نام

یہ اچھا ہے کہ ہم اچھے نہیں اداس
کسی کو دکھ تو نہیں ہوتا ہم سے بچھڑنے کے بعد
منظور اکبر اداس-جھنگ

AR مروٹ کے نام

میرے من کے آنگن میں کیوں اپنا روپ سجاتے ہو
سارے موسم بیت گئے اب سج دھج کر کیوں آتے ہو
برسوں سے میں نے چپکے چپکے چاہا تھا من میں
اب کیوں تم پچھتاوہ بن کر میرے خواب چراتے ہو
ایم خالد محمود سانول-مروٹ

سب دوستوں کے نام

دیکھ لو آپ کو سلام بھیجے نہیں
اپنے اجڑے دل کے ارمان بھیجے ہیں
تم تو بھلا بیٹھے ہو
ہم نے کتنے پیغام بھیجے ہیں
ظفر نور بھٹو-اوباوڑہ

بہادر عار بانی بلوچ گھوٹکی کے نام

اپنی تصویر میں تو کچھ ہی سلسلہ لکھے ہیں
کوئی اپنا کر بھول گیا کسی نے بھول کر اپنا لیا
عبدالصمد SK گبول-جلاب گوٹھ

سید علی عباس منڈی بہاؤالدین کے نام

کرو کرم یا ستم کرو گلہ ہم کرتے نہیں
یقیناً پھول خزاں میں کھلا کرتے ہیں
ملا دو ہمیں خاک میں مگر یاد رہے
مجھ کیسے دوست دوبارہ ملا کرتے ہیں
سید اظہر حسین شاہ-چنیر آزاد کشمیر

میری بھتیجی ایم، پیرودھائی موڑ کے نام

مانگ لئے ہیں تیری زندگی کے بھی دکھ یہ کہہ کر خدا سے
یارب وہ بہت معصوم ہے اس کی حفاظت کرنا
ندیم شوکت-اسلام آباد

KK چتوکی کے نام

کاش خوشیوں کی کوئی دکان ہوتی
مجھے اس کی پہچان ہوتی
بھر دیتا آپ کا دامن خوشیوں سے
چاہے ان کی قیمت میری جان ہوتی
تنویر خالد-دوکوٹہ

مصطفیٰ گل کراچی کے نام

میرے ہاتھوں میں جدائی کا جام ہے
اس شہر میں پینا بھی عام ہے
دیدار کی حسرت لئے اے دلبر
میری زندگی اک ویران شام ہے
الٰہی بخش غمشاد-کیچ مکران

YN گوادر کے نام

یہ تمہارا وہم ہوگا کہ ہم تمہیں بھول جائیں گے
وہ کوئی اور نگر ہوگا جہاں بے وفا لوگ بستے ہوں گے
عمران فنا-حب ڈیم

وائی این لاہور کے نام

دل کی دھڑکن بنا لوں گا
تجھے تجھ سے چرا لوں گا
بس اتنا ہی کہوں گا تو نہ ملی مجھ کو
تو میں خود کو مٹا لوں گا
ارمان سنگم-فیصل آباد

نذیر احمد جوئیہ اسلام آباد کے نام

کبھی ٹوٹا نہیں میرے دل سے تیری یاد کا طلسم فراز
گفتگو جس سے بھی ہو خیال تیرا ہی رہتا ہے
نبیل احمد گبول-جلاب گوٹھ

اپنی ایس راولپنڈی کے نام

یہ الگ بات ہے کم ہم سے اظہار نہ ہو سکا اے فراز
لیکن ہم نے اسے چاہا ہے پیار کی حدیں توڑ کر
قیصر مسعود-چکوال

حمزہ خان پشاور کے نام

تیری دوستی نے دیا ایسا سکون
کہ تیرے بعد کوئی اچھا نہ لگے
تو نے کوئی ہے بے وفائی تو اس ادا سے کر
کہ تیرے بعد کوئی بے وفا نہ لگے
پرنس مظفر شاہ-پشاور

شہزادہ عالمگیر ایڈیٹر جواب عرض کے نام

وہ لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھو دیے
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر
شعیب شیرازی-جوہر آباد

کسی اپنے کے نام

اس نے ہمیں یہ سوچ کر الوداع کہہ دیا محسن
یہ غریب لوگ ہیں محبت کے سوا کیا دیں گے
آفتاب احمد-اسلام آباد

رسول شاہ آر مجبور پشاور کے نام

ہم نے تو ہاتھوں کی لکیروں کو بھی کھرچ ڈالا
کسی عالم نے کہا تھا میرا یار بے وفا ہو گا
بشیر سانول-واہ کینٹ

ایس شیخوپورہ کے نام

اس دنیا میں وفا کرتا کوئی نہیں
باغوں میں پھول گرتے ہیں بٹھاتا کوئی نہیں
محبت تو سب ہی کرتے ہیں
مگر نبھاتا کوئی نہیں
سیّد عارف شاہ پریمی-جہلم شہر

بھریارروڈ کے دوستوں کے نام

دوستی گناہ ہیت و ہونے نہ دینا
دوستی خدا ہے تو کھونے نہ دینا
کرتے ہو دوستی جب کسی سے
کبھی اس دوست کو رونے نہ دینا
واصف علی آرائیں-بھریارروڈ

G آزاد کشمیر کے نام

یہ زندگانی تیرے بن بالکل ادھوری ہے
کہ لوٹ آؤ اب تیرے بن جیسا نہیں جاتا
مجاہد ناز عباسی-سنجر پور

اطہر بھائی مرحوم سردار گڑھ کے نام

آنکھوں سے ٹوٹا اشک اٹھاؤں کیسے
تیری یادوں سے جی چراؤں کیسے اطہر بھائی
چہرہ تیرا ہر طرف دکھائی دیتا ہے اطہر بھائی
گرتا ہے جو بھی آنسو وہ نام لیتا ہے اطہر بھائی
سردار اقبال خان مستوئی-سردار گڑھ

A زندگی کرک کے نام

وہ ہم سے خفا ہے کہ ہم دوسروں کو
دیکھ کر مسکراتے ہیں
کوئی اس سے پوچھے کہ وہ ہر ایک کی
صورت میں ہمیں کیوں نظر آتی ہے
وسیم صابر خٹک-کرک

تابندہ ہستال کے نام

اس کی دوری نے چھین لی ہیں شرارتیں میری مجھ سے
اور لوگ سمجھتے ہیں کہ بہت سلجھ گئے ہیں ہم
صائمہ-مرید

رانا نبیل احمد فیصل آباد کے نام

اس کے چہرے پر اس قدر نور تھا
کہ اس کی یادوں میں رونا بھی منظور تھا
بے وفا بھی نہیں کہہ سکتا میں اسے
کیونکہ پیار تو میں نے کیا تھا وہ بے قصور تھا
عبدالمجید احمد-فیصل آباد

الف کراچی کے نام

میں تنہا تھا مگر اتنا نہیں تھا
تیرے بارے میں جب سوچا نہیں تھا
تیری تصویر کو دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا
کمرے میں میرے جب آئینہ نہیں تھا
ذیشان عالی-فیصل آباد

صرف ایس کے نام

بڑی سوچ چھوٹا دماغ ہے تیرا
کیا سمجھے گا تو اس دنیا کو یہاں کون ہے تیرا
کرنا ہے تو یاد کر اس اپنے خدا کو
پھر دیکھا اس دنیا میں وکی کون ہے تیرا
محمد لقمان اعوان-[illegible]

جنید جانی پشاور کے نام

بھیگی ہوئی شام کی دہلیز پہ بیٹھے
میں دل کے سلگنے کا سبب سوچ رہا ہوں
دل کی تو عادت ہے بدل لیتی ہے آنکھیں
میں تیرے بدل جانے کا سبب سوچ رہا ہوں
جنید اقبال-اٹک

اپنے فین و پوری دنیا کے نام

کیوں ہوا چاک گریباں تجھے معلوم
تو نے دیکھا ہی نہیں جان تجھے کیا معلوم
تھا بہاروں کا امیں اپنا چمن لیکن اب
ہے بیاباں ہی بیاباں تجھے کیا معلوم
تیرے انکار سے سب خواب ہوئے چکنا چور
اللہ دتہ بے درد-راولپنڈی کینٹ

A راولپنڈی کے نام

میں رہوں یا نہ رہوں یہ دعا رہے گی میری
تم خوش رہو سدا میرے ساتھ بھی میرے بعد بھی
عمران انجم راہی-تتہ پانی

محمد افضال رانجھا چھنا گہنا کے نام

محبت کسی سے تب کرنا جب نبھانا سیکھ لو عاشی
مجبوریوں کا سہارا لے کر چھوڑ دینا وفاداری نہیں ہوتی
حماد ظفر بادی-گوجرہ

روٹھے ہوئے دوست کے نام

ہم نے وقت سے وفا کی لیکن
وقت ہم سے بے وفائی کر گیا

کچھ تو ہمارے نصیب برے تھے
اور کچھ لوگوں کا ہم سے جی بھر گیا
نرگس ناز-سکھر

GM مظفر آباد کے نام

مٹی کنداں نال لا چھوڑی
چناں تیرے ملنے دی ہر آس مکا چھوڑی
سفیر اداس موہری-مظفر آباد

عمران بھکر کے نام

تیری نفرت میں وہ دم نہیں
جو میری چاہت کو مٹا دے
میری چاہت کا سمندر
تیری سوچ سے بھی گہرا ہے
سیف الرحمٰن زخمی-سیالکوٹ

K ملتان اور A راولپنڈی کے نام

ٹھٹھرتی ہوئی شب تنہا وہ بھی طویل تر
عمران ہجر کے ماروں پر قیامت ہے دسمبر
عمران انجم ملک-تتہ پانی

شاہد یسین میرپور کے نام

ڈرتے ہیں کہیں سب تباہ نہ ہو جائے
میرے دوست سب کی نظر میں گناہ نہ ہو جائے
میں صبر کر لوں گا مگر ڈر لگتا ہے
جس کو ہم چاہتے ہیں وہ بے وفا نہ ہو جائے
ضیافت علی-کوٹلی آزاد کشمیر

ایس راولپنڈی کے نام

تیری دوستی نے دیا سکون اتنا
تیرے بعد کوئی اچھا نہ لگا
تم نے بے وفا ہی اس ادا سے کیا
کہ تیرے بعد کوئی بے وفا نہ لگا
محمد اسماعیل آزاد-کھرکوہ

وقاروکی تلہ گنگ کے نام

مت پوچھ شیشے سے اس کے ٹوٹنے کی وجہ
اس نے بھی ہماری طرح کسی پتھر کو اپنا سمجھا ہو گا
اختر بیوس-تلہ گنگ

NSB روہڑی کے نام

مہکتی ہوئی بہاروں کو زلفوں میں تیری سجا دوں
کانٹے چبھنے نہ پاؤں تیری راہوں میں پھول بچھا دوں
بہادر عاربانی بلوچ-گھونگی

منظور شائن سعودی عرب کے نام

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا
محمد ہارون قمر سیج پور ہزارہ

سنی گجرات کے نام

موسم بدل گئے زمانے بدل گئے
لمحوں میں دوست برسوں پرانے بدل گئے
کل جن کے لفظ لفظ میں چاہت تھی پیار تھا
لو آج ان لبوں کے ترانے بدل گئے
خالد فاروق آسی-فیصل آباد

ایس سرگودھا کے نام

مت کر انتظار یار اتنا بے صبر ہو کر اے دل نادان
مصروفیات سے وابستہ لوگ ہیں یاد کرنے
میں وقت برباد نہیں کرتے
نوید اختر سحر-کبیر والہ

اشتیاق نقوی گوجرانوالہ کے نام

نگاہیں ناز کرتیں تھیں تیرا دیدار کرنے کو
دل مجبور کرتا ہے تم سے پیار کرنے کو
جاوید اقبال جاوید-فیصل آباد

ایس لاہور کے نام

اکیلے پن سے ڈرتا ہوں، جدا ہونے سے ڈرتا ہوں
میری آنکھیں ستاتی ہیں کہ میں سونے سے ڈرتا ہوں
میری انگلی پکڑ لینا مجھے تنہا نہیں کرنا
یہ دنیا اک میلہ ہے تمہیں کھونے سے ڈرتا ہوں
محمد امین-واپڈا ٹاؤن، لاہور

سیّد ہمراز نرائن مظفر آباد کے نام

میرے احساس سیت یری خوشبو نہیں جاتی
لاکھ چاہا دل سے مگر تیری آرزو نہیں جاتی
کیسے سمجھاؤں دل کو مسافتوں کی بات
کہ تجھ سے ملنے کا ہمراز جستجو نہیں جاتی
اے آر این ٹی-مظفر آباد

ایس کے پی نقوی کراچی کے نام

تم ہی ہو محبوب میری
تمہیں کیسے نہ میں پیار کروں
پروفیسر ڈاکٹر واجد نگینوی-کراچی

سب کے نام

کاش تو نے دل توڑنے سے پہلے سوچا ہوتا
جن کا دل ٹوٹ جائے وہ مسکرایا نہیں کرتے
لگے گی جب چوٹ تجھے تو ہو گا تجھے احساس
کسی کی خوشیاں توڑ کر جشن منایا نہیں کرتے
ایم یعقوب اعوان-چکوال

M بہاولنگر کے نام

تو نے یہ کیسا رابطہ رکھا
نہ ملے نہ فاصلہ رکھا
ظفر اقبال-چشتیاں شریف

سب کے نام

ٹھوکر لگنے پہ تو پتھر بھی صدا دیتے ہیں
ہم تو انسان تھے پھر بھی چپ رہے
اے آر راحیلہ منظر-جھمرہ ٹی

محمد اسماعیل آزاد کھرکوہ گھر بونگ کے نام

احساس اگر دل میں ہے تو محبت کر لو محسوس
ہر بات کا اظہار ضروری نہیں لب سے جان
افسانہ آزاد-اسلام آباد

گلدستہ

بغیر بسم اللہ وضو

حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ جس نے بسم اللہ کہہ کر وضو کیا سر سے پاؤں تک اس کا سارا بدن پاک ہوگیا اور جس نے بسم اللہ کے بغیر وضو کیا اس کا اتنا ہی بدن پاک ہوگا جتنے پر پانی گزرا۔

مروی ہے کہ ایک صحابی رسول کو حضرت عمر فاروقؓ نے خانہ کعبہ کا غلاف لینے کی غرض سے مصر بھیجا۔ وہ صحابی شام کے ایک علاقے میں ایسی جگہ رہائش پذیر ہوئے کہ جس کے نزدیک اہل کتاب کے ایک ایسے بڑے عالم کا صومعہ تھا کہ کوئی عالم اس سے زیادہ باعلم نہیں تھا۔ حضرت عمر کے قاصد کے دل میں اس عالم سے ملنے اور اس کی علمی باتیں سننے کی خواہش پیدا ہوئی۔ چنانچہ وہ اس کی عبادت گاہ کے دروازے پر آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا مگر بہت دیر کے بعد دروازہ کھلا۔ پھر وہ عالم کے پاس گئے اور علمی گفتگو کرنے کی فرمائش کی اور ان کو اس عالم کے تبحر سے بہت تعجب ہوا۔ آخر میں انہوں نے دروازہ دیر سے کھولنے کی شکایت کی وہ عالم کہنے لگے۔ جب آپ آئے تو ہم نے آپ پر بادشاہوں جیسی ہیبت دیکھی لہٰذا ہم خوفزدہ ہوگئے اور ہم نے آپ کو دروازے پر اس لئے روک دیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا اے موسیٰ جب تجھے کوئی بادشاہ خوفزدہ کردے تو تو وضو کر اور اپنے گھر والوں کو بھی وضو کا حکم دے تو جس سے ڈر رہا ہے اس سے میری امان میں آجائے گا۔ چنانچہ ہم نے دروازہ بند کردیا یہاں تک کہ میں نے اور اس میں رہنے والے تمام لوگوں نے وضو کرلیا پر ہم نے نماز پڑھی لہٰذا ہم آپ سے بے خوف ہوگئے اور پھر ہم نے دروازہ کھول دیا۔

☆......اے آر راحیلہ منظر۔جہمرہ ٹی

داڑھی

ایک حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔ جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ ہم (مسلمانوں) میں سے نہیں۔ داڑھی رکھنا بعض علماء کے نزدیک سنت مؤکدہ اور بعض کے نزدیک واجب ہے۔ داڑھی شعائر اسلام میں سے ہے۔ داڑھی نہ رکھنا درحقیقت اللہ تعالیٰ سے اعلان جنگ ہے کہ اللہ تعالیٰ داڑھی نکالنا چاہتا ہے اور بندہ اس پر استرا چلا کر یہ ظاہر کرتا ہے کہ میں داڑھی کو نکلنے نہیں دوں گا۔ داڑھی نہ رکھنے والے شخص کے نامۂ اعمال میں سوتے جاگتے، چلتے پھرتے، ہر وقت یہ گناہ لکھا جاتا رہتا ہے۔ اس لئے ایک مسلمان کو اللہ اور اُس کے رسولؐ کی نافرمانی سے بچنا چاہئے اور داڑھی رکھنی چاہئے۔

☆......خلیل احمد ملک۔شیدانی شریف

رمضان المبارک

رمضان المبارک برکتوں، رحمتوں، مغفرت اور بخشش کا مہینہ ہے جس میں انسان اگر چاہے تو اس کی ہر نعمت سے باری باری فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ اس ماہ مبارک میں رحمت کے دروازے ہر عام وخاص کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں۔ مغفرت اور بخشش کا دربار بھی سب کے لئے یکساں کھلا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ کون ہے جو میری ان رحمتوں سے فیض حاصل کرنا چاہتا ہے۔ آؤ میری رحمتوں کے خزانے سمیٹ لو۔ کتنا بابرکت ہوتا ہے یہ مہینہ جس میں خود خدا کی طرف سے بندے کو رحمتیں سمیٹنے کی دعوت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو روزے رکھنے اور اچھے کام کرنے کی ہمت عطا فرمائے۔

☆......محمد ہارون قمر سیج پور ہزارہ

اقوالِ زرّیں

○ انسان اپنی توہین معاف کرسکتا ہے مگر بھول نہیں سکتا۔

○ صرف دعاؤں سے کچھ نہیں ہوتا جب تک انسان عمل نہ کرے۔

○ ڈھونڈنے میں ملنے کی شرط نہیں ہوتی، امید ہوتی ہے اور امید سے جھگڑا نہیں کرتے۔

○ زندگی میں کوئی کل نہیں ہوتی نہ آنے والی اور نہ گزر جانے والی، زندگی صرف آج ہوتی ہے۔

○ اپنی خواہشات پر قابو پالینا زندگی کی آدھی مشکلات کو حل کردیتا ہے۔

○ آنسوؤں کو مسکراہٹ میں بدل دو، زندگی میں خوشیاں تلاش کرنا آسان ہوجائے گا۔

○ انسان کی شخصیت اتنی گہری ہونی چاہئے کہ اندر کا حال کوئی نہ جان سکے۔

○ ذلت اٹھانے سے بہتر ہے کہ تکلیف اٹھالو۔

○ اس خوشی سے بچو جو کل کانٹا بن کر دکھے گی۔

○ جو چیز اپنی محنت سے حاصل ہو سکے وہ دوسروں سے مانگنے سے کئی گنا بہتر ہے۔

○ کام کرنے سے تین برائیاں ختم ہوتی ہیں: بوریت، گناہ اور غربت۔

○ انسان کے خلوص میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ دشمن کو بھی زیر کرسکتا ہے۔

○ زندگی میں یہ مشکل نہیں کہ تم چوٹی پر پہنچ جاؤ بلکہ اس سے بھی مشکل یہ ہے کہ تم چوٹی پر پہنچ کر اپنے آپ کو قائم رکھ سکو۔

○ کسی کے بارے میں برا مت سوچو ہوسکتا ہے کہ وہ آپ سے بہت اچھا ہو۔

○ خوشی کی حالت میں کسی سے وعدہ نہ کرو اور غصے کی حالت میں کسی کو فون نہ کرو۔

○ صدقہ وخیرات کو مت روکو ورنہ آپ کا رزق بھی روک دیا جائے گا۔

☆......احمد نجمی۔کالا باغ

بڑے لوگوں کی بڑی باتیں

○ برے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے تنہائی بہتر ہے۔ (حضرت ابوبکر صدیقؓ)

○ حقیر سے حقیر پیشہ بھیک مانگنے سے بہتر ہے۔

○ خشوع وخضوع کا تعلق دل سے ہے نہ کہ ظاہری حرکات سے۔ (حضرت عمر فاروقؓ)

○ سخاوت کے بعد احسان جتانا نہایت کمینگی ہے۔ (حضرت علیؓ)

○ غرور سے آدمی کا دین ضائع ہو جاتا ہے۔

○ بخیل ہمیشہ ذلیل ہوتا ہے۔ (حضرت امام حسنؓ)

○ عمل دل کو اس طرح زندہ رکھتا ہے جیسے بارش زمین کو۔ (حکیم لقمان)

○ جو شخص ہر وقت انتقام کے طریقوں پر غور کرتا ہے اس کے غم تازہ رہتے ہیں۔ (بوعلی سیناؒ)

○ وعظ گوئی سے پرہیز کرو، جب تک تم پورے عالم نہ بن جاؤ۔ (حضرت امام غزالیؒ)

☆......محمد صفدر دکھی۔کراچی

موت

○ موت کی بے ہوشی تو ضرور آ کر رہے گی اور ہم اس وقت آدمی کو جتا دیں گے کہ یہی وہ حالت ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔ (قرآن کریم)

○ ایسے لوگوں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے جو موت کے وقت توبہ کرتے ہیں کیونکہ ان کی موت کفر کی حالت میں ہوتی ہے۔ (قرآن کریم)

○ جب تم میں سے کسی کو موت آ جائے تو اس وقت یہ کہنا کہ کاش! مجھے تھوڑی سی مہلت ملتی تو میں اور خیرات کرتا۔ فضول ہے۔ (قرآن کریم)

○ تم کہیں بھی رہو موت تم کو آ کر ہی رہے گی اگرچہ مضبوط قلعوں میں ہی کیوں نہ رہو۔ (قرآن کریم)

○ اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا اس کی راہ میں اپنی موت سے مر جاؤ تو خدا کی بخشش اور مہربانی جو تم پر ہو گی وہ اس مال ودولت سے جو لوگ چند روز جی کر جمع کر لیتے ہیں بہتر ہے تم اپنی سے مرے یا مارے جاؤ، آخر تم اللہ ہی کی طرف بلائے جاؤ گے۔ (قرآن کریم)

○ اللہ کی راہ میں جو مرا اسے مردہ نہ کہو وہ زندہ ہے۔ (قرآن کریم)

○ جن لوگوں نے اوروں پر ظلم کئے ہیں ان کو مرنے پر عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کس جگہ ان کو لوٹ کر جانا

ہے۔(قرآن کریم)

○ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں کو بے ہودہ باتیں بنانے اور کھیل کود کرنے دو یہاں تک کہ آخرکار وہ دن یعنی موت کا دن جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے ان کے آ موجود ہو۔ (قرآن کریم)

○ نافرمانوں کو موت تک مہلت دیئے ہوئے ہیں پھر جب ان کا وقت آ پہنچتا ہے تو اس سے نہ ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے ہیں نہ اور آگے بڑھ سکتے ہیں۔(قرآن کریم)

○ موت کو ہم نے اس لئے مقرر کر رکھا ہے کہ تم میں سے تمہارے جیسے آدمیوں کو بدل دیں یعنی تم کو مار ڈالیں اور دوسروں کو پیدا کریں۔ (قرآن کریم)

○ جب جنازے کے ہمراہ جاؤ تو مردے کے غم سے زیادہ اپنا غم یاد کرو اور خیال کرو کہ وہ ملک الموت کا منہ دیکھ چکا ہے اور مجھے ابھی دیکھنا ہے، وہ موت کی تلخی اور مزہ چکھ چکا ہے اور مجھے ابھی چکھنا ہے۔(حضرت محمدؐ)

○ اپنے مال اپنی جان اپنے دین اپنے اہل وعیال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔(حضرت محمدؐ)

○ اے اللہ موت کی سختی میں میری مدد فرما۔(حضرت محمدؐ)

○ پڑوسی کو اگر موت گھیر لے تو اس کے جنازے کے ہمراہ جاؤ۔ (حضرت محمدؐ)

☆......جاوید اقبال جاوید-اچکرا

بوڑھی ماں

جب ماں بوڑھی ہو جائے، خود کام نہ کر پائے، جب اسے سمجھ کچھ نہ آئے، اُس وقت تم ماں سے دور نہ جانا، اس کی بات سننا، اس کے دکھ سننا، اس کے دکھ بانٹنا، اس کی خدمت کرنا، اسے اف نہ کرنا، پھر تم کئی حجوں سے زیادہ ثواب پاؤ گے۔ سرخرو ہو جاؤ گے، کامیاب ہو جاؤ گے، دنیا وآخرت میں۔

☆......سیّد عارف شاہ-جہلم

مسکراہٹیں

○ استاد: (شکیل سے) تمہیں کون سا کھیل پسند ہے؟ شکیل: کرکٹ۔ استاد: وہ کیوں؟ شکیل: جناب وہ اس لئے کہ اس میں کھانے اور چائے کا وقفہ ہوتا ہے۔

○ ایک سردار جی پہلی مرتبہ نوکری کے لئے گئے۔ پہلے دن انہوں نے مسلسل سات گھنٹے کام کیا۔ باس خوش ہو کر ان سے کہنے لگا۔ واہ کتنے محنتی ہو، اب تک کون سا کام کیا؟ سردار جی نے جواب دیا۔ کمپیوٹر کے کی بورڈ میں ABC وغیرہ بے ترتیب درج تھے میں نے سب کو ترتیب میں لگا دیا۔

☆......عبدالباسط عرف بابو-کھلابٹ

ہنسنا بری بات ہے

○ استاد شاگردوں سے: امتحان نزدیک آ رہے ہیں کوئی سوال پوچھنا ہے تو پوچھ لو۔ شاگرد: آپ صرف یہ بتا دیں کہ امتحان میں کون کون سے سوال آئیں گے۔

○ ایک دیہاتی پہلی بار ٹیکسی میں سوار ہوا ٹیکسی جب منزل کے قریب پہنچی تو ایک درخت سے ٹکرائی۔ دیہاتی آگے بیٹھا ہوا تھا اس لئے زیادہ چوٹ آئی۔ ہمت کر کے وہ اٹھا اور ڈرائیور سے پوچھنے لگا۔ کیوں بھئی جہاں درخت نہیں ہوتے وہاں آپ گاڑی کیسے روک لیتے ہیں۔

☆......سید ہمراز نرائن-مظفر آباد

اولاد کی تعلیم وتربیت

حضرت سعید بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔"کسی باپ نے اپنی اولاد کو کوئی عطیہ اور تحفہ حسن وادب اور اچھی تربیت سے بہتر نہیں دیا"۔یہ روشن حقیقت ہے کہ نیک اولاد بہت بڑی نعمت، آنکھوں کی ٹھنڈک اور آخرت کے لئے صدقہ جاریہ ہے لیکن اگر یہی اولاد دینی اور اخلاقی قدروں سے بیگانہ ہو تو والدین کے لئے کلنک کا ٹکہ بن جاتی ہے۔ اولاد کی اچھی تعلیم وتربیت کے لئے والدین کو ابتدا ہی سے اچھی اچھی تدابیر اختیار کرنی پڑتی ہیں۔ یہ بات کئی بار علم نفسیات اور اخلاقیات کے ماہر کر چکے ہیں کہ اسلام نے اس طریقے کی مکمل تعلیم دی ہے کہ بچے کو ابتدا ہی سے دینی قدروں سے کیسے روشناس کرایا جائے۔ رسول اللہؐ نے ہر صاحب اولاد پر اس کی اولاد کا یہ حق واضح فرمایا ہے کہ وہ بالکل ابتدا ہی سے اولاد کی دینی تعلیم وتربیت کی فکر کرے۔ ابتدا سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ چلنا شروع کرے اور باتیں کرنا اور سمجھنا شروع کرے تب دینی تعلیم کی فکر کی جائے بلکہ پیدا ہونے کے فوراً بعد دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنے کی تعلیم دی جائے۔ جدید سائنسی تجربات اور تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ پیدائش کے وقت ہی سے بچہ کے ذہن میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ جو آوازیں وہ کان سے سنے اور جو آنکھوں سے دیکھے اس کا اثر قبول کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد نام رکھنے کا مرحلہ آتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔"آدمی اپنے بچے کو سب سے پہلا تحفہ اس کا نام دیتا ہے، اس لئے چاہئے کہ اس کا نام اچھا رکھے"۔ اچھا نام وہ ہے جس کا مطلب اچھا ہو، غیر اسلامی اور غیر شرعی مفہوم نہ ہو۔ پھر بچہ جب بولنا شروع کرے تو اس کی زبان کا افتتاح کلمہ طیبہ سے کرایا جائے۔ معاشرہ میں اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ بچے کو اچھی خاصی نظمیں کہانیاں نغمے اور دوسری باتیں اپنی مادری زبان کے علاوہ دوسری زبانوں میں بھی یاد ہوتی ہیں لیکن اس کے برعکس کلمہ نہیں سنا سکتے۔ اس ماں باپ کی غفلت ہے۔ ماں باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسے اسلامی تعلیمات سے روشناس کرائیں۔ ارشاد نبوی ہے فرمایا۔"کسی باپ نے اچھی تربیت سے زیادہ اچھا تحفہ اپنی اولاد کو نہیں دیا"۔ یعنی بچوں کو مہنگے سے مہنگے خوبصورت ترین کپڑے اور جوتے پہنائے لیکن ان میں ادب احترام نہیں سلیقہ نہیں تمیز نہیں اس کا اخلاق بہتر نہیں تو یقین جانو محض پیسہ خرچ کرنے سے آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں بنتی۔ سادہ سا بچہ ہو سادے سے کپڑے پہنے ہوں اچھے اخلاق اور اسلامی قدروں سے آراستہ ہو تو اپنے ماں باپ کی اچھی تربیت کا چلتا پھرتا اشتہار ہوتا ہے۔ ہر بچہ وہی کرتا ہے جو اس کے ذہن میں نقش ہوتا ہے اور نقش وہی کچھ ہوتا ہے جو وہ کانوں سے سنتا ہے اور آنکھوں سے دیکھتا ہے اور وہی دیکھتا ہے جو کچھ گھر میں دیکھتا ہے۔ اولاد کو دینی قدروں سے آگاہی کی پہلی درسگاہ گھر اور ماں کی گود ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماں باپ کو اولاد کی تربیت کے بارے میں کسی قدر حساس رہنے کی تعلیم دی ہے۔

☆......خلیل احمد ملک-شیدانی شریف

یاد رکھیں

○ گناہوں کو پھیلانے کا ذریعہ کبھی مت بنو کیونکہ ہو سکتا ہے تم جو توبہ کر لو پھر جس کو تم نے گناہ پے لگایا ہو وہ تمہاری آخرت کی تباہی کا سبب بن جائے۔

○ انسان کو انسان دھوکہ نہیں دیتا۔ انسان کو اس کی وہ توقعات دھوکہ دے جاتی ہیں جو وہ دوسروں سے وابستہ کر لیتا ہے۔

○ اپنے خیالوں کی حفاظت کرو کیونکہ یہ تمہارے الفاظ بن جاتے ہیں۔ اپنے الفاظ کی حفاظت کرو کیونکہ یہ تمہارے اعمال بن جاتے ہیں۔ اپنے اعمال کی حفاظت کرو کیونکہ یہ تمہارے کردار بن جاتے ہیں اور اپنے کردار کی حفاظت کرو کیونکہ تمہارا کردار تمہاری پہچان ہوتا ہے۔

○ برائی کی مثال ایسے ہے جیسے پہاڑ سے نیچے اترنا۔ ایک قدم اٹھاؤ تو باقی اٹھتے چلے جاتے ہیں اور انجام پستی۔ اچھائی کی مثال ایسی ہے جیسے پہاڑ پر چڑھنا ہر قدم بہت مشکل سے اٹھتا ہے پر منزل ہمیشہ بلندی پر ہی ہوتی ہے۔

○ چاہے اپنے حصہ کی چیز دوست کے لئے قربان کر دو پر کسی چیز کے لئے اپنے دوست کو قربان نہیں کرنا۔

○ کبھی کبھی آنسو مسکان سے زیادہ سپیشل ہوتے ہیں کیونکہ مسکان تو سب کے لئے ہوتی ہے لیکن آنسو صرف ان کے لئے ہوتے ہیں جنہیں ہم کھونا نہیں چاہتے۔

○ جان لو اگر تم اپنے رب پر بہت بھروسہ رکھتے ہو تو یہ بھی جان لو کہ تمہارا رب اس بھروسے کو کبھی ٹوٹنے نہیں دے گا۔ کون کہتا ہے کہ خدا نظر نہیں آتا۔ اک وہی تو نظر آتا ہے جب کچھ نظر نہیں آتا۔

○ تمہارا بہترین دوست وہ ہے جو تم غریب بھی ہو جاؤ تو تم سے محبت کم نہ کرے اور جب تم دولت مند ہو تو وہ تم سے محبت اور زیادہ نہ کرے۔

☆......ایم خالد محمود سانول-مروٹ

***

میری زندگی کی ڈائری

زیب بلوچ کی ڈائری کا ورق

میں اپنی یہ ڈائری ''جواب عرض'' کے قارئین کے نام کرتا ہوں۔ میرے جتنے بھی دوست ہیں سارے اچھے ہیں۔ کہتے ہیں کہ انسان خود اچھا ہو تو اس کے لئے ساری دنیا اچھی ہے۔ اچھے انسان کو ساری دنیا اچھی نظر آتی ہے۔ اچھے انسان کی جگہ ہر دل میں ہوتی ہے، ہر نظر میں ہوتی ہے۔ یہ دنیا اچھے انسانوں کے لئے ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس دنیا میں پیار عشق محبت کچھ بھی نہیں ہے مگر ایسا ہے نہیں کیوں کہ اگر اس دنیا میں محبت نہ ہوتی تو یہ دنیا کب کی ختم ہو چکی ہوتی۔ جب تک یہ دنیا قائم ہے محبت بھی رہے گی۔ جہاں انسانیت ہے وہاں محبت ہے، جہاں اچھے انسان ہیں وہاں محبت ہے۔ میرے کہنے کا مطلب ہے اپنے اندر محبت پیدا کرو۔ گھر والوں کے ساتھ، دوستوں کے ساتھ، پڑوسیوں کے ساتھ، انسانوں کے ساتھ، سب کے ساتھ محبت کرو پیار کرو۔ سب کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آؤ۔

☆ . زیب ظہور احمد بلوچ-ڈیرہ مراد جمالی

سانول کی ڈائری سے انتخاب

میری زندگی کہاں سے شروع ہوتی ہے اور کہاں ختم ہوتی ہے کچھ پتہ نہیں، بس اتنا یاد ہے کہ کسی کے ہجر فراق میں جل رہا ہوں۔ میرے دل کا ٹکڑا میرے دل کی دھڑکن میری آنکھوں سے دور رہتا ہے۔ وہ مجھ سے صرف پانچ کلو میٹر کی دوری پہ رہتا ہے پھر بھی نہیں مل پاتا مغرور ہے یا مجبور۔ نہیں نہیں مغرور نہیں، وہ مجبور ہے بہت مجبور۔ وہ مجھے مل نہیں سکتا میں بھی اسے نہیں مل سکتا کیوں کہ یہ میری بھی مجبور ہے۔ میں اسے بہت چاہتا ہوں وہ میری زندگی ہے میں اس کے بغیر بالکل ادھورا ہوں۔

☆ ...... آصف سانول-بہاول نگر

سیج پوری کی ڈائری سے

بات کرنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی
جیسی اب ہے تیری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی
لے گیا چھین کے کون آج تیرا صبر و قرار
بے قراری تجھے اے دل کبھی ایسی تو نہ تھی
تیری آنکھوں نے خدا جانے کیا کیا جادو
کہ طبیعت میری مائل کبھی ایسی تو نہ تھی
عکس رخسار نے کس کے لئے تجھے چمکایا
تاب تجھ میں مہ کامل کبھی ایسی تو نہ تھی
کیا سبب تو جو بگڑتا ہے ظفر سے ہر بار
خو تیری حور شمائل کبھی ایسی تو نہ تھی
(بہادر شاہ ظفر)

☆ .... محمد ہارون قمر سیج پور ہزارہ

اے ڈی ناز کی ڈائری سے

وقت آج بھی میرے ماضی کو ہوا دیتا ہے اور دل کی تمام تر دیواریں ہلا دیتا ہے۔ دل کی ہر خواہش ہر تمنا پہ خاموشی کا نہ جانے کیسا پہرہ ہے کہ خاموشی ٹوٹنے کا نام ہی نہیں لے رہی۔ میری آواز میرا ساتھ نہیں دے رہی۔ میں خاموش بھی رہوں تو کیا، وقت اپنے تمام تر حربے استعمال کرتا ہوا گزرتا چلا جا رہا ہے۔ دل کے آئینے میں آج بھی وہ جگہ خالی ہے مگر کیوں کوئی میری زندگی کے پہلو نہیں سمجھ رہا۔ میں پریشان ہوں اور اس بات پر حیران ہوں وقت کتنا بڑا ڈاکٹر ہے زخم دینے پر آئے تو کچھ نہیں سوچتا، مرہم پہ آئے تو بڑے بڑے زخم بھر دیتا ہے۔

☆ .... اے ڈی ناز-ساہیوال

غمشاد کی ڈائری کی جھلک

عظیم انسانوں میں شمار ہوتے ہیں وہ انسان جو اس دنیا میں پوری انسانیت کی خدمت کرتے ہیں اور اللہ پاک ایسے انسانوں کو بہت پسند کرتا ہے لیکن یہ دنیا والے ایسے انسانوں کی قدر نہیں کرتے ہیں۔ ایسے انسانوں کی تب قدر کرتے ہیں جب یہ دنیا سے ہمیشہ کے لئے چلے

جاتے ہیں۔ بہت افسوس کی بات ہے یہ دنیا والے مردہ ضمیر ہیں، سب لالچ کی چکی میں پس رہے ہیں۔ ان ظالموں کو اللہ کا خوف نہیں ہے، یہ ظالم درندہ صفت انسان اللہ سے نہیں ڈرتے ہیں ان کو رحم نہیں آتا ہے، بے رحم ہیں۔ اگر ہم زندہ ضمیر ہوتے تو ہم نیک کام کرتے، جب نیک کام کرتے تو یہ دنیا جنت ہوتی، عبادت ہوتی، محبت ہوتی، عشق ہوتا۔

☆ ...... الٰہی بخش غمشاد-کیچ مکران

مستوئی کی زندگی کی ڈائری

زخم بھی ایک ناسور ہے مستوئی جو زندگی بھر بھی نہیں بھرتا۔ اگر بھر بھی جائے تو زندگی بھر نشان ختم نہیں ہوتا اور مرتے دم تک رہتا ہے۔ یہ بھی زخم کیا ہی چیز ہے اگر یہ دل بھی نہیں ہوتا تو کسی سے محبت نہ ہوتی اور نہ کسی کی طلب کرتا اور نہ ہی انسان مجبور ہوتا اور نہ یہ دل کبھی بچوں کی طرح ضد کرتا اور نہ ہی کسی کو چاہنے کی طلب کرتا اور نہ ہی کبھی کرچی کرچی ہوتا اور نہ ہی کسی کی فریاد کرتا۔ بس یہ تو قسمت کی بات ہے جو اللہ تعالیٰ کسی کی قسمت لکھ دیتا ہے وہ قسمت اور مقدر میں ملتا ہے۔ میری بھی قسمت میں یہ دکھ درد اور غم لکھے ہوئے تھے جو آج ایک محبت کی شکل میں ہیں۔

☆ سردار محمد اقبال خان مستوئی-رحیم یار خان

واصف کی ڈائری کا ٹکڑا

میری زندگی کی ڈائری اپنی محبت کے نام کر رہا ہوں۔ میری ڈائری کا مقصد صرف اپنی محبت کو سمجھنا ہے۔ زندگی میں سکھ دکھ آتے ہی رہتے ہیں مگر زندگی کے کسی بھی لمحے میں مجھے خود سے الگ مت کرنا ہمیشہ ہی سامنے کی طرح میرے ساتھ چلنا۔ جب چاندنی رات ہوتی ہے تو ساتھ دینے والے ہزاروں مل جاتے ہیں مگر تم اندھیری راتوں میں بھی ہمارا ساتھ نبھانا۔

☆ .. واصف علی آرائیں-بھریا روڈ

بوٹا کی دکھی ڈائری سے انتخاب

میں اپنی زندگی کے بارے میں کیا لکھوں۔ میری زندگی میں دکھ ہی دکھ ہیں، دکھوں نے میرے دل میں اپنا گھر بنایا ہوا ہے۔ مجھے چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا ہے اس وجہ سے کہ میں نے محبت کی۔ محبت کرنا تو آسان ہے لیکن نبھانا مشکل ہے۔ جو اس راستے پہ چلتا ہے اُسے سوائے دکھوں اور پریشانیوں کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ قسمت والے ہیں وہ جن کو ان کی محبت مل جاتی ہے۔ میں نے بھی کسی سے محبت کی ہے لیکن میری محبت یکطرفہ ہے، وہ میری سچی محبت کو تسلیم بھی کرتی ہے لیکن خود میری محبت کا اظہار نہیں کرتی۔ نہ جانے اس کے دل میں کیا ہے وہ کیوں اظہارِ محبت نہیں کرتی لیکن میں ہمیشہ اس سے محبت کرتا رہوں گا۔

☆ .... بوٹا دکھی

ابرار بلوچ کی ڈائری کا ورق

بائیس اکتوبر کو جب میں نے مارکیٹ میں قدم رکھا تو میری نگاہوں کو ایک عجیب معصوم لڑکی کا سامان ہوا۔ ایک سیاہ گھنی زلفوں والی، ایک کالے چشمے والی اور ایک نشیلی آنکھوں والی کا دیدار نصیب ہوا۔ میں اس وقت اسے دیکھتا ہی رہ گیا شاید خدا نے اسے فرصت میں بنایا ہو گا۔ اس وقت میری تشنگی کا حساب بالکل مختلف تھا۔ شاید میں نے ایسی منقبت چیز کو پہلی بار دیکھا تھا۔ میری رگ رگ میں اس کے گھمنڈ کا جادو ابھر چکا تھا۔ گو کہ وہ ایک انا پرست غرور تکبر و نازوں پلی لڑکی تھی مگر اس کے باوجود میں اس کے سامنے اپنی زندگی کی بازی ہار چکا تھا۔ وہ میری زندگی میں پہلی لڑکی تھی جس سے میری ذات متاثر ہو چکی تھی۔ جب میں اسی کے برابر میں جا رکا تو مجھ میں عجیب کیفیت کا نشہ چھڑا مجھے یوں محسوس ہونے لگا کہ دنیا یہیں پر آ کر تھم گئی ہو۔

☆ عبدالوحید ابرار بلوچ-آواران

سچا کی سچی ڈائری

میری زندگی میں نت نئے دوست آتے رہتے ہیں لیکن پرانے بھی ساتھ ہی رہتے ہیں کیونکہ میں انسان ہوں کوئی درخت نہیں جو پرانے پتے گرا دیتے ہیں۔ مجھے میرے سب دوست عزیز ہیں خاص کر رانی جدہ والی زیر نظر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری دوستی سدا قائم رکھے

اور پرانے دوستوں کو بھی خدا خوش رکھے۔

☆ .... ایم وائی سچا۔ جدہ

رضا کی ڈائری سے ایک ورق

میں جس سے محبت کرتا ہوں کاش وہ جان جائے کہ یہ مجھ سے کتنا پیار کرتا ہے، کتنی محبت کرتا ہے۔ اے کاش! ایم تو جان جائے کہ یہ راتیں کیسے کٹی ہیں تمہارے بغیر، کیسے جی رہا ہوں تمہارے بغیر۔ جب بھی آنکھ بند کرتا ہوں تو صرف تمہاری تصویر نظر آتی ہے۔ میری جان تو تم کو تو پتہ نہیں کہ مجھے کتنی محبت ہے آپ سے اس لئے یہ ڈائری میں اپنی محبت کا اظہار کرتا ہوں۔ آئی لو یو۔ پلیز اب مجھ کو مزید مت تڑپانا۔

☆ .... حسن رضا۔ رکن سٹی

فدا پوری کی ڈائری

زندگی میں کم سے کم ایک بار تو ہر کوئی محبت کرتا ہے۔ میں نے بھی پیار کیا ہاں "اے" ہاں تم سے صرف تم سے۔ جب تک میری سانسیں چلیں گی جب تک آسماں پے چاند تارے رہیں گے جب تک گلشن میں پھول کھلیں گے جب تک پھولوں میں خوشبو رہے گی جب تک دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن ہوتا رہے گا جب تک سمندر میں پانی رہے گا میں تمہیں چاہتا رہوں گا۔

☆ . جمیل فدا خیر پوری۔ خیر پور میرس

ملک کی ڈائری سے چند سطریں

آج مجھے پتہ چلا ہے کہ اس دنیا میں کوئی کسی کا نہیں ہے۔ بھائی بھائی کا نہیں، باپ بیٹے کا اور بیٹا باپ کا نہیں۔ کیونکہ آج میرے اپنوں نے ہی مجھے بہت دکھ دیا ہے۔ وہ دکھ جو میں کبھی نہیں بھلا سکتا۔ یہ دکھ میں اپنے ساتھ قبر میں لے کر جاؤں گا۔ معلوم نہیں خون کے رشتے کیوں بدلتے جا رہے ہیں۔ شاید قیامت کی نشانی ہے۔

☆ خلیل احمد ملک۔ شیدانی شریف

عمران کی ڈائری سے انتخاب

عید کی چند ساعتوں کو جو خوشیوں اور قہقہوں کے سانگ گزارنے کا سوچا ہی تھا تو اک نیا غم، اک نیا دکھ زہریلے سانپ کی طرح کنڈلی مارے پھن پھیلائے ان خوشیوں اور قہقہوں کو نگلنے کے چکر میں تھا اور پھر گویا خوشیوں کی جگہ غموں کے شادیانے بجنا شروع ہو گئے۔ میری مرحوم ماں کی شبیہ میری عزیز از جان ہستی میری خالہ محترمہ اچانک ہی بنا بیماری کے اجل کو لبیک کہہ گئیں۔ آہ! گویا غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اک لمحے کے لئے تو آنکھیں پتھرا گئیں ذہن ماؤف ہو کر رہ گیا سوچیں بکھر گئیں ارمان ریزہ ریزہ ہو گئے دل کا نگر کانچ کی کرچیوں کی طرح ٹوٹ پھوٹ گیا۔ اتنا بڑا سانحہ اور وہ بھی اچانک سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں وقوتوں کو سودائی بنا گیا۔ وقت کے ظالم دیوتا اور تقدیر کے زور آور پنجوں نے اپنی امانت کو جب چاہا فوراً چھین لیا اور ان کو سنبھلنے کا موقع بھی نہیں دیا۔ ہماری ہزار ہا آہیں، سسکیاں اور آنکھوں کا بہتا نیل بھی ان کو موت کے بے رحم پنجوں سے نہ بچا سکا۔ واقعی انسان اپنے خالق و مالک کے سامنے کتنا بے بس و مجبور ہے، تقدیر کا ہر وار سہنا انسان کی مجبوری ہے۔ جب اپنے پیارے یہ جہاں چھوڑ کر رخت آخرت باندھتے ہیں تو لگتا ہے گویا آج ساری کائنات ختم ہو گئی ہے، سب کچھ تباہ و برباد اور نیست و نابود ہو گیا ہے لیکن کسی نے سچ ہی کہا ہے کوئی کسی کے لئے نہیں مرتا چاہے کوئی کتنا ہی پیارا کیوں نہ ہو۔ موت کا اک وقت مقرر ہوتا ہے اور اسی وقت پہ سب کو جانا ہوتا ہے۔

☆ .... عمران انجم رہی۔ ستہ پانی

زبیر گل کی ڈائری

مجھے اب بھی وہ وقت یاد ہے جب میں نے تجھے پہلی دفعہ دیکھا تھا میں آج تک وہ تمام لمحے نہیں بھولا جو تمہارے سنگ گزرے تھے۔ مجھے آج بھی تمہارے ساتھ گزرا ہوا وقت، تمہاری پیاری پیاری باتیں، تمہارے وعدے وفا کے اور تمہاری قسمیں بہت یاد آتی ہیں۔ میں ہر وقت تجھے یاد کرتا رہتا ہوں جب بھی تنہا ہوتا ہوں تمہاری یاد آتی ہے اور بے اختیار میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ میری جان میں جانتا ہوں کہ تم کتنی مجبور ہو یہ دنیا تو ازل سے ہی پیار کرنے والوں کی دشمن ہے۔ یہ دنیا دو پیار کرنے والے دلوں کو ملتا ہوا نہیں دیکھ سکتی تم حوصلہ مت ہارنا میں تمہارے ساتھ تھا تمہارے ساتھ ہوں اور ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گا۔

☆ . زبیر گل اعوان۔ ہملٹ ٹوپی شہر

آفتاب شاد کی ڈائری کا ٹکڑا

میری ڈائری دکھوں پہ شروع ہوتی ہے۔ مجھے آج تک یہ نہیں پتہ کہ سکھ کسے کہتے ہیں کیونکہ میں نے آج تک سکھ نہیں دیکھا۔ جب میں نے دنیا والوں کو سچ کا آئینہ دکھایا تو دنیا والے برا جان گئے اور سب میرے اپنے میرے دشمن بن گئے اور مجھ سے نفرت کرنے لگے کیونکہ میں ان سب کو اچھے راستے پر لگانا چاہتا تھا مگر اس بات پر سب مجھ سے نفرت کرنے لگے اور ایک غلط عورت کے پیچھے لگ کر مجھے اکیلا کر دیا کیونکہ آج کل جھوٹ کا دور چل رہا ہے سچے آدمی کو دنیا دھکے مارتی ہے لیکن پھر بھی میں اپنا جہاد برائی کے خلاف جاری رکھے ہوئے ہوں۔

☆ . محمد آفتاب شاد۔ کوٹ ملک دوکوٹہ

ساہیوال سے عامر جٹ کی ڈائری

A جی جب آپ کو پہلی بار ایک شادی پر دیکھا تھا آپ بہت اچھی ہیں دل کی بہت اچھی ہو مجھے یقین ہے کہ آپ اپنے اس دوست کو ابھی تک نہیں بھولی ہو گی۔ آپ شادی پر آئی تھی دوسرے دن آپ نے واپس جانا تھا جب ہم نے آپ کو رکنے کے لئے کہا تو آپ نے کہا تھا کہ بھائی کو منا لیں ہم نے بڑی مشکل سے آپ کے بھائی کو راضی کیا پھر دوسرے دن ہم اکٹھے بارات کے ساتھ آپ کے شہر گئے۔ آپ نے بہت اچھے طریقے سے ہمارا استقبال کیا تھا۔ وہ سب مجھے ابھی بھی یاد ہے۔ آپ کی بہت یاد آتی ہے۔

☆ . ایم وکیل عامر جٹ۔ ساہیوال

تبسم تنہا کی ڈائری کی جھلک

کبھی کبھی میرے دل میں عجیب سا خیال آتا ہے کہ تم میری سوچ کا مرکز کیوں بنی ہو؟ میری آنکھوں کا منظر تم ہی ہو یہاں تک کہ میرے جذبات اور احساسات تمہی ہو۔ جان میری ہر محفل کی نشست میں تمہارے وجود کا ہونا ضروری ہی نہیں بلکہ اب تو ضرورت بن چکی ہے۔ جان میرے دل کی گلیوں میں جب اندھیرا ہونے لگتا ہے تو مجھے تمہاری قدر محسوس ہوتی ہے۔ تم ہی میرے درد کو سمجھتی ہو بلکہ میرا ہی نہیں شاید خدا تعالیٰ نے تمہیں پیدا ہی میرے لئے کیا ہے۔

☆ ...... احمد نواز تبسم تنہا۔ چندور بالا

آفتاب عباسی کی ڈائری

آر آپ کا کیا حال ہے؟ آر آپ کی یاد ہر وقت آتی ہے، دل آپ کی جدائی سے ہر وقت پریشان سا رہتا ہے۔ بس ہر چیز میں آپ ہی نظر آتی ہو پلیز میرے لئے دعا کرو۔ کاش دونوں کی منزل ایک ہوتی۔

☆ . آفتاب احمد عباسی۔ سعودی عرب

ندیم عباس تنہا کی ڈائری

میری زندگی بھی دکھوں اور درد سے بھری ہوئی ہے۔ میں نے بھی ایک لڑکی سے محبت کی جس کی سزا آج تک مجھے مل رہی ہے۔ اس نے تو اپنا گھر بسا لیا مگر مجھے بے گھر کر گئی۔ کاش کہ میں نے محبت نہ کی ہوتی۔

☆ امداد علی عرف ندیم عباس تنہا۔ میر پور خاص

کاوش کی ڈائری کا ایک ورق

محبت کیا ہوتی ہے؟ محبت ایک عظیم جذبہ ہے جو دو انسانوں کو اپنے بندھن میں باندھ لیتی ہے اور یہ ایک خدا کی طرف سے دیا ہوا انمول تحفہ ہے جس کی لگن انسان کے اندر پیدائشی طور پر ڈال دی جاتی ہے۔ محبت ایک ایسا لفظ ہے جو کبھی نہ ختم ہونے والی کہانی بن کر رہ جاتا ہے۔ اس محبت میں ایسے ایسے جذبے اور احساسات ہیں جو کبھی کسی اور کام میں نہیں اس میں انسان بے بس اور بے ضرر بن جاتا ہے۔ محبت میں نہ تو جدائی برداشت ہوتی ہے نہ رسوائی ان حالات میں انسان اپنے آپ کو بمشکل کنٹرول کرتا ہے۔ کون کہتا ہے کوئی کسی کو اپنی زندگی بنا لیتا ہے تو تاحیات اس سے محبت کرتا ہے۔

☆ .... رئیس ساجد کاوش۔ خان بیلہ

❖❖❖
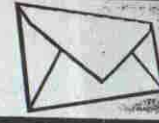
ادھوری زندگی نمبر .... ماہ ستمبر 2011ء

⌧...... ''ادھوری زندگی نمبر'' ستمبر 2011ء اس وقت میرے ہاتھ میں ہے۔ سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھ کر ایمان تازہ کیا اس کے بعد ذاتی صفحہ پر نظر پڑی تو وہ غائب تھا۔ ابھرتے ہوئے شاعروں، غزلوں، کہانیاں، اشعار، سب سلسلے اچھے ہیں۔ سب دوستوں نے خوب محنت کی اور اچھا لکھا۔ میری طرف سے سب قارئین و رائٹرز اور جواب عرض کی پوری ٹیم کو سلام اور نیا سال مبارک ہو۔

✍.. نامعلوم

⌧...... مجھے ماہ ستمبر کا ماہنامہ جواب عرض ملا۔ سب سے پہلے آپ کا ذاتی صفحہ پڑھا۔ اس کے بعد غزلیں سب کی بہت پسند ہیں۔ کہانیوں میں سب کی بہت پسند ہیں۔ میری طرف سے تمام رائٹرز اور قارئین کو دل سے لام پیش کرتا ہوں۔ میری حوصلہ افزائی کے لئے جن دوستوں نے رابطہ کیا ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

✍.. علی نواز مزاری۔گھوٹکی

⌧...... ماہ ستمبر 2011ء کا جواب عرض ادھوری زندگی نمبر جلد مل گیا۔ پڑھنے کے بعد سوچا کہ یہ ادھوری زندگی نمبر نہیں ہونا چاہئے تھا بلکہ فوجی زندگی نمبر ہونا چاہئے تھا کیونکہ کافی سارے فوجی بھائیوں کی تحریریں شامل تھیں۔ اسلامی صفحہ ذاتی صفحہ اچھا لگا۔ ابھرتے شاعروں میں میری من پسند شاعرہ آمنہ راولپنڈی کی شاعری دل کو کیا خوب لگی۔ آمنہ سدا خوش رہو۔ باقی شاعروں میں کشور کرن، انتظار حسین، شازیہ وقاص، محمد اشرف، ثناء ماہ نور، جمیل فدا خیر پوری، احمد نجمی کی شاعری اچھی لگی۔ بس شہزادی کرن بٹ اور گلشن ناز کی کمی محسوس ہوئی۔ اپنی دو اور دوست تنویر احمد شائق کی غزل دیکھ کر خوشی ہوئی۔ نازیہ ذوالفقار، حسن رضا، محمد جنید ڈاکٹر رئیس کی شاعری اچھی لگی۔ کہانیوں میں شازیہ وقاص کی محبت بین کرتی ہے اچھی سبق آموز تھی۔ اقراء لاہور کی ادھوری زندگی بہت ہی اچھی تھی محبت بھری لیکن اختتام بڑا شارٹ کٹ تھا۔ احمد نجمی کی خزاں کے بعد بہت درد بھری تھی۔ زبیدہ خان کی قصور کس کا خدا ہدایت دے ہر انسان کو ایک نصیحت آموز کہانی تھی۔ صدا حسین صدا کی مجبوریوں کے زخم، صدا اگر سچی کہانی ہے تو حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے تو اچھی بات ہے اگر من گھڑت ہے تو ایسی زندگی پر قلم کشائی غلط بات ہے کیونکہ کچھ کمزور ذہن کی مالک دنیاوی آسائشوں کے لئے ایسے غلط راستوں کا انتخاب کریں گی۔ سید اظہر بخاری کی فوجی محبت بور کہانی تھی۔ نائیک عنصر علی کی محبت ہوس نہیں نارمل سی تھی فرید تنہا کی تیرے پیار میں کی بھی نارمل سی تھی۔ ذوالفقار علی کی جانم سمجھا کرو خوب دل کو لگی۔ ایم اشفاق کی وعدہ، اللہ دتہ بے درد کی آخری خط میں کافی درد تھا۔ انتظار حسین کی جنت رو رہی ہے سبق آموز تھی۔ باقی سلسلہ ماں سے پیار اور مجھے شکوہ ہے اچھے ہیں لیکن یہ ضرور ہے کہ ہم سے کوئی شکوہ کیوں نہیں کرتا۔ گلدستہ اور ڈائری میں اپنا کچھ نہ پا کر دکھ ہوا بھیا دو کو پن ختم کر دو غم کے بعد خوشی اور اچھے دوست والا، شعری پیغام اچھا ہے شکریہ۔ آمنہ راولپنڈی دو کوپن میرے نام بھیجنے کا شعری پغام مختصر اشتہار کو نگل گیا دکھ ہے۔ باقی الطاف حسین دکھی کو جیل سے رہائی دے۔ سب قابل قدر قارئین کا شکریہ۔

✍.. شہزادسلطان کیف۔الکویت

⌧...... ماہ ستمبر ادھوری زندگی نمبر کافی لیٹ خریدا۔ سب سے پہلے میں نے اسلامی صفحہ پڑھا جو اچھا لگا ایمان تازہ ہو گیا۔ پھر آپ کا ذاتی صفحہ پڑا وہ بھی اچھا تھا۔ ابھرتے ہوئے شاعروں میں اداسیوں کی رانی ثناء ماہ نور، اے ناز بلوچ، آمنہ، ایم شفیع تنہا کی شاعری بہت زیادہ پسند آئی۔ آئینہ روبرو میں میرا خط شائع کیا اس کے لئے شکریہ۔

✍.. بہادر عاربانی بلوچ۔گھوٹکی

پھولوں کی پتیوں سے بھی نازک ٹوٹا ہوا دل نمبر .... ماہ اکتوبر 2011ء

⌧...... ماہ اکتوبر 2011ء مکمل پڑھ لیا ہے جو بہت اچھا لگا۔ سب سے پہلے آپ کا ذاتی صفحہ اور اسلامی صفحہ پڑھا جو پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ پھر ابھرتے ہوئے شاعروں کی شاعری پڑھی ان میں کشور کرن، شازیہ وقاص، کنول، عائشہ کرن، اعجاز احمد چدھڑ، محمد خان انجم، عائشہ ندیم، حاجرہ غفور، ایبا امتیاز احمد، عبدالرشید بزنجو کی شاعری اچھی لگی، باقی کی بھی اچھی شاعری تھی۔ غزلیں بھی سب کی اچھی تھیں پھر کہانیاں پڑھیں جو کہانیاں سب زیادہ اچھی لگیں ان میں برباد محبت مشال گوجر خان، محبت کے قیدی مقصود احمد بلوچ، یادیں زندگی کا سہارا لقمان اعوان، انوکھا بندھن بابر سوانس، بیتے لمحے بیتی یادیں سرفراز انجم اور آزمائش ثاقب تنولی ان کی کہانیاں اچھی تھیں اور اس کی ٹاپ سٹوری تقدیر کے کھیل جمیلہ اختر واہ کینٹ آپ کی سٹوری زبردست تھی۔ آپ سب کو مبارک قبول ہو۔ باقی سب سب کہانیاں اچھی تھیں۔ جواب عرض کے تمام کالم ٹھیک جا رہے ہیں۔ بھائی میں نے آپ کو کئی مرتبہ ابھرتے ہوئے شاعروں میں لکھ کر بھیجی ہے لیکن آپ نے شائع نہیں کی کیا بات ہے آپ کو میری شاعری پسند نہیں آئی ہے؟

✍.. نوید اختر سحر۔کبیروالہ

⌧...... ماہنامہ جواب عرض ماہ اکتوبر 2011ء ہاتھوں میں ہے۔ اسلامی صفحہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ ابھرتے ہوئے شاعروں میں کشور کرن کی شاعری، شازیہ وقاص، کنول، نادیہ حسن، کرن نواب شاہ، زوہیب اختر کی شاعری بہت پسند آئی۔ ایم بی اہلانی آف ڈیرہ غازی خان شاعری پسند کرنے کا شکریہ اور ان قارئین کا شکریہ جنہوں نے رابطہ کیا۔ زبیر ملتان، یاسر راولپنڈی، ساجدہ خانیوال، صبا آزاد کشمیر، امن اٹک اور جن قارئین کے نام یاد نہیں رہے معذرت چاہتا ہوں۔ اس دفعہ کہانیاں ساری اچھی تھیں اور کالم بھی۔

✍.. میاں شکیل کشور۔خان پور

⌧...... ماہ اکتوبر کا خوبصورت رسالہ میرے ہاتھوں میں ہے۔ سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا ہے اس کے بعد ذاتی صفحہ پڑھا بہت اچھا لگا۔ اس دفعہ ذاتی صفحہ میں ماں کے بارے میں ذرا بھی ذکر نہیں کیا آخر کیوں۔ باقی آپ سے شکوہ کرتے کرتے رک جاتا ہوں کہ میں نے سات آٹھ سٹوریاں آپ کو ارسال کی ہوئی ہیں اور تقریباً سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے ابھی تک آپ نے میری کسی بھی سٹوری کو شائع نہیں کیا۔ پلیز میری اپنی سٹوری پارٹ ٹو ''ابھی سفر باقی ہے'' ہے وہ پلیز جلدی سے شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں۔ باقی میں شکر گذار ہوں جو دوست میری حوصلہ افزائی کرتے رہتے ہیں۔

✍.. ایم خالد محمود سانول۔مروٹ

⌧...... اکتوبر 2011ء کا جواب عرض جلد مل گیا جلد ملنے کی خوشی بھی ادھوری رہی جب اپنی کوئی تحریر نہیں ملی حالانکہ میں ہر مہینے باقاعدگی سے تحریروں بھری ڈاک ارسال کرتا ہوں۔ ہر بندے کو اپنی خوشی اپنا دکھ عزیز ہوتا ہے۔ میں بھی اپنی خوشی

کے لئے بہت دکھ جھیل رہا ہوں۔ یہ شمارہ میں نے دلچسپی سے پڑھا نہیں تعریف وتنقید کیا کروں اوپر سے غزلیں، گلدستہ اور پسندیدہ شعر کسی پرانے رسالے کی چھاپے ہیں یعنی ری پرنٹ ہے کوئی رائٹر جاننے والا نہیں۔ ہاں ایک رائٹر چوہدری ارشد انگلینڈ جس کی تحریریں بہت پہلے آیا کرتی تھیں۔ شاعروں میں کشور کرن، شازیہ وقاص، کنول عائشہ کرن، نادیہ حسن، آسیہ چوہدری، اعجاز احمد، عائشہ ندیم، حاجرہ غفور، کرن نواب شاہ، غلام فرید، ایس امتیاز احمد اور زوہیب اختر ان کی شاعری اچھی تھی۔ کشور کرن کی کہانی من گھڑت ہے۔ شازیہ وقاص کی نارمل سی تھی۔ نثار احمد حسرت کی کہانی دل کو لگی آخر میں کہوں گا کہ کچھ ناموں کا شدت سے انتظار ہے کہ آؤ اور جواب عرض کی محفل سجادو۔

شہزاد سلطان کیف-الکویت ....

ماہ اکتوبر کا پھولوں کی پتیوں سے بھی نازک ٹوٹا ہوا دل جلد ہی مل گیا۔ اسلامی صفحہ پڑھنے کے بعد کہانیوں کی جھلکیاں دیکھیں پر اس بار بھی میری کہانی شائع نہیں ہوئی تھی۔ اب تو امید بھی ختم ہو گئی ہے۔ ابھرتے شاعروں میں کشور کرن، شازیہ دقاص، عائشہ کرن، نادیہ حسن، عائشہ ندیم، حاجرہ غفور، عبدالرشید بزنجو، ایس امتیاز اور زوہیب بھیا آپ سب کی شاعری اچھی تھی۔ اس کے بعد کہانیوں میں جو کہانیاں سب سے اچھی تھیں۔ کیوں قسمت مجھ سے روٹھ گئی کشور کرن، مرجھائے ہوئے پھولوں بھی زخمی دل ریاض احمد، ہے کیسی یہ زندگی شازیہ وقاص، ادھوری محبت، دوست محمد خان وٹو، بیتے لمحے بیتی یادیں سرفراز انجم، پردیسی ملے بھی تو بچھڑنے کے لئے نثار احمد حسرت، برباد محبت مشال، تقدیر کے کھیل جمیلہ اختر، درد اجالا ایم ریاض یہ کہانیاں اچھی تھیں بہت پسند آئیں۔ گلدستہ، ماں سے پیار کا اظہار، مجھے شکوہ ہے سب کالم میں سب نے بہت اچھا لکھا۔ اس بار جن لوگوں نے مجھے اپنی رائے سے نوازا ان سب کا شکریہ آپ کے لیٹر پڑھ کے اور لکھنے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔

اے آر راحیلہ منظر-جھمرہ ٹی ....

ماہ اکتوبر کا پھولوں کی پتیوں سے بھی نزاک ٹوٹا ہوا دل نمبر خریدا گھر آ کر کھولا سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا ایمان تازہ ہو گیا۔ اس کے بعد آپ کا ذاتی صفحہ پڑھا وہ بہت مانوس کر گیا۔ اس کے بعد ابھرتے شاعروں میں پہنچے تو واہ بھئی واہ سب سے پہلے کشور کرن کی شاعری پسند آئی اس کے بعد شازیہ وقاص، نادیہ حسن اور ایس امتیاز احمد کی شاعری دل میں اتر گئی اور نظمیں اور غزلیں اپنی مثال آپ تھیں۔ جب کہانیاں پڑھیں تو سب دکھوں غموں سے بھری پائیں جو اچھی کہانیاں تھیں سب سے وہ ہیں بیٹی، برباد محبت، انوکھا بندھن اور تقدیر کے کھیل۔

بہادر عار بانی بلوچ-گھوٹکی ....

ماہ اکتوبر کا جواب عرض میرے ہاتھ میں ہے اور ٹائٹل ہی اتنا پیارا دیا ہے کہ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہانیاں کیسی ہوں گی۔ ہمیشہ کی طرح جواب عرض تمام رسالوں سے بیسٹ ہے۔ اسلامی صفحہ پڑھا اچھا لگا کہانیوں میں سب سے اچھی آزمائش اور تقدیر کے کھیل لگی ہے اور مشال سنگنی آپ بھی بہت اچھی کہانیاں لکھتی ہیں۔ میرا ناطہ جواب عرض سے بہت پرانا ہے میری طرف سے تمام قارئین کو اچھا لکھنے پر مبارکباد۔

ندیم شوکت کھوکھر-راولپنڈی ....

ماہ اکتوبر کا جواب عرض ڈائجسٹ پڑھا پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ اتنے پسند آئے کہ بار بار پڑھنے کو دل چاہا۔ جواب عرض کی کامیابی کا یہی راز ہے کہ آپ بہت خوبصورت انداز سے ہر قاری کو جگہ دیتے ہیں۔ اس طرح سے نئے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ آپ سے ریکوئسٹ ہے کہ آپ جواب عرض کا آغاز حمد اور نعت سے کیا کریں تو مجھے امید ہے کہ جواب عرض مزید ترقی کی منزلوں سے ہمکنار ہو سکتا ہے (ان شاء اللہ)۔

تقدس سمیعہ-جیھکے ....

ماہ اکتوبر کا جواب عرض ننکانہ صاحب سے لیا آفس میں جا کر پڑھنا شروع کیا جناب کا ذاتی صفحہ بہت پیارا تھا۔ اس دفعہ یہ کہانیاں اچھی تھیں وہ ملا جو کبھی اپنا نہ تھا نادیہ حسن گجرات، کیوں قسمت مجھ سے روٹھ گئی کشور کرن، آپ یہ کہانی خوفناک میں لکھتی تو اچھی تھی۔ یادیں زندگی کا سہارا احمد لقمان اعوان۔ شاعری میں نادیہ حسن، عائشہ کرن، آسیہ چوہدری، اعجاز احمد چدھڑ کا انتخاب اچھا تھا۔ میری کہانی شکستہ خوابوں کے عذاب میں دوستوں نے پسند کی ان کا بے حد شکریہ۔ میری طرف سے ان دوستوں کو دل کی گہرائیوں سے نیا سال مبارک ہو۔

محمد اشرف زخمی دل-بچیکی ....

ماہ اکتوبر کا شمار کوئٹہ سے ملا پڑھ کر بہت دکھ ہوا دکھ اس بات کا ہوا کہ پچھلے تین ماہ سے میری کوئی بھی تحریر شامل نہیں ہو رہی میں ہر ماہ ایک خط ضرور ارسال کرتا ہوں اور میں نے ابھرتے ہوئے شاعروں کے لئے تین بار غزلیں ارسال کی ہمیں لیکن ایک بار بھی شامل نہیں ہوئے آپ ہمیں ہر بار نظر انداز کرتے ہیں جناب میں جواب عرض کا بہت پرانا قاری ہوں لیکن اب مایوسیوں کے سوا کچھ بھی نہیں مل رہا۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس بار آپ مایوس نہیں کریں گے میں اس بار بھی ابھرتے ہوئے شاعروں کے لئے کچھ غزل ارسال کر رہا ہوں تو مہربانی کر کے ضرور شامل کرنا۔ شکریہ اللہ حافظ!

زیب ظہور احمد بلوچ-ڈیرہ اللہ یار ....

درد غم نمبر .... ماہ نومبر 2011ء

ماہ نومبر کا جواب عرض درد غم نمبر میرے ہاتھ میں ہے پڑھ کر بہت خوشی ہوئی سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ میں جواب عرض دو سال سے پڑھ رہا ہوں دل نے کہا کہ میں بھی کچھ نہ کچھ لکھوں اس بار غزلیں اور چند قطعات بھیجے ہیں امید کرتا ہوں کہ آپ مایوس نہیں کریں گے اور میری حوصلہ افزائی بھی کریں گے۔ جواب عرض کے تمام رائٹرز کو میری طرف سے سلام قبول ہو۔ چوہدری الطاف حسین دکھی کی شاعری بہت اچھی لگتی ہے ان کے لئے اور میرے والد کے لئے دعا کیا کریں کہ جلد ان کی جیل سے رہائی ہو جائے۔

غلام عباس جتوئی-محمد پور ....

ماہ نومبر 2011ء کا تازہ شمارہ درد غم نمبر بہت لیٹ ملا، ملتے ہی ورق گردانی شروع کی سب سے پہلے اسلامی صفحہ سے ایمان کو مضبوط کیا اور دعا ہے اللہ سے ہمیں قبر کے عذاب سے بچائیں۔ ذاتی صفحہ پڑھ کر دل بہت اداس ہوا۔ انکل ہر مہینہ شامل کریں۔ جب ابھرتے ہوئے شاعر اور شاعروں کی جانب قدم بڑھایا تو صدا حسین صدا اور پیاری بہن صائمہ اور مس صبا کی شاعری بے حد پسند آئی۔ میری طرف سے تینوں کو خلوص بھری مبارک۔ نئے شاعر محمد اسماعیل آزاد آپ کی شاعری میں وزن اور قافیہ کا کوئی نام ونشان نہیں ہے۔ بھائی تم کو بہت محنت کی ضرورت ہے کیونکہ آپ کی شاعری میں نہ جسم ہے نہ پاؤں نہ کمر آپ کو بہت محنت کرنی چاہئے۔ اس دفعہ نظموں اور غزلوں نے جواب عرض کو خوب سجایا تھا۔ انکل کچھ رائٹر چوری کر کے نام پیدا کرنا چاہتے ہیں ایسے رائٹروں کو بلیک لسٹ کریں یہ جواب عرض کے نام پر دھبہ ہے۔ پلیز انکل جواب عرض کو سچے لوگوں کی نظروں سے مت گرائیں۔ انکل میری طرف سے تمام رائٹروں کو مبارک جنہوں نے بڑی محنت سے کہانیاں لکھیں ہیں۔ اس دفعہ تمام کہانیاں بہت دکھی اور سبق آموز تھیں۔ باقی سب کالم اپنی مثال آپ

تھے۔

.... الٰہی بخش غمشاد۔ کیچ مکران

...... ماہ نومبر 2011ء کا شمارہ ملا، ٹائٹل کا انداز تو مدتوں پرانا وہی تھا اگر کچھ نیا تھا تو وہ پردہ تھا ریاض حسین شاہد صاحب آف قبولہ شریف کا۔ ہم نے ریاض بھائی لاکھ پردے ہٹائے مگر پھر بھی آپ نے ایسا پردہ کیا ہوا تھا کہ پردے کو بھی خبر نہیں تھی کہ اس نے کس کو پردہ دے رکھا ہے۔ چلو دیر آید درست آید۔ چلو پردے کے عوض وہ پردہ تو اٹھا جو ریاض حسین شاہد صاحب نے فروری 1998ء سے ''عقاب'' کے بعد جواب عرض اور اس کے قارئین کے درمیان ڈال رکھا تھا۔ 1998ء کے بعد ایک جھلک ریاض حسین شاہد کی اپریل 1998ء کے جواب عرض میں ''تجھ بن روئے ساون'' کے بعد پردہ اب اٹھا ہے۔ ریاض صاحب نے تو کہانی کے شروع میں لکھا ہے کہ پردہ خدا کرے کبھی دلوں پر نہ پڑے۔ ریاض بھائی مگر میں کہتا ہوں کہ پردہ کبھی اپنوں کے درمیان بھی نہ پڑے۔ دوستو! میں آپ کو ریاض حسین شاہد صاحب کے بارے میں بتا تا چلوں کہ اگر کبھی شہزادہ صاحب ٹاپ رائٹرز کے نام چننا چاہیں تو کوئی شک نہیں کہ جواب عرض کی دنیا کا بادشاہ لکھاری ریاض شاہد ہی ہوگا۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے جواب عرض جو پہلا پرچہ شائع ہوا تھا تو اس میں بھی ریاض حسین شاہد کی کہانی موجود تھی اور اس کے بعد ایک سے بڑھ کر ایک تحریریں لکھتے رہے مگر کبھی کبھار پردہ بھی کر لیتے تھے۔ ریاض حسین شاہد صاحب ایک بات عرض کروں اب کی بار پردہ دوبارہ مت کرنا۔ تیرہ سال بہت پردہ کر لیا ہے۔ ممکن ہے قبولہ شریف میں پردے عمدہ ملتے ہوں گے مگر اب کی بار پردہ فری میں بھی ملے تو مت خریدنا، وہ پردہ جو ہمارے تمہارے اور قارئین کے درمیان حائل ہو۔ ''عقاب'' 27 اقساط پر مبنی اس کے بعد ''لال طوفان'' ریاض حسین شاہد کی لاجواب اور بے مثل تحریریں تھیں۔ مجھے اب بھی اچھی طرح یاد ہے اور کئی پرانے دوستوں کو بھی یاد ہوگا کہ ریاض صاحب نے جواب عرض میں عقاب کی آخری قسط میں جو ''محفل عقاب'' سجائی تھی کیا انداز تحریر تھا اور کیا انداز تحریر ہے۔ میں نے کبھی رائٹرز کو پڑھا ہے مگر جو ذوق بڑا پن جو لفظوں کی مالا ریاض حسین شاہد صاحب پرو سکتے ہیں وہ عام آدمی کے تصور سے بھی بالاتر ہے۔ لکھنے کو اس شمارہ میں نائلہ طارق کی تحریر ''اسے اپنا بنانا ہے'' سیم کاپی کی ہوئی تھی۔ نائلہ کچھ دھیان کرو ایسی کہانی جو کسی اور رائٹر کی ہو اسے اپنے نام سے شائع کروانا خود کو ڈی گریڈ کرنا ہے۔ نائلہ اس طرح آپ کی اچھی ساکھ کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ ''وفا کی سزا'' کرن ریاض کی تحریر اچھی تھی شعر بھی کل ملا کر بہتر تھے۔ کرن دیکھ لو ریاض حسین شاہد صاحب نے اس دفعہ جواب عرض کے بیماروں کی دوا تبدیل کر دی ہے ان شاء اللہ اس کا بہتر رزلٹ دیکھنے کو ملے گا۔ بہت مدت سے ایک ہی دوا کھا رہے تھے۔ ریاض حسین شاہد صاحب آپ کے حضور ایک عاجزانہ گذارش ہے جواب عرض کی نگری میں پھر سے آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں گو کہ عقاب اڑ چکا ہے مگر پھر بھی عقاب کو قید کرنے کی صلاحیت ہے آپ میں۔ میں محمد شہباز جوئیہ وہ صلاحیتیں پھر سے دیکھنا چاہتا ہوں اور میں چند دوستوں کے نام نہیں لوں گا ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ تحریر کیا ہے اور انداز تحریر کیسا ہوتا ہے۔ ریاض حسین شاہد سے جب پہلی ملاقات ہوئی ریاض بھائی ہمارے لئے پانی وغیرہ لینے چلے گئے۔ کافی دیر بعد لوٹے کیونکہ کینٹین ہسپتال کے باہر تھی۔ ریاض بھائی کی والدہ محترمہ سے ڈھیر ساری باتیں ہوئیں کتنی خوش تھی ریاض حسین شاہد صاحب کی والدہ ریاض صاحب کی ذات سے۔ کتنی دعائیں دے رہی تھیں امی جان ریاض کے ساتھ ساتھ مجھے بھی۔ دوستو! بہت ہی کم خوش نصیب ایسے ہوں گے جن پر ان کی والدہ اس قدر خوش ہے۔ ماں بیٹے کا پیار دیکھ کر میرے خوشی سے آنسو نکل آئے اور دل میں دعا امڈی اے خدا لم یزل ریاض حسین شاہد صاحب کی والدہ کو کم از کم ریاض صاحب کی زندگی تک تو ضرور سلامت رکھنا۔ میرے خیال میں جس آدمی کی والدہ اس قدر خوش ہو اس کو مدینے جانے کی بھی ضرورت نہیں۔ میرے سامنے جب ریاض صاحب کی والدہ کا چہرہ آجاتا ہے تو بے

ساختہ میرے لبوں سے نکلتا ہے ماں تیرے جیسی پارسا عورت ہی ریاض صاحب جیسے عظیم لوگوں کو جنم دیتی ہے۔ اے ماں خدا تجھے عمر خضر عطا فرمائے اور گرم ہوا کا جھونکا بھی تجھے چھو کر جنہ گزرے۔ دوستو! بات کدھر کی کدھر چل نکلی، بات تو اس ماہ چھپنے والی کہانی ''پردہ'' کی ہو رہی ہے۔ دوستو! جب بات پردے کی آتی ہے تو بے ساختہ کئی دوستوں کی یاد آجاتی ہے جنہوں نے کافی عرصہ سے جواب عرض سے پردہ کر رکھا ہے۔ دوستو! اب تو پردہ اٹھا دو جھنگ والو حاجی محمد انور لانگ صاحب ہم تو آنکھیں بچھائے بیٹھے ہیں۔ نازیہ کنول نازی ہارون آباد جی کہاں ہو؟ پرنس افضل شاہین کس دنیا میں ہو؟ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو جواب عرض سے علیحدہ ہو چکے ہیں ان کو آواز دیتا ہوں کہ وہ پلٹ کر دیکھیں تو سہی کہ دکھی نگری کا کارواں کس مقام پر ہے۔ ہماری دلی دعا ہے کہ جواب عرض ہمیشہ دن دگنی اور رات چگنی ترقی کرے۔ ریاض حسین شاہد صاحب قبولہ شریف سے کبھی باہر بھی نکلو اور پھر سے پہلے کی طرح جواب عرض کی دنیا کو رونق بخشو۔ ریاض بھائی جواب عرض کا آنگن آپ کے بنا سونا سونا لگتا ہے۔

.... محمد شہباز جوئیہ۔ منچن آباد

...... مجھے ماہ نومبر کا جواب عرض چار تاریخ کو ملا۔ سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا اور اس کے بعد آپ کا لکھا ہوا خوبصورت ذاتی صفحہ پڑھا، بہت اچھا لگا۔ بھائی صاحب جواب عرض کی دکھ بھری کہانیاں ایک طرف اور آپ کا ذاتی صفحہ اس سے بھی زیادہ دکھ بھرا ہے۔ بھائی صاحب ہماری دعا ہے کہ آپ سدا خوش رہو آپ خوش رہنے کی کوشش کرو۔ غزلیں بہت اچھی ہیں۔ غزلوں میں میرے دوست فدا جمیل احمد خیر پوری، کشور کرن، شہناز مجید، نرگس ناز سکھر۔ کہانیوں میں نائلہ طارق لیہ، کرن ریاض، مس صائقہ اور سب کی بہت پسند ہیں۔ میں سب دوستوں کا شکر گذار ہوں جنہوں نے میری غزل کو پسند کیا اور فون اور میسج بھی کئے ہیں۔

.... علی نواز مزاری۔ گھوٹکی

...... اس بار نومبر کا جواب عرض درد غم نمبر خوبصورت سرورق اور پس ورق سے سجا میرے ہاتھوں میں ہے۔ کہانیوں میں پردہ، الجھے رشتے، سنگدل باپ، شک جدائی دیتا ہے محبت زندہ باد، وفا کی سزا اور اب کوئی غم نہیں پسند آئیں۔ کئی سالوں بعد ریاض حسین شاہد کی تخلیق نظروں کے سامنے آئی تو عجیب سی خوشی کا احساس ہوا۔ ان کے لئے کہوں گا——
''نقش تھے ہاتھ کی لکیروں پر...... دسترس سے مگر پرے تم تھے...... ہم نے جس راہ کا انتخاب کیا...... اس کے ہر موڑ پہ کھڑے تم تھے''۔

.... پرنس افضل شاہین۔ بہاولنگر

...... اس بار نومبر کا شمارہ درد غم نمبر ستائیس اکتوبر کو ہی مل گیا تھا۔ سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا اس کے بعد ذاتی صفحہ اس بار بہت ہی مختصر سا تھا۔ غزلوں میں اپنی غزلیں نہ پا کر دکھ ہوا اس ماہ میں تو آپ نے میری کوئی تحریر بھی شائع نہیں کی۔ شہزادہ صاحب اسی ماہ نہیں بلکہ کافی مہینوں سے آپ میری تحریریں شائع نہیں کر رہے کیا وجہ ہے۔ میں شکوہ نہیں کرنا چاہتا تھا مگر صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ہے پلیز میری تحیروں کو کسی قریبی اشاعت میں جگہ دیں۔ آمنہ راولپنڈی کو اچھی تحریر ''شک جدائی دیتا ہے'' لکھنے پر مبارک باد۔ الجھے رشتے، سنگدل باپ ماریہ الماس، ریاض حسین، حاجرہ غفور، ایم احمد نجمی، حکیم جاوید نسیم، کشور پتوکی، اللہ دتہ بے درد، انتظار حسین ساقی، نائلہ طارق، مس صاعقہ، کرن ریاض سب کی سٹوریاں اچھی تھیں۔ وقت بہت کم ہے اس لئے کسی کو براہ راست خط نہیں لکھ سکا سب رائٹرز کو اچھی کہانیاں لکھنے پر مبارک باد۔ اس بار پھر کرن خان ٹھٹھہ قریشی غائب تھی کیا مسئلہ ہے کرن خان صاحبہ؟

.... مدثر سعید تبسم۔ گاؤں ماڑی

ماہنامہ جواب عرض ماہ نومبر 2011ء دردغم نمبر اس وقت میرے ہاتھ میں ہے۔ سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑا بہت خوشی ہوئی، آپ اک ذاتی صفحہ پڑھا بہت خوش ہوا۔ پھر شاعری پڑھی بہت خوشی ہوئی پھر کہانیوں میں آیا تو کہانیاں سب ہی اچھی تھیں جس میں کشور پتوکی اور ریاض حسین شاہد قبولوی، ایم احمد نجمی، آمنہ راولپنڈی اور انتظار حسین ساقی، مس صاعقہ، نائلہ طارق لیہ، کرن ریاض لاہور، اللہ دتہ بے درد بھلوال ان سب کی کہانیاں اچھی تھیں۔ پھر پسندیدہ اشعار سب کے اچھے تھے اور غزلیں بھی اچھی تھیں۔

دکھی اظہر سیف تنہا۔ سکھیکی

سب سے پہلے ایک ایسے ایس ایم ایس نے پریشان کر دیا اتنا پریشان حال ہو گیا کہ آنکھیں رونے پر مجبور ہو گئیں۔ ہر طرف ویرانی سی محسوس ہونے لگی اور میری آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں میرے رخساروں کو چھوتی ہوئی زمین پر گرنے لگیں جب یہ خبر سنی کہ شہزادہ عالمگیر صاحب وفات پا چکے ہیں۔ پتہ نہیں کیوں آج مجھ کو اپنے ابو کی بھی یاد آنے لگی ایسا محسوس ہونے لگا جیسے کوئی نیا زخم میرے سینے میں ہو گیا ہے۔ اس زخم کی گہرائی بہت گہری ہے نہ دن کو سکون ہوا اور نہ رات کو بس رہ رہ کر خیال آنے لگا کہ ہمارے سر سے آج وہ سیاہ اٹھ گیا ہے جو ہماری خواہشوں کو پورا کیا کرتے تھے۔ جو ہماری رہنمائی کیا کرتے تھے کتنی غمگین تھی ہر آنکھ ہر دل رو رہا تھا ہر آنکھ اشکبار تھی جب میری بہت ہی پیاری دوست کی کال آئی طاہرہ انگلینڈ تو میری آواز بھرائی ہوئی تھی تو مجھ سے پوچھنے لگی نواز کیا بات ہے آج تم اتنے رو رہے ہو میری چیخ نکل گئی بولو کیا بات ہے بڑی مشکل سے اتنے الفاظ بولے طاہرہ جی شہزادہ صاحب فوت ہو گئے ہیں وہ بھی رونے لگی اتنا افسوس ہوا کہ کیا بتاؤں چلو کیا ہو سکتا ہے سبھی نے تو مرنا ہے یہ زخم ہم سب کو مل کر برداشت کرنا پڑے گا۔ میں تمام دوستوں سے گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ وہ دعا کریں کہ اللہ شہزادہ عالمگیر صاحب کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان دوستوں کا شکر گذار ہوں جنہوں نے میری کہانی ''بکھرے ہوئے ارمان'' پسند کی اور بہت سے میرے دوست جن کو میری تحریروں کا انتظار رہتا ہے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ماہ نومبر میں وفا کی سزا کرن ریاض لاہور، مس صاعقہ آزاد کشمیر، میرا یہ کیسا امتحان ہے، دردغم انتظار حسین، اسے اپنا بنانا ہے نائلہ طارق تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ تمام رائٹرز کو خلوص بھرا اسلام۔

محمد نواز آرزو۔ نکیال

جواب عرض ماہ نومبر 2011ء خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ دردغم نمبر میرے ہاتھ میں ہے۔ ذاتی صفحہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی سب کہانیاں اور غزلیں اچھی تھیں۔ میں نے زندگی میں پہلی بار کسی رسالے میں خط یا کہانی لکھی ہے امید ہے شائع کریں گے اور میں جواب عرض کے قارئین سے دوستی کرنا چاہتا ہوں۔

محمد زبیر شاہد۔ ملتان

نومبر کا جواب عرض جلد ہی مل گیا تھا۔ اسلامی صفحہ تو اس دفعہ تھا نہیں مگر ذاتی صفحہ بھی اس دفعہ کچھ خاص نہیں تھا۔ پھر شاعری کی طرف آئے کشور کرن جی کیا بات ہے کئی ماہ سے سب سے پہلے ہی نظر آ رہی ہو اللہ خیر کرے کہیں غائب ہونے کا ارادہ تو نہیں ہے اور شاعری تو آپ کی کمال کی ہوتی ہے۔ ویسے ایک بات آپ بتانا پسند کرو گی یہ جو شاعری آپ بھوکے پیٹ لکھتی ہو کہ کچھ کھا پی کر۔ پھر آ رسا گر گلزار کنول یار تیرے تو صدقے جاؤں شاعری بھی آپ کی اچھی ہوتی ہے مگر آپ کا نام کیا بات ہے۔ دوسرے شاعروں نے بھی بہت محنت کی ہوئی تھی۔ پھر کہانیوں میں بھی کرن جی کی کہانی سب سے پہلے تھی بہت زبردست کہانی تھی۔ شک جدائی دیتا ہے آمنہ، دردغم انتظار ساقی، وفا کی سزا کرن، بہت اچھی کہانیاں تھیں۔ غزلیں نظمیں سب سے آخر میں پڑھیں اس دفعہ اپنی بھی ایک غزل نظر آ ہی گئی۔ سب ہی بہت

اچھا لکھتے ہیں اور کرن جی آپ تو بہت ہی اچھا لکتی ہو۔ کہانیوں میں ہمارے لکھنے والوں نے پوچھا ہے کہ آپ قارئین بتائیں جیسے شازیہ وقاص نے ''محبت یا دل لگی'' میں پوچھا کہ لڑکے پیار کو کھیل کیوں سمجھتے ہیں یہ کیوں نہیں سوچتے کہ یہ سب ان کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ تو محترمہ مانا کہ کچھ لڑکے ایسے ہوتے ہیں پر اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ سب ہی لڑکے برے ہوتے ہیں اور جو ایسا کرتے ہیں ان میں بھی کچھ مجبور ہوتے ہیں اور سارا قصور لڑکوں کا بھی نہیں ہوتا کیونکہ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے کچھ قصور لڑکیوں کا بھی ہوتا ہے۔ پھر اے ڈی بی ڈی یعنی اللہ دتہ بے درد نے ''جو درد دیا اپنوں نے'' میں پوچھا کہ کیا میرے ساتھ اسی طرح ہونا چاہئے تھا۔ تو اے ڈی صاحب واقعی آپ کے ساتھ بہت برا ہوا آپ کے ساتھ ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا مگر قسمت کا لکھا کون ٹال سکتا ہے۔ مگر آپ بھی ہمت ہار گئے تھے۔ پھر انتظار حسین ساقی نے ''نیناں ٹھگ لیں گے'' میں پوچھا کہ کوئی بھی محبت نہیں سمجھتا سب ہوس اور لالچ کے مارے لوگ ہیں، ایک دوسرے سے محبت کا ڈرامہ کرتے ہیں۔ معاشرے میں سچی اور پاکیزہ محبت کرنے والے لوگ نہیں ہیں۔ میرے پیارے ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ سچی محبت اب بھی موجود ہے وہ الگ بات ہے کہ منظر عام پر نہیں آتی۔ بہت لوگ ایسے ہیں جو محبت میں جان دے دیتے ہیں۔ محبت صرف حاصل کرنے کا نام نہیں ہے کھونے کا نام بھی ہے اور جو بھی بڑے عاشق ہو گزرے ہیں کب ان کو محبت ملی ہے۔ سب نے محبت میں جان دے دی پر انہوں نے ایک دوسرے کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ اب بھی ایسے عاشق ہیں جو جان تو دے دیتے ہیں پر ایک دوسرے کو چھوڑتے نہیں ساقی جی! پھر حاجرہ غفور نے ''اب کوئی غم نہیں'' میں کہا کہ میری التجا ہے مردوں اور عورتوں سے کہ وہ اپنے گھر کو اپنی جنت سمجھیں اور اپنے بچوں کو پیار دیں جس کے وہ حقدار ہیں۔ ویسے حاجرہ جی! آپ نے ٹھیک کہا ہے مگر ہمارے کہنے کا کسی پر کوئی اثر نہیں ہوگا اور عورتیں تو اللہ معافی کرے ان کا ساس بہو کا جھگڑا ہی ختم نہیں ہوتا جس سے گھر کی فضا خراب ہوتی ہے۔ پر مرد بھی کچھ قصوروار ہوتے ہیں، خدا کا خوف کھاؤ۔

تنویر خالد۔ دوکوٹہ

ماہ نومبر 2011ء کا دردغم نمبر اس مرتبہ مجھے بھائی صابر نے اوگی سے واپسی پر لا کر دیا۔ اسلامی صفحہ پڑھ کر پھر ذاتی صفحہ اور غزلیں پڑھیں ابھرتے ہوئے شاعر میں بشیر سانول لساں نواب، مس صبا، صائمہ اور خالد سانول کی غزلوں نے متاثر کیا۔ کہانیوں میں شک جدائی دیتا ہے آمنہ راولپنڈی، اب کوئی غم نہیں حاجرہ غفور لیہ، محبت زندہ باد مس صائقہ پسند آئیں۔ گلدستہ، میری زندگی کی ڈائری، مجھے شکوہ ہے، ماں سے پیار کا اظہار، سبھی کالمز اچھے چل رہے ہیں اللہ ان ستاروں کو قائم رکھے۔ خاص کر میں ان لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے میری تحریروں کو پسند کیا۔

محمد ہارون قمر سیج پور ہزارہ۔ لساں نواب

ماہ نومبر دردغم نمبر جلد ہی مل گیا ذاتی صفحہ پڑا انکل آپ ہزاروں سال جئیں اس بار ابھرتے شاعروں میں اپنی شاعری دیکھی اس بار لگتا ہے آپ کو میری شاعری زیادہ پسند نہ آئے وہ کیا ہے میں ہر بار سنجیدہ شاعری لکھ کر بھیجتی ہوں آپ لوگ بھی پتہ نہیں کیا سوچتے ہوں گے اس لئے سوچا کچھ الگ لکھ کر بھیجوں اس لئے کچھ دو سال پہلے کا لکھا بھیج دیا۔ آج سے دو سال پہلے دو نہیں کوئی تین سال پہلے میرے قلم سے کچھ ایسی ہی شاعری نکلتی تھی کیونکہ جب زندگی میں کوئی غم یا تکلیف نہ ہو تو اچھا اچھا لکھنے کو دل چاہتا ہے اور جب زندگی میں غموں کے سوا کچھ نہ بچا ہو تو کچھ بھی اچھا اچھا لکھنے کو دل نہیں چاہتا۔ کہانیوں میں سنگ دل باپ حکیم ایم جاوید نسیم چوہدری، قبولیت کی گھڑی ایم احمد نجمی، محبت یا دل لگی شازیہ وقاص، اب کوئی غم نہیں حاجرہ غفور، جو اپنوں نے درد دیا اللہ دتہ بے درد، شک جدائی دیتا ہے آمنہ، کسی کا اعتبار نہ کرنا امتیاز احمد، وفا کی سزا کرن ریاض یہ کہانیاں اچھی تھیں۔ وہ نیناں ٹھگ لیں گے انتظار حسین ساقی بھیا، اسے اپنا بنانا تھا نائلہ

طارق آپ دونوں نے بہت اچھی کہانیاں لکھیں بہت بہت مبارک باد قبول ہو۔ اس بار ڈائری میں بہت سی ڈائریاں تھیں پڑھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہر کوئی غموں سے چور چور ہے۔

.... اے آر راحیلہ منظر۔ جھمرہ سٹی

...... ماہ نومبر 2011ء درد غم نمبر مکمل پڑھ چکا ہوں بہت اچھا لگا۔ جواب عرض ہر ماہ کی طرح بہترین جا رہا ہے۔ جناب ریاض احمد کی کہانی قسط وار کا شدت سے انتظار ہے۔ پتہ نہیں کب بھیجیں گے۔ پلیز جلدی کوئی کہانی بھیجیں۔ خالد محمود سانول صاحب کبھی آپ بھی کوئی کہانی بھیج دیں۔ کیوں انتظار کرواتے ہو۔ جناب شہزادہ صاحب میری تحریر آپ شائع کرتے ہیں آپ کا بے حد شکریہ اور جناب کالم مختصر اشتہار کو دوبارہ شروع کریں اور باقی تمام سلسلے اچھے جا رہے ہیں۔ آخر میں اپنے چند دوستوں خالد فاروق آصی، خالد محمود سانول، عمر دراز، آکاش اٹک، حسنین فیصل آباد، سجاد اٹک، دعا خٹک، عائشہ کراچی، صبا سرگودھا، منزر سرگودھا، سونیا کبیر والہ ان سب کو میرا اسلام محبت بھرا قبول ہو اور عائشہ رحمان کبیر والہ آپ کی شاعری پڑھی جو بہت اچھی لگی آپ کو بھی بہت بہت خلوص بھرا اسلام قبول ہو۔

.... نوید اختر سحر۔ کبیر والہ

...... ماہنامہ جواب عرض نومبر 2011ء اس وقت میرے پاس ہے۔ کیا کہیں اس مرتبہ تو بہت دکھ کے ساتھ لیٹر لکھ رہا ہوں کہ ہمارے محسن اب دنیا میں نہیں ہیں۔ جب ان کی موت کا سنا تو بہت دکھ ہوا۔ اللہ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور اللہ ان کے گھر والوں کو بھی صبر عطا فرمائے۔ پھر جواب عرض کی دنیا میں آئے تو ان کا ذاتی صفحہ پڑھا جو بہت اچھا لگا۔ پھر سٹوریوں کی طرف آیا سٹوریاں سب اچھی تھیں ان میں الجھے رشتے کشور کرن پتوکی، قبولیت کی گھڑی احمد نجمی، شک جدائی دیتا ہے آمنہ راولپنڈی، وفا کی سزا کرن ریاض یہ سٹوریاں بہت اچھی تھیں اور اس ماہ کی دو ٹاپ سٹوریاں تھیں درد غم انتظار حسین ساقی اور اسے اپنا بنانا ہے نائلہ طارق ان سب کی کہانیوں نے بہت متاثر کیا۔ ان تمام کو میری طرف سے سلام اور مبارک باد قبول ہو۔ آئندہ بھی لکھتے رہیں۔ پھر ابھرتے ہوئے شاعروں کی شاعری پڑھی ان میں کشور کرن، اے آر راحیلہ منظر، صدا حسین صدا، مس صبا اور خالد محمود سانول کی شاعری اچھی لگی۔

.... کریم بگٹی۔ سوئی گیس فیلڈ

...... ماہ نومبر 2011ء درد غم نمبر میرے ہاتھوں میں ہے شروع سے لے کر آخر تک سارا رسالہ پڑھا، پڑھتے پڑھتے جب کہانی ''پردہ'' ریاض حسین شاہد پر پہنچا تو دل میں خیال آیا کہ یہ اس رسالے کی بیسٹ کہانی ہے مگر جب ''وفا کی سزا'' کرن ریاض لاہور کی کہانی پڑھی تو اسے بیسٹ ماننا پڑا واقعی کہانی دل کو بھا گئی۔ ویسے پردہ بھی اچھی کہانی تھی۔ اسے اپنا بنانا ہے نائلہ طارق کو بھی بے اختیار رو دینی پڑی اچھی سٹوری تھی۔ میرا کیسا یہ امتحان ماریہ الماس صرف اتنا ہی کہوں گا کہ بور کہانی تھی۔ درد غم انتظار حسین ساقی اچھی تھی۔ مگر اتنی بھی اچھی نہیں کہ رسالے کو درد غم نمبر بنا دیا جائے۔ اس کے مقابلے میں اگر وفا کی سزا نمبر ہوتا تو اچھا رہتا۔ محبت زندہ باد مس صاعقہ آزاد کشمیر بھی پسند آئی۔ شک جدائی دیتا ہے آمنہ راولپنڈی لگتا ہے آپ کی پہلی کہانی ہے۔ ابھرتے ہوئے شاعروں میں کشور کرن، صدا حسین صدا، محمد فاروق اور صائمہ مرید چکوال کا کلام پسند آیا۔

.... شعیب شیرازی۔ جوبر آباد

...... نومبر کا درد غم ہاتھوں میں ہے۔ عالمگیر صاحب کی وفات کا جان کر بہت دکھ ہوا۔ قارئین سے گذارش ہے کہ ان کی روح کے لئے ایصال ثواب ضرور کریں۔ ہم نے بھی چھبیس نومبر کو ایک شام عالمگیر صاحب کے نام کا انعقاد کیا تھا جس میں جواب عرض کے مایہ ناز رائٹرز نے شرکت کر کے ہمیں اعزاز بخشا۔ خصوصی طور پر جناب ریاض شاہد آف قبولہ،

مجید جائی، اللہ دتہ بے درد، جاوید نسیم مجاہد چاند، انتظار ساقی، صدا حسین صدا کا تہ دل سے ممنون ہوں جنہوں نے اس بزم کو چار چاند لگائے۔ جو دوست وعدہ کر کے نہیں آئے ان سے گلہ رہے گا۔ کہانیوں میں جاوید نسیم فیصل آباد کی سنگدل باپ، اللہ دتہ بے درد کی جو درد دیا اپنوں نے دیا اور انتظار ساقی کی درد غم اور ریاض شاہد کی پردہ عام موضوعات سے ہٹ کر تھی بہت پسند آئی۔ کالم غزلوں میں خالد سانول، مس صبا، احمد نجمی، صدا حسین صدا اور راحیلہ کی غزلیں پسند آئیں۔ اسماعیل آزاد صاحب کی شاعری پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔ پلیز معیاری شاعری بھیجا کرو۔ میری ایک عدد غزل کا انتخاب آپ نے شائع کر کے ممنون کیا۔ اس دفعہ آپ نے رائٹرز کے نمبرز اور ایڈریس شائع نہیں کئے، یہ سلسلہ اچھا نہیں۔ اس کے بغیر جواب عرض کی زینت نہیں رہے گی۔ دیگر اس ماہ میں نے ایک لیٹر آئینہ روبرو میں بھیجا تھا جو کہ صفحہ نمبر 231 پر طالب حسین پتوکی کے نام سے شائع ہوا ہے۔ پلیز اس طرح کا ظلم نہ کیا کریں کہ تحریر کسی کی اور نام کسی کا لگا دیا جائے۔ دیگر لکھاریوں کو خلوص بھرا اسلام قبول ہو۔

.... خالد فاروق آسی۔ فیصل آباد

...... ماہ نومبر 2011ء کا شمار درد غم نمبر بروقت ملنے پر بے حد خوشی ہوئی سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھ کر ایمان تازہ کیا پھر آپ کا ذاتی صفحہ پڑھا پڑھ کر دل کو تسلی ہوئی۔ شاعروں میں کشور کرن پتوکی، انتظار حسین ساقی، شازیہ وقاص، اے ناز بلوچ، آمنہ راولپنڈی، ایم شفیع تنہا امرہ خورد، صدا حسین صدا، ایم خالد محمود سانول، قمر عباس ساغران سب کی شاعری بہت پسند آئی۔ کہانیوں میں سب سے اچھی اور بہت ہی اچھی کہانی انتظار حسین ساقی کی تھی نیناں ٹھگ لیں گے۔ پلیز ساقی صاحب کچھ نہ کچھ لازمی لکھتے رہیں۔ باقی بھی سب کہانیاں اچھی تیں اور سارے ہی کالم بہت اچھے تھے۔

.... نیلم شہزادی۔ فتہ جھنڈ

...... نومبر 2011ء کا ڈائجسٹ ملا ذاتی صفحہ پڑھ کر دل خوش ہوا۔ کرن ناز ٹھٹھہ کی آج کل کہانی اور تحریریں نظر نہیں آ رہی ہیں۔ دیگر کہانیوں میں سے جو پسند آئی ہیں الجھے رشتے کشور پتوکی، اب کوئی غم نہیں حاجرہ غفور لیہ، میرا کیسا یہ امتحان ماریہ الماس گجرات، محبت زندہ باد مس صائقہ آزاد کشمیر، اسے اپنا بنانا ہے نائلہ طارق لیہ، پردہ ریاض حسین قبولہ شریف، جو درد دیا اپنوں نے اللہ دتہ بے درد بھلوال، شاعری میں سے کشور پتوکی، اے آر راحیلہ، جھمرہ سٹی، احمد نجمی دکھی کالا باغ، صائمہ مرید کے چکوال، مس صباء کلر سیداں، ساجد اعوان شیخوپورہ، خرم شہزاد ننکانہ صاحب، غزلوں میں سے ڈاکٹر زاہد جاوید وہاڑی، رانا عمران ماجی، میاں چنوں، عابد قریشی ساہیوال، میری زندگی کی ڈائری میں شازیہ چوہدری شیخوپورہ، گلدستہ میں سے ہمسائے کا حق اور حدیث نبوی کنول بھلوال، جواہر پارے ڈاکٹر زاہد جاوید وہاڑی بہت ہی اچھی اور قابل تعریف اور پسند آئی ہیں۔

.... ناصر خاں قمر۔ کوئٹہ

...... ماہ نومبر 2011ء درد غم نمبر میرے ہاتھ میں ہے سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا تو بہت خوشی ملی اس کے بعد آپ کا ذاتی صفحہ پڑھا تو بہت اچھا لگا اس ماہ کا رسالہ اپنی مثال آپ تھا سب رائٹرز لکھنے والوں کو میرا دل کی گہرائیوں سے سلام لکھنے والوں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میری زندگی بہت ہی دکھی ہے پتہ نہیں یہ دنیا والوں کو کیا ہوتا ہے کہ کوئی محبت کرتا ہے تو اس کو یہ دنیا والے جدا کر دیتے ہیں۔ سب لکھنے والوں کو پیار بھرا اسلام۔

.... تنہا اظہر سیف دکھی۔ سکھیکی سٹی

...... ماہ نومبر کا جواب عرض اس وقت میرے ہاتھ میں ہے اس بار تو میری نیندیں اڑ گئیں میرے شہر ملک وال جواب عرض بائیس نومبر کو ملا جس شاپ پہ جاتا وہ کہہ کر ٹال دیتے کہ اس ماہ کا جواب عرض لیٹ ہے بڑی مشکل سے ملا حالانکہ

اس سے قبل ایسا کبھی نہ ہوا تھا۔ بہر حال جواب عرض ملا تو چین ملا اس کے بعد محرم الحرام شروع ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کے بعد سب سے پہلے وفا کی سزا کرن ریاض لاہور ماشاءاللہ آپ کی کہانی کا جواب نہیں بہت زبردست کہانی لکھی کاش سب لڑکیاں ناز جیسی معذوری رکھیں اور لڑکے بھی بری عادتیں چھوڑ دیں تو کسی کی محبت ناکام نہ ہو اس کے علاوہ باقی تمام کہانیاں بھی اچھی تھیں پرنس عبدالرحمٰن صاحب میں ضلع منڈی بہاؤالدین کا ہی ہوں۔ عارف شاہ احب سلام محبت قبول ہو۔ کشور صاحبہ، ماریہ الماس، ریاض حسین، ندیم قریشی صاحب، اللہ دتہ بے درد سب کو میرا اسلام۔ جانم سمجھا کرو کہانی پسند کرنے کا بہت شکریہ۔

✍ .... ذوالفقار علی سانول-کتووال

✉...... ماہ نومبر وردغم نمبر 2011ء کا ٹائٹل بہت اچھا تھا۔ سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑا پھر آپ کا ذاتی صفحہ پڑھا پھر نئے ابھرتے ہوئے شاعروں میں احمد نجمی دکھی، بشیر سانول اور خلیل ملک کی شاعری اچھی تھی۔ جب کہانیوں کی طرف آیا تو جاوید نسیم چوہدری سنگدل باپ، احمد نجمی دکھی قبولیت کی گھڑی، حاجرہ غفور لیہ اب کوئی غم نہیں، انتظار حسین ساقی دردغم اور اللہ دتہ بے درد جو درد دیا اپنوں نے دیا بہت ہی اچھی کہانیاں تھیں۔ انہیں اچھا لکھنے پر بہت بہت مبارک ہو۔ اس کے بعد پسندیدہ اشعار میں جنید اقبال غور غشتی کا شعر اچھا تھا۔ گلدستہ میں آنسو، ماں اور پیار کیا ہے تحریرا اچھی تھی۔ آئینہ روبرو بھی اچھا تھا۔ سر میں نے کچھ کوپن ارسال کئے تھے جنہیں جواب عرض میں نہ دیکھ کر میں بہت ناراض ہوا کہ آخر ہمارے ساتھ ہی زیادتی کیوں، اس لئے کہ ہم بہت دور سے لکھتے ہیں۔

✍ .... عکاس احمد-گاؤں کونکے

✉...... جناب چھ ماہ سے آپ کو لیٹر بھیج رہی ہوں مگر آپ نے میری ابھی تک کوئی تحریر شائع نہیں کی آخر کیا پرابلم ہے میری تحریروں میں شہزادہ بھیا ہمارا بہت خیال رکھتے تھے۔ ہماری ریکوئسٹ ہے کہ ہمارا خیال اسی طرح رکھا جائے ورنہ شہزادہ بھیا کی کمی ہمیں شدت سے محسوس ہوتی رہے گی۔ ماہ نومبر کا شمارہ بہت خوب تھا ذاتی صفحہ جو رسالے کی جان تھا نومبر میں یہ صفحہ آخری ثابت ہوا جس کو میں نے بار بار پڑھا ہماری دلی دعا ہے اللہ اس کو آخرت میں بلند مقام دے۔ اس ماہ سب کی شاعری بہت خوب رہی، غزلیں بہت اچھی تھیں خاص کر کشور کرن کی شاعری ٹاپ پر تھی۔ کشور جی آپ کو میری طرف سے مبارکباد قبول ہو۔ الجھے رشتے کشور کرن، قبولیت کی گھڑی، اب کوئی غم نہیں حاجرہ غفور، یہ میرا کیسا امتحان ماریہ الماس، دردغم انتظار حسین ساقی صاحب، جدائی شک دیتی ہے آمنہ راولپنڈی، وفا کی سزا کرن ریاض، کسی کا اعتبار نہ کرنا ایس امتیاز صاحب بیوٹی فل سٹوری آپ سب کی اور لکھنے کا انداز بہترین رہا۔ باقی سلسلے بھی بہت اچھے تھے۔ آخر میں سب لکھنے والوں کو سلام قبول ہو۔

✍ .... نرگس ناز-سکھر

✉...... اس ماہ نومبر کا شمارہ میرے ہاتھوں میں ہے پڑھ کر بہت خوشی ہوئی سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑا قبر کا خوف تحریر ماجد یعقوب کی تھی بہت پسند آئی بھائی لکھتے رہنا اور پھر ذاتی صفحہ زندگی آ بھی پائی تھی شہزادہ صاحب کی۔ پھر ابھرتے ہوئے شاعروں کی شاعری جن کی شاعری پسند آئی ان کے اسم گرامی کشور کرن کی شاعری، اے آر راحیلہ منظر کی شاعری اور کریم بگٹی کی شاعری اور مس صائمہ کا کلام اور مس صبا کی شاعری پسند آئی اللہ ان سب کو اور ترقی دے اور پھر کہانیوں میں جن کی کہانی پسند آئی ان کے نام الجھے رشتے کشور کرن جی آپ کی کہانی بہت پسند آئی آپ کے لئے سلام، اب کوئی غم نہیں حاجرہ غفور لیہ، حاجرہ جی اللہ آپ کو خوش رکھے، شک جدائی دیتا ہے آمنہ راولپنڈی، آمنہ جی آپ کی طبیعت کیسی ہے بتانا، محبت زندہ باد میں صائقہ آزاد کشمیر صائقہ جی اس نعرے میں میں بھی آپ کے ساتھ ہوں زندہ باد

محبت زندہ باد، اسے اپنا بنانا ہے نائلہ طارق لیہ آپ کی کہانی پسند آئی، میرا کیسا یہ امتحان ماریہ الماس گجرات، ماریہ جی اللہ آپ کو ترقی دے۔ ان سب کی کہانی پسند آئی ان سب کو میری طرف سے پیار بھرا اسلام قبول ہو۔

✍ .... زیب ظہور احمد بلوچ-ڈیرہ مراد جمالی

✉...... ماہ نومبر 2011ء کا شمارہ اس دفعہ کافی لیٹ ملا سب سے پہلے اسلامی صفحہ پڑھا قبر کا خوف آ گیا ذاتی صفحہ کچھ خاص نہ تھا ابھرتے شاعروں میں کشور کرن پتوکی نے سب شاعروں کو مات دے دی۔ کہانیوں میں کشور کرن پتوکی پھر نمایاں تھی مجبور ہو کر قلم اٹھایا یہ جملہ لکھا "پرنویں نویں کڈھے نیں بڑا ٹنگ پولیس دو چار اڈاریاں لے کے" اس کے بعد سنگدل باپ نسیم چوہدری فیصل آباد، قبولیت کی گھڑی احمد نجمی، اب کوئی غم نہیں حاجرہ غفور لیہ، شک جدائی دیتا ہے آمنہ راولپنڈی، اچھی کہانیاں تھیں۔ اس کے بعد میں جناب ایڈیٹر صاحب سے گذارش کرتا ہوں کہ میں نے چالیس کے لگ بھگ غزلیں بھیجی ہیں چار کہانیاں اور نجانے کتنے کوپن ہیں خدارا غور کرو میں لکھ لکھ کر تھک چکا ہوں لیکن حوصلہ افزائی نہیں ہو رہی۔

✍ .... آصف سانول-بہاول نگر

✉...... ماہ نومبر کے شمارے میں عثمان شاہد کی سٹوری داستان مجنوں بے حد پسند آئی، تھوڑی خوشی تھوڑا غم بھی نہ تھی کسی سے کم اب ہمارے نئے ایڈیٹر شہزادہ التمش صاحب مجھے امید ہے کہ وہ جواب عرض کے معیار کو بہتر سے بہتر بنائیں گے اور ہر ادنیٰ و اعلیٰ رائٹر کو مکمل انصاف ملے گا۔

✍ .... حماد ظفر ہادی-ایم بی ڈی

✉...... ماہ نومبر کا جواب عرض خریدا اور آفس جا کر پڑھا سب سے پہلے جناب سے شکوہ ہے جو قاری 1998ء سے جواب عرض پڑھتا رہا ہے۔ بندہ گورنمنٹ کی جاب کرتا ہے اور فارغ ٹائم میں جواب عرض بھی پڑھتا ہوں وہ بھی ہر ماہ اگر میری تحریریں شائع نہ ہوں تو کیا فائدہ ہم کو امید ہے آپ اس بات پر غور کریں گے۔ ماہ نومبر کے جواب عرض میں یہ کہانیاں اچھی تھیں۔ الجھے رشتے کشور کرن پتوکی، سنگدل باپ حکیم ایم جاوید نسیم چوہدری، یہ میرا کیسا امتحان ماریہ الماس گجرات، آمنہ راولپنڈی، انتظار حسین ساقی، وفا کی سزا کرن ریاض لاہور یہ کہانیاں جواب عرض کی جان تھیں۔ ابھرتے ہوئے شاعر میں کشور پتوکی، اے آر راحیلہ، خرم شہزاد کی شاعری اچھی تھی۔ آئینہ روبرو میں جن دوستوں نے مس کیا ان کا شکریہ۔

✍ .... محمد اشرف زخمی دل-ننکانہ صاحب

دوستی نمبر .... ماہ دسمبر 2011ء

✉...... ماہ دسمبر کا شمارہ دوستی نمبر پچیس نومبر کو ملا جسے دیکھ کر بہت خوشی ہوئی لیکن ایک چیز کا دکھ بھی ہوا ہم سب سے پیار محبت وفا کرنے والی ہستی ہم سے بچھڑ گئی اگر اس دنیا میں کوئی نام ہے تو وہ محترم جناب شہزادہ عالمگیر صاحب کا تھا جس کی وفا کو ہم سب ہمیشہ اپنے دل میں رکھیں گے۔ میری خداوند کریم سے دعا ہے ان کو جنت میں گھر نصیب فرمائے اور ان کے گھر والوں کو صبر عطا فرمائے۔ ہم اس دکھ کی گھڑی میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔ اس دفعہ سب سے اچھی کہانی لاوارث لڑکی تھی جس پہ بہت محنت کی گئی تھی۔ میری طرف سے حمیرہ کو مبارکباد قبول ہو۔ انتظار حسین ساقی کی کہانی دوستی بھی اچھی تھی جواب عرض کی شان مس گلشن ناز کی کہانی تھوڑی سی خوشی تھوڑا سا غم بہت اچھی کہانی تھی

کوپن

کیا آپ ایک اچھے دوست ہیں؟

"کیا آپ ایک اچھے دوست ہیں؟" اس عنوان کے تحت آپ اپنی دوستی کے بارے میں لکھیں کہ آپ واقعی ایک اچھے دوست ہیں کہ نہیں۔ مرد حضرات صرف اپنے لڑکوں سے دوستی کے بارے میں لکھیں۔ مرد لڑکیوں کے بارے میں نہ لکھیں اور لڑکیاں صرف اپنی سہیلیوں کے بارے میں لکھ سکتی ہیں۔

میں واقعی ایک اچھا دوست ____________________

____

____

نام: ____________ شہر: ____________

میری طرف سے گلشن ناز کو مبارک باد قبول ہو میری ہر دعا آپ کے ساتھ ہے۔ ایم اشفاق بٹ کی کہانی لوٹ آ ؤ پردیسی بہت زبردست کہانی تھی۔ میری طرف سے بٹ صاحب کو مبارک باد قبول ہو۔

.... سیف الرحمٰن زخمی۔ سیالکوٹ

...... دسمبر کے جواب عرض میں شہزادہ عالمگیر صاحب کا پڑھا بہت افسوس ہوا۔ اللہ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے بارے میں اتنا کہوں گا کہ ایسے لوگ صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ وہ ایسے فنکار تھے جو فن کو اعلیٰ معیار دیتے ہیں۔ جناب شہزادہ التمش صاحب میری کچھ سٹوریاں آپ لوگوں کے آفس میں پڑی ہیں جو کہ اعلیٰ درجے کی ادبی کہانیاں ہیں ان میں ایک ویلن ٹائن ڈے بھی ہے جو فروری کے لئے ایک بہت اچھا موضوع ہے اور ایک اپریل فول ہے جو کہ اپریل کے لئے اچھا موضوع ہے اگر آپ ان کو شائع کر دیں تو میں آپ کا شکر گزار رہوں گا اور میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے معاشرے کی اصلاح بھی ہوگی اور میرے خیال میں وہ شہزادہ صاحب کی روح کو ایصال ثواب بھی۔

.... محمد افضل اعوان۔ گوجرہ

...... ماہ دسمبر 2011ء کا جواب عرض انتہائی رلا دینے والی خبر کے ساتھ ملا کہ ہمارا محسن اور غموں کی محفل جواب عرض کا ہمیشہ زندہ رہنے والا استارہ محترم شہزادہ عالمگیر بھائی ہم سے بچھڑ گیا ہے۔ میں آج اتنا رویا ہوں کہ جواب عرض کے سب اوراق نم آنکھوں سے گرنے والے زار و قطار آنسوؤں سے تر ہو گئے ہیں۔ سارا دن جواب عرض کو چومتا رہا۔ اے کاش ایسا نہ ہوتا مگر موت نے خدا کے پیاروں کو نہ چھوڑا ہم تو پھر بھی خطا کار بندے ہیں۔ اگلے دن ہم سب دوستوں نے محترم شہزادہ عالمگیر کی مغفرت کے لئے خصوصی دعائیں کیں اور غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔ دل کو یقین نہیں آتا کہ سب کے درد بانٹنے والا اب ہم میں نہیں ہے لیکن یہ تو مکافات عمل ہے کہ جو اس دنیا میں آیا ہے اس نے واپس لوٹ کر جانا ہے۔ غموں کی دنیا کے بے تاج بادشاہ کا خلا شاید کبھی پر نہ ہو سکے۔ میری رب حضور سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دوسرے محسن اور محترم جناب شہزادہ عالمگیر کے لخت جگر جناب محترم شہزادہ التمش بھائی کو جواب عرض کے عظیم فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ مزید مطالعہ جاری ہے۔ شاعری سب کی اچھی ہے لیکن کشور کرن پتوکی کی نمبرون جا رہی ہے۔ کہانیوں کے ابتدائیہ لیٹر شامل اشاعت نہیں تھے۔ ابتدائیہ لیٹر ضرور شائع ہونے چاہئیں اس کے بغیر پوری کہانی ادھوری لگتی ہے۔ ہاں البتہ اب یہ لیٹر محترم جناب چیف ایگزیکٹو شہزادہ التمش صاحب کو مخاطب کر کے شائع ہونے چاہئیں۔ کہانیوں میں تلاش، تجھ سے ناراض نہیں، لوٹ آ ؤ پردیسی، میرا عشق، دولت کی ہوس، چند لمحے محبت کے اور باقی سب کہانیاں بھی بہت اچھی تھیں۔ باقی سب کالم بھی زبردست تھے۔ ملاقات کالم غائب تھا اسے ضرور جاری رکھیں اور تصاویر کا نظام بہتر بنائیں۔ باقی ایم اشفاق بٹ، خالد محمود سانول، ایم جاوید نسیم چوہدری، صدا حسین صدا، عمران انجم راہی اور جواب عرض کے بہت بڑے رائٹر ریاض احمد لاہور ان سب دوستوں کو بہت بہت سلام اور نیا سال مبارک ہو بلکہ جواب عرض کے تمام سٹاف اور تمام قارئین کرام کو سال نو کی بہت بہت مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

.... محمد خان انجم۔ لدھے وال

...... ماہ دسمبر دوستی نمبر ہمیشہ کی طرح خوشی خوشی لیا لیکن سب سے پہلے جو پڑا وہ پڑھتے ہی ایک دم پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ دل کی دھڑکن جیسے رک گئی ہو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارے پیارے شہزادہ انکل ہمیں چھوڑ کر جا سکتے ہیں لیکن وہ کہتے ہیں ناں جو لوگ اچھے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کو بھی ان لوگوں کی بہت ضرورت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔ اس بار ابھرتے شاعروں میں کشور کرن، اے ناز بلوچ، انتظار بھیا، انجم الطاف، مسعود الرحمان بھیا آپ سب کی شاعری بہت بہت پسند آئی۔ اس کے

کوپن پسندیدہ اشعار

ماہنامہ جواب عرض لاہور

اس کوپن پر اپنا بہترین شعر لکھ کر ہمیں ارسال کریں۔

نام ________ فون نمبر ________

مکمل پتہ ________

شعری پیغام اپنے پیاروں کے نام

جواب عرض کوپن

جس کے لئے پیغام ہے، اس کا نام ومقام

نام .... شہر ....

پیغام ....

بھیجنے والے کا نام ومقام

نام ....

شہر ....

بعد کہانیوں میں لاوارث لڑکی حمیرہ سعید پہلی قسط بہت پسند آئی۔ آخر میں جواب عرض کے لئے دعا گو ہوں اور شہزادہ انکل کے لئے بھی دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔

.... اے آر راحیلہ منظر۔جمبر دشی

...... دسمبر کا دوستی نمبر پڑھا کہانیوں میں انتظار ساقی کی دوستی، اشفاق بٹ کی لوٹ آؤ پردیسی اور مجید احمد جائی کی دوستی لے ڈوبی بہت پسند آئیں۔ میرا عشق ریاض شاہد صاحب کی کاوش عام کہانیوں سے ہٹ کر ایک زبردست کاوش ہے جو ہمارا المیہ بھی ہے ایک حقیقت بھی اور ایک جدوجہد بھی۔ کالم غزلوں میں کشور کرن، انتظار ساقی اور اشرف زخمی دل کی کاوشیں پسند آئیں۔ میری ایک غزل کا انتخاب شائع ہوا بہت مشکور ہوں۔ چاند صاحب آپ تو عید کا چاند ہی بنتے جا رہے ہو پلیز کچھ لکھا بھی کرو صرف ایس ایم ایس پہ ہی نہ لگے رہا کرو۔ اس کے علاوہ فیصل آباد کے لکھاریوں اور قارئین سے گذارش ہے کہ آپ لوگ اپنی تحریروں میں باقاعدگی لائیں۔

.... خالد فاروق آسی۔فیصل آباد

...... جواب عرض ماہ دسمبر 2011ء دوستی نمبر ملا پڑھ کر بہت خوشی ہوئی اور ساتھ ہی جناب شہزادہ عالمگیر کی وفات کا پتہ چلا تو بہت دکھ ہوا۔ خدا ان کو جنت میں جگہ عطا فرمائے۔ وہ ہمارے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گے جب تک یہ دنیا قائم ہے، جواب عرض کی دکھی نگری جب تک آباد ہے۔ باقی چوہدری الطاف حسین دکھی، ایم عارف، سرفراز انجم، محمد عمر لاشاری، کشور کرن کی شاعری بہت ہی اچھی تھی۔ تحریروں میں لوٹ آؤ پردیسی ایم اشفاق بٹ، میں جیت کر ہار گئی ارم سنبل جہلم، میرا عشق ریاض قبولہ شریف، دولت کی ہوس آمنہ راولپنڈی، تھوڑی خوشی تھوڑے غم گلشن ناز شگفتہ قریشی، ہائے رے تیری جدائی حاجرہ غفور لیہ، بہت دیر بعد ان کی تحریر پڑھنے کو ملی ہے۔ ہاتھ کی لکیریں کشور کرن پتوکی، دوستی لے ڈوبی مجید احمد جائی، کیسے بھول پاؤ گے شازیہ چوہدری شیخوپورہ، تجھ سے ناراض نہیں فائزہ گجرات پسند آئیں اور باقی بھی بہت اچھی تھیں۔

.... جاوید اقبال جاوید۔اچکرہ

...... ماہ دسمبر کا شمارہ دوستی نمبر ملا تو دیکھ کر خوشی ہوئی لیکن میری اس دفعہ کوئی کہانی بھی نہ تھی اور کوئی کالم بھی خیر کوئی بات نہیں کبھی تو آ ہی جائیں گی اور اس دوعہ میرے استاد صاحبان کی سٹوری پڑھنے کو ملی بہت ہی اچھی تھیں مجید احمد جائی صاحب کی اور انتظار حسین ساقی صاحب آپ نے تو اس دفعہ کمال ہی کر دیا لیکن کچھ متاثر نہ کر سکی اس دفعہ آپ کی سٹوری اور باقی بھی سب دوستوں نے اپنی اپنی جگہ بہتر ہی لکھا ہے اور اب میں ان دوستوں کا شکریہ ادا کر دوں جنہوں نے میری سٹوری کو پسند کیا آپ سب کا شکریہ اور محترم جناب شہزادہ التمش صاحب اس دفعہ معلوم ہوا کہ جناب ہمارے پیارے ایڈیٹر شہزادہ عالمگیر صاحب اس دنیا سے چلے گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور محترم اس دفعہ جو سٹوری کے ساتھ خط شائع کیا جاتا ہے وہ ت وسٹوری کا ایک دل ہوتا ہے آپ مہربانی کریں سٹوری کے ساتھ خط لازمی شائع کریں اور مختصر اشتہارات بھی دوبارہ شروع کریں کہ ان سے ہر کسی کا ایڈریس آسانی سے مل جاتا ہے اور کہانی کے ساتھ تصویر اور فون نمبر لازمی شائع کیا کریں آپ کا بہت شکریہ۔

.... اللہ دتہ بے درد۔راولپنڈی کینٹ